مکتبۃ العلوم
کراچی

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ

الحمد للہ والمنۃ کہ در یں زمان سعادت اقتران
کتاب مستطاب در جواب عقیدہ شیخ و شاب عنی

# تنبیہ الناصبین

(باب اول)

حسب فرمائش کربلائی غلام علی شہیدیہ

مینیجر خواجہ بک ایجنسی موچی دروازہ لاہور

قیمت فی جلد عہ
مجلد ولایتی عار

مرکز احیاء آثار برصغیر
MAAB 1431
abblib.org

جملہ حقوق محفوظ ہیں

۷۸۶

إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ

آزادی کے زمانہ میں برطانیہ عظمیٰ کے عہد میں قانونی حدود کے اندر زور خداداد سے اسلام کی حفاظت کے لئے اعدائے دین حنیف کے جارحانہ اور ناروا حملے دُور کرنے کے واسطے کتاب شریف لطیف

المسمّٰی بہ

# تنبیہ الناصبین

بجواب

## تنبیہ الحائرین

سنہ ۱۹۲۹ء

سلسلۂ تبلیغ اعجازی کا پانچواں رسالہ

مصنفہ

ناصر الاسلام رئیس المناظرین مولانا مولوی الحاج محمد اعجاز حسن صاحب قبلہ صدیقی بدایونی دام ظلہ

حسب فرمائش

کربلائی شیخ غلام علی شہید مینیجر خواجہ بک ایجنسی اندرون موچی دروازہ لاہور

MAAB 1431
maablib.org

# فہرست مضامین

## کتاب تنبیہ الناصبین بجواب تنبیہ الحائرین


| خلاصۂ مضامین | صفحہ | خلاصۂ مضامین | صفحہ |
|---|---|---|---|
| دیباچہ کتاب | ۵ | روایت ابوالعالیہ کے غلط ہونے کے وجوہ | ۳۷ |
| مجیب کتاب ہذا کے لئے ہدایات | ۹ | قرآن کی ترتیب توقیفی پر مدیر النجم کا چار حدیثیں پیش کرنا اور ہر ایک کا ناصبی افگن جواب ✦ | ۳۹ |
| مولوی عبدالشکور صاحب مدیر النجم کو تنبیہ | ۱۱ | مدیر النجم کا اپنی مخالف دو حدیثوں کو پردہ میں رکھنا کہ ان دونوں سے شکوری مذہب کی قلعی کھل جاتی ✦ | ۴۰ |
| النجم جلد ۳ نمبر ۲۳ مجریہ ماہ ذیقعد کے جواب کی ابتدا۔ | ۱۳ | مدیر النجم سے پرزور مطالبہ کہ اپنے مذہب کے تین معمے حل فرمائیں ✦ | ۴۵ |
| بیس ۲۰ محدثین اہلسنت کے اقوال کہ قرآن عہدِ نبوی میں مرتب اور مجموع نہیں ہوا تھا ✦ | ۱۵ | مدیر النجم کی تدلیس اور اُس کا انکشاف ✦ | ۴۷ |
| قرآن مجید کے عہدِ نبوی میں مرتب ہونے پر مایۂ ناز شکوری استدلال اور اُس کا اعجازی ابطال ✦ | ۲۷ | ترتیب قرآن کے توقیفی ہونے پر قولِ مکی سے شکوری احتجاج۔ پھر اُس پر اعجازی جرح ✦ | ۴۷ |
| ہنگامۂ تالیفِ عثمانی کی شکوری پردہ پوشی پر اخفائے باطل کی پردہ دری قابل دید ہے ✦ | ۲۹ | دعوائے مذکور کا شکوری ثبوت قاضی ابوبکر کے فتوے سے۔ پھر اُسکا اعجازی جواب۔ | ۴۹ |
| ترتیب قرآن کے توقیفی ہونے پر اجماع سے شکوری استدلال پھر اُس کا اضمحلال ✦ | ۳۱ | قول محدث بغوی پر اعجازی ضربیں | ۵۱ |





# مذہب شیعہ

مؤلفہ جناب حاجی ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر (سابق حنفی سنی) کربلائی جعفری جھنگ سیالوی نمبردار جس میں حقیقی اسلام کی اصلیت بشانِ توحید و معرفت الوہیت و ربوبیت اور انوار آفتاب رسالت و تنویر قمر امامت۔ خاندان نبوت و اہلبیت رسالت کی منقبت و فضیلت و ولایت اور اصلی نماز محمدی و صلوات احمدی کی حقیقت اور مذہب شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے مابہ الامتیاز مسائل کی کتاب اللہ و سنت سے مطابقت حقیقت و صداقت جناب سید الشہداء سیدنا امام حسین علیہ السلام روحی لہ الفدا کی فضیلت و جواز تعزیت پر کتاب اللہ و احادیث صحیحہ و اقوال آئمۃ الہدیٰ سے محققانہ بحث کیگئی ہے۔ پاک مذہب شیعہ کا نچوڑ اور لب لباب نکال کر پبلک کے پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ محقق اور منصف مزاج مسلمان اسکو نظر غور اور انصاف سے پڑھکر شیعہ اور سنی کے آئے دن کے جھگڑا فتنہ و فساد اور شرارت سے باز رہیں۔ لکھائی چھپائی کاغذ دیدہ زیب۔ حجم چار صد صفحات۔ قیمت دو روپے (عـ۲) مجلد ولایتی دو روپے آٹھ آنے (عـ۲/۸) محصول علاوہ

# کلید مناظرہ

کتاب نور علی نور ہے۔ تمام اموات مذہب شیعہ حقہ پر بحث کیگئی ہے اور اہل خلاف کی کتب سے صفحہ و سطر کیساتھ حوالے درج کئے ہیں۔ زمانہ حال کے جملہ اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔ دنیا بھر کی شیعہ آبادی کی تعداد تفصیل وار لکھی ہے۔ جناب رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ کے افعال و اقوال کو آئینہ کر کے دکھایا ہے۔ گویا جواہرات علمیہ کا بیش بہا خزانہ ہے۔ مناظرہ کی جان ہے۔ نسب تاریخ سیر۔ فضائل مناقب اور مطاعن کی کان ہے۔ گویا ایک چمن کھلا ہے جسکی خوشبو دماغوں کو معطر اور دل کو باغ باغ کئے دیتی ہے۔ کتابت طباعت کاغذ سب دلفریب اور دیدہ زیب ہیں گویا اس سے بہتر ممکن نہیں۔ شائقین علوم و محبان اہلبیت اس نعمت غیر مترقبہ سے ضرور اور جلد فائدہ اٹھائیں۔ یہ کتاب مولانا السید برکت علی شاہ صاحب گوشہ نشین وزیر آبادی کی تصنیف ہے اور مولوی حاجی مرزا احمد علی صاحب رئیس المناظرین کی مصحح ہے اور حضور مولانا السید علی الحائری صاحب قبلہ شمس العلماء مجتہد پنجاب اور مولوی السید محسن علی شاہ صاحب سبزواری مرحوم کی تقاریظ سے مزین ہے۔ کتاب آسان اور عام فہم اردو زبان میں لکھی گئی ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ دیدہ زیب حجم قریباً ۵۰۰ صفحہ ٹائیٹل اعلیٰ گلیز پیپر پر دو رنگ میں چھپا ہے۔ قیمت فی جلد صرف عـ۸ اور مجلد ولایتی صرف سے ۲ روپے ہے۔ محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ:- کربلائی شیخ غلام علی تھہیم منیجر خواجہ بک ایجنسی اندرون موچی دروازہ لاہور

| خلاصۂ مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ابنِ حصار کے قلعہ میں مدیر النجم کا پناہ لینا۔ پھر وہاں سے اُس کا اخراج۔ قابلِ دید منظر ہے ٭ | ۵۵ |
| قلعۂ ابنِ حصار میں شکوری خیانتِ مجرمانہ | ۵۶ |
| کلامِ ابنِ حصار میں شکوری تحریفِ باطل | ۵۷ |
| مدیر النجم کی ابلہ فریبی کا افشار | ۵۷ |
| مدیر النجم کا افترا اور میری عبارت میں تحریف | ۵۹ |
| کتاب فصل الخطاب سے شکوری غلط استدلال ٭ | ۶۰ |
| شکوری مذہب سے نزولِ قرآن محال ہے ٭ | ۶۲ |
| مدیر النجم کا مصحفِ علویؑ کو فرضی بتانا۔ پھر اُس کا شکوری معتمد کتابوں سے اعجازی ثبوت ٭ | ۶۲ |
| مدیر النجم کا خدا کو جمعِ قرآنی کا ذمہ دار بتانا اور آیۂ ان علینا جمعہٗ سے دلیل لانا۔ مگر اس کا جواب قلوب نواصب کو برمائے گا۔ قابلِ دید ہے ٭ | ۶۵ |
| تحریفِ قرآن ثابت کرنے والی احادیث کو مدیر النجم کا نسخِ تلاوت سے متعلق بتانا۔ اور اس کا مسکت جواب | ۶۹ |
| نسخِ تلاوۃ کی مذہبِ شیعہ میں تحقیق ٭ | ۷۰ |
| مدیر النجم کا مصنفِ مجمع البیان پر افترا | ۷۲ |

| خلاصۂ مضامین | صفحہ |
|---|---|
| عبارت مجمع البیان میں مدیر النجم کی لفظی خیانت ٭ | ۷۳ |
| اور معنوی خیانت کا ارتکاب | ۷۴ |
| مدیر النجم کی تدلیسِ مشاطہ کا انکشاف | ۷۴ |
| مدیر النجم کی عوام فریبی اور اُسکا جواب | ۷۵ |
| تحریفِ قرآن کے مُحال ہونے پر شکوری مایۂ ناز دلیلیں۔ اور اُن کا مسکت جواب ٭ | ۷۶ |
| قرآن کی عدم تحریف پر شکوری انوکھی دلیل۔ خود مذہبِ نواصب کے لیے سمِ قاتل ہے ٭ | ۸۰ |
| شکوری بانگِ بے ہنگام کہ تحریفِ قرآن کے معتقد کافر ہیں۔ اور اُس کا ناصبی کُش جواب ٭ | ۸۲ |
| سورۂ احزاب کی تحریف اور مدیر النجم سے بحث | ۸۲ |
| بحثِ نسخ۔ نسخ کے معانی نسخِ تلاوۃ کا موضوع ہونا ٭ | ۸۴ |
| نسخِ تلاوت کے ثبوت میں ابنِ حصار کا استدلال اور اُسکا زلزلہ افگن ابطال | ۸۶ |
| شکوری مذہب سے قرآنی آیات کا شہید ہونا | ۸۷ |
| مدیر النجم کا نسخِ تلاوت کے ثبوت میں حدیثِ ابنِ عمر کو پیش کرنا۔ اور ہمارا | |





| خلاصۂ مضامین | صفحہ |
|---|---|
| اُسی حدیث کو تحریفِ قرآن پر گواہ بنا لینا۔ عجیب و غریب مضمون ہے | ۸۹ |
| حضرت ابنِ عمر کے ارشاد سے قرآن موجود پورا نہیں ہے ٭ | ۹۰ |
| آیاتِ منسوخہ کے نکل جانے سے قرآن کو ناقص سمجھنا چاہیئے ٭ | ۹۱ |
| حدیثِ ابنِ عمر میں ایک شکوری تاویل اور اُس کا جواب ٭ | ۹۱ |
| حدیثِ ابنِ عمر سے شکوری بیہودہ استدلال اور اُس کا ابطال ٭ | ۹۲ |
| قرآن کی عدم تحریف پر شکوری مایۂ ناز دلیل علیل اور اُس پر اعجازی جرح قابلِ دید ہے | ۹۲ |
| علمائے اہلسنت کا ایک گروہ نسخِ تلاوت کا منکر ہے ٭ | ۹۳ |
| کیا آیۂ رجم منسوخ التلاوۃ ہے ٭ | ۹۴ |
| جنابِ عمر کی حدیث سے آیۂ رجم کو علامہ ابنِ حجر کا منسوخ التلاوۃ سمجھنا پھر اُس کا اعجازی جواب۔ | ۹۵ |
| نسخِ تلاوت کا دوسرا شکوری ثبوت۔ اور اُس کا رد ٭ | ۹۶ |
| نسخِ تلاوت کا تیسرا شکوری ثبوت اور اُس کا ابطال ٭ | ۹۷ |

| خلاصۂ مضامین | صفحہ |
|---|---|
| جنابِ عمر نے اپنے عہد میں آیۂ رجم کو قرآن میں داخل کیوں نہیں کیا۔ یہ مضمون یادگار رہے گا ٭ | ۹۸ |
| علامہ ابوبکر رازی کا جنابِ عمر کی طرف سے عذر پیش کرنا ٭ | ۹۹ |
| شخصِ مجہول کی طرف سے عذرِ دیگر کا جواب پھر اُس جواب کو علامہ سیوطی کا رد فرمانا ٭ | ۱۰۰ |
| علامہ ابوبکر رازی کے بنائے ہوئے معیارِ نسخ پر شکوری نسخِ تلاوت کو پرکھنا بالکل نیا استدلال ہے۔ | ۱۰۲ |
| نسخِ تلاوت کی تحقیق بعنوانِ دیگر یہ مضمون ہمارے مخصوصات میں سے ہے۔ اور قابلِ اخذ ہے ٭ | ۱۰۴ |
| نسخ بمعنی نقل کو علامہ سیوطی قرآن میں کس لیے جائز نہیں سمجھتے تھے۔ حالانکہ علمائے اہلسنت اسکے قائل ہیں یہ مضمون بھی نیا ہے اور قابلِ دید ہے | ۱۰۷ |
| شکوری انعامی اعلان کا دندان شکن جواب ٭ | ۱۰۸ |
| کیا آیۂ رضاع منسوخ التلاوۃ کہی جاسکتی ہے۔ یہ محققانہ مضمون بالکل نیا ہے ٭ | ۱۰۹ |

| خلاصۂ مضامین | صفحہ |
|---|---|
| مدیر النجم صاحب سے دس سوال کہ ہر ایک اُن میں مذہب ناصبی کے لئے سمِ قاتل ہے جس کا تریاق ممکن نہیں ہے ٭ | ۱۱۱ |
| آیۂ رضاع کے متعلق روایت ابو موسےٰ اشعری اور اُس کا حل ٭ | ۱۱۳ |
| آیۂ مذکورہ کے متعلق قولِ مکی اور اُس کا جواب ٭ | ۱۱۳ |
| آیۂ مذکورہ کے متعلق علامہ بیہقی سُنی کا ارشاد۔ اور اُس سے تحریف قرآن کا اعجازی ثبوت ناصبی کا دل ہلا ئیگا۔ | ۱۱۴ |
| شکوری مذہب کے لحاظ سے تحریفِ قرآن کی بحث۔ بالکل نیا عنوان ہے۔ جس سے مذہبِ نواصب کی بنیاد منہدم ہو جائیگی | ۱۱۵ |
| ترتیبِ قرآن کے محرف ہونیکی نئی مثال | ۱۱۷ |
| تحریف بمعنے تغیر کا شکوری مذہب سے قرآن میں ثبوت ٭ | ۱۱۹ |
| تحریف بمعنے تبدیل کا شکوری مذہب سے قرآن میں ثبوت۔ یہ مضمون زمینِ ناصبیت میں ہل چل ڈالے گا ٭ | ۱۲۰ |
| تحریف بمعنیٔ ازالہ کا شکوری مذہب سے قرآن میں ثبوت۔ یہ مضمون بھی نیا ہے۔ اسے دیکھکر وہی ناصبی تحریفِ قرآن کا منکر ہوگا۔ جو اوّل نمبر کا جھوٹا ہے۔ یا پاگل اور دیوانہ ہے ٭ | ۱۲۲ |

| خلاصۂ مضامین | صفحہ |
|---|---|
| تحریفِ قرآن کا ثبوت بعنوان دیگر یہ وہ ضربِ اعجازی ہے جس نے شکوری طبل کو شکستہ کر دیا ہے ٭ | ۱۲۹ |
| عجیب لطیفہ | ۱۳۱ |
| مدیر النجم کا شیعوں کو مرتد کافر لکھنا نصِ قرآنی کفر و فسق و ظلم ہے ٭ | ۱۳۲ |
| عرضاتِ قرآنیہ کا حال | ۱۳۳ |
| عرضۂ اخیرہ کی شکوری مذہب میں حقیقت | ۱۳۳ |
| دوسرا لطیفہ | ۱۳۶ |
| شکوری مذہب سے سورۂ توبہ تین حصے غائب ہے ٭ | ۱۳۸ |
| مدیر النجم کی خرافات کا زلزلہ خیز ازالہ | ۱۴۳ |
| شکوری روایات سے عہدِ نبوی صلعم میں پورے حافظ قرآن کی تفتیش ٭ | ۱۴۴ |
| سورۂ حفد و خلع منسوخ التلاوۃ نہیں ہوئیں۔ مگر یہ دونوں قرآن میں نہیں ہیں۔ لہذا یہ قرآن ناقص ہے ٭ | ۱۴۹ |
| مدیر النجم کے نزدیک قرآن واجب التمسک نہیں ہے ٭ | ۱۵۲ |
| قرآن موجود میں چند غلطیاں | ۱۵۲ |





| خلاصۂ مضامین | صفحہ |
|---|---|
| مدیر النجم کا میر لطف جرم خیانت منسوب کرنا اور اُس کا ناصبی کُش جواب ٭ | ۱۵۳ |
| قرآن میں غلطی موجود ہونے پر پہلی شکوری روایت جو ام المومنین جناب عائشہ سے بخاری و مسلم نے نقل کی ہے اور دوسری روایت جس کا راوی امام النواصب عکرمہ ہے | ۱۵۴ |
| اغلاطِ قرآنیہ پر تیسری شکوری روایت | ۱۵۵ |
| روایاتِ مذکورہ کے متعلق علمائے اہلسنت کے جواب میں مدیر النجم کی چوری اور خیانتِ مجرمانہ ٭ | ۱۵۶ |
| علمائے اہلسنت کا دوسرا اور تیسرا جواب اور اُن کا رد ٭ | ۱۵۸ |
| جواباتِ مذکورہ کی تائید ابن اشتہ اور اُس کا ابطال ٭ | ۱۵۹ |
| ابن اشتہ کی پیشکردہ روایت کا اضمحلال | ۱۶۰ |
| روایت عبدالاعلےٰ اور اُس کے متعلق ابن الانباری کی بحثِ لاطائل کا جواب قابل دید ہے ٭ | ۱۶۰ |
| علامہ سیوطی کا ناطق فیصلہ کہ حدیثِ ام المومنین کی صحت ناقابل انکار ہے جس کے مقابلہ میں علمائے اہلسنت کے جوابات پیش ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں الغرض شکوری مذہب سے قرآن موجود میں غلطیاں ثابت ہیں۔ | ۱۶۲ |

| خلاصۂ مضامین | صفحہ |
|---|---|
| ابنِ اشتہ کا حدیث ام المومنین کے متعلق جواب اور اُس پر ابنِ جبارہ کی تائید مگر جواب و تائید پر اعجازی جروح قابلِ دید ہیں۔ جو اس کتاب کی خصائص میں سے ہیں۔ | ۱۶۳ |
| مذہب نواصب خذلہم اللہ پر قہرِ خدا ٭ | ۱۶۴ |
| علامہ سیوطی کی قرآنی اغلاطِ نحوی توجیہات سے دُور کرنا سعیٔ نامشکور ہے ٭ | ۱۶۵ |
| نتیجہ کلام شکوری عالمہ صدیقہ کی زبانی۔ مصحفِ عثمانی میں غلطیاں ثابت ہوگئیں۔ | ۱۶۶ |
| اتقان کی عبارت میں مدیر النجم کی زبردست خیانت اور خرفاتِ شکوریہ مع رد ٭ | ۱۶۶ |
| النجم مع رد | ۱۶۸ |
| حائری صاحب پر شکوری ناپاک حملے اور ضربِ اعجازی سے اُسکا ناصبی کُش دفاع | ۱۶۹ |
| مولوی مرزا احمد علی صاحب امرتسری پر شکوری زباندازی کا ایک فقرہ میں جواب ٭ | ۱۷۰ |
| اغلاط قرآنیہ کے ثبوت میں جناب حائری صاحب کا چار آیتیں پیش کرنا۔ اسکے مقابلہ میں مدیر النجم کے مایۂ ناز بلکہ تحدی آمیز جوابات بھبر براہینِ دامغہ سے جو نواصب کے لئے صواعقِ محرقہ ہیں۔ اعجازی ابطال اور | |

| خلاصۂ مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| ضمناً فخر رازی اور ابن الانباری کی قیامت خیز رد اور شکوری بانگ بے ہنگام پر لجام خاموشی اس کتاب کی خصائص میں سے ہے | ۱۷۰ |
| مدیر النجم کی ابلہ فریبی اور اس کا ازالہ ✦ | ۱۹۶ |
| اغلاط قرآنیہ کی روایات کے متعلق حکیم ترمذی کا مذوق نسخہ جس کی وجہ سے مذہب نواصب میں پانچ قسم کی لاعلاج اور مہلک بیماریاں پیدا ہو گئیں۔ ان امراض کا ثبوت شکوری احادیث معتبرہ سے دیا گیا ہے۔ | ۱۹۸ |
| احادیث مذکورہ کے متعلق ابن اشتہ کی تاویل رکیک اور اس کا ناقابل انکار ابطال | ۲۰۳ |
| ابن الانباری کا احادیث مذکورہ کو ضعیف بتانا مگر علامہ سیوطی کا اس کے قول کو رد فرمانا ✦ | ۲۰۵ |
| قرآن موجود میں غلطیوں کے شکوری اکابر قائلین ✦ | ۲۰۵ |
| بسم اللہ کا بیان حنفیوں کے نزدیک بسم اللہ جزء سورہ نہیں ہے اور فرقہ مالکیہ اس کی قرآنیت کا منکر ہے ✦ | ۲۰۶ |
| علامہ سیوطی کا جواب اور اس کا روح فرسا ابطال ✦ | ۲۰۶ |
| بسم اللہ کے متعلق شکوری پندرہ حدیثیں | ۲۰۹ |

| خلاصۂ مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| پندرہ حدیثوں کا خلاصہ ✦ | ۲۱۵ |
| قرآنیت بسم اللہ کے متعلق علامہ سیوطی کا فیصلہ اور اس کا جواب ✦ | ۲۱۶ |
| سورۂ برائت سے بسم اللہ ساقط ہونے کا بیان۔ سقوط کے معانی اور ہر ایک معنے کی نقادی ✦ | ۲۱۷ |
| شکوری کتاب ازالۃ الخفا سے عہد نبوی میں قرآن کے غیر مجموع و مرتب ہونے کا ثبوت مذہب نواصب کیلئے سم قاتل ہے ✦ | ۲۲۰ |
| قرآن کے غیر محرف ہونے پر مدیر النجم کا آیۂ انا لہ لحافظون پیش کرنا۔ مگر اس کا جواب قابل دید ہے ✦ | ۲۲۴ |
| آیۂ رضاع کو بکری کا کھا جانا مدیر النجم کے نزدیک ایک معمولی واقعہ ہے۔ مگر اس کا جواب دندان شکن ہے۔ | ۲۲۷ |
| شکوری عقیدۂ قدامت قرآن کے لحاظ سے نزول قرآن محال ثابت ہو گیا۔ مدیر النجم جس کتاب کی تلاوت کرتے ہونگے۔ قرآن نہیں ہے۔ بلکہ ان کے قول سے خود انہی کے الفاظ ہیں۔ مدیر النجم منکر قرآن ہیں ✦ | ۲۲۸ |
| مدیر النجم کے عقیدہ میں خدا کے علاوہ قرآن بھی قدیم ہے۔ بلکہ چند چیزیں قدیم ہیں۔ | ۲۳۱ |





| خلاصۂ مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| مدیر النجم کا تعدد خالقین کے عقیدہ کو شیعوں کی طرف منسوب کرنا۔ اور اس کا جواب نواصب کیلئے ساعقۂ عذاب ہے | ۲۳۲ |
| شکوری خرافات اور اس کا ازالہ ✦ | ۲۳۵ |
| آیۂ ناسخہ کی تقدیم آیۂ منسوخہ پر مصحف عثمانی کو محرف ثابت کرتی ہے ✦ | ۲۳۷ |
| مصحف ابن مسعود کا تذکرہ جو نزولی ترتیب کے مطابق لکھا گیا تھا اور مصحف عثمانی کی ترتیب شکوری مذہب میں خلاف نزول مسلم ہے۔ | ۲۳۸ |
| حضور سید عالم صلعم نے ابن مسعود کو اپنے صحابہ کا مقتدا بنایا تھا اور ان سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ ابن مسعود کے مصحف کو صحابہ نے قبول نہیں کیا ✦ | ۲۳۸ |
| ابن مسعود نے اپنے مصحف میں حمد و معوذتین کو درج نہیں کیا تھا بلکہ آپ ان تینوں کی قرآنیت کے منکر تھے بلکہ مصحف سے چھیل دیتے تھے۔ | ۲۳۹ |
| شکوری امام علامہ ابن قتیبہ نے تسلیم کر لیا۔ کہ ابن مسعود نے یہ سورے اپنے مصحف میں نہیں لکھتے تھے۔ علامہ سیوطی نے مان لیا کہ علامہ ابو عبید نے بسند صحیح روایت کی ہے۔ کہ ابن مسعود نے فاتحہ کو اپنے مصحف سے ساقط کر دیا تھا ✦ | ۲۴۰ |

| خلاصۂ مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| مدیر النجم کی بدزبانی پر اعجازی درہ۔ | ۲۴۱ |
| علامہ ابن حجر عسقلانی شکوری امام حدیث نے تسلیم کر لیا۔ کہ ابن مسعود حمد و معوذتین کی قرآنیت کے منکر تھے ✦ | ۲۴۱ |
| ابن حجر قائل تھے۔ کہ جو شخص ابن مسعود کے انکار کو جھوٹ بتائے۔ تو اس کا قول مردود ہے ✦ | ۲۴۳ |
| فخر رازی کا انکار مذکور کو جعلی بتانا۔ پھر اسکا اعجازی ابطال ملاحظہ کے قابل ہے۔ | ۲۴۳ |
| علامہ ابوبکر رازی کا ارشاد ابن مسعود میں تاویل رکیک فرمانا اور اسکا جواب قابل دید ہے | ۲۴۶ |
| قول ابوبکر رازی کی نقل میں مدیر النجم کی چوری | ۲۴۶ |
| مدیر النجم کی پچھتر خیانتیں اور چوریاں | ۲۴۸ |
| قول ابن مسعود میں ابن صباغ کی رنگ آمیزی اور اس کا ازالہ ✦ | ۲۴۹ |
| بڑے فخر کے ساتھ مدیر النجم کا زبانی ابن مسعود ایک روایت نقل کرنا۔ مگر وہ آپ کے لئے مفید مطلب نہیں ہے ✦ | ۲۴۹ |
| شکوری امام نووی کا قول اور اسکا جواب | ۲۵۰ |
| علامہ ابن حزم کا قول اور اس کا رد ✦ | ۲۵۱ |
| شکوری بحر العلوم لکھنوی کا قول مع رد اور ترجمۂ شکوریہ میں فاش غلطی ✦ | ۲۵۳ |

| خلاصۂ مضامین | صفحہ |
|---|---|
| شکوری ابلہ فریبی کا ازالہ۔ کہ عاصم۔ حمزہ۔ کسائی قاری نے ابن مسعود سے اسی قرآن کی روایت فرمائی ہے ٭ | ۲۵۵ |
| شکوری استدلال کہ ابن مسعود کے ہزارہا شاگردوں کے برخلاف صرف تین شاگردوں نے انکار ابن مسعود کو نقل کیا ہے۔ اس کا زلزلہ افگن جواب ٭ | ۲۵۶ |
| انکار ابن مسعود کے برخلاف شکوری استدلال اور اس کا پرزور ابطال ٭ | ۲۵۷ |
| انکار ابن مسعود کی روایت کو ابن حجر کے تسلیم کرنے کی شکوری توجیہ اور اس کا رد ٭ | ۲۵۸ |
| سورۂ واللیل کے فقرہ وما خلق الذکر والانثیٰ کے متعلق بحث ٭ | ۲۵۹ |
| سورۂ احزاب کی دو سو آیتوں میں سے صرف تہتر ۷۳ آیتوں کے باقی رہ جانے کی شکوری توجیہ۔ اور اس کا جواب ٭ | ۲۶۱ |
| مصحف ام المومنین جناب عائشہ اور حفصہ کے ذریعہ سے مصحف عثمانی میں تحریف کا ثبوت اور مدیر النجم سے مناظرہ ٭ | ۲۶۴ |
| فقرہ ان علیاً مولی المومنین کی قرآنیت کے متعلق مدیر النجم سے چھیڑ چھاڑ ٭ | ۲۶۷ |
| مدیر النجم کے نزدیک مذہب اہلسنت کی کوئی کتاب حتےٰ کہ بخاری و مسلم بھی معتبر نہیں ہے ٭ | ۲۶۹ |
| مدیر النجم کی دریدہ دہنی کا دندان شکن جواب ٭ | ۲۷۱ |
| احراق مصحف کے متعلق مدیر النجم سے گفتگو ٭ | ۲۷۲ |
| امام النواصب ولید کا نشہ کی حالت میں قرآن کے ساتھ بے ادبی اور اس کے شکوری خلفاء میں شمار ہونے کی مدیر النجم کی توجیہ ٭ | ۲۷۵ |
| شکوری مذہب سے قرآن کو خون اور پیشاب سے لکھنا جائز ہے ٭ | ۲۷۷ |
| خاتمۂ کتاب۔ قابل دید ہے ٭ | ۲۷۹ |
| قطعہ تاریخ طبع رسالہ تنبیہ الناصبین | ۲۸۰ |

باب اول ختم شد

# صحت نامہ کتاب "تنبیہ الناصبین"

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۵ | ۵ | الذی | الذین | ۵۴ | ۲۰ | آپ | کہ آپ |
| ۸ | ۸ | دیتے | لیتے | ۵۵ | ۶ | مذکور | مذکورہ |
| ۱۱ | ۴ | لکھنا | لکھیں | ۵۵ | ۶ | مذکور | مذکورہ |
| ۱۱ | ۱۲ | تمہاری | اُن کی | ۵۵ | ۷ | تلاوۃ | تلاوۃ کو |
| ۱۳ | ۱۲ | تحریر کی | تحریر کا | ۵۷ | ۵ | حدیث | احادیث |
| ۱۴ | ۲۰ | موجودہ | موجود | ۶۰ | ۹ | منحرف | محرف |
| ۱۴ | ۲۲ | اس کا | اس کے | ۶۱ | ۱۲ | ہیں | نے |
| ۱۶ | ۱۱ | وجہ | وجہ سے | ۶۲ | ۲۰ | کچھ | کچھ حصہ |
| ۱۷ | ۱۰ | ہونا | ہونا | ۶۲ | ۲۲ | قرآن کا | قرآن کے |
| ۱۸ | ۵ | لبعض | علی البعض | ۶۳ | ۵ | کان | کانت |
| ۱۹ | ۲۲ | مرتب | جمع | ۶۳ | ۶ | علیہ | الیہ |
| ۲۰ | ۱۵ | طائفہ | طائفہ ہے | ۶۴ | ۱۹ | ہے | ہیں ہے |
| ۲۲ | ۱۱ | کردیا | فرمایا | ۶۵ | ۲۰ | نرول | نزول |
| ۲۲ | ۱۲ | معمول یہ | معمول بہ | ۶۷ | ۹ | تحرک | لاتحرک |
| ۲۳ | ۸ | حضرات | حضرت | ۶۷ | ۱۶ | اور اس | اور نہ اس |
| ۲۴ | ۳ | سورہ | سورۂ | ۶۷ | ۲۰ | بتاتا | بتانا |
| ۲۹ | ۱۳ | عثمان | لعثمان | ۶۸ | ۴ | ہیں | ہیں سے |
| ۲۹ | ۱۳ | الأفة | الامۃ | ۷۰ | ۹ | طبری | طبرسی |
| ۴۴ | ۲۲ | لفظ کے قرآنی | لفظ قرآنی کے | ۷۱ | ۱۰ | فی عمل | لیعمل |
| ۴۹ | ۱۰ | طرف کے جرم | طرف جرم | ۷۱ | ۱۲ | پھر ہم | پھر |
| ۴۹ | ۲۱ | متواترہ | متواتر | ۷۱ | ۲۰ | آیت | آیت میں |
| ۵۰ | ۵ | سورۃ | سورۂ | ۷۱ | ۲۰ | نسخ کے حکم | نسخ حکم |
| ۵۳ | ۸ | رضا | رضاع | ۷۲ | ۷ | نہیں | ہیں |
| ۵۳ | ۲۱ | سابق | سابق ہیں | ۷۳ | ۲۰ | کنت | کذب |
| ۵۴ | ۸ | ترتیب | تعلیم | ۷۵ | ۱۰ | مذہب میں | مذہب سے |
| ۵۴ | ۱۳ | ہیں سے | سے | ۷۶ | ۱۰ | ہیں ہے | ہیں ہیں |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۷۶ | ۱۴ | تردید | رد | ۱۰۵ | ۱۵ | جون | جوف |
| ۷۶ | ۱۵ | عقیدہ میں | آپکے عقیدہ میں | ۱۰۵ | ۱۷ | سماعة | ساعة |
| ۸۰ | ۱۹ | لحاظ | لحاظ سے | ۱۰۷ | ۷ | کسی نسخ تلاوة | نسخ تلاوة |
| ۸۰ | ۲۳ | پر معلوم | معلوم پر | ۱۰۷ | ۲۱ | بلفظ | بلفظ |
| ۸۳ | ۴ | کی | کی تھی | ۱۰۹ | ۱۱ | ان کو | اس کو |
| ۸۳ | ۹ | مذکور | مذکورہ | ۱۰۹ | ۲۳ | رضع | رضعے |
| ۸۴ | ۷ | لتشمش | الشمس | ۱۱۰ | ۱۰ | " | " |
| ۸۴ | ۱۵ | کردیتا | کردیا | ۱۱۰ | ۱۷ | " | " |
| ۸۶ | ۶ | الآن | الآن | ۱۱۰ | ۲۳ | مرجوع | مرجوح |
| ۸۶ | ۶ | [illegible] | [illegible] | ۱۱۰ | ۲۳ | " | " |
| ۸۷ | ۲۲ | قتل نہ ہوجائیں | قتل ہوجائیں | ۱۱۱ | ۳ | اگر | مگر |
| ۸۷ | ۲۳ | مذہب نے | مذہب سے | ۱۱۱ | ۱۶ | رضع | رضعے |
| ۸۸ | ۱۴ | مجحوب | مجحوج | ۱۱۱ | ۱۷ | " | " |
| ۸۸ | ۲۰ | مذکور | مذکورہ | ۱۱۴ | ۱۲ | " | " |
| ۸۹ | ۲۰ | ننسخ | ینسخ | ۱۱۴ | ۱۶ | " | " |
| ۹۱ | ۱ | منقل | نکل | ۱۱۵ | ۶ | اگر | مگر |
| ۹۴ | ۱۵ | قمرا | قمرا | ۱۱۵ | ۱۴ | تغیر | تغییر |
| ۹۴ | ۱۶ | رجموھا | فارجموھا | ۱۱۶ | ۲ | " | " |
| ۹۴ | ۲۱ | درے ضرور لگانا | رجم ضرور کرنا | ۱۱۷ | ۲۲ | قصص کا | قصص |
| ۹۶ | ۹ | ثالثا | ثانیا | ۱۱۸ | ۱ | حینر | حینر |
| ۹۷ | ۲۲ | فاسخ | ناسخ | ۱۱۸ | ۲۳ | قباحت | قیامت |
| ۹۸ | ۲۰ | جمع قرآن | درج قرآن | ۱۱۹ | ۳ | تغیر | تغییر |
| ۹۹ | ۲۱ | واحد سے | واحد | ۱۱۹ | ۱۱ | " | " |
| ۱۰۰ | ۱۶ | حضرت عثمان | حضرت عمر | ۱۱۹ | ۱۳ | " | " |
| ۱۰۰ | ۲۳ | رجم کا | رجم کو | ۱۱۹ | ۱۵ | " | " |
| ۱۰۱ | ۱۰ | نقص قرآن | نقص قرآن کی | ۱۲۰ | ۷ | " | " |
| ۱۰۱ | ۱۳ | حائری کی | حائری صاحب کی | ۱۲۱ | ۶ | " | " |
| ۱۰۳ | ۸ | آیت | اس آیت | ۱۲۲ | ۱ | " | " |
| ۱۰۵ | ۱۴ | الدلائیل | الدلائل | ۱۲۲ | ۱۹ | مذکور کی | مذکورہ |



| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۲۵ | ۲۲ | ھوازنی | ھوازن | ۱۶۱ | ۳ | اس | جو اس |
| ۱۲۷ | ۲۰ | تعین | تعیین | ۱۶۱ | ۴ | جو پھٹ | پھٹ |
| ۱۲۸ | ۴ | زیادہ | زبان | ۱۶۱ | ۱۵ | منقبلہ | سنبقیلہ |
| ۱۲۸ | ۸ | بھی ہیں | بھی ہیں | ۱۶۲ | ۷ | کتابول | کتابوں |
| ۱۳۰ | ۷ | کلی | کل | ۱۶۲ | ۲۳ | ناظرین | ناراض |
| ۱۳۲ | ۴ | حقیقت | خفیت | ۱۶۴ | ۱۱ | کیونکر ہوسکتا | کیونکر صحیح ہوسکتا |
| ۱۳۲ | ۲۰ | زعم | زعم | ۱۶۴ | ۱۹ | نم نے | تونے |
| ۱۳۳ | ۸ | ذلالت | ضلالت | ۱۶۶ | ۵ | کنافہ | کنانہ |
| ۱۳۴ | ۵ | الاسم | الرسم | ۱۶۶ | ۲ | نزول | منزل |
| ۱۳۴ | ۱۵ | نیرون | فیرون | ۱۶۷ | ۱۰ | تنبیہ نہ ہو | تنبیہ نہ ہوا |
| ۱۳۶ | ۸ | کوکھلی | کھوکھلی | ۱۷۰ | ۹ | ھدیانک | ھذیانک |
| ۱۳۶ | ۱۸ | حروف | حرف | ۱۷۱ | ۹ | مرقوع | مرفوع |
| ۱۳۷ | ۷ | کہ جب | جب | ۱۷۲ | ۶ | آیت کے | آیت کے بعد ہے مگر |
| ۱۳۸ | ۸ | بسلسلہ | سلسلہ | ۱۷۵ | ۲۲ | زمخشری سے جو | زمخشری جو |
| ۱۴۰ | ۱۵ | غیرہ | عندغیرہ | ۱۷۸ | ۱ | کہ غلطی | کہ یہ غلطی |
| ۱۴۲ | ۱۹ | سمجھتا تھا | سمجھ لیا تھا | ۱۸۲ | ۲۳ | معترضہ | جملہ معترضہ |
| ۱۴۳ | ۴ | نبوی | نبوی ہیں | ۱۸۲ | ۲۳ | اس متعلق | اس کے متعلق |
| ۱۴۵ | ۱۴ | تفسہ | نفسہ | ۱۸۴ | ۱۱ | منبختر | تبختر |
| ۱۴۵ | ۱۸ | معترض | مفروض | ۱۸۴ | ۱۴ | جب آپ | آب آپ |
| ۱۴۷ | ۱۶ | متمسک | مستمسک | ۱۸۵ | ۱۵ | حسن بصری | اور حسن بصری |
| ۱۵۲ | ۵ | مصحف | مصحفہ | ۱۸۵ | ۱۶ | پڑھنے | پڑھتے تھے |
| ۱۵۲ | ۱۴ | ابی | ابی ہو | ۱۸۶ | ۵ | منقولة | منقولا |
| ۱۵۳ | ۲۲ | ضبیعف | ضعف | ۱۸۶ | ۷ | ھذہ القرآن | ھذا القرآن ثانی |
| ۱۵۶ | ۲ | وبہ | بہ | ۱۸۷ | ۱ | بتادیجئے | تو بتادیجئے |
| ۱۵۶ | ۳ | بقیہ | یقیہ | ۱۸۸ | ۱۲ | حجت نہ ہونا | حجت ہونا |
| ۱۵۸ | ۶ | حکم | محکم | ۱۹۱ | ۲۳ | قرائت ہیں | قرائت |
| ۱۵۸ | ۲۲ | صرف | حرف | ۱۹۲ | ۱۳ | الثنیة | المثنیة |
| ۱۶۰ | ۱۲ | پھر | تو پھر | ۱۹۳ | ۱۹ | وہ خطوں | دو خطوں |
| ۱۶۰ | ۱۷ | منقبلہ | سنبقبلہ | ۱۹۸ | ۲۱ | ایھما | ایتھما |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲۰۰ | ۱۱ | فاعن | ناعس | ۲۴۶ | ۳ | امرابۃ | امرابہ |
| ۲۰۱ | ۱۳ | ابن عباس | نہ ابن عباس | ۲۴۸ | ۱۰ | تخفی | نخعی |
| ۲۰۱ | ۱۷ | جزوی | جزمی | ۲۴۹ | ۱۴ | حضرات | حضرت |
| ۲۰۲ | ۵ | ھھناہ | ھہنا | ۲۵۰ | ۷ | احتمال | ایک احتمال |
| ۲۰۳ | ۱ | مشکوۃ ہوں | مشکوۃ ہو | ۲۵۰ | ۷ | مرجع | مرجح |
| ۲۰۳ | ۱۰ | غلط ہے | یہ غلط ہے | ۲۵۸ | ۷ | خطریہ | فطریہ |
| ۲۰۶ | ۲۱ | عندہ قوم | عند قوم | ۲۵۹ | ۳ | نہ کریں | کریں |
| ۲۰۷ | ۲ | جاملین | حاملین | ۲۵۹ | ۹ | عقلہ | علقمہ |
| ۲۰۷ | ۴ | انفسال | انفال | ۲۶۰ | ۱۱ | عقلمہ | علقمہ |
| ۲۰۷ | ۲۳ | خود محرف | محرف | ۲۶۲ | ۱۷ | تعلمک | لعلمک |
| ۲۱۱ | ۴ | زیاد کیا | زیادہ کیا | ۲۶۲ | ۲۳ | ینیستھا | انسبتھا |
| ۲۱۲ | ۴ | استغر | استعبر | ۲۶۳ | ۲۰ | الحائرین | الحائر |
| ۲۱۵ | ۹ | جوجھٹ | نوجھٹ | ۲۶۵ | ۷ | استکبنتی | استکبتنی |
| ۲۱۵ | ۱۰ | رانی | آنی | ۲۶۶ | ۶ | حافظو | حافظوا |
| ۲۲۰ | ۱۱ | کی تھیں | کی تھی | ۲۶۶ | ۱۱ | خداگواہ | خدا کو گواہ |
| ۲۲۰ | ۱۳ | مزخرافات | مزخرفات | ۲۶۷ | ۱۷ | فقرۂ مذکور | فقرۂ مذکورہ |
| ۲۲۹ | ۱۶ | کہاں ہو | کہاں ہوا | ۲۶۸ | ۹ | زندہ ثبوت ہونا | زندہ ہونا |
| ۲۲۹ | ۱۸ | کلام | کلام کا | ۲۶۸ | ۱۲ | حذری | خدری |
| ۲۲۹ | ۱۹ | صنعت | صفت | ۲۶۹ | ۱۵ | خفیقت | خفیت |
| ۲۳۳ | ۴ | بن سعید | بن سعد | ۲۷۰ | ۱۹ | نہجہ | نہج |
| ۲۳۳ | ۱۸ | ھذا | ھکذا | ۲۷۲ | ۱۹ | نہجہ | نہج |
| ۲۳۵ | ۱۶ | ہوکر | ہوکہ | ۲۷۳ | ۴ | نہجہ | نہج |
| ۲۳۶ | ۲۳ | سچ ہو | سچے ہو | ۲۷۳ | ۸ | عثمانی | عثمان |
| ۲۳۷ | ۷ | حولی | حول | ۲۷۳ | ۱۷ | بجائیے | بجائے |
| ۲۳۷ | ۹ | نسخ ہو | نسخ ہوا | ۲۷۴ | ۲۰ | دینا | دہنا |
| ۲۴۰ | ۹ | نظنہ | نظنہ | ۲۷۶ | ۵ | تیعزل | ینعزل |
| ۲۴۰ | ۱۰ | الوحین | اللوحین | ۲۷۶ | ۷ | بوچھاڑ | بوچھار |
| ۲۴۱ | ۲۲ | نخفی | نخعی | ۲۷۶ | ۲۳ | حان | جان |
| ۲۴۵ | ۲۰ | عبارت سے | عبارت | | | | |



# تقریظ

حجۃ الاسلام والمسلمین صدر المفسرین سلطان المحدثین محی الملت والدین رئیس الشیعہ مدار الشریعہ نباض دہر حکیم الامۃ الناجیہ سرکار شمس العلماء علامہ سید علی الحائری صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمان ادام اللہ ظلالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ علی نوالہ والصلوٰۃ والسلام علی خواص رجالہ والسنۃ اقوالہ علل الوجود و اسرار السجود محمد و آلہ اما بعد کتاب مستطاب ہدایت انتساب موسوم بہ تنبیہہ الناصبین بجواب تنبیہہ الحائرین مصنفہ افتخار المناظرین فرید الدہر وحید العصر ناصر الاسلام مولانا الحاج مولوی محمد اعجاز حسن صاحب بدایونی زید فضلہ کے مطالعہ سے میں بہت محظوظ ہوا مسئلہ تحریف قرآن کے قابل اطمینان قطعی فیصلہ کے متعلق ایسی جامع اور مانع کوئی دوسری کتاب بزبان اردو میری نظر سے نہیں گذری ہے جس میں ناصبیت کی رگ حیات کو دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ کے تیز حربے سے ایسی طرح کاٹ ڈالا ہے۔ کہ قیامت تک اُن میں ہنگامہ آرائی کی اب جرأت پیدا نہیں ہو سکتی۔ فی الواقع یہ کتاب اپنی خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہی ہے میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ تحریف قرآن کے متعلق اس کتاب مستطاب میں بلا شبہ فاضل مصنف نے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے جس کی طرف آج تک کسی کی توجہ مبذول نہیں ہوئی تھی۔ اسلئے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانوں کو عموماً اور مومنین کو خصوصاً اسکے مطالعہ سے ضرور معتد بہ فائدہ حاصل ہوگا پس درحقیقت فاضل ممدوح سلمہ اللہ نے اس کتاب کے ذریعہ سے دین متین کی ایسی اہم خدمت انجام دی ہے جس سے تمام شیعی دنیا اُن کی رہین احسان ہے۔

فانہ ایدکم اللہ وایدکم المرضاۃ قد جہد غایۃ الجہد فی احقاق الحق والطال الباطل بالبراہین والدلائل فللہ درہ وعلیہ اجرہ فانہ لقد جاد فیما افاد فنال المراد فاثابہ اللہ وایانا عن الشرع القویم جنات النعیم لصاحبہ وآلہ اذکار عرفان المقربین صلوات اللہ علیہم باکرم تسلیم واہناء تنعیم۔

نمقہ عبدہ الاثیم خادم شرع رسولہ الکریم۔

علی الحائری

نشان مہر

محلہ شیعیان
موچی دروازہ
لاہور

BY
Rais-ul-Munazerin Nasir-ul-Islam
Maulana Sheikh Mohammad Ijaz
Hasan Sahib Badayuni.

رئیس المناظرین ناصر الاسلام مولانا شیخ محمد اعجاز حسن صاحب
قبلہ بدایونی دام ظلہ

مکتبة العلوم

maablib.org



# اعلان

کتاب ھذا کے جملہ حقوق فاضل مؤلف کی طرف سے
خاکسار کو تفویض ہو چکے ہیں۔ لہٰذا کوئی صاحب قصد طبع
نہ فرمائیں۔ اور بجائے فائدہ کے نقصان نہ اٹھائیں۔ البتہ
اس کتاب کی جس قدر جلدیں درکار ہوں مندرجہ ذیل
پتہ سے طلب فرمائیں ؎

کربلائی شیخ غلام علی شہیدیہ
مینیجر خواجہ بک ایجنسی اندرون موچی دروازہ
لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین الذی خلقنا فی امۃ محمد خاتم الانبیا والمرسلین اشرف الخلائق اجمعین صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ الطاہرین الذی جعلنا من المتمسکین بحبل المتین القرآن المبین و امیر المومنین یعسوب الدین و عترتہ المعصومین الذی لم یجعلنا من الضالین المضلین الذی جعلوا القرآن عضین و لعنۃ اللہ علی الکاذبین والظٰلمین ما دارت الافلاک حول الارضین بل ابد الآبدین ۵

اما بعد خادم الملۃ احقر الزمن محمد اعجاز حسن عفی عنہ صدیقی محمدی بدایونی بخدمت برادران ایمانی عرض کرتا ہے۔ کہ عرصۂ دراز سے زمانہ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ آریوں اور عیسائیوں نے یہ روّیہ اختیار کر رکھا ہے۔ کہ اُن لوگوں نے اہلسنّت کی بخاری اور مُسلم وغیرہ سے بہت سی اپنے مطلب کی چیزیں اور قابلِ گرفت باتیں۔ موجبِ شرم واقعات حیا سوز مسائل چُن لئے ہیں جن کو یہ لوگ مختلف صورتیں بدل بدل کر اہلسنّت کے مقابلہ میں پیش کرتے رہتے ہیں۔ کیا اہلسنّت جواب نہیں دیتے ہیں۔ بیشک جواب دیا جاتا ہے۔ اور اس گروہ مفسد کے جارحانہ حملے دُور کئے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے۔ مگر یہ لوگ خاموش اور بند نہیں ہوتے۔ اور اگر کوئی آریہ یا عیسائی مشنری کسی میدانِ مناظرہ میں لاجواب ہو بھی گیا۔ تو دوسرے میدان میں وہ خم ٹھوک آموجود ہوتا ہے۔ اور وہی رٹے ہوئے آموختے پیش کر دیتا ہے۔ لیجئے پھر وہی از سرِ نو بحث چھڑ جاتی ہے۔ اور وہی سوال و جواب ہوتے ہیں ÷

یہی طریقہ ہمارے مہربان مولوی عبدالشکور صاحب مدیر النجم لکھنؤ نے اختیار کر رکھا ہے۔ آپ کا یہ روّیہ اور طرزِ عمل ایسا طشت از بام ہو گیا ہے۔ کہ بچّہ بچّہ آپ کی حرفت پر مطلع ہو چلا ہے۔ آپ کا کونسا اعتراض باقی ہے جس کا حلی جواب صاحب اصلاح مولانا حکیم

السید علی اظہر صاحب دام معالیہ نے نہیں دیا ہے۔ مگر آپ وہی غل مچا رہے ہیں۔ کہ میرا جواب نہیں ہوا سہیل یمن لکھنؤ۔ الحافظ اور مولغط حائر یہ آپ کی رد میں مصروف ہیں۔ مگر آپ کی وہی بانگِ بے ہنگام بلند ہو رہی ہے۔ کہ شیعہ جواب نہیں دیتے تین برس سے مستقلاً دُرِ نجف سیالکوٹ آپ کی خدمت میں کمربستہ ہے۔ اتنے عرصۂ دراز میں صرف ایکمرتبہ آپ کی توجہ اس کی جانب مبذول ہوئی۔ وہ بھی اُس زمانہ میں کہ یہ خادم ہندوستان میں موجود نہیں تھا۔ بلکہ تبلیغ مذہب حق کے لئے افریقہ گیا ہوا تھا۔ آپ کو میدان خالی رہا گیا۔ لہذا آپ نے اپنے اسپ سُست گام کو ایڑھ لگائی۔ اور اس کی لگام ڈھیلی کر دی۔ جب میں واپس آیا۔ تو النجم جلد ۳ ع ۳۳ میں اپنے مختصر مضمون تحریف مندرجۂ دُرِ نجف کا جواب رسالہ کی صورت میں دیکھا جو آپ کی مایۂ ناز بلکہ عمر بھر کی محنت شاقہ رسالہ تنبیہ الحائرین کا خلاصہ ہے۔

مَیں نے آپ کے رسالہ کا آپ کی ہدایت کے مطابق حامل المتن جواب دیا۔ جو ازالۂ خرافاتِ شکوریہ کے نام سے رفتہ رفتہ اخبار دُرِ نجف جلد ہفتم و ہشتم میں تمام ہو گیا۔ اُس کے خاتمہ پر میرے ایک دوست نے ڈاک کے ذریعہ سے آپ کو اطلاع دے دی۔ پھر میں نے خود سہیل یمن جلد ۳ ع ۱ و ۲ میں آپ کو مطلع کیا۔ کہ آپ کے رسالہ کا حامل المتن مکمّل جواب شائع ہو گیا۔ اب آپ رد الجواب کی ہمّت کیجئے۔ مگر آپ نے جواب الجواب کی طرف بالکل توجہ نہ فرمائی۔ ہاں آپ نے سرخروئی حاصل کرنے کے لئے اپنا جواب علیحدہ رسالہ کی صورت میں محمد ایوب کاکوروی کے نام سے ۴۶ھ میں مشتہر فرما دیا۔ اُس کے ٹائیٹل پر چند بیہودہ کُفریات کے ساتھ تجاہلِ عارفانہ سے آپ نے کام لیا ہے۔ خیر کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ صاحبانِ عقل آپ کے روّیہ کو خوب پہچان چکے ہیں۔ دُرِ نجف برابر آپ کے دفتر میں عرصہ تک جاتا رہا۔ مگر النجم اُس کے مبادلہ میں جاری نہ ہوا۔ لہذا اُس نے بھی آپ کی طرف سے رُخ پھیر لیا۔ اُس وقت کہ جب آپ نے دُرِ نجف کے ورود سے قطعاً انکار فرمایا تھا۔ اِس پر مَیں نے فریدوں مرزا صاحب متعلم ایف۔ اے کو دُرِ نجف دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ تاکہ میری طرف سے حُجّت تمام ہو۔ اور آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ مَیں نے آپ کے رسالہ کا جواب دے دیا ہے۔ مہربانِ من یہ طریقہ مناسب نہیں ہے۔ جب آپ اپنے زعم میں اپنے مذہب کی حقانیّت اور صداقت



کے معتقد ہیں۔ تو ابلہ فریبی چھوڑیئے۔ اور ادلہ تو بہ پیش کر کے اپنی سچائی کا ثبوت دیجئے۔ آپ کا یہ طرزِ عمل اچھا نہیں ہے۔ کہ جس چیز کے جواب سے آپ عاجز رہتے ہیں۔ تو اس کی طرف آپ متوجہ نہیں ہوتے یا فضول اور خرافات کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ یا گالیوں کا مجموعہ بنا دیتے ہیں۔ یا اطلاع پانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ یا مضمون مخالف پڑھتے ہی غصہ کی آگ میں لال ہو جاتے ہیں۔ اور فضولیات میں وقت خراب کرتے ہیں۔ اور ذریتِ رسول صلعم یعنی آئمہ طاہرینؑ خصوصاً نفس نبیؐ کی شان میں بیہودہ گوئی سے کام لینا آپ نے اپنا فریضۂ مذہب قرار دے لیا ہے۔ آپ نے اسلام کو ہرگز فائدہ نہیں پہنچایا ہے۔ بلکہ آپ نے اسلامی فرقوں کے درمیان ایک دیوارِ افتراق حائل کر دی ہے۔ گو علمائے اہلسنت نے اپنے مذہبی فتوے سے آپ کی بہت کچھ زبان بندی فرمائی ہے۔ اور آپ کی اٹھائی ہوئی دیوار خام میں خوب رخنے ڈالے ہیں۔ تاہم اس کی ضرورت ہے۔ کہ آپ کے فتنہ کا استیصال کیا جائے یہی وجہ ہے۔ کہ مَیں نے اللہ کا نام لے کر آپ کے جارحانہ حملوں کا دفاع شروع کیا تھا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اُس نے میری مدد فرمائی۔ اور مَیں نے باطل کے پردے چاک کئے۔ اور اب بھی میرا یہی شغل ہے +

جس وقت میرا مضمون ختم ہو چکا۔ اور اس کے عمدہ نتائج ظاہر ہو کر گمراہوں کو راہِ راست دکھلانے لگے۔ تو میرے احباب نے اصرار فرمایا۔ کہ مَیں اس مضمون کو ایک جُداگانہ کتاب کی صورت میں شائع کروں۔ بنابریں مَیں نے اپنے جواب سے صرف وہ مضامین لے لئے۔ جو تحریفِ قرآن کے متعلق تھے۔ اُن پر ایک کثیر المقدار اضافہ کر کے ایک مستقل کتاب تیار کر لی۔ اسی عرصہ میں آپ کی مایۂ افتخار تنبیہ الحائرین بھی سعی بلیغ کے بعد دستیاب ہو گئی۔ جو اس وقت ہمارے سامنے دہن کشادہ مبہوت پڑی ہوئی ہے۔ اس کی رد خاص طور سے مدِ نظر رکھی گئی ہے۔ مجھے تو اس کتاب میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی۔ جو غلامانِ حیدر کرار کی راہ فتح و فیروزی بند کر دے۔ رہی یہ بات کہ اب تک اس کا جواب کیوں شائع نہیں ہوا۔ اس کی اصلی وجہ مَیں آپ کو بتاتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ آپ کا عنوانِ تحریر ایسا موذی ہوتا ہے۔ کہ جس پر تحمّل نہایت

دشوار ہے۔ ہاں جو شخص ایک کے بدلے دس کہنے پر قادر ہو اور سرد و سخت لوہے کے لئے فولاد ہو۔ اور آپ کے عنکبوتی تاروں کے چکر سے خوب واقف ہو۔ اور اپنے گھر کی چیزوں سے باخبر ہو۔ محنت و مشقت کا عادی ہو۔ خانہ جنگی سے الگ ہو۔ آپ کی رد کے سوا کوئی دوسرا کام اُسے نہ ہو۔ وہ آپ کو بھرپور جواب دے سکتا ہے۔ اور ایسا جواب جو ہمیشہ کے لئے آپ کو قاعدہ کے اندر خاموش کر دے ✦

درحقیقت ایسے لوگ نہایت ذلیل اور ضعیف المذہب ہیں۔ جو خانہ جنگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آپس میں کٹے مرتے ہیں۔ دشمن مذہب کے مقابلہ سے عاجز اور اپنے اہلِ مذہب کی گردن اُڑانے کے لئے فوراً آستین غضب اُلٹ دیتے ہیں۔ آئمۂ طاہرین و معصومینؑ کی شان میں گالیاں بکی جائیں۔ کفریات استعمال کئے جائیں۔ نفس رسولؐ کے لئے بڑے سے بڑا کلمہ روا رکھا جائے۔ خاتونِ جنتؑ کو ناسزا کہا جائے۔ سید الشہدا امامؑ کو باغی وغیرہ لکھا جائے۔ سب کچھ ہو۔ مگر ان کے چہرہ پر بل نہیں آتا۔ ہاں اگر کسی ہمدرد نے ان کو توجہ دلائی کہ ضعیف روایتوں سے عقیدہ نہ بگاڑو۔ تو بس قیامت آگئی۔ اور مقابلہ میں رسالے شایع ہونے لگے۔ واہ سبحان اللہ کیا غیرت ہے کیسی حمیت ہے۔ خیر میں نے جہاں اعدائے عترتِ النبیؐ کا ناک میں دم کیا ہے۔ وہاں ان کا بھی مُنہ بند کر دیا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کاش کہ میں اتنا وقت دشمنِ اسلام کی رد میں صرف کرتا ✦

خوشا حال اُن افرادِ مذہب اور حامیانِ ملت کا جو مذہبِ حق کی اعانت اپنا وظیفہ سمجھتے ہیں حضرت شمس العلما مولانا علامہ حائری دام اللہ وجودہ کا قدمِ مبارک اس راہ میں سب کے آگے نظر آتا ہے۔ آفرین زندہ باش اے ناصرِ ملت!

الغرض میں نے یہ کتاب بڑی محنت سے لکھی ہے۔ مجھے اُمید ہے۔ کہ قدر شناس علم دوست طبقہ میری کتاب دیکھ کر مجھے دعائیں دے گا۔ اور گروہ عیب چیں و بے علم مجھ پر زبانِ طعن کھولے گا۔ میں نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے۔ اپنی ذاتی تحقیق اور اپنے زورِ خداداد سے لکھا ہے۔ میں نے اس کتاب میں نہ کسی مناظر کے کندھے



پر بندوق رکھ کے چلائی ہے۔ نہ کسی کی تقلید سے کام لیا ہے۔ جہاں میں نے مولوی عبدالشکور صاحب کے دعاوی خود ساختہ کا بطلان ظاہر کیا ہے۔ وہاں ضمناً بعض شیعوں کی غلط فہمی کا پردہ بھی اُٹھایا گیا ہے۔ مگر مجھے نہ کسی کی توہین مدنظر ہے۔ اور نہ ازالۂ حیثیتِ عرفی مقصود ہے۔ بلکہ مجھے میرے تحقیقی مسلک نے مجبور کیا ہے۔ کہ میں اعلائے کلمۂ حق اور اظہارِ امرِ صحیح میں نہ کسی کی چاپلوسی سے کام لوں۔ اور نہ کسی کی خواہ مخواہ ہاں میں ہاں ملاؤں لیکن اتنی درخواست کرتا ہوں۔ کہ میری کتاب کا اوّل سے آخر تک بنظرِ انصاف مطالعہ کیا جائے۔ اور میری ادلہ پر غور کیا جائے ✦

میں نے یہ کتاب بالکل بے تعصب ہو کے لکھی ہے۔ اہلسنت کے بزرگانِ ملت کا تذکرہ مہذب پیرایہ میں کیا ہے۔ مدیر النجم صاحب دام بقاہ کی چرب زبانی کا بدلہ نہیں لیا ہے۔ گو دیباچہ میں کچھ تھوڑا سا قلم تیز ہو گیا ہے لیکن آیندہ میری ساری کتاب اس روش سے خالی ملے گی۔ دوسرے مذہب کے جذبہ کا لحاظ کرنا مناظر کے لئے ضروری ہے ✦

میں نے اس کتاب کا نام تنبیہ الناصبین بجائے تنبیہ الحایرین رکھا ہے۔ درگاہِ خدا میں التجا ہے۔ کہ وہ اِس خدمت کو قبول فرمائے ✦

اس کتاب میں دو باب ہیں۔ پہلے باب میں تحریف قرآن کا شکوری مذہب سے ثبوت دیا گیا ہے۔ اور دوسرے باب میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اثنا عشری فرقہ کا اصلی عقیدہ یہی ہے۔ کہ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی ✦

## مجیب کتاب ھذا کے لئے ھدایات

مولوی عبدالشکور صاحب مدیر النجم لکھنؤ یا اُن کے ہم مشرب یا فرقۂ اہلسنت میں سے کوئی شخص اِس کتاب کے جواب دینے کا قصد فرمائیں۔ تو مندرجہ ذیل شرطوں کی پابندی لازم ہوگی۔ ورنہ کسی ایک شرط کے بھی چھوڑ دینے کی صورت میں جواب کے لئے قلم اُٹھانا فضول ہوگا۔ اور جو کچھ ہمارے مقابلہ میں لکھا جائے گا۔ اس کو ہماری کتاب سے کوئی تعلق نہ ہوگا پس جب تک ہماری شرائط کے مطابق جواب نہ دیا جائے کسی شخص کو

ہمارے مذہب کی طرف تحریفِ قرآن کو منسوب کرنا اور ہمارے ایمان بالقرآن پر زبانِ اعتراض کھولنا جائز نہ ہوگا ✦

**پہلی شرط** یہ ہے۔ کہ جس طرح میں نے تھوڑی عبارت یا اُس کا خلاصہ درج کر کے جواب دیا ہے۔ یہی عنوان میری کتاب کے جواب میں اختیار کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ناظرین کو موازنہ میں سہولت ہو۔ **دوسری شرط** یہ ہے۔ کہ کسی مسئلہ کے جواب کو اپنی دوسری کتاب پر محول نہ کیا جائے۔ بلکہ یہاں بھی لکھیئے گا۔ **تیسری شرط** یہ ہے۔ کہ اپنے ہر ایک دعوے کا ثبوت بحوالۂ کتاب و صفحہ و مطبع دیکر عبارت بھی نقل کیجئے گا۔ آپ کی ذاتی رائے اور زبانی دعویٰ اور خود ساختہ قیاس معتبر نہ ہوگا۔ **چوتھی شرط** یہ ہے کہ ہمارے ہر ایک دعویٰ کا جواب دیا جائے۔ کسی بات کو یہ کہہ کر نہ ٹالا جائے۔ کہ یہ خرافات قابل جواب نہیں ہے۔ **پانچویں شرط** یہ ہے۔ کہ جہاں کہیں ہم نے آپ کے مذہب کی حدیث لکھی ہے۔ تو اُس کے ضعیف ہونے کا آپ زبانی دعوےٰ نہ فرمائیں۔ بلکہ رجال و درایت سے بحوالۂ کتاب و صفحہ مع نقل عبارت اُس کا ضعف ثابت کریں۔ ورنہ اُسے تسلیم کریں **چھٹی شرط** یہ ہے۔ کہ جس دعوے کے ثبوت میں ہم نے آپ کی حدیث کو پیش کیا ہے۔ آپ اُس کو وضعی ثابت کر کے مقابلہ میں اپنی حدیثِ صحیح پیش کیجئے گا۔ اور اس کی صحت پر دلیل لایئے گا۔ بحوالۂ کتاب و صفحہ مع نقل عبارت **ساتویں شرط** یہ ہے۔ کہ جس دعویٰ پر ہم نے آپ کے مذہب کی حدیث لکھی ہے۔ تو اُس کے مقابل میں آپ اپنے کسی عالم کا قول پیش نہیں کر سکتے۔ اور نہ آپ اُس کو اجماع سے رد کر سکتے ہیں۔ **آٹھویں شرط** یہ ہے کہ جہاں ہم نے آپ کے مذہبی عالم کا قول لکھا ہے۔ تو اُس کے مقابلہ میں آپ نہ کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں اور نہ اپنے کسی دوسرے عالم کے قول اور نہ اجماع سے کام لے سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم نے اُسی ایک عالم کے قول کو آپ کے مذہب کا فتویٰ سمجھا ہے۔ جس طرح جناب عالی ہمارے کسی ایک عالم کے قول کو سارے مذہب شیعہ کی طرف منسوب فرمایا کرتے ہیں۔ **نویں شرط** یہ ہے کہ جس جگہ ہم نے آپ سے آپ کی حدیثِ متواتر کا مطالبہ کیا ہے۔ وہاں آپ حدیث



متواتر ہی لکھیئے گا۔ اور اُس کا متواتر ہونا بحوالۂ کتاب معتبر و نقلِ عبارت ثابت فرمایئے گا۔ اس جگہ ہم نہ آپ کے اقوالِ علما تسلیم کریں گے۔ اور نہ احادیثِ غیر متواترہ مانیں گے۔ اسی طرح جہاں کہیں ہم نے آپ کے مذہب کی حدیثِ صحیح مانگی ہے۔ وہاں آپ مع سند صحت صرف حدیثِ صحیح لکھنا۔ اس صورت میں حدیثِ غیر صحیح یا قولِ عالم کافی نہ ہوگا۔ اور نہ بدون سند آپ کا زبانی دعوے صحتِ حدیث مسلم ہوگا۔ **دسویں شرط** یہ ہے جس طرح ہم نے بزرگانِ اہلسنت کے ساتھ تہذیب برتی ہے۔ آپ بھی ہمارے اکابرِ مذہب کے ساتھ تہذیب کا لحاظ رکھیں۔ **گیارہویں شرط** یہ ہے کہ اپنے نام سے جواب شائع فرمائیں **بارہویں شرط** یہ ہے جواب الجواب رجسٹری کے ذریعہ سے ہمارے پاس بھیجیں ✦

**تنبیہہ** ہم نے جواب میں اپنی کتاب کی ترتیب کا لحاظ رکھا ہے۔ اور **تنبیہہ الحائرین** کے صرف اُن مضامین کا جواب اس کتاب میں دیا ہے۔ جو تحریف سے متعلق ہیں۔ رہی تمہاری دوسری باتیں اُن کا زلزلہ افگن جواب رسالہ الحافظ یا جداگانہ رسالہ کے ذریعہ سے شائع کریں گے۔ اور مولوی عبدالشکور صاحب کے دلخواہ اور پسندیدہ لہجہ میں جواب دیں گے۔ تاکہ آپ کو مثل کلوخ انداز را پاداش سنگ است کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجائے ✦

مدیر النجم نے **تنبیہہ الحائرین** کے ص۳ پر دو بحثوں کے موضوع لکھے ہیں۔ پہلی بحث کا موضوع یہ ہے۔ کہ شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر نہیں ہو سکتا ہے۔ جو شیعہ اس کا مدعی ہے وہ اپنی مذہبی تعلیم سے جھوٹا ہے۔ دوسری بحث کا موضوع یہ ہے۔ کہ اہلسنت پر یہ بہتان لگانا۔ کہ ان کی کسی روایت سے تحریف قرآن ثابت ہوتی ہے۔ ایسا سیاہ جھوٹ ہے۔ جسے فروغ نہیں ہے۔ آپ نے اپنی کتاب میں مذہب شیعہ کے کچھ لطائف بیان کیئے ہیں۔ انشاءاللہ ہم ان کے جواب میں شکوری مذہب کے خبائث اور ظرائف ایک مستقل رسالہ کی صورت میں دکھائیں گے اور لطائفِ شیعہ کا جلی جواب بھی دیں گے لیکن اہلسنت ناظرین خوب یاد رکھیں کہ ہماری طرف سے جواب ہوگا

بس اگر ہمارا جواب موذی ہو۔ تو البادی اظلم کا تصور فرما کے ہم کو معذور سمجھیں۔ پہلی بحث کا جواب ہماری کتاب میں آئے گا۔ کہ شیعہ ہی مومن بالقرآن ہیں۔ اُن کے پاس قرآن کامل غیر محرف موجود ہے۔ لیکن شکوری فرقہ کے پاس اُس کے مذہب سے قرآن نازل ہی نہیں ہوا۔ اور نہ ہو سکتا تھا۔ اس کا پورا فرقہ اوّل سے آخر تک نہ مومن بالقرآن تھا اور نہ ہے اور نہ آیندہ ہوگا۔ دوسری بحث کا جواب یہ آئے گا۔ کہ شکوری مذہب سے تحریف کا ثابت کرنا بہتان نہیں ہے۔ بلکہ تحریف کا انکار کرنا بہتان عظیم اور کذب صریح ہے۔ جس کے پردے اچھی طرح چاک کئے جائینگے۔ کہ جھوٹ کا سیاہ ٹیکہ مثلِ قشقۂ برہمن منکرِ تحریف کی پیشانی پر نمایاں ہوگا ✦

مدیر النجم نے شیعوں کے عدم ایمان بالقرآن پر تین وجوہ اپنے دل سے تراش کر لکھی ہیں۔ تینوں کا تفصیلی جواب اِس کتاب کے دوسرے باب میں آئے گا۔ اور ساتھ ہی ساتھ وہ تین اقرار بھی رد کئے جائیں گے۔ جو علمار شیعہ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ہم اچھی طرح بتائیں گے۔ اگر خاص شخص کا قول آپ کے نزدیک سارے فرقہ کی طرف منسوب ہو سکتا ہے۔ تو پھر آپ کو بھی یہی قانون تسلیم کرنا ہوگا۔ اور ایک شخص یا چند سُنّی حضرات کا قول تمام اہلسنت کی طرف منسوب ماننا پڑیگا ✦

مدیر النجم صاحب نے اُن روایات کو جن سے تحریف قرآن ثابت کی جاتی ہے۔ نسخ تلاوت پر محمول کیا ہے۔ اگرچہ میں نے اُن روایات سے نادر التعرض کیا ہے لیکن ذات شریف کے نسخ تلاوت کو ان کے مذہب سے بے اصل ثابت کر کے ان کے بچھائے ہوئے جال کو شکستہ کر دیا ہے۔ میں نے اختلافِ قرأت کی روایات سے اِس لئے تعرض نہیں کیا ہے۔ کہ میرے پاس تحریف کے ثبوت کے لئے شکوری مذہب کی بکثرت چیزیں موجود ہیں۔ لہذا مجھے ضرورت نہیں ہے۔ کہ میں الفاظ کی بحث میں پڑ کر اپنی کتاب کا حجم بڑھاؤں ✦

الحمد للہ کہ میں نے تنبیہ الحائرین اور دیگر مؤلفات شکوریہ کو جو تحریف قرآن سے متعلق ہیں پیش نظر رکھتے ہوئے جواب دیا ہے۔ اگر تحریف کے متعلق کوئی چیز بے جواب



ثابت ہو تو مدیر النجم مجھ سے مطالبہ کر سکتے ہیں ✦

درحقیقت میں نے آپ کی ہر تحریر متعلق بتحریف کا جواب دیا ہے جس میں تنبیہ الحائرین بھی شامل ہے لیکن ظاہر میں اُس رسالہ شکوریہ کو ہدف بنایا گیا ہے۔ جو میرے مقابلہ میں شکوری دفتر سے شائع ہوا ہے جس کا تفصیلی اور لفظ لفظ کا جواب میں "درِ نجف" سیالکوٹ کے ذریعہ سے دے چکا ہوں۔ الغرض میں نے اُسی رسالہ کی بجنسہ عبارت یا اُس کا خلاصہ اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ تاکہ ناظرین کو موازنہ میں سہولت ہو۔ ہمارے مہربان مدیر نے اپنی طرزِ تحریر میں نہ اپنی شرافت کا لحاظ رکھا ہے۔ اور نہ ہماری شرافتِ نسبی کا خیال کیا ہے۔ بلکہ آنکھ بند کر کے جو مُنہ میں آیا وہ آپ نے حوالۂ قلم فرمایا ہے۔ لیکن میں اپنے مخاطب کی ذاتیات سے بحث نہ رکھوں گا۔ ہاں البتہ آپ کے مصنوعی قلعہ کی بیخکنی میں جو آپ نے ریگ رواں پر اُٹھایا ہے۔ کوئی پہلو فروگذاشت نہیں کروں گا۔ لطف تو یہی ہے کہ دشمن کو زہر پلا کر نہ مارا جائے بلکہ اس کو شکم پُری کی حالت میں خوب ٹھنڈا تربوز کھلا کے میٹھا شربت پلایا جائے۔ یاد رہے کہ میں دشمن کو اپنی تحریر کی ہر قسم کا نمونہ دکھایا کرتا ہوں ✦

اب میں اللہ کا نام لیکر آئمہ معصومین ؑ کے مسلک سے قطاع الطریق کے دفع کرنے کے لئے سیفِ قلم اُٹھاتا ہوں۔ اُسی نے باطل کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی ہے۔ وہی اب بھی اور ہر حال میں میرا مددگار رہے۔ علی اللہ توکلی

**النجم　الاعجاز**

ہم نے دُرِ نجف کے مضمون کا گالیوں کے سوا حرف حرف کا جواب دیا ہے۔ اگر مولوی اعجاز حسن ؑ صاحب میں ہمت ہے تو درِ نجف یا الواعظ میں حامل المتن جواب الجواب شائع کریں ✦ ہمارے مضمون میں ایک بھی گالی نہیں ہے۔ البتہ جھوٹے پر لعنت ضرور کی گئی ہے۔ تو قرآن میں بھی جھوٹوں پر لعنت موجود ہے۔ لفظ لعنت کے معنی جناب نے گالی تجویز کئے ہیں۔ تو یہ قرآن پر جناب کی جرأت ہے۔ اور لطیفہ یہ ہے۔ کہ لفظ لعنت کے معنی گالی بنانا یہ بھی جھوٹ ہے۔ لہذا اب بھی میں وہی آیت پڑھتا ہوں۔ سنئے لعنة اللہ علی الکاذبین۔ اول تو دشنام دہی کا میری طرف انتساب کذب صریح ہے۔ اور اگر میں تسلیم بھی کر لوں۔ تو حق بجانب ہے کہ میں سیاب کی نسل میں ہوں مدیر صاحب میری

قوت وہمت دیکھ کر اپنے مذہب کی طاقت دکھائیں ۰

**النجم** مضمون نگار کو واجب تھا۔ کہ اوّل شیعوں کا ایمان ثابت کرتے۔ اور ہمارا مناظرہ اوّل۔ مناظرۂ امروہہ۔ مناظرہ مکیریاں تنبیہ الحائرین دیکھتے۔ مگر یہ کچھ بھی نہ کیا۔ اور توہین آمیز کلمات استعمال کئے۔ اور جھوٹے حوالے دیئے ۰

**الاعجاز** ہمارا مومن ہونا بدیہی ہے۔ ثبوت کا محتاج نہیں ہے۔ اندھا بھی ٹٹول کر بتادیگا۔ کہ ہم مومن ہیں۔ ایسے حال میں بداہت کا انکار بے بصیرت ہونے کی دلیل ہے۔ یوں تو آفتِ ناگہانی سے اسلامی کُل فرقے آپس میں ایک دوسرے کو مُسلم نہیں جانتے۔ بلکہ تکفیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ کل کی بات ہے۔ کہ اہلسنت کے علماء مشاہیر نے متفقہ فتوے سے جناب کو وہابی غیر مقلد اور مستحقِ کفر لکھا ہے۔ کیا جناب نے آج تک اپنے اسلام کا ثبوت دیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر کیوں آپ مسلمانوں سے اسلام کا ثبوت طلب کرتے ہیں۔ اور ہمیں کیا پڑی تھی کہ آپ ایسے شخص کے مقابلہ میں اپنے ایمان کا ثبوت دیتے ۰

آپ کے تینوں مناظرے ہم نے دیکھے۔ جو خود جناب کے لکھے ہوئے ہیں۔ اُن کی صداقت پر نہ صدرِ جلسہ کی توثیق ہے اور نہ حکم مناظرہ کی تائید ہے۔ نہ ہی آپ کی ذاتی وجاہت اُس کا حال علمائے اہلسنت کے فتوے سے ظاہر ہے تنبیہ الحائرین اُس زمانہ میں ہم کو تلاش پر بھی نہیں ملی تھی۔ آپ سے یہ رسالہ بھی طلب کیا گیا تھا۔ مگر بعد سعی بلیغ وہ لاہور سے دستیاب ہوا۔ اب اُس کا بھی جواب دیجئے گا۔ ہم نے کسی ذی عزت کی توہین نہیں کی ہے۔ البتہ اپنے مضمون میں اُس تحفہ کا لحاظ کیا تھا۔ جو علماء اہلسنت نے آپکو عطا فرمایا ہے۔ ہمنے کوئی جھوٹا حوالہ نہیں دیا تھا۔ سچے حوالوں کو جھوٹا لکھ دینا آپکا طرزِ عمل ہے ۰

**النجم** بھلا اس جھوٹ کی کوئی حد ہے کہ یہ قرآن اصلی نہیں ہے۔ آپ ایک حدیث بھی نہیں دکھا سکتے جس میں یہ ہو کہ قرآن موجودہ اصلی نہیں ہے ۰

**الاعجاز** سبحان اللہ۔ آپ اس کے مدعی ہیں کہ یہ اصلی قرآن ہے تو ثبوت آپ کے ذمہ ہے ہم جب اس کا اصلی ہونے کا دعوےٰ کریں گے۔ تو اُس کا ثبوت بھی دیں گے۔ لہٰذا آپ کو لازم ہے۔ کہ رسول اللہ کی حدیث متواتر سے اس کا ثبوت دیجئے۔ کہ یہ اصلی



قرآن ہے۔ اور آنحضرتؐ نے پورا قرآن منزل من اللہ لکھوایا تھا اور اسی ترتیب سے لکھوایا او اسی ترتیب سے نازل ہوا تھا جناب رسول اللہؐ کی حدیثِ متواتر پیش کیجئے گا اور متواتر ہونے کا ثبوت دیجئے گا۔ ہم آیندہ ناقابلِ انکار حوالوں سے ثابت کریں گے۔ کہ عہدِ رسولؐ میں قرآن جمع نہیں ہوا تھا پس اصلی قرآن وہ متفرق مسودے تھے۔ جو خود حضور سید عالمؐ نے ترتیب نزول کے مطابق مختلف چیزوں پر لکھوائے تھے وہ مسودے نذرِ آتش کئے گئے ثبوت آگے آئے گا ۰

**النجم** یہ بھی جھوٹ ہے۔ آپ ایک محدث کا قول نہیں دکھا سکتے۔ کہ قرآن عہدِ نبویؐ میں مُرتب و مجموع نہیں ہوا تھا۔ بلکہ تمام محدثوں کا اس پر اتفاق ہے۔ بلکہ ساری اُمت کا اجماع ہے۔ کہ قرآن کی جمع و ترتیب خود آنحضرتؐ انجام دے گئے تھے ۰

**الاعجاز** خیر ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔ کہ جھوٹا کون ہے۔ آپ نے صرف ایک محدث کا قول ہم سے مانگا ہے۔ لیکن ہم آپ کے مذہب سے اتنے محدثین کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ کہ آپ دنگ ہو جائیں گے ہم نے دُرِ نجف میں کچھ کم چالیس پیش کئے تھے۔ اُن میں سے بڑے بڑے محدث منتخب کر کے مع اقوال بحوالہ کتاب و نقل عبارات سر دست بیس عدد میں لکھتا ہوں۔

پہلا محدث لیث بن سعد ہے۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ۱ صفحہ ۶۰ اصل عبارت یہ ہے:-

فقد اخرج ابن اشتۃ فی المصاحف عن اللیث بن سعد قال اول من جمع القرآن ابوبکر وکتبہ۔ زید بن ثابت وکان الناس یاتون زید بن ثابت فکان لایکتب اٰیۃ الا بشاھدی عدل و ان اٰخر سورۃ براءۃ لم توجد الا مع خزیمۃ بن ثابت فقال اکتبوھا فان رسول اللہ صلعم جعل شہادتہ بشہادۃ رجلین فکتب فان عمر اتی باٰیۃ الرجم فلم یکتبھا لانہ کان وحدہٗ

(ترجمہ) ابن اشتہ نے المصاحف میں لیث بن سعد سے روایت کی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا جس نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا وہ حضرت ابوبکر تھے۔ اور زید بن ثابت نے اُسے لکھا۔ زید کے پاس صحابہ آتے تھے (قرآن لکھواتے تھے) مگر زید بغیر دو عادلوں کی گواہی کے کوئی آیت نہیں لکھتے تھے۔ اور سورۂ برائت کا آخری حصہ خزیمہ بن ثابت کے سوا کہیں نہیں ملا پس جناب ابوبکر نے فرمایا اسے لکھدو کہ رسول اللہ صلعم نے خزیمہ کی گواہی کو دو شخصوں کی گواہی کی برابر بتایا ہے پس زید نے لکھدیا۔ اور حضرت عمر آیۂ رجم لائے تھے مگر زید نے اُسے قرآن میں نہیں

بلکھاکہ عمر صاحب تنہا تھے (کوئی گواہ نہ تھا)

محدث مذکور کے قول سے اور حدیث مزبور سے چند باتیں ثابت ہوئیں۔ اوّل یہ کہ جامع قرآن حضرت ابوبکر تھے۔ ورنہ اگر پہلے سے رسول اللہ صلعم کا جمع کیا ہوا قرآن ہوتا تو محدث مذکور جناب ابوبکر کو جامع اول نہ کہتا دوم یہ کہ رسول اللہ صلعم کے مجموعہ کی موجودگی میں نہ حضرت ابوبکر کو قرآن جمع کرنے کی ضرورت تھی۔ بلکہ اُسی کی نقل لکھوالی جاتی اور نہ صحابہ کو اس بات کی حاجت تھی کہ وہ آیت آیت یا سورہ سورہ لیکر زید کے پاس آتے اور نہ زید کو احتیاج ہوتی کہ وہ دو گواہ طلب کرتے۔ سوم یہ کہ قرآن اس درجہ غیر معروف تھا کہ دو گواہ طلب کئے جاتے تھے چہارم یہ کہ آخر برائت کا خزیمہ کے سوا اور کہیں سے نہ ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ کا جمع کیا ہوا قرآن نہ تھا۔ نیز دیگر صحابہ مع جناب شیخین اور حضرت عثمان اس کے وجود سے خالی تھے۔ پنجم یہ کہ حضرت عمر آیۂ رجم قرآن میں داخلہ کے لئے ضرور لائے گو دوسرا گواہ نہ ہونے کی وجہ قرآن میں زید نے درج نہ فرمائی۔ مگر اس سے ظاہر ہو گیا۔ کہ جناب عمر کے نزدیک آیۂ رجم جزو قرآن تھی۔ ورنہ حضرت عمر کی طرف قرآن سے لاعلمی منسوب ہوگی۔ الغرض اگر حضور سید عالمؐ کا جمع کیا ہوا قرآن درصل موجود ہوتا۔ تو اس میں آیۂ رجم دیکھ لیجاتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ دوسرا گواہ نہ ہونے سے جناب عمر کا دعوے رد کیا گیا۔ اس قول و روایت کو لکھ کر علامہ سیوطی نے کوئی چوں وچرا نہیں کی ہے جس سے اس قول کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ اب آپ کا انکار قابل التفات نہ ہوگا +

دوسرا محدث مولوی ابو الحسن صاحب ہیں ملاحظہ ہو فیض الباری شرح صحیح بخاری پ۲۰ ص۲۰۳ بجنسہ عبارت یہ ہے :- قرآن پہلے ٹکڑے ٹکڑے تھا چند آیتیں کہیں تھیں اور چند کہیں تھیں اور کچھ کسی کے پاس تھا اور کچھ کسی کے پاس۔ اور کچھ شانہ کی ہڈیوں پر تھا اور کچھ کھجور کی چھڑیوں پر اور کچھ پتھروں پر۔ پھر زید بن ثابت نے صدیق کے حکم سے سب قرآن کو تلاش کر کے کاغذوں میں لکھ کر ایک جگہ اکٹھا کیا۔ لیکن آیتوں اور سورتوں کی ترتیب نہیں تھی +

اس سُنّی المذہب محدث شارح بخاری کے قول سے چند باتیں پتہ پتہ کی معلوم ہوئیں۔



اوّل قرآن حکم صدیق سے جمع ہوا۔ اس سے پہلے عہد رسولؐ سے لیکر وہ متفرق و غیر مرتب تھا۔ دوم عہد صدیق میں بھی آیتیں اور سورے مرتب نہ ہوئے۔ سوم :۔ زید بن ثابت کو قرآن کے اجزا تلاش کرنے پڑے جس سے صحابہ کی قرآن کی طرف سے سخت بے پرواہی ظاہر ہوتی ہے۔ چہارم جملہ صحابہ میں ایک بھی پورے قرآن کا حافظہ نہ تھا۔ ورنہ پھر زید کو تلاش کی مصیبت کیوں پیش آتی۔ ناظرین یاد رکھیں۔ کہ اس سُنّی محدث نے لکھا ہے۔ کہ عہد صدیق میں بھی آیتوں اور سوروں کی ترتیب نہیں ہوئی تھی +

تیسرے محدث حضرت قسطلانی ہیں فیض الباری جلد و صفحہ مذکورہ سے ان کا قول نقل کیا جاتا ہے یعنی کہا قسطلانی نے کہ سب قرآن حضرتؐ کے زمانہ میں لکھا ہوا تھا۔ لیکن ایک جگہ جمع نہ تھا اور نہ سوروں کی ترتیب تھی حضرتؐ نے اس کو ایک مصحف میں جمع نہ کیا۔ اس لئے کہ بعضے قرآن پر نسخ وارد ہوتا تھا سو اگر جمع کیا جاتا اور بعض کی تلاوت اُٹھائی جاتی تو البتہ اختلاف کی نوبت پہنچتی +

میں کہتا ہوں اس قول سے بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ خود رسول اللہؐ نے قرآن کو مرتب اور جمع نہیں کرایا تھا۔ اور چونکہ نسخ تلاوت کا انتظار تھا۔ لہذا قرآن کی آیتیں اور سورے بھی مرتب نہیں ہوئے تھے +

چوتھے محدث دیرعاقولی ہیں ملاحظہ ہو اتقان جلد۱ ص۵۸ بجنسہ عبارت نقل کی جاتی ہے :-

قال الدیرعاقولی فی فوائدہ حدثنا ابراھیم بن بشار حدثنا سفیان بن عیینة عن الزھری عن عبید عن زید ابن ثابت قال قبض النبی و لم یکن القرآن جمع فی شیٔ۔

محدث دیرعاقولی اپنے فوائد میں قائل ہیں۔ ہم سے ابراہیم بن بشار نے اُن سے سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی۔ ان سے زہری نے اُن سے عبید نے۔ اس نے زید بن ثابت سے روایت کی۔ زید نے فرمایا رسول اللہؐ نے وفات پائی درآنحالیکہ قرآن کسی چیز میں جمع نہیں کیا گیا تھا +

میں کہتا ہوں زید کے اس قول کو پانچ سُنّی محدثوں نے نقل کیا ہے۔ یہ سب

قائل تھے۔ کہ قرآن بعہد نبویؐ مجموع و مرتب نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا ہمارے گواہوں کی تعداد اب آٹھ ہو گئی ✦

**نویں محدث**۔ جناب خطابی ہیں۔ ذرا غور سے اور چشم بصیرت سے اُن کا قول پڑھنے گا جو اتقان جلد ۱ صفحہ ۵۸ میں ہے :-

قال الخطابی انما لم یجمع القرآن صلعم فی المصحف لما کان یترقبہ من ورود ناسخ لبعض احکامہ او تلاوتہ فلما انقضی نزولہ بوفاتہ الہم اللہ الخلفاء الراشدین ذالک وفاء بوعدہ الصادق بضمان حفظہ علی ہذہ الامۃ فکان ابتداء ذالک علی ید الصدیق بمشورۃ عمر ✦

محدث خطابی قائل تھے کہ قرآن کو مصحف میں رسول اللہؐ نے جمع نہیں کیا تھا۔ کہ آپ کو بعض احکام قرآنی یا تلاوت کے نسخ کا انتظار تھا۔ پس جب نزولِ قرآن بوجہ وفات آنحضرتؐ بند ہو گیا۔ تو اللہ نے خلفاء راشدین کو جمع قرآن کا الہام فرمایا۔ تاکہ اُس کا سچا وعدہ حفاظتِ قرآن جو اُمت کی ضمانت میں تھا۔ پورا ہو۔ لہٰذا اس کی ابتدا جناب عمر کے مشورہ سے حضرت صدیق کے ہاتھ سے ہوئی ✦

اس قولِ محدث سے چند باتیں ثابت ہوئیں۔ اوّل قرآن عہد نبویؐ میں بوجہ انتظار نسخ کے مجموع و مُرتب نہیں ہوا تھا۔ دوم خلفاء راشدین کو جمع قرآن کا خدا نے الہام کیا۔ چونکہ خلفائے راشدین میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ بھی اہلسنت کے نزدیک مُسلّم ہیں۔ لہٰذا جمع قرآن کا الہام آپؑ کو بھی ہوا ہو گا۔ (مگر آپؑ کا جمع کردہ قرآن صحابہ نے نہیں لیا۔) سوم حفاظتِ قرآن کا وعدہ اللہ نے کیا تھا۔ مگر اُمتِ رسولؐ کو اس کا ضامن بنایا تھا آگے چلکر اس ضمانت کا حال کھلے گا۔ چہارم عمر صاحب کے مشورے سے صدیق کے ہاتھوں جمع قرآن کی ابتدا ہوئی معلوم ہوا کہ الہام بھی جناب عمر کو پہلے ہوا تھا۔ اس کی تائید آگے آتی ہے پنجم حضرت صدیق کے ہاتھ سے ابتدا ہوئی۔ لیکن جمع و ترتیب قرآن ختم کس کے ہاتھ پر ہوئی۔ اس کی تصریح نہیں ہے۔ مگر حضرات خلفاء راشدین پر الہام کا ہونا یہ بتاتا ہے کہ مولا علیؑ پر خاتمہ ترتیب ہوا ہو گا لیکن شکوری عقیدہ



کے لحاظ سے خلفاء راشدین کا نمبر حضرت عثمان پر ختم ہو جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ شکوری مذہب جمع عثمانی کے متعلق کیا کہتا ہے۔ ناظرین تھوڑا انتظار کریں۔ انشاء اللہ بے نظیر پتہ کی سُنائی جائے گی۔ ہم کو بھی کچھ الہام ہوا ہے ✦

**دسویں محدث** حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث جلیل القدر دہلوی ہیں۔ آپ نے ازالۃ الخفا میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ "آں تا آخر زمان آنحضرتؐ مجموع در مصاحف نہ بود" یعنی رسول اللہؐ کی آخر زندگی تک قرآن مصحف میں جمع نہیں کیا گیا تھا ✦

**گیارہویں محدث**۔ حضرت عبدالحق صاحب دہلوی ہیں۔ ملاحظہ ہو ان کا مقدمہ تفسیر حقانی صفحہ ۸۳ "کہ آنحضرتؐ نے اپنی حیات میں تمام قرآن لکھوا کر ایک جلد میں جمع نہیں کیا تھا"۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جب پورا جمع نہیں ہوا تو مُرتب کیسے ہو گیا ✦

**بارہویں محدث** جلیل الشان جناب مُسلم ہیں۔ جن کی کتاب احادیث میں دوسرے درجہ پر اور نسبت قرآن کے تیسرے نمبر پر فائز ہے۔ ہم ان کا قول شریف و لطیف کتاب اتقان سیوطی جلد ۱ صفحہ ۵۹ سے نقل کرتے ہیں۔ بجنسہٖ عبارت دیکھئے :-

وقد کان القرآن کتب کلہ فی عہد رسول اللہ لکن کان غیر مجموع فی موضع واحد ولا مرتب السور

پورا قرآن عہدِ نبویؐ میں لکھا گیا تھا۔ مگر وہ ایک جگہ مجموع نہ تھا۔ اور اس کے سورے بھی مُرتب نہ ہوئے تھے ✦

اِس قول سے اتنا پتہ مل گیا۔ کہ قرآن رسول اللہؐ کے عہد میں مجموع اور مُرتب نہ ہوا تھا۔ لیکن یہ صاف صاف ظاہر نہیں ہوا کہ ترتیبِ نزولی کے مطابق لکھا گیا تھا۔ یا ترتیب عثمانی کے مطابق تھا۔ مگر نسخ کے انتظار والی حدیثیں یہی بتاتی ہیں۔ کہ جس وقت جو آیت یا سورت نازل ہوئی۔ فوراً رسول اللہؐ نے لکھوا دی۔ اور ترتیب و جمع قرآن نسخ کے بند ہونے پر موقوف رہی۔ اور جب نسخ کا احتمال اُٹھ گیا تو حضورؐ کی وفات ہو گئی۔ قرآن ویسا ہی غیر مجموع و بے ترتیب رہ گیا۔ جو عہدِ عثمانی تک تین دفعہ مُرتب ہوا۔ ثبوت کا انتظار کیا جائے ✦

**تیرہویں محدث** - ابن شہاب ہیں۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ا صنہ ۶ اصل عبارت پڑھئے

وفی مغازی موسیٰ بن عقبۃ عن ابن شہاب قال لما اصیب المسلمون بالیمامۃ فزع ابوبکر وخاف ان یذھب من القران طائفۃ فاقبل الناس بما کان معھم وعندھم حتی جمع فی عھد ابی بکر فی الورق فکان ابوبکر اول من جمع القران فی المصحف۔

(ترجمہ) اور مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ابن شہاب سے نقل کیا گیا ہے۔ اُس نے فرمایا۔ کہ جب یمامہ کی لڑائی میں صحابہ مارے گئے۔ تو حضرت ابوبکر گھبرائے۔ اور آپ کو خوف ہوا کہ قرآن کا کوئی حصہ جاتا رہے گا پس صحابہ لائے اُن آیات کو جو انہیں یاد تھیں اور اُن کے پاس تھیں۔ تا اینکہ قرآن بعہدِ صدیق کاغذ میں جمع کیا گیا۔ پس قرآن کو پہلے پہل مصحف میں جمع کرنے والے حضرت ابوبکر تھے +

اس محدث کے قول سے بھی ہمارا دعویٰ ثابت ہوگیا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جس جس صحابی کے پاس جتنا قرآن تھا خواہ اُس کے سینہ یا سفینہ میں وہ لایا اور قرآن بعہدِ صدیق جمع ہوا ترتیب کا حال نہ کھلا لیکن اصحاب کے لانے کا قرینہ بتاتا ہے۔ کہ جس وقت جو کوئی صحابی آیت یا سورت لایا ہوگا۔ فوراً لکھ لی گئی ہوگی +

ناظرین اس روایت میں یاد رکھنے کے قابل کلمہ ان یذھب من القران طائفۃ انشاء اللہ آیندہ چلکر اس کے چہرہ سے پردہ اٹھایا جائے گا۔ کہ ہمارے مہربان مولوی عبدالشکور صاحب نے ایک موقع پر جو آگے آئے گا ذہاب قرآن کے معنی یہ بتائے ہیں کہ قرآن کا وہ حصہ جو نسخ تلاوت سے اٹھ گیا بہرطور ابن شہاب کا قول چونکہ موسیٰ بن عقبہ محدث نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ لہذا وہ بھی ابن شہاب کا ہمزبان معلوم ہوتا ہے۔ اب ہمارے گواہ چودہ ہوگئے +

**پندرہویں محدث** یحییٰ بن عبدالرحمٰن ہیں۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ا صفہ ۵۹ اصل عبارت دیکھئے :-

اخرج ابن ابی داؤد من طریق یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب قال قدم عمر فقال



من کان تلقی من رسول اللہ صلعم شیئا من القران فلیات بہ وکانوا یکتبون ذالک فی الصحف والالواح والعسب وکان لا یقبل من احد شیئا حتی یشھد الشھیدان۔

(ترجمہ) ابن داؤد نے یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے روایت کی ہے۔ اُس نے کہا کہ جناب عمر نے صحابہ کے پاس تشریف لا کر فرمایا جس کسی نے رسول اللہ ؐ سے جو کچھ قرآن لیا ہو وہ لائے۔ صحابہ اُس وقت قرآن کو کاغذوں اور تختیوں اور خرمہ کی چھڑیوں پر لکھتے تھے اور کسی سے کوئی آیت قبول نہ کرتے تھے تا اینکہ دو گواہ شہادت دیتے تھے +

اس عبارت و قولِ محدث سے بھی ثابت ہوگیا کہ حضور سید عالم ؐ کا مجموع و مرتب قرآن کہیں بھی نہ تھا۔ ورنہ حضرت عمر کو صحابہ کے پاس در در جانے کی ضرورت کیا تھی۔ اس قول سے دوسری عجیب بات یہ ظاہر ہوئی۔ کہ قرآن مجید پیشتر سے لکھا ہوا کچھ بھی موجود نہ تھا بلکہ حضرت عمر کے اہتمام سے گواہیاں لیکر جمع کیا گیا۔ اور یہ بھی اس قول سے معلوم ہوگیا۔ کہ رسول اللہ ؐ سے پورا قرآن کسی صحابی نے خصوصاً اصحاب ثلاثہ نے بھی حاصل نہ کیا تھا۔ ناظرین یہ ہے شکوری مذہب سے قرآن مجید کی حقیقت اور اصلیت جس کی موجودگی میں شکوری دعوائے محال ایک بانگِ دہل معلوم ہوتا ہے کہ پیٹ اس کا خالی ہے اور ظاہر میں غل غپاڑہ بہت ہے +

**سولہویں محدث**۔ امام بغوی صاحب ہیں۔ یہ حضرت بھی قائل تھے۔ کہ قرآن مجید کو صحابہ نے جمع کیا تھا۔ ان کا قول مولوی عبدالشکور صاحب نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے لیکن ہم اس سے اپنا مدعا ثابت کرینگے جیسا کہ اُسکے محل پر واضح ہو جائے گا +

**سترہویں محدث** ہشام بن عمر ہیں۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ا صنہ ۶ اصل عبارت ملاحظہ ہو :-

واخرج ابن ابی داؤد ایضاً من طریق ہشام بن عروۃ عن ابیہ ان ابابکر قال لعمر ولزید اقعدا علی باب المسجد فمن جائکما بشاھدین علی شئی من کتاب اللہ فاکتباہ۔

نیز ابن ابی داؤد نے ہشام بن عروہ کے طریقہ سے روایت کی ہے۔ عروہ نے

نے کہا حضرت ابوبکر نے جناب عمر اور زید سے فرمایا تم دونوں مسجد کے دروازہ پر جا بیٹھو پس جو کوئی صحابی دو گواہوں کے ساتھ کچھ حصہ کتاب اللہ کا لائے۔ تم دونوں اُسے لکھ لینا ❊

اس روایت کو لکھ کے علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔ رجالہ ثقاۃ مع انقطاعہ۔ یعنی اس روایت کے راوی ثقہ و معتمد ہیں۔ اس کے ساتھ یہ روایت مقطوع السند ہے۔ یعنی سلسلۂ روایت کسی صحابی تک نہیں پہنچا ہے ❊

میں خوب سمجھتا ہوں کہ مولوی عبدالشکور صاحب اس روایت کے مقطوع ہونے کا عذر کریں گے۔ لیکن میں پیشگی جواب دیتا ہوں۔ کہ ایسے اعذار بارد سے کام نہ چلے گا۔ اوّل اس لئے کہ جناب بھی ہماری ہر قسم کی روایت کو آنکھ بند کر کے لے لیتے ہیں۔ اور مقام دلیل میں پیش کر دیتے ہیں۔ بلکہ زیادہ تر آپ ایسی ہی روایات سے تمسک کر دیا کرتے ہیں۔ جو ضعیف یا مجہول یا مقطوع السند یا مدلّس ہوتی ہے۔ پھر ہم لاکھ غُل مچائیں۔ کہ اے حضرت ہمارے مذہب کے معمول یہ حدیث نہیں ہے۔ آپ کیوں اسے پیش کرتے ہیں۔ تو آپ تعصب کے مارے ایک نہیں سُنتے۔ پھر بتایئے ہم کس دل سے آپ کا عذر مانیں گے۔ دوم اس لئے کہ حدیث مذکورہ کی سند مقطوع ہونے سے جبکہ راوی اس کے معتمد ہیں۔ یہ لازم نہیں ہے کہ حدیث مذکور غلط اور جھوٹی اور موضوع سمجھی جائے۔ ورنہ عروہ کو جھوٹا سمجھئے۔ اور اس پر نفرین کیجئے۔ پس زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کے نزدیک وہ حدیث قابلِ حجت نہ ہوگی لیکن اتنا ضرور ماننا پڑے گا۔ کہ عروہ اور اُن کے صاحبزادہ ہشام دونوں قائل تھے۔ کہ قرآن بعہد صدیق جمع ہوا تھا۔ لہٰذا قرآن کا رسول اللہ کے زمانہ میں جمع ہونا ثابت نہ ہوگا۔ اب ہمارے گواہ اٹھارہ ہو گئے ❊

اُنیسویں محدث۔ حارث محاسبی ہیں۔ ان کا بجنسہٖ قول کتاب اتقان جلد ۱ صنٓ۶ سے نقل کیا جاتا ہے۔ حوالہ ملایئے:۔

قال الحارث المحاسبی فی کتاب فہم السنن کتابۃ القران لیست بمستحدثۃ فانہ صلعم کان یامر بکتابتہ ولکنہ کان مفرقاً فی الرقاع والاکتاف والعسب فانما امر الصدیق



بنسخہا من مکان الی مکان مجتمعا الخ

حارث محاسبی نے کتاب فہم السنن میں فرمایا ہے۔ کتابت قرآن کوئی نئی بات اور بدعت نہیں ہے۔ کہ حضور صلعم اُس کے لکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ لیکن وہ متفرق تھا۔ پرچوں اور شانہ کی ہڈیوں اور خرمہ کی شاخوں پر پس جناب صدیق نے اُس کے ایک جگہ سے دوسری جگہ اجتماعی صورت میں لکھنے کا حکم دیا ❊

اس محدث کے قول سے ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید جناب رسول اللہؐ کے زمانہ میں متفرق تھا مجموع اور مُرتب نہیں ہوا تھا ❊

**بیسویں محدث**۔ جناب حاکم ہیں۔ ان حضرات نے جمع قرآن کے تین موقع لکھے ہیں۔ **پہلا**:۔ موقع عہدِ رسول صلعم میں۔ اس کو جناب مولوی عبدالشکور صاحب نے نہایت شد و مد سے اپنی دلیل میں پیش کیا ہے۔ جو آیندہ آئے گی۔ مگر ہم ادلہ قاہرہ سے ثابت کریں گے کہ حاکم کا یہ قول قابلِ حجت نہیں ہے۔ آپ نے غلطی سے اس کو لکھدیا ہے۔ **دوسرا**:۔ موقع عہد جناب ابوبکر میں۔ **تیسرا**:۔ موقع زمانہ حضرت عثمان میں اب ہم حاکم کا قول اتقان جلد ۱ صنٓ۵۹ سے نقل کرتے ہیں۔ حوالہ ملایئے:۔

الثانیۃ بحضرۃ ابی بکر۔ روی البخاری فی صحیحہ عن زید بن ثابت قال ارسل الیّ ابوبکر مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر بن الخطاب عندہ فقال ابوبکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القران و انی اخشی ان یستحر القتل بالقراء فی المواطن فیذھب کثیر من القران و انی اری ان تامر بجمع القران فقلت لعمر کیف نفعل شیئا ما لم یفعلہ رسول اللہ فقال عمر ھو واللہ خیر فلم یزل یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذالک ورایت فی ذالک الذی رای عمر۔ قال زید قال ابوبکر انک شاب عاقل لا نتھمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلعم فتتبع القران اجمعہ قال فو اللہ لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علیّ مما امرنی من جمع القران قلت کیف تفعلان شیئا لم یفعلہ رسول اللہؐ

قال ھو واللہ خیر فلم یزل یراجعنی حتی شرح اللہ صدری للذی شرح اللہ لہ صدر ابی بکر و عمر فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب واللخاف وصدور الرجال ووجدت اخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری و لم احد ھا مع غیرہ لقد جاءکم رسول اللہ حتی خاتمۃ براءۃ فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمر حیاتہ ثم عند حفصۃ بنت عمر۔

(ترجمہ) دوسری مرتبہ عہدِ صدیق میں قرآن جمع ہوا۔ محدث بخاری نے اپنی صحیح میں زید بن ثابت سے روایت کی ہے۔ زید نے فرمایا جنگِ یمامہ کے زمانہ میں حضرت ابوبکر نے آدمی میرے پاس بھیجا۔ (جب میں حاضر ہوا) تو حضرت عمر آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ پس جناب صدیق نے فرمایا۔ عمر میرے پاس آکر بولے کہ بہت سے قاری یمامہ کی جنگ میں کام آچکے۔ اب مجھے خوف ہے۔ کہ تمام قاری کہیں دوسری لڑائیوں میں نہ مارے جائیں۔ کہ بہت سا قرآن جاتا رہے گا۔ لہذا میں دیکھتا ہوں۔ کہ آپ جمع قرآن کا حکم دے دیجئے۔ پس میں نے عمر کو جواب دیا ہے۔ کہ ہم وہ کام کیسے کریں جو رسول اللہؐ نے نہیں کیا ہے۔ عمر نے کہا واللہ یہ کام بہت اچھا ہے۔ پھر وہ برابر مجھ سے جھگڑتے رہے۔ تا اینکہ اللہ میاں نے اس کام کے لئے میرا سینہ کھول دیا۔ اور اس معاملہ میں اینجانب نے وہی دیکھا جو عمر نے دیکھا تھا۔ زید بولے جناب صدیق نے فرمایا (اے زید) تم جوان عاقل ہو ہمارے نزدیک متہم نہیں ہو۔ در آنحالیکہ تم رسول اللہؐ کے لئے وحی لکھا کرتے تھے۔ اب تم قرآن تلاش کر کے اُسے جمع کرو۔ زید بولے واللہ اگر مجھے ان پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کے نقل کرنے کی یہ لوگ مجھے تکلیف دیتے۔ تو مجھے اتنا گراں نہ گذرتا۔ کہ مجھے جمع قرآن کا حکم دیا۔ میں نے عرض کیا۔ آپ دونوں وہ کام کیوں کرتے ہیں۔ جو رسول اللہؐ نے نہیں کیا ہے۔ فرمایا واللہ یہ کام اچھا ہے۔ پس جناب ابوبکر برابر مجھ سے نزاع کرتے رہے۔ تا اینکہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا۔ اُس کام کے لئے جس کے واسطے شیخین کے سینہ کشادہ فرمائے تھے۔ پس میں قرآن کو خرمہ کی چھڑیوں اور پتھروں اور



آدمیوں کے سینوں سے تلاش کر کے جمع کرنے لگا اور میں نے آخر سورۂ برأت کو خزیمہ انصاری کے پاس پایا۔ اور کہیں وہ حصہ مجھے نہیں ملا یعنی لقد جاءکم سے آخری برائت تک۔ پس یہ صحیفے جناب ابوبکر کے پاس رہے۔ حتے کہ اُنہوں نے وفات پائی۔ پھر وہ زندگی بھر جناب عمر کے قبضہ میں پھر ان کی بیٹی جناب حفصہ کی تحویل میں رہے۔

(پھر عہد عثمانی میں عبداللہ بن عمر سے مروان نے لے کر آگ میں جلا دیئے۔ ثبوت کے لئے دیکھو فیض الباری پ۲۰ ص۲۱۴)

میں کہتا ہوں۔ اِس حدیث صحیح سے جس کی صحت بخاری صاحب تسلیم کر چکے ہیں چند باتیں ثابت ہوئیں۔ اوّل یہ کہ قرآن جناب رسولؐ کے عہد میں مجموع و مرتب نہیں ہوا تھا۔ ورنہ حضرت عمر کو صحابہ قراء کے قتل سے قرآن کے بیشتر حصہ کے ضائع جانے کا خوف نہ ہوتا۔ اگر تمام صحابہ بھی مارے جاتے۔ تو بقاء قرآن کے لئے وہی مجموعہ کافی ہوتا۔ جو شکوری زعم میں رسول اللہؐ مرتب اور مجموع چھوڑ گئے تھے۔ نیز حضرت عمر کو جمع قرآن کی فکر بھی نہ ہوتی۔ اور نہ وہ حضرت ابوبکر سے اصرار کر کے جمع کرواتے اور نہ حضرت ابوبکر یہ جواب دیتے کہ وہ کام ہم کیسے کریں۔ جو رسول اللہؐ نے نہیں کیا ہے۔ زید بھی ایسا کلمہ نہ کہتے۔ جو حضرت صدیق نے جناب عمر سے فرمایا تھا۔ پس اگر ان دونوں کا جواب صحیح ہے۔ تو عہدِ رسولؐ میں قرآن کا مجموع و مرتب ہونا باطل ہے۔ اور اگر یہ جواب غلط ہے۔ تو قرآن مجموع و مرتب کی موجودگی میں حضرت عمر کا جمع قرآن پر اصرار اور جھگڑا افضول تھا۔ پھر جناب صدیق اور زید بن ثابت کا رسول اللہؐ کی طرف عدم جمع قرآن کو منسوب کرنا غلط قرار پائے گا۔ حالانکہ ان دونوں باتوں کو اہلسنت ہرگز نہ مانینگے۔ لہذا یہ حضرات سب کے سب مدیر النجم کو مدعی باطل سمجھیں گے۔ دوم۔ یہ کہ اگر قرآن پہلے سے مرتب و مجموع موجود ہوتا تو ہرگز جمع قرآن کو زید نقل جبل سے زیادہ گراں نہ جانتے سوم۔ یہ کہ پورا قرآن نہ کہیں لکھا ہوا تھا نہ کسی صحابی کو زبانی یاد تھا۔ بلکہ اُس کا کچھ حصہ متفرق چیزوں پر لکھا ہوا تھا۔ اور کچھ صحابہ کے سینوں میں تھا۔ چہارم:۔ سورہ برائت کی آخری آیت حضرت خزیمہ کے سوا نہ کسی کے پاس لکھی ہوئی تھی۔ اور نہ کسی کو

زبانی یاد تھی۔ اس لئے کہ زید نے قرآن کو متعدد چیزوں اور صحابہ کے سینوں سے جمع کیا۔ اور فرمایا تھا۔ کہ یہ آیت خزیمہ کے سوا کہیں نہ ملی جس کا مطلب ظاہر ہے۔ کہ وہ آیت نہ خرمہ کی شاخوں میں ملی اور نہ پتھروں میں ملی۔ اور نہ صحابہ کے سینوں میں ملی۔ بلکہ صرف خزیمہ سے ہاتھ لگی +

روایت میں کلمہ مع ابی خزیمۃ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آیت مذکورہ خزیمہ کو زبانی یاد تھی۔ اُن کے پاس لکھی ہوئی نہ تھی۔ ورنہ روایت میں کلمہ عند ابی خزیمۃ ہوتا۔ ان دونوں لفظوں کے معانی کا تفرقہ قول ابن شہاب سے ثابت ہوتا ہے۔ جو پیشتر لکھا گیا کہ اُن کے قول میں بما کان معھم وعند ھم ہے۔ عطف کا قانون یہ بتاتا ہے۔ کہ معھم اور عند ھم میں مغائرت سمجھی جائے۔ لہذا معھم سے مُراد حفظ اور زبانی یاد۔ اور عند ھم تحریر و مکتوب مُراد لیا جائے گا۔ لہذا مدیر النجم کا یہ فرمانا کہ لکھی ہوئی آیتیں زید نے تلاش کی تھیں غلط ہے +

ناظرین نے بخاری شریف کی حدیث صحیح سے جو مذکور ہوئی بخوبی سمجھ لیا ہوگا۔ کہ قرآن مجید جناب ختمی منزلت نے مجموع اور مُرتّب نہیں چھوڑا تھا پس تعجب ہے۔ کہ جناب حاکم نے یہ حدیث صحیح بھی لکھی۔ اور یہ بھی دعوے کر دیا۔ کہ قرآن پہلی مرتبہ رسول اللہ کے عہد میں جمع ہوا تھا۔ یہ تو کھلا ہوا تضاد ہے جسے عقل سلیم ہرگز نہیں مان سکتی ہے +

مولوی عبدالشکور صاحب اپنے مذہب کی پیچدار راہوں سے واقف نہیں ہیں۔ ورنہ ہرگز قول حاکم کو جو صراحتہً غلط ہے۔ اپنے دعوائے خود ساختہ کے ثبوت میں پیش نہ کرتے +

روایت مذکورہ میں فقرہ فیذھب من القرآن کثیر آیا ہے۔ اسے بھی ناظرین یاد رکھیں۔ کہ اس سے آیندہ کام پڑے گا۔ الغرض مولوی عبدالشکور صاحب نے بڑے زور شور سے میری نسبت لکھا ہے۔ کہ میں ایک سُنّی محدث کا قول بھی پیش نہیں کر سکتا۔ دیکھئے میں نے ایک کے بدلے بیس پیش کر دیئے۔ ابھی اور بہت سے اقوال باقی ہیں۔ جو سلسلۂ کلام میں آتے رہیں گے۔ اس وقت بیس کا عدد اس لئے اختیار کیا گیا ہے۔ کہ بیس علماء اہلسنت نے مدیر النجم کو وہابی غیر مقلد مستحق کفر لکھا ہے +



**النجم** سب سے بڑا کام ترتیب آیات کا تھا۔ اُسے آنحضرتؐ نے انجام دیا۔ اسی ترتیب سے آپؐ نماز وغیرہ میں قرآن پڑھا کرتے تھے جس وقت جو سورت یا آیت نازل ہوتی تھی۔ فوراً لکھوا دیتے تھے۔ بکثرت روایات اس مضمون کی موجود ہیں +

**الاعجاز** آپ کے پہلے دو فقرے بیحد مبہم ہیں بتایئے ترتیب سے کونسی ترتیب مُراد ہے۔ موافق نزول یا مخالف نزول پہلی صورت کے آپ قطعاً منکر ہیں۔ اسے چھوڑیئے اور دوسری قسم کی ترتیب پر رسول اللہؐ کی حدیث متواتر پیش کیجئے۔ تاکہ یقین آجائے حدیث متواتر کے سوا اور کوئی صورت یقین حاصل ہونے کی نہیں ہے۔ ہم پیشتر ثابت کر چکے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ نے قرآن کو نہ پورا لکھوایا اور نہ مُرتّب کرایا تھا۔ بیس محدثوں کے مقابلہ میں آپ کا زبانی دعوی ہیچ ہے۔ سورت یا آیت کے آتے ہی فوراً لکھوا دینا ہرگز ثابت نہیں۔ بلکہ آنحضرتؐ زبانی بھی یاد کرواتے تھے۔ ایک روایت بھی پورے قرآن کے لکھوانے پر موجود نہیں ہے۔ ورنہ لایئے اپنی صداقت دکھلایئے۔ جتنی روایات آپ نے لکھی ہیں اُن پر قدح اور جرح اُن کے محل پر آئیگی۔ اور آپ کی چالاکیاں اور ابلہ فریبیاں دکھائی جائیں گی +

**النجم** اس وقت کتاب اتقان سے چند مقامات نقل کرتا ہوں۔ اٹھارھویں نوع دیکھئے (بہت خوب)

قال الحاکم فی المستدرک جمع القرآن ثلث مرات احدھا بحضرۃ النبی ثم اخرج علی شرط الشیخین عن زید بن ثابت قال کنا عند النبی نؤلف القرآن من الرقاع الحدیث قال البیھقی یشبہ ان یکون المراد بہ تالیف ما انزل من الآیات المفرقۃ فی سورھا وجمعھا فیھا باشارۃ النبی صلعم۔

(ترجمہ) حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے۔ کہ قرآن شریف تین مرتبہ جمع کیا گیا پہلی مرتبہ نبی صلعم کے سامنے۔ پھر اس نے اپنی سند سے جو شیخین کی شرط پر ہے۔ زید بن ثابت سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے ہم رسول اللہؐ کے سامنے پرچوں سے قرآن جمع کرتے تھے بیہقی نے کہا ہے۔ حق یہ ہے کہ اس سے مُراد متفرق آیات کو ان کی سورتوں میں جوڑنا اور جمع

کرنا ہے نبی صلعم کے حکم سے +

**الاعجاز** حاکم نے جمع قرآن کے تین موقع بتائے ہیں اور مدیر النجم صاحب نے صرف ایک لکھا ہے۔ اور دو پوشیدہ کر دیئے۔ کہ وہ دونوں آپ کے مدعا کو باطل کرنیوالے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ ہم لکھ چکے۔ اور دوسرا ابھی آگے لکھتے ہیں +

میں پیشتر لکھ چکا ہوں کہ حاکم کا یہ قول ہرگز قابلِ قبول نہیں ہے۔ اوّل اسلئے کہ حاکم کے دو قولوں میں اختلاف اور اس کی پیش کردہ دو روایتوں میں تضاد ہے۔ حاکم کی دو متضاد خبریں ہرگز صحیح نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ ایک غلط مانی جائے گی۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ ان دونوں میں یہی خبر غلط ہے جس کا اخراج موافق شرطِ شیخین بتایا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس کی تائید کسی روایتِ صحیحہ سے نہیں ہوتی ہے لیکن دوسری خبر کی تائید میں ہم نے بہت سی حدیثیں لکھی ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ حاکم کی خبر خود اس کی اخراج کی ہوئی ہے۔ اور دوسری حدیث کو بخاری نے نقل کیا ہے۔ پھر بخاری کے مقابلہ میں حاکم کی بات کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حاکم کی مستدرک بمقابلہ بخاری ضعیف مانی گئی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ جب بہت سی حدیثوں میں یہ خبر موجود ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے قرآن کو اس لئے جمع نہیں کیا تھا۔ کہ آپ صلعم کو نسخ کی امید تھی اور آپ صلعم کی آخری زندگی تک یہ انتظار باقی رہا۔ پھر کس وقت میں رسول اللہ صلعم کے حکم سے قرآن جمع اور مرتب ہوا۔ **چوتھی** وجہ یہ ہے کہ دیر عاقولی محدث نے انہی زید سے یہ روایت کی ہے۔ کہ قرآن رسول اللہ صلعم کے عہد میں کسی چیز میں جمع نہیں کیا گیا تھا۔ جیسا کہ ہم پیشتر لکھ چکے۔ لہٰذا حاکم کی پیش کردہ روایت اس قابل نہیں ہے۔ کہ اُسے مقامِ دلیل میں لایا جائے۔

اب رہی حضرت بیہقی کی تاویل وہ چند وجوہ سے قابلِ احتجاج نہیں ہے۔ اوّل اسلئے کہ انہوں نے محض اندازہ لگا کر اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔ اسی لئے لفظ یشبہ انہوں نے لکھا ہے۔ اور آپ نے اس کا ترجمہ حق یہ ہے غلط کیا ہے۔ جس کی صحت کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ دوم اس لئے کہ تاویل مذکور جمہور محدثین اہلسنت کے خلاف ہے۔ بطورِ نمونہ بیس قول پیچھے لکھے گئے۔ یہ سب قائل ہیں۔ کہ عہدِ رسول صلعم میں قرآن جمع



نہیں کیا گیا تھا اور نہ رسول اللہ صلعم نے اس کا حکم دیا تھا۔ سوم اس لئے کہ اگر بفرضِ محال ہم تسلیم بھی کر لیں۔ تو روایتِ حاکم اور تاویل بیہقی سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور سید عالم صلعم نے آیات کو ان کے سوروں میں ترتیب نزولی کے خلاف اور قرآنِ موجود کی ترتیب کے مطابق جمع کرایا تھا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس وقت جو آیت یا سورت نازل ہوئی۔ نزولی ترتیب سے لکھوا دی گئی۔ مدیر النجم صاحب! آپ قیامت تک کسی روایتِ متواترہ سے قرآن موجود کی ترتیب کو حکم رسول صلعم کے مطابق ثابت نہیں کر سکتے۔ اب ہم ناظرین کو تیسری دفعہ جمع قرآن کا ہنگامہ دکھاتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ مولوی عبدالشکور صاحب نے اس ہنگامہ پر کمبل کیوں ڈالا ہے۔

ملاحظہ ہو اتقان جلد ۱ صفحہ ۶۰ و ۶۱

**تالیف عثمانی** قال الحاکم والجمع الثالث ہو ترتیب السور فی زمن عثمان۔ روی البخاری عن انس ان حذیفۃ بن الیمان قدم علی عثمان وکان یغازی اہل الشام فی فتح ارمینیۃ وآذربیجان مع اہل العراق فافزع حذیفۃ اختلافہم فی القراءۃ فقال عثمان ادرک الامۃ قبل ان یختلفوا اختلاف الیہود والنصاری فارسل الی حفصۃ ان ارسلی الینا الصحف ننسخہا فی المصاحف ثم نردہا الیک فارسلت بہا حفصۃ الی عثمان فامر زید بن ثابت وعبد اللہ بن الزبیر و سعید بن العاص وعبد الرحمن بن الحارث بن ہشام فنسخوہا فی المصاحف۔ وقال عثمان للرہط القرشیین الثلاثۃ اذا اختلفتم انتم وزید بن ثابت فی شیء من القرآن فاکتبوہ بلسان قریش فانہ انما نزل بلسانہم ففعلوا حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف رد عثمان الصحف الی حفصۃ وارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا وامر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق۔ قال زید ففقدت آیۃ من الاحزاب حین نسخنا المصحف قد کنت اسمع رسول اللہ یقرء بہا فالتمسناہا فوجدناہا مع خزیمۃ بن زید الانصاری من المؤمنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فالحقناہا فی سورتہا فی المصحف *

(ترجمہ) حاکم نے فرمایا ہے اور قرآن کی جمع ثالث یعنی سوروں کی ترتیب زمانہ حضرت عثمان میں ہوئی تھی۔ بخاری نے انس سے روایت کی ہے۔ کہ حذیفہ بن یمان جناب عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے حالانکہ فتح ارمینیہ اور آذربیجان کے موقع پر اہلِ عراق کی معیت میں شامیوں سے جنگ کر رہے تھے۔ ناگاہ حذیفہ کو عراقیوں کے اختلافِ قرأت نے خوفزدہ بنایا پس آپ نے جناب عثمان سے عرض کیا۔ اُمت کی خبر لیجئے۔ اس سے پہلے کہ یہ لوگ یہود و نصاریٰ کی مانند اختلاف کر بیٹھیں۔ پس جناب عثمان نے حضرت حفصہ سے کہلا بھیجا کہ صحیفے ہمارے پاس روانہ کیجئے۔ تاکہ ہم ان کی مصاحف میں نقل کریں پھر آپ کو واپس کردیں گے معظمہ نے صحیفے حضرت عثمان کی خدمت میں بھیج دیئے۔ آنجناب نے زید بن ثابت اور عبداللہ بن الزبیر اور سعید بن العاص اور عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام کو حکم دیا اُن سب نے پرچوں کی نقل مصاحف میں لے لی جناب عثمان نے فرمایا تھا جب تم تینوں قریشی اور زید بن ثابت کسی آیت کے بارے میں اختلاف کرو تو زبانِ قریش میں اس کو لکھ لینا۔ کہ انہی کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے۔ پس اُنہوں نے ویسا ہی کیا۔ تا اینکہ صحف کو مصاحف میں نقل کرلیا۔ اُسوقت جناب عثمان نے صحیفے حضرت حفصہ کو واپس دیدیئے اور ہر ایک جہت میں ایک مصحف اُن مصاحف میں سے جو اُنہوں نے لکھے تھے۔ حضرت عثمان نے روانہ کرکے حکم دیا۔ کہ ان کے سوا جہاں کہیں صحیفہ یا مصحف میں قرآن ہو وہ جلا دیا جائے۔ زید نے فرمایا۔ جب ہم نے قرآن لکھا تھا تو ایک آیت سورۂ احزاب کی ہم نے گم کردی۔ حالانکہ میں رسول اللہ سے سُنا کرتا تھا۔ کہ وہ جناب اُسے پڑھا کرتے تھے پس ہم نے اُسے ڈھونڈا تو خزیمہ بن ثابت انصاری سے اُس کو پایا (وہ یہ ہے) من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ پس ہم نے وہ آیت اُس کے سورہ کیساتھ مصحف میں ملادی ✤

یہ واقعہ ۲۵ھ ہجری کا ہے۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ا صـ۶۱ قال ابن حجر و کان ذالک فی سنۃ خمس وعشرین یعنی ابن حجر نے فرمایا کہ ۲۵ھ میں قرآن لکھا گیا۔ مجھے جناب حاکم پر سخت افسوس آتا ہے کہ آپ نے شروع میں تو یہ دعوےٰ کیا ہے۔



کہ حضرت عثمان کے زمانہ میں قرآن کے سورے مُرتب ہوئے اور روایت وہ پیش کی ہے۔ جس میں سوروں کی ترتیب کا بالکل ذکر نہیں ہے۔ بلکہ اختلافِ قرأت مٹانے کے لئے نقل قرآن کا تذکرہ اُس میں ہوا ہے ✤

**اخفائے روایت کے وجوہ**

مدیر النجم نے روایت مذکورہ کو بچند وجوہ مخفی رکھا ہے۔ اوّل اس لئے کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اُس زمانہ میں صرف ایک نوعیت و شخصیت کا قرآن رائج نہ تھا بلکہ مختلف بالانواع قرآن صحابہ کے پاس موجود تھے جن کے باہم بیحد اختلاف تھا۔ لہٰذا ایک قرآن پر کل صحابہ کا اجماع نہ تھا۔ اور ایک قرآن متواتر نہ تھا۔ **دوم** اس لئے کہ اگر صحابہ کا اختلاف کوئی باطل چیز تھا۔ تو اُن کے مصاحف بھی باطل متصور ہوں گے۔ لہٰذا یہ تمام صحابہ گمراہ و بیدین قرار پائیں گے کہ ان کا ایک باطل چیز پر ایمان تھا۔ اور اگر صحابہ کا اختلاف امرِ حق تھا تو اُس اختلاف کے مٹانے کی حضرت عثمان کو فکر نہ ہونی چاہیئے تھی۔ **سوم** یہ کہ حضرت عثمان کے قرآن جلانے کی خبر اِس واقعہ میں ہے اور چونکہ یہ فعل سخت گناہ تھا۔ لہٰذا مدیر صاحب نے اسے چھپانے کے لئے یہ واقعہ نہیں لکھا۔ **چہارم** اس لئے کہ اس واقعہ سے جناب عثمان کا قرآن میں تحریف کرنا اور اُسے اپنی رائے سے گھٹا دینا ثابت ہوتا ہے۔ ہم ائندہ دلائل قاطعہ سے ثابت کریں گے۔ کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا تھا لیکن حضرت عثمان نے صرف ایک حرف باقی رکھا اور چھ حرف اُس میں سے کم کردیئے۔ یہ کھلی ہوئی تحریف باطل ہے ✤

**النجم** نیز اتقان کی اُسی نوع میں ہے :-

الاجماع والنصوص المترادفۃ علی ان ترتیب الایات توقیفی لا شبھۃ فی ذالک۔ اما الاجماع فنقلہ غیر واحد منھم الزرکشی فی البرھان وابو جعفر ابن الزبیری فی مناسباتہ وعبارتہ ترتیب الآیات فی سورھا واقع بتوقیفہ وامرہ من غیر خلاف بین المسلمین۔

(ترجمہ) اجماع اور ہم معنے روایات دلالت کرتی ہیں اِس بات پر کہ آیات کی ترتیب شارع

کی طرف سے ہے۔ اس میں شک نہیں ہے۔ اجماع کو بہت لوگوں نے نقل کیا ہے۔ ان میں سے زرکشی نے برہان میں اور ابوجعفری بن الزبیری نے اپنی مناسبات میں۔ ان کی عبارت یہ ہے کہ آیتوں کی ترتیب ان کی سورتوں میں آنحضرت کے حکم اور تعلیم سے ہوئی ہے۔ اس کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف نہیں ہے ✣

**الاعجاز** اس عبارت میں تین باتیں ظاہر ہیں۔ اوّل ترتیب آیات کے توقیفی ہونے پر اجماع اور نصوص مترادفہ کا دعویٰ۔ دوم۔ اجماع منقول کو مقام دلیل میں پیش کرنا۔ سوم ابن الزبیری کا دعویٰ کہ ترتیب آیات کے توقیفی ہونے پر مسلمانوں میں اختلاف نہیں ہے ✣

**پہلی بات کا رد** امام احمد بن حنبل نے تصریح فرمائی ہے کہ اجماع ایک محال چیز ہے۔ اور مدعی اجماع کاذب ہے۔ مولوی وحیدالزماں صاحب سُنّی المذہب اپنے رسالہ ہدیۃ المہدی ص۴۳ میں لکھتے ہیں والحق انہ لم یقم دلیل شرعی او عقلی علی حجیۃ الاجماع یعنی حق یہ ہے کہ اجماع کے حجت ہونے پر کوئی دلیل شرعی یا عقلی قائم نہیں ہوئی ہے ✣

اہلسنت کے دو اماموں کے فتووں کی موجودگی میں اجماع کا دعویٰ تو باطل ہوگیا اب رہیں نصوص مترادفہ تو اُن کا حالِ زار اُن کے محل پر دکھایا جائے گا۔ کہ ان میں سے ایک حدیث بھی شکوری مدعا کی مثبت نہیں ہے ✣

**دوسری بات کا رد** اجماع منقول بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔ اور اگر ہم بعض کے قول کو مان بھی لیں۔ تو بغیر سند کے وہ ایک بیکار چیز ہے۔ جیساکہ ہدیۃ المہدی ص۴۴ میں ہے۔ قال اکثرھم لابدلہ من مستند ان کے اکثر علماء قائل ہیں کہ اجماع کے لئے سند کا ہونا ضروری ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ جتنی حدیثیں سند اجماع میں پیش کی گئی ہیں۔ اُن سے ہرگز شکوری دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ پس اجماع بے سند رہ گیا جو بیکار ہے۔ آیندہ اس کی توضیح آئے گی۔ اور اگر ہم بفرض محال صحتِ اجماع کو آپ کے مذہب سے تسلیم بھی کرلیں۔ تو اس سے اس قرآن کی ترتیب



آیاتِ توقیفی ثابت ہوگی۔ جو مولوی عبدالشکور صاحب کے زعم میں بعہد رسول اللہ جمع ہوا تھا جس کا وجود کہیں ثابت نہیں ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے لیکن بحث تو اس میں ہے۔ کہ یہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے۔ جو حضرت عثمان نے لکھوایا تھا۔ آیا اُسی قرآن کی بجنسہٖ نقل ہے۔ جو بخیال مدیر حضور سیّد عالم نے مجموع و مُرتب چھوڑا تھا یا نہیں پس جب تک اس قرآن موجود کی ترتیب کا قرآن رسول اللہ سے مطابق ہونا کسی حدیثِ متواترہ سے مدیر صاحب ثابت نہ کریں گے۔ اُن کا مدعا لغو رہے گا ✣

**تیسری بات کا رد** ابن الزبیری کا پہلا دعویٰ کہ ترتیب آیات بنتیجہ تعلیم رسول ہے پس اگر اس ترتیب سے مُراد ترتیب نزولی ہے۔ تو بیشک صحیح ہے۔ کہ جب کوئی سورت یا آیت آتی تھی حضور اس کو نزول کے مطابق اکثر لکھا دیتے تھے لیکن اُس ترتیب پر قرآن موجود کی ترتیب یقیناً نہیں ہے۔ پھر ابن الزبیری کے قول سے مدیر صاحب کو کیا فایدہ پہنچے گا۔ اور اگر ترتیب توقیفی سے مُراد یہ ہے۔ کہ حضور سیّد عالم آیاتِ قرانیہ کو اس ترتیب سے لکھواتے تھے۔ جو قرآن موجود کی ہے تو یہ قطعاً ثابت نہیں ہے۔ ورنہ حدیثِ متواترہ پیش کی جائے۔ اب رہا ابن الزبیری کا دوسرا دعوےٰ کہ ترتیب آیات کے توقیفی ہونے میں مسلمانوں کا باہم اختلاف نہیں ہے۔ بداہتہً باطل ہے۔ کہ ہم نے بکثرت محدثین اہلسنت کے اقوال پیش کئے ہیں۔ کہ عہد نبویؐ میں قرآن مجموع ہی نہیں ہوا تھا۔ ترتیب آیات کا توقیفی ہونا بڑی چیز ہے۔ پس یہ مسئلہ اہلِ اِسلام کے مابین اختلافی ہوگیا ✣

علامہ سیوطی نے اتقان جلد ۱ ص۶۳ میں ترتیب آیات کے توقیفی ہونے پر چند حدیثیں نقل کرنے کے بعد (وہ حدیثیں جواب آگے آتی ہیں) یہ عبارت لکھی ہے ✣

نعم یشکل علی ذالک ما اخرجہ ابن ابی داؤد فی المصاحف من طریق محمد بن اسحاق بن یحیٰی بن عباد بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ قال اتی الحارث ابن خزیمۃ بھاتین الاٰیتین من اٰخر سورۃ برائۃ فقال اشھد انی سمعتھا من رسول اللہ ؐ و وعیتھا فقال عمر واللہ و انا

العلوم
کراچی

اشهد لقد سمعتها ثم قال لو کانت ثلث ایات لجعلتها سورة علی حدة فانظروا اٰخر سورة من القرآن فالحقوهما فی اٰخرها ✦

(ترجمہ) ہاں ترتیب آیات کے توقیفی ہونے پر اُس حدیث سے اشکال وارد ہوگا جس کو ابن ابی داؤد نے المصاحف میں محمد بن اسحاق کے طریقہ سے نقل کیا ہے۔ اُس نے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ سے اُس نے اپنے والد زبیر سے روایت کی ہے۔ زبیر نے فرمایا حارث بن خزیمہ آخر سورۂ برائت کی یہ دو آیتیں لائے اور بولے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ دونوں آیتیں رسول اللہؐ سے سماعت کر کے یاد رکھی ہیں۔ جناب عمر نے فرمایا۔ واللہ میں بھی شاہد ہوں۔ کہ میں نے ان دونوں کو سُنا ہے۔ کاش کہ یہ تین آیتیں ہوتیں۔ تو میں ان کا جُداگانہ سورہ بنا دیتا۔ خیر اب تم قرآن کا آخری سورہ دیکھو اور ان دونوں کو اس کے آخر میں لگا دو ✦ (اس سے ظاہر ہوا کہ اصلاً قرآن کے آخر میں سورۂ برائت تھی۔ اور اب اس قرآن میں سورۂ برائت نواں سورہ ہے پس اگر جناب عمر والا قرآن جس پر آپ کا ایمان تھا تعلیم رسولؐ کے مطابق تھا تو یہ قرآن جو حضرت عثمان نے مُرتب کیا ہے۔ جس کے آخر میں ارشاد حضرت عمر کے مطابق سورۂ برائت نہیں ہے۔ شکوری مذہب اور عمری فتوے سے غلط ہے اور محرف ہے پس غلط اور محرف قرآن پر شکوری زعم کے لحاظ سے ایمان ناممکن ہے۔ لہٰذا مدیر النجم صاحب مومن بالقرآن نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ اور اگر یہ قرآن صحیح ہے۔ تو حضرت عمر صاحب کا قرآن غلط قرار پائے گا پس اُن کا ایمان رخصت ہو جائے گا۔ اس حدیث کو مدیر النجم غلط اور موضوع نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اوّل اس لئے کہ ان کی معتبر کتاب سے ہم نے اس کو نقل کیا ہے جس طرح مدیر صاحب ہماری کتابوں سے حدیثیں لکھ کر اپنے دعاوی باطلہ کا ثبوت دیا کرتے ہیں۔ دوم اس لئے کہ جب علامہ سیوطی نے اس کو غلط نہیں سمجھا تو بیچارے مدیر کس شمار و قطار میں ہیں)

اور سُنئے حدیث مذکور سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر صاحب کا ارشاد لو کانت ثلث ایات لجعلتها سورة علی حدة صاف صاف بتا رہا ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت کو آیات سے سورہ بنانے کا اختیار حاصل تھا جس سے ظاہر ہوا کہ ترتیب آیات کو توقیفی ماننا لازم نہیں ہے



نیز اگر ترتیب آیات رسول اللہ کی تعلیم پر منحصر ہوتی تو حضرت عمر سا پابند شرع (شکوری زعم کے مطابق) ایسی جرأت نہ کرتا ✦

اور سُنئے روایت مذکورہ سے یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ حضرت عمر کو یہ بھی اختیار تھا۔ کہ ایک سورہ کی آیتیں اُس سے جُدا کر کے دوسرا سورہ بنا سکتے تھے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ جب آپ کو معلوم تھا۔ کہ یہ دونوں آیتیں سورۂ برائت کی ہیں تو کیوں آپ نے فرمایا۔ کہ اگر یہ تین آیتیں ہوتیں تو میں اُن کا علیحدہ سورہ بنا دیتا ✦

اور سُنئے اگر جناب عمر کو علم نہ تھا کہ یہ دونوں آیتیں آخر سورۂ برائت کی ہیں تو اب شکوری مذہب فرضی طور سے بھی زندہ متصور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس صورت میں قرآن کا معاملہ بڑا گڑبڑ ہو جائے گا۔ جو ایمان عمری کو بھی رخصت کر دیگا۔ سچ تو یہ ہے کہ مدیر النجم نے معیار ایمان ایسا بنایا ہے۔ کہ اس معیار پر نہ کسی صحابی کا ایمان متحقق ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی سُنی اور وہابی کا۔ درحقیقت مدیر النجم نے شیعوں کو ایسا زبردست آلہ دیدیا ہے۔ جس کی موجودگی میں شکوری مذہب کی زندگی محال ہے۔ اب شیعوں کو لازم ہے۔ کہ مدیر النجم سے صرف ایمان بالقرآن کے مسئلہ پر گفتگو کیا کریں۔ میں تو ان حضرات کو تین برس سے اپنے مقابلہ میں اس موضوع پر بحث کرنے کے لئے دعوت دے رہا ہوں مگر آپ کسی طرح میرے سامنے نہیں آتے ✦

اور سُنئے حارث بن خزیمہ کا دو آیتیں لانا اور جناب عمر کا گواہی دینا پھر آپ کے حکم سے آخر برائت میں اُس کا چسپاں کیا جانا اِس بات کی دلیل ہے۔ کہ حضور سید عالمؐ کوئی مجموعہ قرآن کا نہیں چھوڑ گئے تھے۔ لہٰذا ہمارے گواہوں میں محمد۔ یحییٰ۔ عبداللہ۔ زبیر خزیمہ کا اضافہ ہو گیا۔ اب ان کا عدد چھبیس ہو گیا جن کے نزدیک رسول اللہؐ کے عہد میں قرآن مجموع اور مرتب نہیں ہوا تھا۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ یہ پانچ مسلمان قرآنی آیات کی ترتیب کو توقیفی نہیں جانتے تھے پس ابن الزبیری کا قول غلط ہو گیا۔ بلکہ مسلمانوں کے باہم اس مسئلہ کا اختلافی ہونا ثابت ہوا ✦

پھر علامہ سیوطی نے ابن حجر کا قول حدیث مذکور کے متعلق نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے:۔

قال ابن حجر ظاھر ھذا انھم یؤلفون آیات السور باجتھادھم وسائر الاخبار تدل علی انھم لم یفعلوا شیئاً من ذلک الا بتوقیف +

ابن حجر نے فرمایا اس حدیث (زبیر) کا ظاہر یہ ہے کہ اصحاب نبی صلعم سورتوں کی آیات کو اپنے اجتہاد سے ترتیب دیتے تھے۔ حالانکہ جملہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ صحابہ نے اس معاملہ ترتیب آیات قرآن میں بغیر تعلیم رسول صلعم کچھ نہیں کیا ہے +

میں کہتا ہوں کہ ابن حجر خود قائل تھے کہ بامید نسخ کی وجہ سے رسول اللہ صلعم نے قرآن کو مجموع نہیں فرمایا تھا جیسا کہ فیض الباری کے حوالہ سے ان کا قول پیشتر لکھا گیا۔ پس جبکہ قرآن کے اجزا متفرق تھے تو پھر وہ مرتب کیسے ہو گئے۔ اور اگر بفرض مرتب ہوئے بھی ہوں تو نزول کے مطابق قرآن مرتب کیا گیا تھا۔ اس سے شکوری مطلب پورا نہ ہوگا۔ ان حضرات کا مدعا تو جب پورا ہو سکتا ہے۔ کہ جب حدیث متواتر سے یہ ثابت کیا جائے۔ کہ قرآن موجود کی ترتیب پر رسول اللہ صلعم نے قرآن مجید کو مرتب فرمایا تھا لیکن اس کا ثبوت مدیر النجم کے امکان سے خارج ہے +

تمام حدیثوں کا آیاتِ قرآن کے توقیفی ترتیب پر دلالت کرنے کا دعوی قطعاً غلط اور بے دلیل بات ہے۔ جو حدیثیں اس کے ثبوت میں پیش کی گئی ہیں۔ جو مع جواب آئندہ درج کی جائیں گی۔ ان میں سے ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے۔ جو پورے قرآن کی ترتیب آیات کے توقیفی ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ الغرض علامہ سیوطی نے حدیث محمد بن اسحاق کے معارضہ میں ایک حدیث نقل کی ہے۔ وہ یہ ہے:-

یعارضہ ما اخرجہ ابن ابی داؤد ایضاً من طریق ابی العالیہ عن ابی بن کعب انھم جمعوا القرآن فلما انتھوا الی الآیۃ التی فی سورۃ برائۃ ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون ظنوا ان ھذا آخر ما انزل فقال ابی ان رسول اللہ اقرانی بعد ھذا آیتین ولقد جاءکم رسول الی آخر السورۃ +

(ترجمہ) حدیث بالا کے معارض وہ حدیث ہے جس کا اخراج بطریق ابو العالیہ ابی بن کعب سے ابن ابو داؤد نے کیا ہے۔ کہ صحابہ رسول قرآن جمع کر رہے تھے۔ جب سورہ برائت



کی آیت ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون تک پہنچے۔ تو اُن کو گمان ہوا۔ کہ جتنا سورہ نازل ہوا تھا۔ اُس کی یہ آخری آیت ہے۔ پس ابی نے فرمایا۔ مجھے اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے دو آیتیں پڑھائی تھیں یعنی لقد جاءکم سے آخری سورہ تک +

میں کہتا ہوں علامہ سیوطی نے ابن ابی داؤد کی نقل شدہ دو روایتوں میں اس لئے تعارض دکھایا ہے۔ کہ محدث موصوف کا قول اور محمد بن اسحاق کی روایت ساقط الاعتبار ہو جائے اور ترتیب قرآن کا توقیفی ہونا بے لوث رہے لیکن اگر غور کیا جائے تو ابو العالیہ کی روایت غلط اور مذہب شکوری کو باطل کرنے والی ثابت ہو گی۔ پھر ایسی مہمل روایت جو شکوری مصنوعی مذہب کی بنیاد اکھیڑنے والی ہو مجھے ہرگز امید نہیں ہے۔ کہ مولوی عبد الشکور صاحب اس کو حدیث محمد بن اسحاق کا جو قطعاً صحیح ہے۔ ہرگز معارض تسلیم نہ کریں گے پس جبکہ حدیث محمد بن اسحاق بغیر معارض کے رہ جائے گی۔ تو قرآن مجید کی ترتیب کا توقیفی ہونا اور اسکے متعلق کل مسلمانوں کا اتفاق ثابت نہ ہو گا +

**روایت ابو العالیہ کے غلط ہونے کی وجوہ**

اوّل اس لئے کہ ابو العالیہ کی روایت ماننے کے بعد مولوی عبد الشکور صاحب کو قہراً تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ رسول صلعم اللہ کے عہد میں قرآن مجموع نہیں ہوا تھا۔ لہذا راوی مذکور ہمارا چھبیسواں[۲۶] گواہ قرار پائے گا۔ دوم اس لئے کہ اس روایت کو صحیح ماننے کے بعد جامعین قرآن صحابہ کو بلکہ ابی کے سوا کل صحابہ کو قرآن سے جاہل تسلیم کرنا لازم ہو گا۔ کہ ان سب کو اتنی بھی خبر نہ تھی۔ کہ سورۂ برائت کا خاتمہ کونسی آیت پر ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہو گا۔ کہ صحابہ میں ایک بھی حافظِ قرآن نہ تھا۔ نیز قرآن کا عہدِ صحابہ میں متواتر ہونا باطل قرار پائے گا کہ آخر برائت کے متعلق ابی اور دیگر صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا یہ تواتر کے بالکل منافی ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ تمام صحابہ کو صحیح یاد تھا۔ تو حضرت اس روایت میں لفظ (ظنوا) ہے۔ جس سے صحابہ کا یقینی طور سے یاد رکھنا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم ظن بھی لیں کہ ظن بمعنی یقین ہے تو بمقابلہ کل صحابہ قول ابی غلط قرار پائیگا۔ پھر دو آیتیں جو قول ابی پر اعتماد کر کے زیادہ کی گئیں قرآن موجود میں زیادتی غیر قرآن کو ثابت کردیگی

**تیسری** وجہ روایت مذکورہ کے غلط ہونے کی یہ ہے۔ کہ یہ روایت متضاد ہے اُن احادیث صحیحہ کے جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بروقت جمع قرآن حضرت زید بن ثابت آیات قرآنیہ کو دو گواہوں کی شہادت لے کر درج کرتے تھے۔ مگر اس روایت سے معلوم ہوا کہ صرف جناب ابی کے ارشاد سے دو آیتیں سورۂ برائت کے آخر میں لکھی گئیں۔ حالانکہ حضرت ابی کو خزیمہ انصاری کی طرح رسول اللہ صلعم نے دو گواہوں کی منزلت بھی عطا نہیں فرمائی تھی۔ تاکہ صرف ایک ابی کا قول اس قابل ہوتا کہ اُن کے کہنے سے اضافہ جائز ہوتا اور ابی کے پیش کردہ فقروں کو آیت سمجھ کے داخل قرآن کیا جانا صحیح متصور ہوتا +

کتنی قابل حیرت و افسوس ہے یہ بات کہ جناب عمر کے ارشاد سے آیۂ رجم داخل قرآن نہ کیجائے اور دوسرے گواہ کے نہ ہونیکا عذر تراشا جائے اور حضرت ابی کی بات فوراً مان لی جائے۔ حالانکہ حضرت عمر کے مقابلہ میں حضرت ابی اہلسنت کے نزدیک بالکل بے حقیقت تھے +

**چوتھی وجہ** حدیث ابو العالیہ کے غلط ہونے کی یہ ہے۔ کہ یہ حدیث مخالف ہے۔ اُس حدیث کے جو ابن اشتہ وغیرہ نے نقل کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برائت کا آخری حصہ صرف حضرت خزیمہ سے ملا تھا۔ غرض ان چار دلیلوں کو مولوی عبدالشکور صاحب اوّل رد کر لیں۔ تب قرآن مجید کی ترتیب کے توقیفی ہونے کا اپنے وضعی مذہب سے دعویٰ فرمائیں +

اور اگر ہم روایت ابو العالیہ کے غلط اور جعل ہونے سے چشم پوشی بھی کر لیں۔ تو اس سے فقط آخر سورۂ برائت کی ترتیب آیات تعلیم رسول صلعم کے مطابق سمجھی جائے گی۔ نہ کہ پورے قرآن کی ترتیب آیات کا توقیفی ہونا مسلم ہوگا۔ اور اگر یہ بھی فرض کر لیں۔ تو یہ صفت اُس قرآن سے مخصوص رہے گی جس کو شکوری خیال میں رسول اللہ صلعم نے مرتب فرمایا تھا۔ لیکن اس سے قرآن موجود کی ترتیب کا قرآن رسول صلعم کے مطابق ہونا ہرگز ثابت نہ ہوگا۔ جب تک کہ اس مطابقت پر حدیث متواتر نہ لائی جائے +

**النجم** پھر اس کے بعد لکھتے ہیں:۔ وسیاتی من النصوص واقوال العلماء ما یدل علیہ اما النصوص فمنہا حدیث زید السابق کنا نؤلف القرآن عند النبی صلعم من الرقاع +



(ترجمہ) اور عنقریب آتی ہیں وہ روایات اور اقوال علماء جو مدعا پر دلالت کرتی ہیں لیکن روایات پس منجملہ اُن کے حدیث زید ہے۔ جو سابقاً مذکور ہوئی۔ کہ ہم قرآن نبی صلعم کے سامنے پرچوں سے تالیف کرتے تھے +

**الاعجاز** ہم پیشتر ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ روایت قطعاً غلط ہے۔ اس کو زید کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔ کہ حضرت بخاری نے اپنی صحیح میں اس کے بالکل متضاد انہی حضرت زید سے روایت لی ہے۔ نیز دیر عاقولی محدث نے انہی زید سے نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کی وفات تک کسی چیز میں قرآن جمع نہیں کیا گیا تھا۔ الغرض ایسی غلط اور خود تراشیدہ روایت کو مقام احتجاج میں حضرت سیوطی کا پیش کرنا نہایت قابل افسوس بات ہے۔ پھر اس کو مولوی عبدالشکور صاحب کا مناظرہ کے میدان میں لانا بناء فاسد علی الفاسد کا مصداق ہے +

**النجم** اس کے بعد اتقان میں صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ سنن ابو داؤد۔ جامع ترمذی۔ مستدرک حاکم سے متعدد روایتیں اس مضمون کی تائید میں لکھی ہیں جن میں سے دو ایک یہ ہیں:۔

منہا ما اخرجہ احمد باسناد حسن عن عثمان بن ابی العاص قال کنت جالسا عند رسول اللہ صلعم اذ شخص ببصرہ ثم صوبہ ثم قال اتانی جبرئیل فامرنی ان اضع ہذہ الآیۃ بہذا الموضع من ہذہ السورۃ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ +

(ترجمہ) از انجملہ وہ حدیث ہے۔ جو امام احمد نے بسند حسن عثمان بن ابو العاص سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلعم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ یکایک آپ صلعم نے اپنی نظر اوپر اٹھائی پھر نیچے جھکائی اس کے بعد فرمایا جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا اس آیت کو اس سورہ کے اس مقام میں رکھ دیجئے۔ وہ آیت یہ ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الخ۔

**الاعجاز** علامہ سیوطی نے اس موقع پر کل چھ روایتیں لکھی ہیں جن میں سے چار کو چار یاری نے اپنے رسالہ میں درج کیا ہے لیکن دو روایتوں کو پردہ میں رکھا ہے۔ مگر ہم ان دونوں کے چہروں سے نقاب اُلٹیں گے پس ناظرین پر شکوری انحراف حق کی وجہ ظاہر

ہو جائے گی۔ الغرض حدیث مذکور سے فقط ایک آیت کا رسولؐ اکرم کی طرف سے مقام مخصوص کے لئے معین ہونا معلوم ہوا۔ اس سے دیگر آیات کی ترتیب کا توقیفی ہونا ثابت نہیں ہو سکتا لہٰذا حدیث مذکور کو پورے قرآن کی ترتیب توقیفی پر مقام دلیل میں پیش کرنا بالکل فضول بات ہے۔ اب پردہ پوش حدیثیں ملاحظہ فرمایئے :-

**پہلی حدیث** دیکھئے اتقان جلد ۱ صـ۶۲ جناب علامہ سیوطی فرماتے ہیں :-

مِنها مَا اخرجه احمدُ ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم عن ابن عباس قال قلت لعثمان مَا حملکم علیٰ ان عمدتم الی الانفال وھی من المثانی والی براءۃ وھی من المئین فقرنتم بینھما ولم تکتبوا بینھما سطر بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم و وضعتموھما فی السبع الطوال فقال عثمان کان رسول اللّٰہ تنزل علیہ السورۃ ذات العدد فکان اذا نزل علیہ الشیئی دعی بعض من کان یکتب لہ الوحی فیقول ضعوا ھولاء الآیات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا وکانت الانفال من اوائل ما نزل بالمدینۃ وکانت براءۃ من اٰخر القراٰن نزولا وکانت قصتھا شبیھۃ بقصتھا فظننت انھا منھا فقبض رسول اللّٰہ ولم یبین انھا منھا فمن اجل ذالک قرنت بینھما ولم اکتب بینھما سطر بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ووضعتھما فی الطوال۔

(ترجمہ) ازانجملہ وہ حدیث ہے۔ جسے امام احمد اور ابو داؤد و ترمذی اور نسائی اور ابن حبان اور حاکم نے ابن عباس سے اخراج کیا ہے۔ ابن عباس نے فرمایا میں نے جناب عثمان سے عرض کیا۔ کس چیز نے آپ کو اُبھارا کہ آپ نے عمداً انفال کو حالانکہ وہ مثانی سے ہے۔ اور برائت کو حالانکہ وہ مئین سے ہے۔ دونوں کو ملا دیا اور ان دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی ہے۔ اور ان دونوں کو آپ نے سبع طوال میں رکھا ہے۔ حضرت عثمان نے جواب دیا رسولؐ اللہ کے پاس آیتوں والی سورت نازل ہوتی تھی۔ پس جبکہ آپؐ کے پاس ان میں سے کچھ نازل ہوتا تھا۔ تو اپنے کاتبان وحی میں سے کسی کو بُلا کر فرماتے تھے یہ آیتیں اُس سورہ میں رکھدو جس میں اِس آیت جیسا مضمون ہے۔ اور انفال اُن سورتوں میں پہلی صورت ہے۔ جو مدینہ میں نازل ہوئی۔ اور برائت قرآن کا وہ سورہ ہے۔



جو سب کے آخر میں نازل ہوا تھا۔ اور برائت کا قصہ انفال کے قصہ کے مُشابہ ہے پس میں نے گمان کر لیا۔ کہ برائت اسی انفال کا حصّہ ہے۔ رسولؐ اللہ نے وفات پائی۔ مگر آپؐ نے یہ بیان نہ فرمایا۔ کہ برائت جزو انفال ہے۔ پس اسی لئے میں نے اِن دونوں کو ملا دیا ہے۔ اور دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی ہے۔ اور ان دونوں کو طوال میں رکھ دیا ہے +

میں کہتا ہوں اِس حدیث سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ **اوّل** آیتوں والی سورتوں کے نازل ہونے کے بعد کاتبان وحی کا بُلایا جانا۔ **دوم** کاتب وحی سے رسولؐ اللہ کا فرمانا اس آیت کو ایسے مقام میں لکھو جہاں اسی نوعیت کا مضمون ہے۔ **سوم**۔ انفال مدنی سورتوں میں پہلا سورہ ہے **چہارم** برائت تمام سوروں کے بعد نازل ہوا تھا۔ **پنجم** قصہ برائت قصہ انفال کے مشابہ ہے **ششم** جناب عثمان نے برائت کو جزء انفال خود سمجھ لیا۔ **ہفتم**۔ رسولؐ اللہ نے ارشاد نہیں فرمایا کہ برائت جزء انفال ہے۔ **ہشتم** حضرت عثمان نے برائت کو انفال سے بطور خود ملایا ہے۔ **نہم** برائت سے پہلے جناب عثمان نے بسم اللہ نہیں لکھی ہے۔ **دہم** انفال و برائت کو طوال میں حضرت عثمان نے اپنی رائے سے لکھا ہے +

**پہلی تنبیہ**۔ روایت مذکورہ کو شکوری دعوے سے کچھ بھی ربط نہیں ہے۔ اسلئے کہ دعویٰ تو یہ کیا گیا ہے۔ کہ ترتیب کل آیات قرآن توقیفی ہے اور روایت سے یہ ثابت ہوا کہ رسولؐ اللہ ترتیب آیات کا معاملہ کاتب وحی کے حوالہ کر کے مجملاً اتنا فرماتے تھے۔ کہ ان آیات میں جو تذکرہ ہے وہ قرآن میں جہاں کہیں تم دیکھو اُسی جگہ یہ آیتیں لکھدو۔ پس کاتب قرآن محل آیت خود معین کر لیتا تھا۔ مثلاً فرض کیجئے کہ قرآن میں چند مقام پر قصہ آدمؑ بیان ہوا ہے پس خدا کی طرف سے ایک آیت مشتمل بر قصہ آدمؑ نازل ہوئی۔ تو رسولؐ اللہ نے حکمدیا کہ اسے آدمؑ کے قصہ میں لگا دو لیکن قصہ آدمؑ جہاں جہاں مذکور ہوا ہے۔ اُن میں سے کوئی مقام مخصوص حضور نے نہیں بتایا تھا۔ پس کاتب وحی نے اپنی سمجھ پر اعتماد کر کے اُن چند مقامات میں سے کسی ایک جگہ اُس آیت کو لکھدیا۔ پس

کون کہے گا۔ کہ یہ مقام رسول اللہؐ کا بنایا ہوا ہے۔ پھر ترتیب کل آیاتِ قرآنیہ کیونکر تعلیم رسول اللہؐ کے مطابق کہی جا سکتی ہے ✤

دوسری تنبیہہ۔ جبکہ روایت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ انفال سب سے پہلا مدنی سورہ ہے۔ لہٰذا اس کو تمام مدنی سوروں کے اوّل ہی لکھنا چاہئے تھا۔ مگر قرآن موجودہ میں سورہ بقرہ سب مدنی سوروں سے مقدم ہے اور یہ تقدیم حکم رسولؐ سے نہیں ہے۔ لہٰذا ترتیب نزولی کے خلاف سورۂ انفال کو لکھنا کھلی ہوئی تحریف ہے۔ اسی طرح برائت کو خاتمۂ قرآن پر نہ لکھنا بھی تحریف ہے ✤

تیسری تنبیہہ۔ جناب عثمان نے برائت کو جزو انفال قرار دیا تھا۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے آپ کو نہیں بتایا تھا نیز جناب رسولؐ نے ہرگز حکم نہیں دیا تھا۔ کہ انفال و برائت دونوں سورہ طوال کے ساتھ شامل کئے جائیں۔ یہ بھی تحریف ہے ✤

چوتھی تنبیہہ۔ بسم اللہ جزو برائت ضرور تھی۔ مگر جناب عثمان نے بسم اللہ کو سورہ برائت سے کم کر دیا۔ یہ بھی کھلی ہوئی تحریف ہے۔ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ جناب عثمان نے قرآن کو رسول اللہؐ سے تعلیم نہیں پائی تھی۔ ورنہ جناب عثمان ترتیب قرآن میں اپنی رائے سے کام نہ لیتے ✤

پانچویں تنبیہہ۔ جناب عثمان کا قرآن کو مُرتّب کرنا بتاتا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے قرآن کو مجموع و مُرتّب نہیں چھوڑا تھا ✤

چھٹی تنبیہہ۔ ترتیب عثمانی غلط تھی۔ ورنہ حضرت عبداللہ بن عباس اس پر اعتراض نہ کرتے اور تحریفِ باطل کو ان کی طرف منسوب نہ فرماتے۔ الغرض ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ مولوی عبدالشکور صاحب نے عثمانی تحریف کو روپوش کرنے کے لئے اس حدیث کو درج رسالہ نہیں کیا ہے۔ ورنہ اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ چھ حدیثوں میں سے چار لکھی جائیں۔ اور دو چھوڑ دی جائیں مجھے تو علامہ سیوطی کے دماغ سے حیرت ہے۔ کہ آپ نے خواہ نخواہ اپنے مدعا کے ثبوت میں اسے لکھا ہے ✤

دوسری حدیث۔ منہا ما رواہ مسلم عن ابی الدرداء مرفوعا من



حفظ عشر آیات من اوّل سورۃ الکہف عصم من الدجال ✤

(ترجمہ) منجملہ اُن کے وہ حدیث ہے جس کو مُسلم نے مرفوعاً حضرت ابو درداء سے نقل کیا ہے۔ یعنی جو شخص اوّل سورۂ کہف سے دس آیتیں حفظ کرے وہ دجال سے محفوظ رہے گا ✤

میں کہتا ہوں اس حدیث سے گو مرفوع ہے۔ اتنا معلوم ہوا کہ اوّل سورہ کہف کی دس آیتیں حفظ کرنا چاہئے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ دس آیتیں ایک ساتھ نازل ہوئی ہوں۔ نہ یہ کہ وہ آیات متفرق طور سے آئی تھیں پھر رسول اللہؐ نے اُن کو مُرتب فرمایا تھا۔ تاکہ ترتیب آیات توقیفی کہلائے۔ اور اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں۔ تو صرف یہی دس آیتیں توقیفی ترتیب والی کہلائیں گی نہ کہ سارے قرآن کی ترتیب کا اس پر قیاس کیا جائے گا۔ اور اگر یہ بھی مان لیں اور بفرض محال فرض کر لیں کہ سارا قرآن رسول اللہؐ کی ترتیب سے مُرتّب ہوا تھا۔ تو یہ ترتیب موافقِ نزول سمجھی جائے گی۔ نہ کہ خلاف نزول جو اس قرآن موجود کی ہے۔ اور عثمانی ترتیب ہے۔ ورنہ اس کا ثبوت حدیث متواتر سے دیا جائے ✤

**النجم** منہا ما اخرجہ عن ابن الزبیر قال قلت لعثمان والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا الخ قد نسختہا الآیۃ الاخری فلم تکتبہا او تدعہا قال یا ابن اخی لا اغیر شیئًا من مکانہ ✤

(ترجمہ) از آنجملہ وہ حدیث ہے جو بخاری نے ابن الزبیر سے روایت کی ہے۔ پس ابن زبیر نے کہا۔ میں نے حضرت عثمان سے عرض کیا کہ آیہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا الخ کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے پس آپ نے ناسخ کو اس کے بعد کیوں نہیں لکھایا اسے چھوڑ کیوں نہیں دیا۔ فرمایا اے بھتیجے میں کسی آیت کو اس کی جگہ سے نہ ہٹاؤں گا ✤

**الاعجاز** جناب عثمان کا قرآن میں تغیر دینا آیندہ اُس کے مقام پر وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ اور ناسخ کی تقدیم و تاخیر سے بھی آیندہ بحث ہو گی۔ لیکن سر دست اتنا ضرور کہیں گے کہ ابن الزبیر بھی عالم قرآن تھے۔ اُن کا ایمان ضرور ایسے قرآن پر ہو گا جس میں عدۂ وفات کی آیت منسوخہ پہلے اور آیۃ ناسخہ بعد میں تھی جبھی تو اُنھوں نے جناب عثمان پر اعتراض کیا تھا کہ آپ نے (خلاف عقل و نقل) آیہ ناسخہ پہلے

اور منسوخہ بعد میں کیوں لکھوائی ہے۔ آپ کو لازم تھا کہ ناسخہ کو پہلے نہ لکھتے یا منسوخہ کو چھوڑ دیتے حضرت عثمان نے اِس اعتراضِ قوی کا بالکل گول اور مبہم جواب دیا ہے۔ یعنے لا اغیر شیئًا من مکانہٖ۔ اِس فقرہ کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہے۔ جو مولوی عبدالشکور نے سمجھا ہے۔ اِس لئے کہ جناب عثمان کا قرآنی آیات کو اُن کی جگہ سے ہٹانا قطعاً ثابت ہے دُور کیوں جایئے وہی حدیث دیکھ لیجئے جسے موصوف نے روپوش رکھا تھا۔ اور ہم نے اُس کا پردہ چاک کیا جس میں عبداللہ بن عباس نے جناب عثمان پر اعتراض کیا تھا۔ اب دیکھئے جناب عثمان نے قرآن کے آخری سورہ برائت کو اُس کی جگہ سے ہٹا کر انفال کے ساتھ بدون تعلیم واجازت رسولؐ ملا کر تحریف کا ارتکاب فرمایا یا نہیں؟ سورہ برائت کی بسم اللہ اڑا کر قرآن کو ناقص بنایا یا نہیں؟ جو سورے مثانی اور مئین کے تھے۔ اُن کو طوال میں ملا کر اُن کی جگہ سے تغیر دیا یا نہیں؟ سوائے بے بصیرت کے اور کوئی شخص ان باتوں کا انکار نہیں کر سکتا ہے بلکہ فقرۂ مذکور کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اے بھتیجے اب تو جو آیت جہاں میرے کاتبوں نے لکھدی ہیں اُس جگہ سے اُسے نہ ہٹاؤنگا۔ الغرض اس روایت کو ترتیب قرآن کے توقیفی ہونیسے کوئی ربط اور علاقہ نہیں ہے۔

**النجم** منہا ما رواہ مسلم عن عمر قال ما سئلت النبیؐ صلعم عن شیئی اکثر مما سئلتہ عن الکلالۃ حتی طعن باصبعہ فی صدری وقال تکفیک اٰیۃ الصیف التی فی آخر سورۃ النساء ✣

(ترجمہ) از آنجملہ وہ حدیث ہے جو مسلم نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے میں نے نبی صلعم سے کسی چیز کو اتنا نہیں پوچھا جسقدر کلالہ کی بابت پوچھا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے میرے سینہ میں اُنگلی رکھ کے (مار کے) فرمایا تمکو آیہ صیف کافی ہے جو آخر سورہ نساء میں ہے۔

**الاعجاز** اس آیت کو شکوری دعوے سے کچھ بھی ربط نہیں ہے۔ اسلئے کہ حضرت عمرؓ نے رسولؐ اللہ سے لفظ کلالہ کے معنی کئی مرتبہ دریافت کئے تھے۔ آپ کا یہ سوال نہایت شرمناک تھا کہ اتنے بڑے صحابی ہو کر ایک معمولی لفظ کے قرآنی معنے سے بھی آگاہ نہ تھے پس حضور سید عالم نے آپ کو لفظ کلالہ کا قرآن میں ایسی جگہ پتہ بتایا۔ جہاں یہ



یہ لفظ واضح طور پر بیان ہوا ہے حضرت عمرؓ نے لفظ کلالہ کا قرآن میں موقعہ دریافت نہیں کیا تھا۔ ورنہ آپ کا قرآن سے بے تعلق ہونا لازم آئیگا۔ کونسا شکوری سُنی ایسا ہے۔ جو اس کا قائل ہوگا۔ کہ حضرت عمرؓ قرآن کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔ اور ان کو یہ خبر نہ تھی کہ قرآن میں کتنی جگہ یہ لفظ آیا ہے۔ پس جبکہ حضرت عمرؓ کی جانب سے ایسا رکیک توہم ہر شکوری بندہ کے نزدیک ناقابلِ تسلیم ہے۔ پس ماننا پڑیگا کہ صاحب موصوف کو لفظ مذکور کے معنی معلوم نہ تھے۔ پس رسولؐ اللہ نے آپ کو اس لفظ کے معنے اپنی انگشت مبارک آپکے سینہ میں رسید کر کے سمجھا دیئے۔ اب بتایئے اِس واقعہ کو قرآن کی ترتیبِ توقیفی سے کیا تعلق ہوا۔ زیادہ سے زیادہ لفظ کلالہ کا ایک مقام معلوم ہوگیا یعنی ایک آیت معین ہوگئی۔ اِس سے پورے قرآن کی آیات کا تعلیمِ رسولؐ سے مُرتب ہونا ثابت نہیں ہوتا جس کا علامہ سیوطی نے اور ان کی دیکھا دیکھی مولوی عبدالشکور صاحب نے بے وجہ دعوی کیا ہے ✣

**النجم** ومنہا الاحادیث فی خواتیم سورۃ البقرۃ۔ از آنجملہ وہ روایات ہیں جو خاتمۂ سورۂ بقرہ کے متعلق ہیں ✣

**الاعجاز** اوّل تو وہ حدیثیں درج نہیں فرمائیں کہ اُن میں غور کیا جاتا خیر وہ بھی اسی نوعیت کی ہونگی جن کا حال زار ناظرین باانصاف وصاحبانِ فہم کو دکھایا گیا ہے۔ تاہم ان روایات سے صرف خاتمۂ بقرہ کی تعیین بتعلیم رسولؐ مقصود ہوگی۔ پھر اِس سے پورے قرآن کی ترتیب کا توقیفی ہونا خصوصاً اس ترتیب پر مُرتب ہونا جو قرآن موجود کی ہے۔ ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور بحث اسی ترتیب میں ہے۔ ورنہ ہم خود اپنے مذہب پر بنا کرتے ہوئے قائل ہیں۔ کہ جس وقت کوئی سورہ یا آیت نازل ہوتی تھی رسولؐ اللہ اُس کو نزول کے مطابق لکھوا دیتے تھے حضرت امیر المومنین نے بھی اسی نزولی ترتیب پر قرآن تحریر فرمایا تھا تفصیل آگے آئے گی ✣

**پُر زور مطالبہ** ۔ مولوی عبدالشکور صاحب بہت اونچے بنتے ہیں۔ جب ہم جانیں کہ احادیث متواترہ سے ہمارے پیش کردہ معمے حل فرمائیں۔ اور اپنے مصنوعی مذہب کی خود ساختہ اور خود دادہ عزت اور شرم محفوظ رکھیں ✣

**پہلا معمّہ** - بتائیے کہ قرآن موجود کے دوسرے پارہ کے چودھویں رکوع میں عدۂ وفات کی آیت ناسخہ اور پندرھویں رکوع میں آیہ منسوخہ کیوں ہے - حالانکہ منسوخ پہلے ہونا چاہئے - اور ناسخ بعد میں کہ خدائے عزوجل نے پہلے پارہ میں نسخ کا قاعدہ یوں معیّن فرمایا ہے - ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی آیت منسوخ ہوتی تھی تو دوسری آیت ناسخہ آتی تھی - حالانکہ قرآن موجود میں ناسخ مقدم ہے تفصیل کا آیندہ انتظار فرمائیے - دوسری جگہ فرمایا ہے بدلنا اٰیۃ مکان اٰیۃ - اس سے ظاہر ہوا - کہ ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلی جاتی تھی پس یہ کیسی ترتیب خداوندی ہے - کہ اس نے اپنے قانون کا لحاظ نہ فرمایا - اور بدل کا پہلے ذکر کر دیا - اور مبدل منہ بعد میں لایا - استغفر اللہ یہ کام خدا کا نہیں ہے - بلکہ یہ اُن لوگوں کا فعل ہے جن کو معلوم ہی نہ تھا کہ آیات کس ترتیب سے نازل ہوئی تھیں - اور رسول اللہؐ نے نسخ وارد ہونے کی اُمید میں قرآن کو مُرتّب اور مجموع نہیں فرمایا تھا پھر اس کی فکر ہوئی - تو صحابہ کے پاس سے آیات حاصل کی گئیں - جو آیت جس وقت جس صحابی سے ہاتھ لگی وہ لکھ لی گئی - یہ تو جمع قرآن کی ظاہری اور سطحی کیفیت ہے ورنہ اصلی اور واقعی حالت آیندہ اسکے موقعہ پر دکھائی جائے گی +

**دوسرا معمّہ** - قرآن موجود کا چوتھا پارہ کھولئے پھر دوسرا رکوع نکال کے آیہ فاما الذین اسودت وجوھھم پڑھئے اور مہربانی کرکے اس فقرہ کی ترکیب نحوی لکھئے پس اگر جناب کو اس فقرہ میں مبتدا کی خبر نہ ملے اور جناب اُس کے محذوف ہونے کا دعویٰ فرمائیں تو سوال یہ ہے کہ اس خبر کو رسول اللہؐ نے محذوف فرمایا ہے - یا جناب عثمان نے ارتکاب حذف کیا ہے - یا آپ کو صحابہ سے صرف اتنی ہی آیت ملی تھی - اور خبر کسی وجہ سے پہلے ہی غائب ہو چکی تھی - یا یہ آیت اتنی ہی نازل ہوئی تھی پہلی اور چوتھی صورت کا ثبوت رسول اللہؐ کی حدیث متواتر سے دیجئے - اس موقعہ پر حدیث متواتر کے سوا اور کوئی چیز ہم کو منظور نہ ہوگی دوسری صورت میں تحریف باطل کے قایل ہو کر اپنے ایمان فرضی کو ہمیشہ کے لئے سلام و داعی کر لیجئے تیسری صورت میں قرآن موجود کو ناقص سمجھ کے حفاظت خداوندی کا دعویٰ اچھوڑ دیجئے +

**تیسرا معمّہ** - قرآن موجود کے پانچویں پارہ اور ساتویں رکوع میں یہ آیت دیکھئے -



ولئن اصابکم فضل من اللہ لیقولن کان لم تکن بینکم و بینہ مودۃ بتایئے ان دونوں فقروں میں ربط لفظی و معنوی کیونکر ہے پس اگر آپ اس جگہ رسول اللہؐ کی تعلیم سے تقدیم و تاخیر کے قائل ہوں - تو مہربانی کرکے اپنے قول کی صداقت جناب رسولؐ کی حدیث متواتر سے ثابت کیجئے - آپ کا زبانی دعویٰ یا کسی محدث یا مفسر کا قول ہمارے نزدیک مُسلّم نہ ہوگا - بالفعل صرف تین معمّے پیش کئے جاتے ہیں - آیندہ چل کر مناسب موقع پر کچھ اور نمونہ دکھایا جائے گا +

**النجم** | المختصر اس قسم کی بہت سی احادیث ہیں جن سے عہد نبویؐ میں سورتوں میں آیتوں کا مُرتّب ہونا ثابت ہوتا ہے - ان احادیث کی کافی مقدار اتقان میں نقل کرکے پھر آیمہ محدثین و مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں جن میں سے دو ایک یہ ہیں +

**الاعجاز** | عبارت میں بھاری بھاری لفظ لکھنے سے مطلب پورا نہ ہوگا - بالکل غلط دعوے ہے - کہ اس قسم کی بہت سی احادیث ہیں بلکہ ظنی حدیثیں تھیں وہ لکھ دی گئیں - اتقان میں جو کافی مقدار تھی - وہ مع جواب کے ناظرین کے سامنے آگئی - اب کیا رہ گیا جس پر یہ شور و غل اور طمطراق ہے - آپ نے آج تک اپنے مدعا کے ثبوت ناکافی میں اپنے ہر رسالہ میں صرف اتنی ہی مقدار لکھی ہے - اور ہر جگہ ابلہ فریبی سے کام لیا ہے لیکن یاد رہے کہ اب اہلسنت کا بچہ بچہ آپ کی شاعری اور تعلی سے واقف ہو چلا ہے - خیر اب ہم آپ کے مسلم شدہ آیمہ محدثین اور مفسرین کے اقوال کی حقیقت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں - مگر اتنا ملحوظ خاطر رہے کہ جب آپ کے محدثین اور مفسرین کے اقوال جن کو آپ نے آیمہ لکھا ہے - رد کئے گئے تو آیندہ پھر ان اقوال رد شدہ کو ہمارے سامنے پیش نہ کیجئیگا - اگرچہ آپ سے امید خاموشی نہیں ہے - تاہم ہمارا منصب یہی ہے کہ ہم آپ کے طرز عمل کو طشت از بام کرتے رہیں +

**النجم** | قال مکی وغیرہ ترتیب الایات فی السور بامر النبیؐ ولما لم یامر بذالک فی اول برائۃ ترکت بلا بسملۃ +

مکی وغیرہ نے کہا ہے - کہ سوروں میں آیتوں کی ترتیب نبی صلعم کے حکم سے ہوئی ہے - اور چونکہ آپؐ نے سورہ برائت کے شروع میں کچھ حکم نہیں دیا - اس لئے وہ بغیر بسم اللہ

کے چھوڑ دی گئی ۔

**الاعجاز** قول مکیؔ مبہم و مجمل ہے۔ پس اگر مکیؔ صاحب کی مُراد یہ ہے۔ کہ جناب سیّد عالمؐ نے سوروں میں آیات کو اسطرح مُرتّب کرایا تھا۔ کہ جس ترتیب سے قرآن موجود میں لکھی ہوئی ہیں جو نزولی ترتیب کے خلاف مُرتّب ہوئی ہیں۔ تو مکیؔ کا دعوےٰ قطعاً غلط اور بے بُنیاد ہے۔ ورنہ حدیث متواتر سے اس کا ثبوت دیا جائے کہ آنحضرتؐ نے قرآن کی خلاف نزول ترتیب دلوائی تھی۔ اور اگر مکیؔ صاحب کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضورؐ نے قرآن کو تمام و کمال نزولی ترتیب پر لکھوایا تھا تو یہ بھی شکوری مذہب سے ثابت نہیں کہ ہم نے سابق میں بکثرت محدثین اہلسنت کے اقوال بحوالہ کتاب درج کئے ہیں۔ پس ایک جم غفیر کے مقابلہ میں مکیؔ کا آواز لگانا ایسا ہے۔ کہ جیسے نقار خانہ میں طوطی کی آواز۔ مکیؔ صاحب کا یہ ارشاد کہ سورۂ برائت کے شروع میں رسولؐ اللہ نے بسم اللہ کا حکم نہیں دیا اسلئے نہیں لکھی گئی یہ قول بچند وجوہ باطل اور لغو ہے۔ اوّل اسلئے کہ پیشتر ہم نے اتقان جلد ۱ صـ۶۲ سے ابن عباس کی روایت نقل کی ہے۔ جسے مدیر النجم نے روپوش فرمایا ہے جس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عثمان نے اپنے قیاس سے سورۂ برائت کو سورۂ انفال کا جز سمجھ کے دونوں کو متصل کر دیا ہے اور اسی وجہ سے آپ نے برائت سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھوائی۔ نہ یہ کہ رسولؐ اللہ نے حکم نہیں دیا تھا اس لئے وہ چھوڑی گئی۔ بلکہ قرآن موجود میں جہاں جہاں سورتوں کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے۔ اس کا تعلیم رسول صلعم سے ہونا ثابت نہیں ہے۔ ورنہ حنفی فرقہ اپنی نمازوں میں قرآنی سورتوں کو بغیر بسم اللہ کے نہ پڑھتا ۔

دوم قول مکیؔ اس لئے لغو ہے کہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ سورۂ برائت میں بسم اللہ تھی۔ مگر وہ ساقط کر دی گئی۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ۱ صـ۶۷ اب رہی یہ بات کہ سقوط سے مطلب کیا ہے۔ اس کا تفصیلی بیان حالات بسم اللہ میں آئیگا۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ کہ مولوی عبد الشکور صاحب نے آئمہ محدثین کے اقوال پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن آپ نے وعدہ خلافی کر کے مکیؔ صاحب کا قول لکھ مارا۔ اب ان سے کوئی پوچھے۔ کہ مکیؔ صاحب کو کس نے امام تسلیم کیا ہے۔ افسوس ہے کہ جو بزرگوار اہلسنت کے نزدیک تسلیم شدہ امام ہے۔ یعنی امام مالک ان کو



آپ نے نظر انداز کر دیا۔ اور مکیؔ کے قول سے تمسک کر لیا اور ان کو امام کا لقب دیدیا گویا اعلیحضرت کے ہاتھ میں زمام امامت ہے کہ جس کو چاہا امام بنا دیا ۔

قول مکیؔ کے لغو ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے۔ کہ صاحب اقناع نے بسم اللہ کا جزو برائت ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ۱ صـ۶۷ قال صاحب الاقناع ان البسملۃ ثابتۃ لبرائۃ فی مصحف ابن مسعود قال لا یوخذ بها۔ صاحب اقناع نے فرمایا۔ کہ حضرت ابن مسعود کے مصحف میں برائت کے لئے بسم اللہ ثابت تھی۔ فرمایا وہ نہیں لی جاتی ہے ۔

اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ عبد اللہ بن مسعود کے قرآن میں سورۂ برائت کے ساتھ بسم اللہ لکھی ہوئی تھی لیکن مصحف عثمانی میں وہ نہیں لی گئی اور ضرور ہے کہ اس جلیل القدر صحابی نے رسولؐ اللہ کی تعلیم سے یہ بسم اللہ لکھی ہو گی۔ ورنہ آپ کی طرف سے جرم تحریف اور قرآن میں آپ کی طرف سے زیادتی کا انتساب عائد ہو گا جس کی وجہ سے آپ کا گمراہ ہونا لازم آئیگا۔ حالانکہ آپ ایسے عظیم المرتبہ صحابی ہیں کہ رسولؐ اللہ نے آپ سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا تھا جیسا کہ آئندہ اس کا ثبوت دیا جائیگا۔ الغرض قول مکیؔ نہایت مجروح ہے جس کو مقام دلیل میں پیش کرنا ضعف مذہب کی دلیل بیّن ہے ۔

**النجم** وقال القاضی ابوبکر ترتیب الآیات امر واجب و حکم لازم فقد کان جبرئیل یقول ضعوا آیۃ کذا فی موضع کذا ۔

قاضی ابوبکر نے بیان کیا ہے کہ آیتوں کی ترتیب ایک ضروری چیز اور لازمی حکم ہے۔ اس لئے کہ جبرئیل آتے تھے اور کہتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں موضع میں رکھے ۔

**الاعجاز** قاضی صاحب کا فتوےٰ اگر ترتیب نزولی کے متعلق ہے۔ تو شکوری مطلب کے لئے مفید نہیں۔ اور اگر اس سے مخالف نزول ترتیب مراد ہے تو لغو اور بے اصل ہے۔ کہ اس کا ثبوت رسولؐ اللہ کی حدیث متواترہ سے نہیں ہوتا ۔

**النجم** قال ایضاً الذی نذھب الیہ ان جمیع القرآن الذی انزلہ و امر باثباتہ ولم ینسخ ولا رفع تلاوتہ بعد نزولہ ھو ھذا الذی بین الدفتین الذی احواہ

مصحف عثمان۔ وانہ لم ینقص منہ شیئی ولا زید فیہ وان ترتیبہ ولفظہ علی ما نظمہ
اللہ تعالیٰ ورتبہ علیہ رسولہ من ای السور ولم یقدم من ذالک موخر ولا اخر مقدم۔
وان الامۃ ضبطت عن النبیؐ ترتیب ای کل سورۃ ومواضعھا وعرفت مواقعھا کما
ضبطت عنہ نفس القرائات وذات التلاوۃ۔ وانہ یمکن ان یکون الرسولؐ قد رتب
سورۃ ویمکن ان یکون قد وکل ذالک الی الامۃ بعدہ ولم یتول ذالک بنفسہ قال ھذا الثانی اقرب
(ترجمہ)۔ نیز قاضی صاحب ممدوح نے کہا ہے۔ ہم سب کا مذہب یہ ہے۔ (غلط ہے) کہ پورا قرآن
جس کو اللہ نے نازل کیا ع۱ اور اسکو قایم رکھنے کا حکم دیا۔ اور اس کو منسوخ نہیں کیا اور ع۲
نازل ہونے کے بعد اس کی تلاوت موقوف نہ کی وہ یہی ہے جو دو دفتیوں کے درمیان ہے۔
جس کو ع۳ مصحف عثمان نے گھیر لیا ہے۔ اُس ع۴ میں سے نہ کچھ کم کیا گیا نہ اُس ع۵ میں بڑھایا گیا۔ اور
اُس ع۶ کی ترتیب ونظم وہی ہے جو اللہ نے قائم کی اور رسول اللہؐ نے سوروں کی آیتوں کی ترتیب
دی اُس ع۷ میں نہ کوئی آیت آگے کی گئی اور نہ پیچھے اور اُمت ع۸ نے نبیؐ سے (مدیر النجم صاحب
نے خط کشیدہ فقرہ کا ترجمہ نہیں لکھا ہے۔ اسی لئے ہم نے اُسے چھوڑ دیا ہے ثبوت کیلئے ملاحظہ ہو
النجم جلد ۳ ع۲۳) نفس قرآن کو (ترجمہ غلط ہے) یاد کیا اور نفس تلاوت کو بھی ممکن ع۹ ہے۔ کہ
سورتوں کی ترتیب بھی رسول اللہؐ نے خود دی ہو۔ اور ممکن ع۱۰ ہے کہ یہ کام اپنے بعد اپنی
اُمت کے سپرد کر دیا ہو۔ اور خود انجام نہ دیا ہو۔ قاضی ممدوح نے کہا۔ یہی دوسری
بات قریب بصحت ہے ⁂

**الاعجاز** ہم نے قاضی صاحب کی عبارت کے ترجمہ پر جو مدیر النجم صاحب نے لکھا ہے۔
نمبر ڈال دیئے ہیں۔ اب ترتیب وار ہر ایک کا جواب دیتے ہیں۔ ع۱ بتایئے
خدا نے قرآن کے قایم رکھنے کا کس کو حکم دیا تھا پھر یہ بھی کہ کونسی آیت میں ہے وہ آیت لکھیے۔
ع۲ غلط ہے بلکہ آپ کے مذہب سے نسخ تلاوت ایک خود ساختہ چیز ہے۔ ثبوت بحث نسخ
میں آئے گا۔ ع۳ بالکل لغو ہے بلکہ آپ کے مذہب سے ہرگز مصحف عثمانی قرآن منزل من اللہ
کا حاوی نہیں ہے۔ اثبات تحریف کے موقع پر اس کا ثبوت دیا جائیگا ع۴ و ۵ یہ دونوں
باتیں مہمل ہیں۔ بلکہ مصحف عثمانی میں کمی اور زیادتی دونوں ہیں بحث تحریف دیکھئے ع۶



بالکل بے اصل ہے۔ ورنہ حدیث متواتر رسول اللہؐ کی پیش کیجیے ع۷ بالکل بے اصل ہے۔
بلکہ قرآن موجود میں ترتیب نزولی کے خلاف کثرت سے تقدم وتاخر نمایاں طور سے ثابت
ہے۔ ع۸ لفظ اُمت لکھنا دھوکہ بازی ہے۔ ہاں صرف چار صحابہ کا آپ کے مذہب سے پورا
قرآن پڑھنا اور قرأت کا رسول اللہؐ سے یاد کرنا معلوم ہوتا ہے۔ اُن میں آپ کے اصحاب
ثلاثہ نہیں ہیں ع۹ صرف احتمال اور امکان سے مطلب پورا نہ ہوگا۔ بلکہ حدیث متواتر
دکھایئے۔ ع۱۰ یہ بھی احتمال رکیک ہے کہ رسول اللہؐ نے یہ کام اُمت کے سپرد کیا تھا۔
بلکہ خلفاء راشدین کے لئے الہام کا دعویٰ کیا گیا ہے جیسا کہ قول خطابی سے ظاہر ہے۔
الغرض قاضی صاحب کے دعاوی بے دلیل ہیں لہٰذا قابل حجت نہیں ہیں قاضی موصوف
کا آخری فقرہ خوب یاد رکھیے گا۔ ہرگز نہ بھولیے گا ⁂

**النجم** واخرج عن ابن وھب قال سمعت مالکا یقول انما الف القران علی ما کانوا
یسمعون من النبیؐ۔

قاضی ممدوح نے ابن وہب سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے میں نے مالک کو
کہتے ہوئے سُنا ہے۔ کہ قرآن کی ترتیب اُس کے مطابق ہے جو صحابہ نبیؐ سے سُنا کرتے تھے۔

**الاعجاز** جب تک خود مالک کی عبارت اُن کے کلام میں صراحت نہ دکھائی جائے گی
جناب قاضی صاحب کا قول ہرگز معتبر نہ ہوگا خصوصاً ایسی حالت میں کہ ہم
انہی قاضی صاحب کی چھوٹی سی عبارت میں دس غلطیاں اور لن ترانیاں دکھا چکے ہیں۔
علاوہ اس کے جم غفیر محدثین اہلسنت کے اقوال ہم سابق میں لکھ چکے ہیں جن سے بخوبی
ثابت ہو گیا۔ کہ رسول اللہؐ کے عہد میں قرآن جمع نہیں ہوا تھا۔ بلکہ جناب ابوبکر نے زید بن ثابت
سے یہ بوجھ اٹھوایا۔ جو پہاڑ سے زیادہ بھاری تھا ⁂

**النجم** قال البغوی فی شرح السنۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم جمعوا بین الدفتین
القران الذی انزل اللہ علی رسولہ صلعم من غیر ان زادوا او نقصوا منہ
شیئا خوف ذھاب بعضہ بذھاب حفظہ فکتبوہ کما سمعوہ من رسول اللہ من غیر
ان قدموا شیئا او اخروا او وضعوا لہ ترتیبا لم یاخذوہ من رسول اللہ۔ وکان رسول اللہ

یلقن اصحابہ ویعلمھم ما نزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا بتوقیف جبرئیل ایاہ علی ذالک واعلامہ عند نزول کل آیۃ ان ھذہ الآیۃ تکتب عقیب آیۃ کذا فی سورۃ کذا فثبت ان سعی الصحابۃ کان فی جمعہ من موضع واحد لا فی ترتیبہ فان القرآن مکتوب فی اللوح المحفوظ علی ھذا الترتیب انزلہ اللہ تعالی جملۃ الی السماء الدنیا ثم کان ینزلہ مفرقا عند الحاجۃ وترتیب النزول غیر ترتیب التلاوۃ ✝

امام بغوی نے شرح السنۃ میں لکھا ہے۔ کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے دو دفتیوں کے درمیان اُس قرآن[1] کو جمع کیا ہے۔ جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کیا تھا۔ بغیر اس کے کہ اُس میں کچھ بڑھایا گھٹایا[2] ہو۔ یہ جمع کرنا محض اس لئے تھا۔ کہ حفظ[3] کے فوت ہو جانے سے کوئی حصہ قرآن کا نہ جاتا رہے پس صحابہ نے ویسا[4] ہی لکھا کہ جیسا رسولؐ اللہ سے اُنہوں نے سُنا تھا بغیر[5] اس کے کہ کسی آیت کو آگے پیچھے کیا ہو۔ یا[6] اُس کی ایسی ترتیب قایم کی ہو۔ جو رسولؐ اللہ سے اُنہوں نے نہ لی ہو۔ اور رسولؐ[7] اللہ اپنے صحابہ کو درس دیتے تھے۔ اور جتنا قرآن آپؐ پر نازل ہوتا تھا۔ اس کی تعلیم اُسی[8] ترتیب سے دیتے تھے۔ جو آج ہمارے مصاحف میں ہے۔ بہ سبب اس کے کہ جبرئیلؑ آپؐ کو آیات کے نزول کے وقت[9] بتا دیتے تھے۔ کہ یہ آیت فلاں آیت کے پیچھے فلاں سورہ میں لکھی جائے گی پس[10] ثابت ہوا۔ کہ صحابہ کی کوشش صرف یہ تھی کہ قرآن ایک مقام سے دوسرے مقام میں نقل کر دیں نہ[11] اس کی ترتیب میں اس لئے کہ قرآن لوح محفوظ[12] میں اسی ترتیب پر لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالے نے پورا قرآن آسمان دُنیا پر دفعتہً[13] اُتارا۔ پھر تھوڑا[14] تھوڑا بوقت ضرورت اُترتا رہا۔ ہاں ترتیب نزول[15] ترتیب تلاوت کے خلاف ہے ✝

**الاعجاز** یہ وہی امام بغوی صاحب ہیں جن کی طرف ہم نے سابقاً اشارہ کیا ہے کہ آپ بھی اس کے قائل تھے۔ کہ قرآن مجید رسولؐ اللہ کے عہد میں جمع نہیں ہوا تھا چنانچہ اُن کی عبارت سامنے موجود ہے۔ اس میں کہیں تذکرہ نہیں ہے۔ کہ خود رسولؐ اللہ نے قرآن کسی سے پورا لکھوا کر جمع کیا تھا۔ اب ہم عبارت مذکورہ پر نمبروار جرح وارد کرتے ہیں۔



ع۱ بالکل غلط ہے کہ صحابہ نے بین الدفتین وہ قرآن لکھا تھا جو خدا نے اپنے رسولؐ پر اُتارا تھا۔ اوّل اس لئے کہ آپ کے عقیدے میں خدا نے قرآن میں وہ آیات بھی نازل فرمائیں تھیں جن کی تلاوت آپ کے زعم میں منسوخ ہو گئی۔ العلاوہ قرآن میں کہاں لکھی گئیں پھر قرآن منزل کا لکھنا کہاں صادق آیا۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ صحابہ نے بغیر کچھ کم کئے ہوئے۔ بجنسہ قرآن منزل لکھا تھا۔ اس لئے کہ ان کی حدیث متواتر سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ سات حرفوں پر قرآن نازل ہوا تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہے۔ کہ صحابہ نے صرف ایک حرف باقی رکھا چھ حرف قرآن سے خارج کر دیئے۔ نیز سورہ برائت سے بسم اللہ غائب کر دی۔ نیز آیہ رضا نہیں لکھی۔ حالانکہ وہ منسوخ نہیں ہوئی تھی۔ نیز آیہ رجم نہیں لکھی۔ حالانکہ حضرت عمر بوقت جمع قرآن داخلہ کے لئے اُسے لائے تھے پس اگر وہ جز قرآن نہ ہوتی یا منسوخ ہو چکی ہوتی۔ تو حضرت عمر ہرگز اسے قرآن میں لکھوانا پسند نہ کرتے۔ اس کا ثبوت گذر گیا۔ باقی چیزوں کا ثبوت بحث تحریف میں آئے گا۔ ع۲ یہ بھی غلط ہے کہ صحابہ نے ترتیب نہیں بدلی اور ترتیب رسولؐ کے پابند رہے۔ اوّل تو رسول اللہ کا پورا قرآن مرتب فرمانا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ اور اگر ہو بھی جائے۔ تو وہی نزولی ترتیب ثابت ہوگی ثانیاً ہم عبداللہ بن عباس کے اعتراض والی حدیث لکھ چکے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ جامع القرآن نے انفال سے برائت کو ملا دیا۔ یہ فعل بتعلیم رسولؐ نہیں تھا۔ قرآن موجود کی ترتیب کے متعلق ہم چند معمے پیش کر چکے ہیں۔ احادیث متواترہ سے ان کو حل کر کے دعویٰ کیا جائے کہ قرآن موجود کی ترتیب مطابق تعلیم رسولؐ ہے ع۳ حفاظت کے لئے جمع کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ پیشتر سے قرآن مجموع اور مرتب نہیں تھا بلکہ متفرق طور سے بے ترتیب اُس کے اجزاء مختلف چیزوں میں اور کچھ صحابہ کے سینوں میں تھے۔ پس صحابہ لڑائیوں میں کام آنے لگے آیہ رضاع کو بکری کھا گئی۔ ثبوت آگے آئے گا۔ اُس وقت جناب عمر کو قرآن کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوا تب حفاظت قرآن کی فکر ہوئی۔ اور متفرق چیزوں سے وہ ایک جگہ اکٹھا کر لیا گیا لیکن مرتب جب بھی نہ ہوا تھا جیسا کہ سابق فیض الباری وغیرہ سے ثابت کیا گیا۔ ع۴ یہ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ صحابہ نے رسول اللہ سے سات حرفوں والا وہ قرآن سُنا تھا جس کا آخری سورہ سورۂ برائت تھا اور صحابہ کے جمع کئے

ہوئے قرآن کا آخری سورہ الناس ہے۔ ع۵ غلط ہے کہ آیات کو آگے پیچھے نہیں کیا بلکہ قرآن موجود میں بکثرت تقدیم و تاخیر ثابت ہے۔ عدۂ وفات والی آیت منسوخہ اور آیہ لئن اصابکم فضل من اللہ لیقولن کان لم تکن بینکم و بینہ مودۃ الخ اس کی مثال ہیں۔ ع۶ کسی حدیث متواتر سے ثابت نہیں ہے۔ کہ رسول اللہ سے ترتیب معلوم کر کے قرآن مرتب کیا تھا۔ بلکہ سابقاً عبداللہ بن عباس کی حدیث صحیح مذکور ہوئی جس سے ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت عثمان نے جناب رسول اللہ کی تعلیم سے قرآن مرتب نہیں کیا تھا۔ ورنہ ابن عباس اُن پر اعتراض کرتے ابن الزبیر ترتیب عثمانی پر معترض نہ ہوتے ع۷و۸ بیشک بعض صحابہ کو رسول اللہ نے ترتیب نزولی کے مطابق ترتیب دی تھی لیکن آپ کا یہ دعویٰ کہ اس ترتیب سے تعلیم دی تھی۔ کہ جس ترتیب سے ہمارا قرآن ہے بالکل بے اصل ہے۔ ورنہ حدیث متواتر لایئے ع۹ بعض آیات کے لئے تعین مقامات سے کل قرآن کی ترتیب آیات بتعلیم جبرئیل ثابت نہیں ہو سکتی۔ لہذا ثبوت کے لئے حدیث متواتر لایئے ع۱۰ بالکل غلط ہے کہ صحابہ کی بھی یہ تھی کہ قرآن کی ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل ہو جائے بلکہ ہم پیشتر ثابت کر چکے ہیں۔ کہ قرآن متعدد چیزوں سے جمع کیا گیا تھا۔ ع۱۱ سابقاً لکھا گیا اور کتاب اتقان میں سے ثابت کیا گیا کہ حضرت عثمان نے انفال و برائت وغیرہ کو اپنے قیاس سے مرتب کیا تھا۔ ع۱۲ یہ بھی غلط ہے۔ کہ لوح محفوظ میں قرآن موجود کی ترتیب پر قرآن لکھا ہوا ہے۔ اس لئے کہ لوح محفوظ میں وہ قرآن کندہ ہے جس میں آیات منسوخ التلاوۃ بھی شامل ہیں۔ حالانکہ کہ اس قرآن میں آیت منسوخ التلاوۃ ایک بھی نہیں ہے۔ پھر ترتیب میں مطابقت کہاں رہی۔ اور لوح محفوظ میں آیہ رضاع اور آیہ رجم بھی ہے اور سات حرفوں والا قرآن بھی ہے۔ حالانکہ یہ قرآن موجود صرف ایک حرف پر رکھا گیا ہے۔ ع۱۳ قرآن کا لوح محفوظ میں کندہ ہونا پھر وہاں سے یکبارگی آسمان اول پر آنا پھر تھوڑا تھوڑا نازل ہونا آپ کے عقیدۂ قدامت قرآن کے منافی ہے۔ آپ اپنے زعم میں قرآن کو قدیم اور خدا کی صفت ذاتیہ سمجھتے ہیں پس ایسی حالت میں نہ قرآن کے لئے کوئی محل مخصوص متصور ہو سکتا ہے۔ اور نہ اس کے لئے نزول و ہبوط ممکن ہے اور نہ اس کے اجزا ہو سکتے ہیں کہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہو جبکہ قرآن خدا کی صفت ذاتیہ ہے۔



اور صفت اپنے موصوف سے جدا نہیں ہو سکتی پھر کیسے وہ اُتر سکتا ہے۔ اب یا قدامت قرآن کا عقیدہ باطل ہے یا قول بغوی طول لاطائل ہے ✣

ع۱۴ قرآن مجید کا بوقت ضرورت نازل ہونا بھی ایک خیال محال ہے۔ اس لئے کہ آپ کے مذہب سے قرآن موجود میں ایسی بھی آیات ہیں جو حضرت عمر کے دہن مبارک سے نکلی تھیں۔ پھر وہ پسندیدہ خدا اور رسول ہو کر داخل قرآن ہوئیں۔ مثلاً آیہ فتبارک اللہ احسن الخالقین ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر امام رازی ذیل آیہ مذکور پس معلوم ہوا کہ آیہ مذکور لوح محفوظ میں نہ تھی۔ ع۱۵ از ترتیب تلاوۃ ترتیب نزول کے مخالف بتانے والے جب تک یہ مضمون کسی حدیث متواتر سے ثابت نہیں کریں گے محض بے دلیل دعویٰ قبول خرد نہ ہوگا ✣

**الاتقان** قال ابن الحصار ترتیب السور و وضع الآیات فی مواضعها انما کان بالوحی کان رسول اللہ صلعم یقول ضعوا آیۃ کذا فی موضع کذا وقد حصل الیقین من النقل المتواتر بهذا الترتیب ومما اجمع الصحابة علی وضعه هکذا فی المصحف ✣

اور ابن حصار نے کہا ہے۔ کہ سورتوں کی ترتیب یعنی آیات کو اپنے مقام پر رکھنا وحی سے ہوا ہے۔ رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں مقام میں رکھو۔ اور اس ترتیب کا ہم کو یقین روایات متواترہ سے ہوا ہے۔ نیز اس بات سے بھی کہ صحابہ نے مصحف میں اسی ترتیب پر اجماع کیا ہے ✣

**الاعجاز** ع۱ سورتوں کی ترتیب کو وحی کے مطابق بتانا بالکل مہمل بات ہے۔ اسلئے کہ قاضی ابوبکر صاحب کا فتویٰ اس کے خلاف ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ امام مالک بھی اسی کے قائل تھے۔ کہ سورتوں کو صحابہ نے مرتب کیا ہے۔ ابن فارسی نے لکھا ہے۔ کہ سور طوال کو مئین پر صحابہ نے مقدم کیا ہے ان دونوں باتوں کا ثبوت اتقان جلد ۱ صفحہ ۶۳ میں ملاحظہ فرمایئے۔ حاکم بھی قائل تھے۔ کہ سورتوں کی ترتیب عہد عثمانی میں ہوئی جیسا کہ سابق میں اتقان سے اُن کا قول نقل کیا گیا۔ اقوال علمائے اہلسنت کے علاوہ بکثرت شکوری حدیثیں اس مضمون کی موجود ہیں جن میں سے چند حدیثیں پیشتر لکھی گئیں کہ سورتوں کو صحابہ نے مرتب کیا ہے۔ لہذا وحی کے ذریعہ سے سوروں کی ترتیب کا قائل ہونا بالکل بے اصل بات ہے جس کی تائید

ہیں شکوری مذہب کی حدیث متواتر موجود نہیں ہے۔ ورنہ دکھائی جائے ؏۲ کل آیات کی ترتیب کا وحی کے ذریعہ سے بتانا کسی حدیث متواتر سے ثابت نہیں ہے۔ اس جگہ ترجمہ میں مدیر النجم نے خیانت کی ہے ثبوت آگے آتا ہے ؏۳ یہ بھی غلط ہے کہ سابقاً اتقان سے دکھایا گیا ہے کہ جناب عثمان نے اپنی ذاتی رائے سے انفال کے ساتھ برائت کو بغیر بسم اللہ کے ملایا ہے۔ ابن الزبیر کا حضرت عثمان پر اعتراض کرنا کہ عدہ کی آیہ ناسخہ کو منسوخہ پر مقدم نہ کرنا چاہئے تھا اس بات کی دلیل ہے کہ پورے قرآن کی ترتیب آیات رسول اللہ کے حکم سے نہیں ہوئی ہے۔ ؏۴ اس جگہ مولوی عبد الشکور صاحب نے ترجمہ میں تحریف کی ہے تاہم آپ ترتیب عثمانی کا نقل متواتر سے یقین کر سکتے ہیں لیکن رسول اللہ کی ترتیب سے ترتیب عثمانی کا مطابق ہونا کسی حدیث متواتر سے ثابت نہیں ہے ؏۵ اول تو شکوری مذہب سے اجماع ایک محال چیز ہے ثانیاً امام مالک کے نزدیک مدعی اجماع کاذب ہے۔ ثالثاً خود صحابہ نے اس ترتیب عثمانی پر اعتراضات کئے تھے۔ ابن عباس اور ابن الزبیر کا اعتراض بتفصیل نقل کیا گیا۔ لہذا اجماع صحابہ کا دعوےٰ بہر صورت غلط ہے۔ ابن حصار کا مصنوعی قلعہ ہبائً منثوراً ہوگیا۔ اسی کے اندر شکوری مذہب کی عمارت تھی وہ بھی منہدم ہوگئی ❖

**مدیر النجم کی خیانت** — آپ نے ابن حصار کے فقرہ ترتیب السور و وضع الآیات فی مواضعہا میں واؤ عطف کا ترجمہ یعنی کیا ہے جس سے آپ کے مریدوں کو معلوم ہو جائے کہ ترتیب سور اور ترتیب آیات ایک ہی چیز ہے۔ اور اس جگہ عطف تفسیری ہے حالانکہ دنیا جانتی ہے۔ کہ یہ دونوں ترتیبیں الگ الگ چیزیں ہیں یہی وجہ ہے کہ قاضی ابوبکر صاحب نے ترتیب آیات کو رسول اللہ کی طرف منسوب کیا ہے اور سورتوں کی ترتیب کو ھذا الثانی اقرب ارشاد کر کے صحابہ کی طرف منسوب فرمایا ہے چونکہ ترتیب سور کا رسول اللہ کی طرف انتساب جمہور علمائے اہلسنت کے نزدیک غلط تھا۔ اور یہ فاش غلطی ابن حصار سے ظاہر ہوئی تھی تو اُس کو مدیر النجم نے یوں چھپایا کہ واؤ عاطفہ کا ترجمہ یعنی کر دیا تاکہ ناظرین النجم ابن حصار کی غلطی پر متوجہ نہ ہونے پائیں اور سمجھ لیں کہ ابن حصار کے نزدیک ترتیب سور سے مراد ترتیب آیات ہے۔ حالانکہ یہ تعبیر قطعاً دھوکہ بازی ہے بلکہ ابن حصار ترتیب سور اور ترتیب آیات دونوں کو مطابق وحی سمجھتے تھے ❖



**مدیر النجم کی تحریف** — آپ نے النقل المتواتر کا ترجمہ روایات متواترہ اپنے دل سے تراشا ہے اور جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ صرف یہ دکھلانے کے لئے کہ آپ کے فرضی و مصنوعی مذہب میں بھی اتنی جان ہے کہ ترتیب آیات اور ترتیب سور کے توقیفی اور شرعی ہونے پر احادیث متواترہ موجود ہیں۔ اسے حضرت بھاری بھاری اور شاندار لفظوں سے آپ کا مقصد پورا نہ ہوگا۔ بکثرت متواتر حدیثیں یا چند حدیث متواترہ تو درکنار بلکہ ایک حدیث متواتر بھی موجود نہیں ہے جس سے آپ کے دعوےٰ کی صداقت کا یقین ہو سکے۔ ورنہ اُسے میدان میں لائیے۔ ایسی ضروری و مفید چیز کو آپ نے کس دن کے لئے پردہ میں رکھا ہے۔ الغرض یوں دھوکا دینے سے مذہب کی اشاعت عاقل کا فعل نہیں ہے۔ بلکہ صاف صاف کہدینا چاہئے۔ کہ رسول اللہ کی ترتیب وحی ہم کو معلوم نہیں۔ اُس کا عنوان کسی حدیث متواتر سے ثابت نہیں۔ ہاں جناب عثمان نے قرآن مجید کو مرتب فرمایا تھا۔ وہ ہی ترتیب ہے۔ اُس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا کہ حضرت عمر کی جاری کی ہوئی سنت تراویح رائج ہو چکی تھی ماہ رمضان میں سُنی نماز جماعت میں قرآن حفظ پڑھا جانا شروع ہو گیا تھا پھر حافظوں کی کثرت ہونے لگی جس کی وجہ سے قرآن محفوظ ہو گیا۔ چونکہ فعل صحابہ ہمارے نزدیک حجت ہے۔ لہذا صحابہ کی ترتیب آیات بھی اور ترتیب سور بھی حجت قرار پائی ❖

**النجم** — ان عبارات و روایات سے واضح ہو گیا کہ تمام محدثین و مفسرین بلکہ کل اُمت کا اجماع ہے۔ کہ قرآنی ہر ہر سورت عہد نبوی میں مرتب اور مکتب ہو چکی تھی۔ باقی رہی سورتوں کی باہم ترتیب اس میں البتہ اختلاف ہے تو اس سے کوئی خلل کلام الہٰی کے مطالب سمجھنے میں نہ آئیگا کہ ہر سورت بجائے خود مستقل ہے اور اس میں بھی محققین کا مذہب یہی ہے۔ کہ یہ ترتیب بھی رسول اللہ کی دی ہوئی ہے۔ بکثرت روایات اس کی تائید کرتی ہیں ❖

**الاعجاز** — مدیر صاحب کی پیشکردہ عبارات اور روایات سے پردے اُٹھائے گئے۔ اجماع محدثین و مفسرین کی حقیقت کھل گئی اجماع اُمت کا دعوائے النقش بر آب ثابت ہو چکا۔ مگر ترتیب آیات کا توقیفی ہونا ثابت نہ ہوا حضرت ابوبکر کے عہد میں مختلف چیزوں اور صحابہ کے سینوں سے قرآن بے ترتیب کا غیر مرتب لکھا جانا عہد نبوی میں پورے قرآن کے

مکتوب ہونے کو غلط ثابت کر چکا۔ لڑائیوں میں قاریوں کا مارا جانا اور قرآن کے ضائع ہو جانے کا جناب عمر کو اندیشہ ہونا بتا چکا کہ عہدِ رسولؐ میں پورا قرآن مکتوب نہیں ہوا تھا۔ رسول اللہ صلعم کو اپنی آخری زندگی تک نسخ کا منتظر رہنا۔ اور قرآن کو مرتب اور جمع نہ فرمانا بھی اسی کی دلیل قرار پا چکا۔ کہ رسول صلی اللہ کے حکم سے قرآن مرتب نہیں ہوا تھا۔

محققین اہلسنت سے شاید خود مدیر النجم صاحب مراد ہیں ورنہ پھر یہ لفظ بالکل بے معنی ہے۔ اور محض لفاظی ہے۔ ہاں اگر مدیر صاحب کسی ایک عالم کا قول اپنے دعوے کے ثبوت میں نقل کرتے پھر اقوالِ معتمدین اہلسنت سے اس عالم کا محقق ہونا بتاتے تو البتہ آپ کے اس دعوے میں کچھ صداقت متصور ہوتی۔ یہ کچھ بھی نہ کیا اور خواہ مخواہ لکھ مارا کہ محققین کا مذہب یہی ہے۔ کہ ترتیب سور بھی رسول اللہ کی دی ہوئی ہے۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ اس پر بکثرت روایات کی تائید کا دعوےٰ کیا گیا ہے مگر ثابت ایک بھی نہیں ہے۔

امام مالک سے بڑھ کر محقق کون ہوگا جب ایسا ذی رتبہ کل اہلسنت کا تسلیم شدہ امام قائل ہے۔ کہ سورتوں کو صحابہ نے مرتب کیا تھا۔ قاضی ابوبکر صاحب جن کے قول سے خود مدیر صاحب نے تمسک کیا ہے۔ وہ بھی ترتیبِ سور کا متولی صحابہ کو بتاتے ہیں۔ خود جناب عثمان جامع القرآن خلیفۂ وقت کا اقرار موجود ہے جس کے سامنے کل اہلسنت کے اقوال ہیچ ہیں۔ کہ آپ نے اپنے گمان پر بنا کر کے انفال سے برائت کو اس کی بسم اللہ حذف کر کے ملا یا تھا۔ بھلا ایسے ایسے محققین کے برخلاف کون دعوےٰ کر سکتا ہے۔ ہاں مولوی عبدالشکور صاحب اپنی آنکھ بند کر کے اپنی بات درست کرنے کے لئے اپنے خالو کے اعتقادات اور اقوال و فتاویٰ کو رد کر دیں تو یہ دوسری بات ہے لیکن اہلسنت ان کے بعض ادعائے کی جو بالکل ہی بے اصل ہے ہرگز تسلیم نہ کریں گے بلکہ وہ تو آپ سے دریافت کریں گے کہ اُن محققین کے نام اور اقوال بحوالہ کتاب مع نقل عبارات پیش کر کے اپنی صداقت دکھایئے۔ اور ان کا محقق ہونا اپنے علماء کی تائید سے ثابت کیجئے۔

اب رہا آپ کا یہ ارشاد کہ ہر ایک سورہ بجائے خود مستقل ہے اگر ان کی ترتیب غلط بھی ہو مگر اس سے قرآن کے مطالب سمجھنے میں کچھ بھی خلل نہ پڑیگا میں اس کا جواب دیتا ہوں بغور



ملاحظہ فرمایئے۔ اوّل تو یہ خلل آپ حضرت ابن عباس سے دریافت کیجئے کہ جب ترتیب سور کے گڑبڑ ہونے سے قرآن فہمی میں کوئی خلل نہیں پڑتا تھا تو آپنے حضرت عثمان پر اعتراض کس برتے پر کیا تھا۔ ثانیاً آج تک شکوری مذہب سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ الانفال و برائت الم نشرح اور والضحیٰ فیل و قریش دو دو سورتیں ہیں یا ایک ایک پس جبکہ کسی کلام کی ابتدا اور انتہا معلوم نہ ہوگی تو ہرگز اس کا پورا مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا ہے۔ ثالثاً ترتیب سور کے اُلٹ پلٹ ہو جانے سے قرآن مجید کی شان گھٹ گئی یادگارِ نبوت مٹ گئی۔ اگر نزولی ترتیب قائم رہتی تو قرآن کھلتے ہی مسلمانوں کی نظر سب سے پہلے اس سورہ پر جاتی جس کے ذریعہ سے باب نبوت مفتوح ہوا اور کلام الٰہی کا نزول افضل خلائق رسولؐ پر شروع ہوا تھا یعنی سورۂ اقرء۔ نیز اگر نزولی ترتیب باقی رہتی اور قرآن کے ابتدا میں یہی سورہ ہوتا تو کسی کے بتانے کی بھی ضرورت نہ پڑتی۔ بلکہ خود بخود سمجھ میں آجاتا کہ یہی سورہ سب سے پہلے نازل ہوا تھا۔ اور اب تو جب تک معلم نہ بتائے اُس وقت تک نتیجے اس عظیم الشان مطلب کے سمجھنے سے محروم رہتے ہیں۔ رابعاً تفسیریں موجود ہیں اُن کی مدد سے مطالب سمجھ میں آجاتے ہیں۔ ورنہ صرف قرآن کو دیکھ کر منشاء ربانی کے مطابق مطالب قرآنی سمجھنے کا دعویٰ مدیر النجم کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اب رہا آپ کا دعویٰ اس کی حقیقت ظاہر ہے۔ خامساً ترتیب نزولی کے باقی رکھنے کی صورت میں جامع القرآن کا دامن الزام تحریف کے دھبہ سے محفوظ رہتا۔ ہاں اگر مولوی عبدالشکور صاحب قائل ہو جائیں کہ رسول اللہ کے زمانہ میں آپ کے حکم سے پورا قرآن مرتب اور مجموع نہیں ہوا تھا بلکہ متفرق طور سے کچھ لکھا ہوا اور کچھ صحابہ کو زبانی یاد تھا۔ پھر جامع القرآن کو جس وقت جس صحابی سے کوئی سورہ ملا وہ آپ نے لکھوا لیا۔ تو اس صورت میں ایک قسم کی تحریف کا الزام حضرت عثمان پر شکوری مذہب سے قائم نہ ہو سکے گا۔ مگر ہم کو مولوی عبدالشکور صاحب سے ہرگز اُمید نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے امام کے دامن سے ایک بھی داغ جو خود ان کے مصنوعی مذہب نے لگائے ہیں چھوٹ جانے کا موقع عنایت فرمائیں۔

**النجم**

اب مولوی اعجاز حسن صاحب کی جرأت اور دلیری کی تعریف کرو کہ اُنہوں نے کس بیباکی کے ساتھ یہ لکھ دیا۔ کہ اہلسنت کے تمام محدثین ایک زبان کہہ رہے ہیں۔ کہ اصلی قرآن

عہدِ نبوی میں مجموع اور مُرتب نہیں ہوا تھا ✤

**الاعجاز** بیشک میری دلیری قابلِ تعریف ہے کہ میں نے بے دلیل دعویٰ نہیں کیا تھا۔ دو درجن سے زیادہ محدثین اہلسنت کے اقوال میں نے دکھادیے۔ ہاں آپ کی جسارت قابلِ مذمت ہے۔ کہ آپ نے مجھ پر کھلی ہوئی تہمت لگائی ہے میری عبارت میں نہ لفظ اہلسنت ہے اور نہ لفظ تمام ہے۔ باوجودیکہ آپ نے میری عبارت اپنے رسالہ میں نقل فرمائی ہے لیکن پھر بھی تحریف کا ارتکاب کرکے اپنی طرف سے دو لفظ بڑھا کر میرے مطلب کو بدل دیا۔ آپ کا یہ طرزِ عمل نہایت بُرا ہے۔ اے حضرت اپنے محدثین کی تعریف کیجئے۔ جو رسول اللہ صلعم کے عہد میں قرآن کی جمع وتالیف کو نہیں مانتے ہیں ✤

**النجم** بخلافِ مذہبِ شیعہ کے کہ اُسنے آیات بلکہ کلمات کی ترتیب کو بھی منحرف مانا ہے اور یہ کہ صحابہ کرام نے اپنی اغراض کیلئے تینوں قسم کی ترتیب خدا و رسول ص کی مرضی کے خلاف کردی ہے ✤

**الاعجاز** مذہبِ شیعہ کے علماء نے جو کچھ لکھا ہے اُس کا ثبوت آپ کے مذہب سے دیا ہے۔ نہ آپ کے اکابر مذہبِ شیعہ پر ناجائز حملے کرتے نہ ان کی رد میں آپ کے مذہب سے ہتھیار نکالے جاتے۔ خود کردہ را علاجے نیست۔ اب بھی ان حرکتوں سے باز آیئے۔ تو ہم بھی آپ کے مذہب کو بے نقاب کرنا چھوڑ دیں گے ✤

**النجم** فصل الخطاب مطبوعہ ایران صـ۹۷ میں جہاں حضرت علی ع کے جمع کئے ہوئے فرضی قرآن کا ذکر کیا ہے۔ لکھا ہے۔

وھو مخالف لھذا القرآن الموجود من حیث التالیف وترتیب السور والآیات بل الکلمات ایضًا ومن جھۃ الزیادۃ والنقیصۃ وحیث ان الحق مع علی علیہ السلام وعلی ع مع الحق ففی القرآن الموجود تغییر من جھتین ✤

وہ قرآن اس قرآنِ موجود کے خلاف ہے سورتوں اور آیتوں بلکہ کلمات کی ترتیب کے لحاظ سے بھی اور زیادتی کمی کے لحاظ سے بھی اور چونکہ حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے اور علی ع حق کے ساتھ ہیں۔ لہذا قرآن موجود میں دو قسم کی تبدیلی ہوئی ✤



**الاعجاز** کتاب فصل الخطاب ہماری دیکھی ہوئی ہے۔ یہ آپ کے مصنوعی مذہب کی بنیادیں متزلزل کرکے اُس کو نیست ونابود کرچکی۔ آپ کو لازم تھا کہ اس کا جواب دیتے۔ اُسکا جواب آپ کے امکان سے خارج ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ اور اُس کو ہمارے سامنے پیش کرنے لگے۔ ہمارے علماءِ مذہب نے ہرگز اُسے تسلیم نہیں کیا ہے۔ ورنہ دو چار نام مع نقل عبارات بحوالہ کتاب لکھئے پھر ہمارے سامنے اُس کی عبارت پیش کرنے کا قصد کیجئےگا علاوہ اس کے میں کسی کی تقلید اِس اعتقادی مسئلہ میں نہیں کرتا ہوں۔ بلکہ خدا کے فضل سے میں خود مسئلہ تحریف قرآن کی تحقیق کرچکا ہوں۔ تو آپ مجھے ہرگز مجبور نہیں کرسکتے کہ میں صاحب فصل الخطاب وغیرہ کا قول مانوں۔ درآنحالیکہ یہ مسلک مجھے غلط ثابت ہوچکا ہے۔ اگر آپ مجھے مجبور کریں گے تو میں آپ کو بھی مجبور کرونگا۔ کہ آپ بھی اپنے علماء و فقہاء کی تقلید کرکے تحریفِ قرآن کے معتقد اور قائل ہوجایئے۔ پھر آپ میرے سامنے محقق نہ بنیے گا میں انشاءاللہ مبحثِ تحریف میں آپ کے مذہب کے پردے اُٹھاؤں گا ✤

صاحب فصل الخطاب نے مصحفِ علوی اور مصحفِ عثمانی کا اختلاف دکھا کر رسول ص اللہ کی حدیث مسلم بین الفریقین کو پیش کرکے مصحفِ علوی کی حقانیت کو ثابت کیا ہے۔ اب آپ کو لازم ہے کہ جمع عثمانی کی حقیقت کو کسی حدیث رسول ع سے جس کو فریقین نے تسلیم کرلیا ہو۔ ثابت کیجئے فضول باتوں سے کیا فائدہ ہے ✤

آپ برابر حضرت امیر المومنین ع نفس رسول ص کے جمع کئے ہوئے قرآن کو فرضی لکھا کرتے ہیں اچھا تو اپنی کسی حدیث میں اس قرآن کے لئے فرضی کے لفظ کو دکھا دیجئے میں نے لکھا تھا کہ یہ قرآنِ موجود (شکوری مذہب سے) اصلی نہیں ہے تو آپ بیحد خفا ہوئے اور مجھ سے مطالبہ کر بیٹھے۔ حالانکہ اس قرآن کے اصلی ہونے کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ آپ اس کو قرآنِ رسول ع کے مطابق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لہذا ثابت کیجئے اور مطابقت پر حدیث متواتر لایئے اُس وقت آپ کے مذہب سے اسکا اصلی ہونا ثابت ہوجائیگا۔ خیر اب آپ کے دو دعویٰ ہوگئے۔ ایک مصحفِ عثمانی کے اصلی ہونے کا۔ دوم مصحفِ علوی کے فرضی ہونے کا۔ دونوں کے ثبوت ہم آپ کے مذہب سے مانگتے ہیں۔ مگر پہلے دعوے کا حدیثِ متواتر سے اور دوسرے دعوے کے ثبوت

ہیں جس قسم کی حدیث آپ کو اپنے یہاں سے ملے پیش کر دیجئے۔ اگر حدیث نہ ملے۔ تو کسی مسلمان کا قول ہی دکھا دیجئے۔ جس میں حضرت امیر علیہ السلام کے جمع کئے ہوئے قرآن کو فرضی لکھا ہو۔ ملحوظ خاطر رہے کہ ہم کو مسلم کا قول چاہیئے ✦

آپ ہمارا دل دکھانے کیلئے ایک نقلی مصحف کو فرضی لکھا کرتے ہیں لیکن اگر آپ اپنے عقیدۂ قدامت قرآن کو غور سے دیکھیں۔ تو اس کے لحاظ سے آپ کے مذہب میں قرآن نہ اصلی موجود ہے نہ فرضی۔ بلکہ کسی وقت میں اس کا وجود محقق نہیں ہوا میں قرآن کا منکر نہیں ہوں۔ میرے مذہب سے قرآن حادث ہے۔ خدا کا مخلوق ہے۔ خدا کی صفتِ ذاتیہ نہیں ہے۔ قدیم نہیں ہے ہمارے پاس موجود ہے جس پر ہمارا ایمان ہے۔ مگر آپ کا مذہب قرآن کو خدا کی صفتِ ذاتیہ بھی کہتا ہے صفاتِ خدا کو اس کی ذات کا غیر اور زائد بھی مانتا ہے۔ پھر قرآن کو قدیم بھی سمجھتا ہے۔ اب بتایئے کہ آپ کے مذہب سے خدا کی صفت اس کی ذات سے جدا ہو کر آپ کے پاس کہاں سے اور کیسے آگئی۔ قدیم چیز میں تغیر کیسے ہو گیا۔ کہ اسے جبرئیلؑ تھوڑا تھوڑا یعنی قدیم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کیسے لائے۔ پھر قدیم کو صحابہ نے کاغذ وغیرہ پر کیسے لکھا۔ پھر قدیم کی ترتیب آپ کے مذہب سے کیسے بدل گئی۔ پھر قدیم کے ضائع ہونے کا جناب عمر کو اندیشہ کیسے ہوا۔ کہ اس قدیم کے اجزاء پراگندہ کو ایک جگہ بے ترتیب جمع کر لیا۔ پھر جناب عثمان نے اپنے منشا کے مطابق چھ زبانیں خارج کر کے صرف ایک زبان میں اس قدیم کو باقی رکھا۔ ان باتوں کو اپنے مذہب سے حل کیجئے۔ تب قرآن کے وجود کا اور اس پر اپنے ایمان کا دعوےٰ کیجئے ✦

مدیر صاحب جس قرآنِ حقیقی کو فرضی لکھا کرتے ہیں۔ اس کی واقعیت کا ہم آپ کے مذہب سے ثبوت دیتے ہیں ✦

**مصحفِ علوی کا ثبوت**

حضرت والا کے مذہب سے بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ عہدِ نبوی میں پورا قرآن مکتوب نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس قدیم کا کچھ لکھا ہوا اور کچھ صحابہ کو زبانی یاد تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ حضور منتظرِ منزلت کو نسخ کا اپنی آخری حیات تک انتظار رہا۔ لہٰذا قرآن کا مجموع اور مرتب ہونے کی نوبت نہیں آئی یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ کو طبع آزمائی کا موقع مل گیا۔ وہ لوگ قرآن میں اضافہ کرنے لگے۔ امیر المومنینؑ نفسِ رسولؐ نے جب یہ طوفان



بے تمیزیِ صحابہ کا دیکھا تو آپؑ نے قرآن کی جمع و ترتیب شروع فرمائی۔ مصحفِ علوی تیار ہونے لگا۔ یہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ شکوری مذہب کی کتاب معتمد سے لیا ہے۔ ملاحظہ ہو اتقان سیوطی جلد ۱ صفحہ ۵۹ اصل عبارت یہ ہے :-

اخرجه ابن الضريس فی فضائله حدثنا بشر بن موسیٰ حدثنا هوذة بن خليفة حدثنا عون عن محمد بن سيرين عن عكرمة قال لما كان بيعة ابی بكر قعد علی بن ابی طالب فی بيته فقيل لابی بكر قد كره بيعتك فارسل عليه فقال اكرهت بيعتی قال لا و الله قال ما اقعدك عنی قال رايت كتاب الله يزاد فيه فحدثت نفسی ان لا البس ردائی الا للصلوٰة حتی اجمعه فقال له ابوبكر نعم ما رايت ✦

ابن الضریس نے فضائل میں روایت کی ہے ہم سے بشر بن موسیٰ نے بیان کیا۔ ان سے ہوذہ بن خلیفہ نے ان سے عون نے کہا۔ انہوں نے محمد بن سیرین سے انہوں نے عکرمہ سے نقل کیا۔ عکرمہ نے کہا جب حضرت ابوبکر سے بیعت ہو چکی۔ تو علیؑ ابن ابی طالب گوشہ نشین ہو گئے۔ حضرت ابوبکر سے کہا گیا (حضرت) علیؑ نے آپ کی بیعت سے کراہت کی ہے پس جناب ابوبکر نے کسی کو بھیجکر انہیں بلا کر فرمایا کیا آپؑ نے میری بیعت سے کراہت فرمائی ہے۔ انہوں نے جواب دیا قسم بخدا نہیں۔ ابوبکر صاحب نے فرمایا پھر آپؑ مجھ سے مخفی کیوں ہوئے۔ فرمایا میں نے دیکھا کہ قرآن میں اضافہ کیا جا رہا ہے پس میرے دل نے کہا میں نماز کے سوا اپنی ردا نہ پہنوں تا اینکہ میں قرآن جمع کر لوں۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا آپؑ نے بہت اچھا دیکھا ✦

میں کہتا ہوں یہ روایت میرے مذہب کی نہیں ہے۔ ہاں شکوری مذہب کی یہ معتمد حدیث ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ علامہ سیوطی نے اسے اپنی کتاب میں درج کر کے کوئی جرح اس پر نہیں کی ہے۔ ثانیاً اس حدیث کو ابن اشتہ نے المصاحف میں دوسرے طریقہ سے نقل کیا ہے۔ ہاں اتنا اس میں اضافہ ہے کہ حضرت علیؑ نے ناسخ و منسوخ دونوں کو جمع کیا تھا۔ ثالثاً حدیث مذکور کا راوی اوّل و ثانی یعنی عکرمہ اور محمد بن سیرین شکوری مذہب کے چوٹی کے امام ہیں۔ لہٰذا روایتِ مذکورہ کی صحت بے اشکال ہے پس آپ کو ماننا پڑیگا۔ کہ آپ کے مذہبی صحابہ کرام فلکِ سنیت کے درخشاں تارے۔ مرکزِ سنیت کے عادل نقطے۔ اصحابی کالنجوم عدول کے معانی

شمعِ نبوت کے پروانے۔ حفاظتِ قرآنی کے ضامن اشخاص نے قرآن میں اضافہ کیا اور اپنی طرف سے خدا جانے کیا کیا بڑھایا۔ نہ معلوم یہ اضافہ ان حضرات نے اپنی ذاتی اغراض کے لئے کیا تھا۔ یا خدا اور رسولؐ کی جانب سے وکیل و ماذون تھے۔ اسے تو مولوی عبدالشکور صاحب جن کے گھر کا یہ واقعہ ہے خوب سمجھ سکتے ہیں۔ وہی اس کا جواب دیں گے اور اپنے پیشواؤں سے اِس الزام کو جو اُن کے مذہب نے لگایا ہے دُور کریں گے +

بقول ابن اشتنہ کے حضرت مولانا امیرالمومنینؑ نے قرآن میں ناسخ و منسوخ دونوں چیزیں لکھی تھیں۔ پس اگر مصحفِ عثمانی میں بھی ناسخ و منسوخ دونوں کو شامل کیا ہے۔ تو مصحفِ علوی و عثمانی میں کوئی فرق نہ رہا۔ لہذا صرف مصحفِ علوی کو فرضی کہنا ایک فضول بات ہے۔ اور اگر مصحفِ عثمانی میں صرف ناسخ ہے منسوخ نہیں ہے تو مصحفِ عثمانی بہ نسبت مصحفِ علوی کے کم ہوا اور دونوں مصحفوں میں تفرقہ اور جمع عثمانی کا مخالف مصحفِ علوی کا ہونا ثابت ہوگیا۔ یہی صاحب فصل الخطاب کا مطلب ہے۔ اب بتایئے اُس غریب نے کیا بیجا لکھا ہے۔ آگے آتا ہے۔ کہ جناب امیرؑ نے ترتیب نزول کے مطابق قرآن لکھا تھا اور جناب عثمان نے اکثر آیات کی نزولی ترتیب کو توڑا دیا ہے۔ نتیجے ترتیب میں بھی فرق ہوگیا۔ رہی یہ بات کہ مصحف عثمانی کچھ زائد بھی ہے۔ اس کو بحثِ تحریف میں سمجھئے گا۔ الحاصل ایک حوالہ سے جناب امیر علیہ السلام کے قرآن کا فرضی ہونا باطل ہوا +

**مصحفِ علوی کا دوسرا ثبوت** | اتقان جلد ۱ صفحہ ۶۳ میں ملاحظہ فرمایئے۔ علامہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں:- منھم من رتبھا علی النزول وھو مصحف علیؑ + ان میں سے بعض نے نزولی ترتیب پر قرآن مرتب کیا تھا وہ مصحفِ علیؑ ہے +

**تیسرا ثبوت** | تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۹ ہے۔ ابن سیرین کہتے تھے کہ کاش کہ حضرت علیؑ کا جمع کیا ہوا قرآن ملجاتا تو وہ علوم کا بہت اچھا ذخیرہ ہوتا۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ قرآن موجود علوم کا ذخیرہ نہیں ہے۔ حالانکہ اسی قرآن کا دعوےٰ ہے۔ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ اب تو شکوری مذہب سے یہ دعوےٰ غلط ہوگیا +

**چوتھا ثبوت** | شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں جناب امیرؑ کا قرآن جمع کرنا



تسلیم کر چکے ہیں۔ عرصہ ہوا کہ ہم نے ازالۃ الخفاء دیکھی تھی۔ اس وقت ہمارے پاس یہ کتاب نہیں ہے ورنہ اس کی عبارت بھی لکھدیتے۔ ازالۃ الخفاء کا مطالعہ کرنیوالے ہماری تصدیق فرمائیں گے۔ الغرض فنی تحقیق کے لحاظ سے اتنا ہی ثبوت کافی ہے +

**تنبیہہ** | ناظرین کو معلوم ہونا چاہئیے کہ مولوی عبدالشکور صاحب کے رسالہ زیر جواب کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ میں جو کچھ لکھا ہوا ہے۔ اُس کا ترکی بہ ترکی جواب ہم دُرِ نجف کے ذریعہ سے دے چکے۔ چونکہ اُس مضمون کو مسئلہ تحریف سے پورا تعلق نہیں ہے۔ لہذا اُس کا اعادہ یہاں موضوع کے خلاف ہے۔ ہاں صفحہ ۲۸ میں تھوڑی سی عبارت ہمارے اس موضوع کے مناسب ہے۔ اُسے نقل کرتے ہیں +

**النجم** | جمعِ[1] قرآن کی خود اللہ نے ذمہ داری لی۔ ان علینا جمعہ وقرآنہ فرمایا۔ پھر آیات[2] کی ترتیب خود رسول صلعم اللہ نے دیکر ہر ہر سورہ کو مکمل کر دیا۔ اب[3] کیا کام باقی تھا جس کی وصیت کر جاتے اور محققین کی ایک جماعت تو کہتی ہے کہ سوروں کی ترتیب بھی خود حضورؐ نے دی تھی۔

**الاعجاز** | ع[1] مدیر صاحب کو اس دلیل پر بڑا ناز ہے۔ درحقیقت کسی نے آج تک اس عقدہ کو حل بھی نہیں کیا ہے۔ مگر میں اللہ پر توکل کر کے وہ جواب دیتا ہوں۔ شاید کسی کا ذہن اس کی طرف گیا ہو۔ مگر میں نے نہیں دیکھا ہے۔ سنیئے مولوی عبدالشکور صاحب غور سے سُنیئے۔ آپ نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ نے جمع قرآن کا ذمہ کاغذ وغیرہ میں لیا ہے۔ یہ خیال آپ کا بالکل غلط ہے کوئی ایک معمولی حدیث بھی اس مضمون کی اپنی کسی کتاب میں آپ نہیں دکھا سکتے۔ جناب عالی نے بالکل بے محل اور بے ربط آیت لکھی ہے جس کو آپ کے دعوے سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے سچ فرمایئے گا اس آیت کا شانِ نزول بھی کبھی تم آپ نے غور سے دیکھا ہے یا نہیں۔ بلکہ ہرگز نہیں۔ ورنہ ایسی فضول بات اپنے مُنہ سے آپ نہ نکالتے لیجئے ہم سے سنیئے اور پنہ کی مُنیئے۔ اِس آیت کے شانِ نزول کے متعلق دو باتیں آپ کی مذہبی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ ہم ان دونوں کو آپ کی معتبر کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔ اوّل آپ علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور جلد ۶ کا صفحہ ۲۸۹ نکالئے اُس میں اپنے پندرہ محدثین کبار کی روایت منقولہ دیکھئے۔ اور اپنے دعوے سے ملایئے۔ ہرگز نہ ملے گی۔ محدثین عظام کے اسامی جلیلہ

یہ ہیں:- طیالسی[1]۔ امام احمد بن حنبل[2]۔ عبداللہ بن حمید[3]۔ بخاری[4]۔ مسلم[5]۔ ترمذی[6]۔ نسائی[7]۔ ابن جریر[8]۔ ابن المنذر[9]۔ ابن ابی حاتم[10]۔ ابن الانباری[11]۔ طبرانی[12]۔ ابن مردویہ[13]۔ ابو نعیم[14]۔ ابن عباس[15]۔ چونکہ علامہ سیوطی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کوئی جرح اس پر نہیں کی ہے لہذا اب سولہ ہو گئے۔ اتنے محدثوں کی نقل کے بعد جن میں چوٹی کے دو محدث بخاری اور مسلم اور ایک امام اہلسنت یعنی احمد بن حنبل شامل ہوں اسکے تواتر کا لابعقل کے سوا اور کوئی منکر نہیں ہو سکتا ہے۔ اب اگر آپ اس کا انکار فرمائینگے تو آپ حدیث متواتر کے منکر ہو کر اپنے مذہبی فتوے سے کافر کہلائینگے۔ بُرا ماننے کی بات نہیں ہے۔ مستحق کفر تو علمائے اہلسنت نے آپکو نو برس پہلے سے شرعی فتوے دے کر تجویز کر لیا ہے۔ اب اس کا تحقق بھی ہو جائے گا۔ غرض وہ حدیث متواتر یہ ہے:-

عن ابن عباس قال کان رسول اللّٰہ صلعم یعالج من التنزیل شدۃ وکان یحرک لسانہ و شفتیہ مخافۃ ان ینفلت منہ یرید ان یحفظہ فانزل اللّٰہ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرانہ قال یقول ان علینا ان نجمعہ فی صدرک ثم تقرؤہ الخ

ابن عباس سے منقول ہے۔ اُنہوں نے فرمایا رسول اللہ صلعم شدت سے تنزیل کی مشق کیا کرتے تھے۔ اور اپنی زبان اور لبوں کو حرکت دیتے تھے۔ اس خوف سے کہ ناگاہ کوئی آیت یاد سے نکل جائے۔ آپ اس طریقہ سے حفظِ قرآن کا قصد کرتے تھے پس اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لا تحرک بہ لسانک الخ ابن عباس نے فرمایا خدا کہتا ہے ہمارا ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کر دیں گے۔ پھر آپ صلعم اس کی تلاوت کیا کیجیے گا ؛

اس شانِ نزول سے جو متواتر ہے ثابت ہو گیا کہ خدا نے رسول صلعم اکرم کے سینۂ اقدس میں قرآن جمع کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اُسے خدا نے یقیناً پورا کر دیا۔ کاغذ وغیرہ میں جمع کرنے کا وعدہ ہرگز نہیں کیا اور نہ اس کا ذمہ لیا تھا۔ خواہ مخواہ مدیر النجم صاحب اور ان کے ہم مشرب فضول باتیں اُڑایا کرتے ہیں نہ جس کا کوئی ماخذ ہوتا ہے۔ اور نہ کہیں اصلیت۔ لو ہمارا پُر زور چیلنج ہے۔ آپ اپنے مصنوعی مذہب کی کسی وضعی حدیث ہی سے یہ ثابت کر دیں کہ خدا نے حفاظت اور جمع قرآن کا کاغذ وغیرہ میں ذمہ لیا ہو تم اپنی آخر زندگی تک اس کا ثبوت دیدینا۔ شاید آپکے کسی مرید کو یہ خیال ہو کہ درمنثور کوئی بڑھیا کتاب نہیں ہے جس کا حوالہ ہمارے لئے سند ہو سکے اور ہم دم بخود ہو کے رہ جائیں۔ تو



اس کا بھی جواب پیشگی نقد لے لیجئے۔ سُنئے بخاری شریف سے بڑھکر تو آپ کی مذہبی کوئی کتاب نہیں ہے۔ اُس کا بیسواں پارہ کھولئے۔ اور تفسیر سورۂ قیامت کی دوسری حدیث دیکھیئے۔ اس میں بھی فقرۂ ان تجمعہ فی صدرک موجود ہے۔ کاغذ وغیرہ کا تذکرہ بالکل نہیں ہے۔ تفسیر خازن جلد ۷ ص۱۵۳ اور اسی تفسیر کے حاشیہ پر تفسیر بغوی میں بھی وہی ہے۔ جو حدیث بخاری سے نقل کیا گیا۔ اب تو ثابت ہو گیا۔ کہ حفاظت و جمع قرآن کا مخزن خدا کی طرف سے صدرِ اقدس خاتم الانبیاء قرار دیا گیا تھا حفاظتِ قرآن کی بحث آیندہ بھی آئے گی ؛

## آیۂ مذکور کا دوسرا شانِ نزول

فخر الدین رازی نے سورۂ قیامت کی تفسیر میں قفال محدث و مفسر کے قول کی حکایت فرمائی ہے ہم اسکا خلاصہ فیض الباری پ۳۰ ص۱۳۰ شرح صحیح بخاری سے نقل کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے:- قفال کہتے تھے آیۂ تحرک بہ لسانک الخ میں اُس انسان سے نہی کی صورت میں خطاب ہوا ہے جس کا تذکرہ اُسی سورۂ قیامت میں شروع سے ہو رہا ہے۔ لہذا آیۂ مذکورہ کا مطلب یہ ہوا کہ روزِ قیامت انسان کو اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔ وہ اُسکے پڑھنے میں جلدی کرے گا۔ تو خطاب پروردگار ہو گا۔ ارے جلدی نہ کر تیرے اعمال کا جمع کرنا اور اُس کا پڑھانا۔ پھر اُس کا واضح کر دینا ہمارا کام ہے ؛

لیجئے مدیر صاحب ایں گلے دیگر شگفت۔ اس شانِ نزول سے ظاہر ہو گیا۔ کہ آیۂ مذکورہ کا جمعِ قرآن سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے پس خدا نے قرآن کے جمع کرنے کا ذمہ نہ رسول اللہ صلعم کے سینہ میں لیا تھا اور نہ صحابہ کے سینہ میں اُس کی حفاظت کا ذمہ دار ہوا تھا۔ اور اس آیت میں رسول اللہ صلعم سے خطاب ہوا ہے ؛

مدیر صاحب صبا مجھے آپ کی سمجھ پر بھی افسوس آتا ہے۔ کہ آپ لکھتے وقت ذرا بھی غور سے کام نہیں لیا کرتے ہیں۔ آپنے اس آیت کو اپنے مذہب سے بالکل جُدا ہو کر بے محل لکھا ہے۔ اوّل تو اس کو آپ کے دعوے سے تعلق نہیں ہے۔ ثانیاً جمع قرآن سے آیۂ مذکورہ کو متعلق بنانا اور جمع قرآن کو خدا کا فریضہ قرار دینا آپ کے جامع القرآن حضرت عثمان پر جرم تحریف کو بعید قوی کر دیگا۔ اور ترتیبِ آیات کے توقیفی ہونے کو باطل کر دیگا۔ کہ حضرت عثمان نے احوالِ قیامت کے ساتھ ایک بے جوڑ آیت لگائی ہے جس کو قیامت سے کچھ بھی تعلق اور ربط نہیں ہے۔ ورنہ میں آپ کو چیلنج دیتا

ہوں۔ کہ آپ اپنی کسی حدیث متواتر سے یہ ثابت کیجئے۔ کہ حضور ختمی منزلت صلعم نے آیہ مذکورہ کو سورۂ قیامت میں لکھوایا تھا ❖

ع۲ اس کا جواب ہم دے چکے کہ رسول صلعم اللہ کی حدیث متواتر سے اس کا ثبوت دیجئے۔ ورنہ جبکہ آپ کی بکثرت حدیثوں میں موجود ہے جن میں چند حدیثیں پیشتر لکھی گئیں۔ کہ رسول صلعم اللہ کو آخر حیات تک نسخ کا انتظار رہا تھا۔ تو بتایئے آنحضرت صلعم نے کس وقت پورے قرآن کی آیات کو مرتب کر کے سورتوں کو مکمل فرمایا تھا۔ ورنہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت عثمان انفال کا جزء سورہ برائت کو اپنے قیاس سے نہ سمجھتے۔ حضرت ابی کے سوا دیگر صحابہ خاتمہ برائت میں اختلاف نہ کرتے۔ بسم اللہ اول برائت سے حذف اور ساقط نہ کی جاتی ❖

ع۳ آپ کے مذہب کے لحاظ سے رسول صلعم اللہ نے نہ قرآن کو ایک جگہ جمع کیا تھا اور نہ آیتوں اور سورتوں کو مرتب فرمایا تھا لیکن آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کی حفاظت امت پر واجب تھی۔ لہذا آپ سے سوال کیا گیا بتایئے کہ امت پر یہ کام کیسے واجب ہوا۔ کیا رسول صلعم اللہ نے اپنی زندگی میں اس کا حکم دیا تھا۔ تو اس پر کوئی حدیث متواتر نہیں ہے۔ کیا آپ نے اپنی امت کو وصیت فرمائی تھی تو اس کا ثبوت دیجئے۔ ان میں سے کوئی مطالبہ آپ نے پورا نہیں کیا۔ اور بے دلیل لکھ مارا کہ آنحضرت صلعم خود یہ کام کر گئے تھے ❖

ع۴ سابق میں آپ نے لکھا ہے۔ کہ محققین کا مذہب یہی ہے۔ کہ سورتوں کی ترتیب بھی آنحضرت صلعم نے دی تھی۔ اور یہاں آپ نے یہ لکھا ہے۔ کہ محققین کی ایک جماعت یہ کہتی ہے سبحان اللہ کیا تحقیق ہے۔ غرض اس کا جواب بھی ہم دے چکے۔ کہ ان محققین کے نام مع اقوال لکھیے۔ زبانی دعوے کافی نہیں ہے ❖

**النجم** | مسٹر استفسار الانجم کی کورانہ تقلید کر کے اعجاز حسن صاحب نے نسخ تلاوت کی روایات کو تحریف کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ النجم کے مناظرۂ اول میں پھر تنبیہ الحائرین میں اس کا جواب ہو چکا جس کا جواب شیعوں کی طرف سے ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اگر کچھ بھی حیا ہوتی۔ تو کوئی شیعہ ان روایتوں کا نام بھی نہ لیتا ❖

**الاعجاز** | بدتہذیبی کا بدلہ آپ کو مقدمۂ تنبیہ الحائرین کے جواب میں بھرپور دیا جائیگا جرم تحریف



کے چھپانے کے لئے آپ کے مصنوعی مذہب میں نسخ تلاوت وضع کیا گیا ہے۔ اس لئے آپ تحریف کی روایات کو جھٹ پٹ نسخ تلاوت کی چادر میں چھپا دیتے ہیں۔ ورنہ صداقت نو جب ہے۔ کہ نسخ تلاوت کو رسول صلعم اللہ کی حدیث متواتر سے ثابت کر دیجئے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو آئندہ نسخ تلاوت کی آڑ پکڑنے میں حیلے سے کام لیجئے گا تنبیہ الحائرین سے تکبر کرنا جائز نہیں کہ باطل میں اتنا زور نہیں ہوتا ہے کہ ہم اسے رد نہ کر سکیں۔ اب دیکھو ہم اس کا ابطال کر کے آپ کے دعوے کو نیچا دکھا رہے ہیں۔ ہاں اب صاحبان عقل آپ کے مذہب کی سچائی دیکھیں گے ❖

**النجم** | جن روایات کو آپ نے نقل کیا ہے۔ ان میں سے اکثر ع۱ صحیح نہیں ہیں پھر بھی ان کا ع۲ مفہوم نسخ تلاوت ہے۔ تمام علمائے سنت نے ان کو نسخ تلاوت ع۳ پر محمول کیا ہے۔ خود علمائے شیعہ نے ان کو نسخ تلاوت سے متعلق مانا ہے۔ دیکھو مجمع البیان بذیل آیۂ وما ننسخ

**الاعجاز** | ع۱ یہ تو آپ کی پرانی چال ہے کہ لاجواب ہونے پر روایت کی صحت کا انکار فرما دیتے ہیں مگر ہماری ہر قسم کی روایت لیکر اپنے مریدوں میں خوب اونچے ہوتے ہیں۔ میں نے سورۂ احزاب کی دو سو آیت والی روایت۔ آیۂ رجم والی روایت۔ سورۂ برائت کا چار حصوں میں سے ایک حصہ سے کم رہ جانے کی روایت۔ اسی سورہ کی آخری آیات کا صرف خزیمہ انصاری کے پاس ملنے کی روایت جس سے عہد صحابہ میں قرآن کا غیر متواتر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اتقان سیوطی سے پیش کی تھی۔ ان میں سے کوئی ایک بھی غیر صحیح نہیں ہے۔ آپ کا زبانی دعوی عدم صحت مقبول نہیں علامہ سیوطی نے ان میں جرح نہیں کی تو آپ کیا چیز ہیں۔ ع۲ میری پیش کردہ روایات کا مفہوم ہرگز نسخ تلاوت نہیں ہے۔ آپ تحریف قرآن کو پوشیدہ کرنے کے لئے یہ عذر بارد کرتے ہیں ورنہ نسخ تلاوت کو ہمارے مطالبہ کے موافق رسول صلعم اللہ کی حدیث متواتر سے ثابت کیجئے ع۳ نسخ تلاوت اسی لئے وضع کیا گیا ہے۔ کہ تحریف کو اس سے مخفی کیا جائے میں پیشتر لکھ چکا ہوں کہ آیہ رجم ہرگز منسوخ التلاوۃ نہیں کہی جا سکتی ورنہ عہد جناب ابوبکر میں جمع قرآن کے وقت حضرت عمر اسے داخلہ کے لئے پیش نہ کرتے۔ کیا حضرت عمر قرآن سے جاہل تھے۔ کیا حضرت عمر عمداً کتاب اللہ میں اپنی طرف سے اضافہ کر کے گمراہی پھیلانی چاہتے تھے۔ مجھے امید نہیں۔ کہ آپ یہ دونوں باتیں مان لیں۔ لہذا تسلیم کیجئے۔ کہ یہ آیت جزو قرآن ضرور تھی۔ مگر جناب عمر سے

قبول نہیں کی گئی پس اُس کے قرآن میں نہ ہونے سے قرآن ناقص رہ گیا ✦

**نسخ تلاوت کی شیعہ مذہب میں تحقیق**

ع۴ نسخ تلاوت تمام شیعوں کا تسلیم شدہ قول نہیں ہے۔ مذہب شیعہ کیطرف وہی چیز منسوب ہو سکتی ہے کہ مقام تحقیق میں جس کا ماخذ قول معصوم ثابت ہو۔ ہمیں آجتک نسخ تلاوت کے متعلق نہ کوئی حدیثِ متواتر ملی ہے۔ اور نہ علمائے شیعہ کا اجماع ثابت ہوا ہے۔ ہاں بعض مفسرین نے اس کا تذکرہ ضرور فرمایا ہے پس اگر ان حضرات نے نسخ تلاوت کو تسلیم کر لیا ہے۔ تو یہ اُن کی ذاتی رائے متصور ہو گی جو ہمارے لئے مقام تحقیق میں مُحجّت نہیں ہے۔ اور اگر ان حضرات نے بطورِ نقل قول اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ تو اس سے مدیر النجم فائدہ نہیں اُٹھا سکتے ہیں ✦

تفسیر مجمع البیان میں محقق طبرسیؒ نے بذیل آیہ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا نسخ کی قسمیں تحریر فرمائی ہیں لیکن نسخ تلاوت کی مثال میں کوئی حدیث معصوم نہیں لکھی ہے۔ بلکہ روایاتِ اہلسنت کو پیش کیا ہے جس سے ظاہر ہو گیا کہ ممدوح نے بطورِ نقل قول اس کو درج کیا ہے۔ نہ یہ کہ وہ خود نسخ تلاوت کے قائل تھے۔ ورنہ آگے چلکر نسخ تلاوت کو بصیغہ مجہول یعنی قیل وارد نہ کرتے۔ تفسیر مذکور دُنیا میں بکثرت موجود ہے جسکا جی چاہے اُسے دیکھ لے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مفسر ممدوح نے معنائے نسخ حکم کے متعلق اقوال مختلفہ لکھنے و بعض پر جرح وارد کرنیکے بعد اپنا فیصلہ دیا ہے۔ ہم اُنکی بجنسہ عبارت مجمع البیان سے نقل کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے :-

والاولیٰ ما یحد به النسخ ان یقال هو کل دلیل شرعی دل علی ان مثل الحکم الثابت بالنص الاول غیر ثابت فی المستقبل علی وجه لولاه لکان ثابتا بالنص الاول مع تراخیه عنه ✦

اور اولیٰ یہ ہے کہ تعریفِ نسخ میں یوں کہا جائے کہ نسخ وہ دلیلِ شرعی ہے۔ جو بتاتی ہے یہ بات کہ نصِ اوّل کی وجہ سے جو حکم سابق میں ثابت تھا۔ وہ اب آئندہ کے لئے ثابت نہیں رہا ایسی دلیل سے کہ اگر وہ دلیل (جدید) نہ ہوتی تو حکم سابق بوجہ نصِ اوّل کے برقرار رہتا (نسخ کی) شرط یہ ہے۔ کہ حکم دوم پہلے حکم سے توقف کے بعد صادر ہوا ہو ✦

اس عبارت میں نسخ حکم کی تعریف بیان ہوئی ہے پس اگر نسخ تلاوت آپ کے نزدیک محقق ہوتا تو اس کی تائید میں کم سے کم اپنے مذہب کی کوئی روایت ضرور تحریر فرماتے پھر جب



ایسا نہ ہو تو کیسے مان لیا جائے۔ کہ موصوف بھی اس کے قائل تھے۔ قولِ باری او ننسھا لکھنے کے بعد معنائے نسیان کے متعلق اقوالِ مختلفہ تحریر کر کے نسیان بمعنی تاخیر کے ذیل میں چار اقوال ممدوح نے درج کئے ہیں۔ **پہلا قول** نوخرھا فلا ننزلھا و ننزل بدلا منھا الخ یعنی ہم آیت کو تاخیر میں ڈالتے ہیں۔ اب اُسے نازل نہ کریں گے اور اُس کا بدل بھیجینگے۔ ہو اس قول کی بنا پر ظاہر ہوا۔ کہ جب کسی آیت کا نزول ملتوی رکھا جاتا تھا۔ تو اُس کا بدل ضرور آتا تھا ✦

**دوسرا قول**۔ نوخرھا الی وقت ثان و ناتی بدلا منھا فی الوقت المتقدم بما یقوم مقامھا یعنی ہم آیت کے نزول کو دوسرے وقت کیلئے ملتوی رکھتے ہیں اور بالفعل اس کا بدل بھیجتے ہیں۔ کہ یہی آیت اس کی جگہ ہو جائیگی ✦ اس قول سے بھی آیت کے بدلے آیت ثابت ہوئی۔ مگر یہ انساء ہے نسخ نہیں ہے کہ نسخ کا بدل بعد میں آنا چاہیئے ✦

**تیسرا قول**۔ ان ننزل القرآن فی عمل به و یتلی ثم یوخر بعد ذالك بان ینسخ فترفع تلاوته البتة فتمحی فلا ینسی ولا یعمل بتاویله یعنی ہم قرآن (آیت) کو نازل کرتے ہیں کہ اُس کے مطابق عمل کیا جائے اور اس کی تلاوت کی جائے پھر ہم اس کے بعد وہ آیت تاخیر میں ڈالی جاتی تھی۔ اس طور سے وہ منسوخ کی جاتی تھی۔ اُس کی تلاوت مرفوع ہوتی تھی پس وہ محو ہو جاتی تھی فراموش نہ ہوتی تھی۔ اور اُس کے مطابق عمل نہ کیا جاتا تھا ✦ اس قول کی مثال میں مفسر ممدوح نے روایت اہلسنت کو پیش کیا ہے جس سے ظاہر ہوا کہ اس کا قائل سُنی المذہب ہے۔ انساء اس معنی سے درحقیقت نسخ التلاوۃ والحکم کا مرادف ہے ✦

**چوتھا قول** ان نوخرھا العمل بالتاویل الخ یعنی ہم آیت پر عمل بالتاویل کو مؤخر کرتے ہیں ✦

ان چاروں قولوں کو مفسر ممدوح نے بیان کر کے پہلے قول کو ضعیف اور چوتھے کو غیر صحیح لکھا ہے۔ الغرض محقق طبرسی کی کسی عبارت سے ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ وہ آیت نسخ کے حکم کے سوا اور بھی کسی قسم کے نسخ کو قرآن سے متعلق مانتے تھے لیکن مدیر النجم صاحب نے خیانتِ مجرمانہ کا ارتکاب کرتے ہوئے مفسر موصوف پر تہمت لگائی ہے جس کو ہم تنبیہ الحائرین سے نقل کریں گے۔ جہاں کہیں اس کتاب کی عبارت یا اس کا خلاصہ لکھا جائیگا۔ اسکے شروع میں لفظ الحائرین ہوگا ✦

مولوی عبدالشکور صاحب نے تنبیہ الحائرین ص۵۷ پر اپنی شرافت کا نمونہ دکھایا ہے۔ کہ شیعوں کو خائن کا خطاب عنایت کر کے اپنی قوم کو پانچ باتیں یاد رکھنے کی وصیت فرمائی ہے۔ اور ہر ایک کے مقابلہ میں اپنے دل سے تصنیف کر کے مذہب شیعہ کی طرف بھی ایک چیز منسوب فرمائی ہے ہم ان تصنیفات کا جواب انشاء اللہ باب دوم میں دیں گے لیکن سردست آپکی خرافات وصیتوں کا ازالہ کرتے ہیں۔ ساتھ کے ساتھ آپ کے حواشی بھی اُڑاتے ہیں ؂

**الحائر** اہلسنت کی وہ روایتیں جن کو یہ دھوکا دینے والے تحریف کی روایتیں کہتے ہیں۔ وہ نسخ تلاوت اور اختلاف قرائت سے متعلق نہیں۔ جیسا کہ علمائے اہلسنت ع۱ نے اس کی تصریح کی ہے کسی نے ان سے تحریف کو نہیں سمجھا ہے ع۲ اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ خود علمائے ع۳ شیعہ نے اقرار کیا ہے کہ یہ روایتیں نسخ کی ہیں (حاشیہ میں مدیر صاحب فرماتے ہیں مجمع البیان میں نسخ کی قسمیں لکھی ہوئی ہیں) اس کے بعد صاحب مجمع البیان لکھتے ہیں وقد ذکرنا حقیقة النسخ عند المحققین۔ یعنی نسخ کی جو حقیقت تھی۔ وہ ہم بیان کر چکے معلوم ہوا کہ تمام محققین ع۴ شیعہ نسخ کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں ؂ (نمبر وار جواب ملاحظہ ہو)

**الاعجاز** شیعوں نے ہرگز دھوکا نہیں دیا ہے۔ بلکہ آپ کی سمجھ کا پھیر ہے۔ بلکہ عبارات شیعہ میں تحریف کر کے عمداً اپنے جہلاء کو آپ دھوکا دیا کرتے ہیں۔ نسخ تلاوت آپکے مذہب سے بھی بے اصل چیز ہے۔ بحث نسخ میں اس کا ناقابل انکار ثبوت آئے گا۔ علمائے اہلسنت آپ کے مسلمہ کے لحاظ سے جو آگے آتا ہے سب کے سب خاطی ہیں۔ لہذا ان کی تصریح قابل اعتماد نہیں ہے۔ ہاں نسخ تلاوت کو رسول اللہؐ کی حدیث متواتر سے جس کی سند میں کوئی غیر معصوم راوی و ناقل نہ ہو ثابت کیجئے مگر افسوس تو یہ ہے۔ کہ آپ رسول اللہؐ کے سوا اور کسی کو معصوم نہیں جانتے ہیں۔ بلکہ ساری اُمت کو خطاکار سمجھتے ہیں جن کا قول کیسا تواتر بھی اُن کا معتمد نہیں ہے۔ یہ آپکا اقرار آگے آئیگا۔ اب بتایئے آپ معصوم راویوں کی بیان کردہ رسول اللہؐ کی حدیث متواتر کہاں سے لائیں گے۔ اور جب تک آپ اسی نوعیت کی حدیث متواتر نہ دیں گے نسخ تلاوت مہمل رہیگا۔ اگرچہ تمام علمائے اہلسنت نے اس کی تصریح بھی فرمائی ہو۔

ع۲ علمائے اہلسنت نے ان روایات سے تحریف قرآن نہیں سمجھی تو اولاً آپ کے مسلمہ کی بنا پر ان



خاطیوں کی سمجھ کا اعتبار نہیں ہے۔ ثانیاً اگر تحریف سمجھ لیتے تو پھر ان کو محرفین قرآن سے جدا ہونا پڑتا۔ اور جن علمائے اہلسنت نے ان روایات سے تحریف کو سمجھ لیا ہے۔ وہ محرفین قرآن سے فوراً منحرف بھی ہو گئے ہیں مثلاً کتاب فلک النجاة کے مصنف علام اور اس کے مترجم ذوالاحترام۔ اور مؤلف آئینہ مذہب سُنی و انوار القرآن جزاہم اللہ فی الدارین جن کی زلزلہ افگن شکوری مذہب کُش مصنفات کا آپ کی طرف سے جواب نہ ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ ثالثاً نسخ تلاوت اسی تحریف قرآن کی پردہ پوشی کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ پھر بتایئے۔ کوئی سُنی عالم کیونکر ان روایات سے تحریف قرآن سمجھ سکتا ہے ؂

ع۳ علمائے شیعہ نے نقل قول کے طریقہ سے ان روایات کو نسخ تلاوت سے متعلق لکھا ہے۔ نہ کہ خود یہ حضرات نسخ تلاوت کے مقر ہیں۔ ورنہ کونسا ایسا شیعہ ہے۔ جو آپ کے مذہب کو دیکھتے ہوئے آیہ رجم اور آیہ رضاع کبیر وغیرہ کے منسوخ التلاوة ہونے کا اقرار کریگا۔ علمائے شیعہ تو آپ کے مذہب کے لحاظ سے ان چیزوں کو تحریف قرآن کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں۔ اس کی طرف آپ کی نظر نہ گئی۔ اس صریحی اقرار کو آپ نے پوشیدہ رکھا ہے حیف ہے

ع۴ آپ نے محقق طبرسیؒ کی طرف نسخ تلاوت منسوب کرنے میں لفظی اور معنوی دونوں قسم کی خیانت اور تحریف کا ارتکاب کیا ہے ؂

**مدیر النجم کی لفظی خیانت** یہ ہے کہ اقسام نسخ کو جو مفسر ممدوح نے بطور نقل درج تفسیر کیا ہے تفسیر مذکور سے آپ نے نقل کر کے فقرہ وقد ذکرنا حقیقة النسخ عند المحققین کو تحریر کر کے اپنے جہلاء کو یہ دکھایا ہے۔ کہ تمام محققین شیعہ بھی نسخ کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں یہی آپ کی لفظی خیانت ہے۔ اس لئے کہ فقرہ مذکورہ کو اقسام نسخ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تاکہ اس فقرہ کا وہ مطلب صحیح ہو سکے۔ جو آپ نے خیانت مجرمانہ کر کے اپنے دل سے تراشا ہے۔ بلکہ محقق موصوف نے اقسام نسخ مع مثالوں کے سُنی کتب سے نقل کر کے لفظ انساء کے معنے اور اس کے متعلق طرفہ بن عبد کا شعر پھر انساء اور نساء کی لغوی تحقیق درج کر کے چند سطروں میں آیہ ما ننسخ من آیة کی نحوی ترکیب اور اعراب اور حرف من کی تحقیق لکھنے کے بعد المعنی کی شرح قرار دے کر فقرہ مذکورہ لکھا ہے جس سے ظاہر ہو گیا۔ کہ اس فقرہ کو نسخ کے معنی سے

تعلق ہے نہ کہ اقسام نسخ سے نا کہ یہ کہا جائے کہ اقسام نسخ محققین شیعہ کے نزدیک ثابت ہیں۔

**مدیر النجم کی معنوی خیانت** یہ ہے کہ مدیر صاحب آپ نے اقسام نسخ تفسیر مذکور سے نقل کر کے فقرۂ مذکورہ لکھ کر حقیقت نسخ اور اقسام نسخ کو ایک کر دیا ہے حالانکہ دنیا جانتی ہے۔ کہ ہر چیز کی حقیقت و ذات اور ہوتی ہے۔ اور اس کی قسمیں اور ہوتی ہیں۔ پس لفظ نسخ کی حقیقت وہ ہے جس کو مفسر موصوف نے اللغت کی شرح کے بعد لکھا ہے۔ پھر اسی حقیقت کے متعلق مختلف اقوال تحریر فرمائے ہیں۔ پھر لفظ نسخ کے معانی بیان کر کے اپنا قول لکھا ہے۔ انہی اقوال کے متعلق فقرۂ وقد ذکرنا حقیقۃ النسخ الخ ہے۔ لہٰذا فقرۂ مذکور کو اقسام نسخ سے متعلق قرار دے کر ان قسموں کو محققین شیعہ کی طرف منسوب کرنا کھلی ہوئی تحریف و خیانت ہے۔

**الحلیہ** اہلسنت کی یہ روایتیں احاد ہیں۔ متواتر نہیں ہیں۔ بلکہ اکثر کی صحت میں کلام ہے۔ (حاشیہ میں ہے) اس لئے کہ اکثر کی پوری سند نہیں ملتی یا سند میں مجہول اور شیعہ ہیں اور شیعوں کی روایت قرآن کے بارے میں مقبول نہیں ہے۔

**الاعجاز** آپ کے پورے مذہب کا مدار احادیث آحاد پر ہے۔ آپ کے یہاں کل متواتر حدیثیں چار پانچ ہیں پس اگر روایات تحریف کے متعلق آپ کے یہاں تواتر نہیں ہے۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ صرف ان کا صحیح ہونا ہمارے لئے کافی ہے کہ ہم ان کو آپ کے مقابلہ میں پیش کر کے آپ پر حجت قائم کر سکتے ہیں۔ اب رہا آپ کا دعوائے عدم صحت تو یہ بالکل غلط ہے۔ اسلئے کہ حدیث آیۂ رجم۔ حدیث آیۂ رضاع کبیر۔ سورۂ احزاب کے متعلق دو سو آیتوں والی روایت سورۂ برائت سے حذف بسم اللہ والی روایت یہ سب صحیح ہیں۔ نہ ان کی سندیں منقطع ہیں اور نہ انکے راویوں میں سے کوئی راوی شیعہ ہے اور نہ کوئی مجہول الحال ہے پھر کیسے ان روایتوں میں کلام ہوگا۔

جبکہ آپ اپنی روایات آحاد اور منقطع السند اور مجہول الراوی اور شیعوں کی روایت کو ثبوت تحریف میں پیش ہوتا تسلیم نہیں کرتے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ شیعوں کے مذہب میں تحریف قرآن ثابت کرنے کے لئے اس قسم کی روایات کو آپ حجت کے میدان میں لا سکیں۔ اسی طرح جن کے رواۃ میں کوئی غیر شیعہ ہو۔ تو اُسے بھی آپ ہمارے مقابلہ میں نہ لائیے گا۔ کہ غیر شیعہ کی روایت دربارہ تحریف ہمارے مذہب میں مقبول نہیں ہے۔



ہاں جناب یہ تو بتایئے کہ شیعہ کسے کہتے ہیں۔ کیا اصحاب ثلثہ کو خلفائے الرسولؐ سمجھنے والا اور حضرت امیر المومنینؑ مولا علیؑ کو خلیفہ چہارم جاننے والا شیعہ ہے۔ پھر یہ بتایئے وہ کون کونسی روایات تحریف ہیں جن کے راوی شیعہ تھے پھر اس کے بعد رسول اللہؐ کی حدیث صحیح میں یہ تصریح دکھائیے کہ شیعوں کی روایت دربارۂ قرآن مقبول نہیں ہے۔ یہ ملحوظ خاطر رہے کہ حدیث رسولؐ میں لفظ شیعہ صراحۃً دکھانا پڑیگا آپکی یا آپکے کسی عالم کی تاویل یا محض زبانی قول تسلیم نہ ہوگا۔

**الحائر** ص۵ بفرض محال اگر یہ روایتیں تحریف پر دلالت بھی کریں تب بھی قابل اعتبار نہ ہوتیں کہ قرآن متواتر ہے اور وہ حدیثیں بوجہ غیر متواتر ہونے کے نہ متواتر قرآن کا مقابلہ کر سکتی ہیں اور نہ بنیاد اعتقاد ہو سکتی ہیں۔

**الاعجاز** کون کہتا ہے کہ قرآن کے متواتر ہونے کے بعد اس میں تحریف ہوئی۔ اے حضرت یہ تحریف اُس زمانہ میں ہوئی تھی۔ کہ آپ کے مذہب میں قرآن متواتر نہ تھا۔ ورنہ حضرت زید بن ثابت جمع قرآن کو پہاڑ اٹھانے سے زیادہ گراں نہ سمجھتے حضرت عمر اور زید دونوں باب مسجد نبویؐ پر بیٹھ کر آئندہ و روندہ سے آیات قرآنیہ لے لیکر اکٹھی نہ کرتے۔ سورۂ برائت کا آخری حصہ فقط خزیمہ انصاری سے نہ ملتا۔ بلکہ دوسری جگہ بھی لکھا ہوا یا زبانی یاد ملجاتا حضرت عثمان اپنے قیاس سے انفال کے بعد برائت کو نہ رکھتے اور برائت سے بسم اللہ ساقط نہ کرتے۔ مختلف قسم کے قرآن صحابہ کے پاس موجود نہ ہوتے کہ امیر المومنینؑ کا قرآن ترتیب نزولی پر تھا۔ ابن مسعود کے قرآن میں حمد و معوذتین نادار د تھے۔ ابی بن کعب کے قرآن میں سورۂ حفد و خلع شامل اور سورۂ احزاب دو سو آیت کی تھی۔ اگر قرآن متواتر ہوتا تو صحابہ کو قرآن میں اپنی طرف سے اضافہ کا موقع نہ ملتا۔ قرآن کے سات حرفوں سے چھ حرف غائب نہ کئے جاتے۔ سوائے آخری بات کے ہر ایک کا ثبوت گذر گیا۔

**الغرض** قرآن محرف متواتر ہوگیا ہے یہود اپنی توریت کو عیسائی اپنی انجیل کو آریہ اپنے وید کو یقینی طور سے غیر محرف جانتے ہیں اور متواتر بھی سمجھتے ہیں۔ کیا آپ ان کتابوں کے تواتر کا انکار کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ کیا آپ ان کتابوں کو غیر محرف مانتے ہیں۔ ہرگز نہیں پھر جب توریت محرف متواتر ہوگئی۔ تو قرآن محرف کس لئے متواتر نہیں ہو سکتا ہے۔ پس یہ

بھی محرف ہے اور متواتر بھی ہے ؏

الغرض جس زمانہ میں آپکے مذہب سے قرآن متواتر نہ تھا۔ اُس زمانہ کی حالت کا تصور کیجئے اور روایاتِ تحریف سے تقابل فرمایئے۔ تب قرآن کا محرف ہونا آپکی سمجھ میں آئے گا۔ اور یوں تو آپ قیامت تک بھی نہ سمجھیں گے ؏

**الحائر** ص۵۹ میں ہے اہلسنت کے یہاں تحریف قرآن محال ؏۱ ہے۔ اس کا ثبوت قرآن سے متواتر حدیثوں سے۔ اجماع متواتر سے ہوتا ہے۔ (حاشیہ میں ہے) آیۂ ؏۲ انا له لحافظون خاتم النبیین ؏۳ والی آیت سے تحریف قرآن کا استحالہ ثابت ہے۔ متواتر حدیثیں مثلاً حضرت ؏۴ کا فرمانا قرآن کو پانی دھو نہیں سکتا۔ حوادث ؏۵ دہرا سے فنا نہیں کر سکتے۔ میرا ؏۶ دین تا قیامت رہے گا۔ اجماع ؏۷ متواتر دیکھنا ہو تو آیۂ انا له لحافظون کی تفسیریں دیکھو۔ بڑے ؏۸ پیمانہ پر دلائل عقلیہ مناظرہ دوم میں ہے۔ مثلاً رسول ؏۹ اللہ کا قرآن کے متعلق اہتمام تبلیغ فرمانا۔ اہلسنت ؏۱۰ کا بلا شرکت ایرہ غیرہ پچکلیاں قرآن کی خدمت کرنا ؏

**الاعجاز** ؏۱ جبکہ قرآن محرف متواتر ہو چکا۔ تو اسکے بعد بیشک تحریف اُس میں محال عادی ہو گئی لیکن تواتر سے پہلے ہرگز محال نہ تھی چنانچہ ہوئی اور خوب ہوئی جیسا کہ آپکے مذہب کی ناقابل تردید دلیلوں سے ثابت ہے۔ ؏۲ آیۂ انا له لحافظون ہرگز مانع تحریف نہیں ہے۔ کہ اس کی وجہ سے تحریف قرآنی محال کہا جائے ہم پیشتر شکوری تفسیروں سے حفاظت قرآن کا مطلب بیان کر چکے ہیں لیکن اس کی مکمل توضیح بحث تحریف میں آئے گی۔ وہیں اجماع متواتر کا حال بھی معلوم ہو جائے گا ؏

؏۳ آیۂ لکن رسول اللہ وخاتم النبیین بھی تحریف قرآن کو محال نہیں کرتی ہے کہ خدا نے پورا قرآن نازل کر کے اپنی حجت قائم فرمائی۔ باب نبوت ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ آخری کتاب بھیجدی۔ پھر یہ اُمت کا فریضہ تھا کہ وہ حجت خدا کو قائم رکھتی۔ اُس میں کتربیونت نہ کرتی لیکن اُمت نے اپنے سوء اختیار سے خدا کی حجت میں ترمیم کا ارتکاب کیا۔ اپنے فریضہ کو ادا نہ کیا۔ اس کی جوابدہ اُمت ہے ؏

کیا خدا نے توریت و انجیل نازل کر کے اپنی حجت کو قائم نہ کیا تھا۔ ضرور پورا کیا تھا۔ مگر



یہود نے توریت کو اور نصاریٰ نے انجیل کو محرف کر کے حجت خدا کو قائم نہ رکھا۔ اب بتایئے کہ اسکا مواخذہ دار کون ہے یہی حال قرآن مجید کا ہے۔ لہذا آپ کے مذہب سے جن اشخاص نے اس میں تحریف کی ہے۔ وہ جوابدہ ہوں گے ؏

کیا خدا پر واجب تھا کہ وہ اپنی کتاب نازل کر کے اُسکو وہ بجنسہ باقی اور محفوظ بھی رکھتا۔ اول تو آپ اس دعوے کو ایسی آیت سے ثابت کیجئے۔ کہ جس کے مطلب میں آپکے کسی ہم مذہب نے اختلاف نہ کیا ہو۔ ورنہ اگر ہم نے اختلاف ثابت کر دیا۔ تو پھر آپ کا دعویٰ کالعدم ہو جائے گا۔ ذرا سوچ سمجھ کے اور خوب دیکھ بھال کے جواب دیجئے گا۔ ثانیاً آپ اپنے مذہب سے اور اپنے تحریری اقرار کی موجودگی میں ہرگز کوئی چیز خدا پر واجب نہیں کر سکتے۔ خواہ قرآن کی حفاظت ہو یا ابقاء حجت ہو۔ اسلیئے کہ آپ اپنے رسالہ خود ساختہ ارتداد شیعہ ص۱۳ میں لکھ چکے ہیں۔ کہ خدا پر کوئی امر واجب کرنا اس کو مجبور کہنا ہے۔ جو محال ہے۔ لہذا اب جو آپ خدا پر حفاظت قرآن کو واجب کریں گے تو آپ اُس کو مجبور کہیں گے جو محال ہے نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ خدا پر حفاظت قرآن کو واجب کہنا محال ہے۔ پس جبکہ آپ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق حفظ قرآن خدا پر محال ہو گیا۔ تو صحابہ کے ہاتھوں اس کا محرف ہونا محال نہ ہوا بلکہ ممکن الوقوع ہونا اس کا ثابت ہو گیا۔ بلکہ میں تو انشاء اللہ بحث تحریف میں تحریف قرآن کو یقینی الوقوع دکھاؤنگا۔ چونکہ ہملوگ قائل ہیں۔ کہ خدا پر عدل واجب ہے۔ اور آپکے مذہب میں خدا پر عدل واجب نہیں ہے۔ بلکہ عقیدہ میں جائز ہے۔ کہ خدا اپنے کسی نبی کو (معاذ اللہ) جہنم میں جھونک دے اور مشرک کو جنت میں بھیجدے پس آپ نے ہمارے عقیدۂ وجوب عدل بر خدا کو ہمارے کفر و ارتداد کا موجب قرار دیا ہے۔ اور صاف صاف لکھ مارا ہے کہ جو شخص خدا پر کوئی چیز واجب کرے گا۔ تو وہ خدا کو مجبور کریگا۔ اور خدا کو مجبور کہنا محال ہے۔ جو موجب کفر ہے۔ پس شیعہ چونکہ خدا پر عدل کو لازم و واجب کہتے ہیں۔ لہذا کافر ہیں۔ اب اگر آپ حفاظت قرآن خدا پر واجب کہیں گے۔ تو اُسے مجبور بنائیں گے۔ لہذا اپنے فتوے سے آپ کافر و مرتد قرار پائیں گے ؏

؏۴ تین حدیثوں کا آپ نے صرف ترجمہ لکھا ہے۔ اول تو معلوم نہیں کہ یہ ترجمہ صحیح ہے۔ یا غلط۔ ہاں اگر ترجمہ کی صحت سے قطع نظر کر لی جائے۔ اور آپ کو صادق اللہجہ بھی فرض کیا جائے۔

تو آپ نے ان حدیثوں کے متواتر ہونے کی کوئی سند صحیح بحوالہ کتاب پیش نہیں فرمائی ہے۔ ع۵ ثالثاً اگر ہم ان حدیثوں کا متواتر ہونا تسلیم بھی کر لیں۔ تو پہلی دو حدیثیں اس قرآن کو محفوظ اور ناقابلِ تغیر ثابت کریں گی۔ جو آپکے مذہب میں قدیم ہے اور خدا کی صفتِ ذاتیہ ہے۔ ورنہ یہ کتاب جسے آپ خواہ مخواہ قرآن کہتے ہیں آپکی احادیثِ صحیحہ کی موجودگی میں ہرگز ایسا نہیں ہے کہ جو تغیر نہ ہو سکے بلکہ اُسے پانی نے دھویا اور آگ نے جلایا اور بکری نے کھایا وغیرہ وغیرہ ✠

علاوہ اس کے اگر اس کتاب کو حوادثِ دہر فنا نہیں کر سکتے تھے تو پھر جنابِ عمر کو اسکے فنا اور ضایع ہونے کا خوف کیوں ہوا تھا اور کیوں آپ نے اس کے جمع کرنے پر حضرت ابوبکر کو مجبور کیا تھا اور کیوں اس کے اکٹھا کرنے میں آپ کو زحمتِ شاقہ برداشت کرنی پڑی تھی۔ یہ بات دوسری ہے۔ کہ جناب ابوبکر و عمر کو اس شکوری عقیدہ کا علم نہ ہوا ہو۔ کہ قرآن کو حوادثِ دہر فنا نہیں کر سکتے ہیں ✠

اور اگر ہم بالفرض مان بھی لیں کہ یہ دونوں حدیثیں قرآن میں تحریف کو محال ثابت کرتی ہیں۔ تو ہم بھی اسی مضمون کی حدیثیں اپنی کتابوں میں دکھائینگے ؟ اس وقت ہمارے مذہب سے بھی تحریف قرآن کو آپ محال سمجھئے گا خیر دوسرے باب میں اسی نوعیت کی حدیثیں عدم تحریف پر ہم بھی لکھیں گے۔ مگر یاد رکھئے گا۔ حضرت علیہ السلام کے دین کا قیامت تک باقی رہنا مسلم ہے لیکن اس کے لئے تحریف قرآن کا محال ہونا مستلزم نہیں ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے مذہب سے قرآن محرف ہو۔ اور پھر بھی دین میں کوئی خلل نہ آئے۔ اسلئے کہ آپ کے مذہب سے یہ لازم نہیں ہے کہ دینی احکام صرف قرآن میں ہی منحصر کئے گئے ہوں۔ مثلاً فرض کیجئے کہ جن آیات کو آپ منسوخ التلاوۃ کہتے ہیں اور اُن کے احکام کو آپ باقی جانتے ہیں۔ تو بتایئے کہ وہ احکام کس ذریعہ سے باقی ہیں۔ آپ کا جواب یہ ہو گا کہ وہ ذریعہ حضور سیدِ عالم کی حدیث شریف ہے۔ اب نتیجہ کلام یہ ہو گیا۔ کہ دین کا بقا دو چیزوں پر موقوف ہے۔ ایک قرآن دوسرے حدیث پس میں کہتا ہوں یہ تو ثابت ہے کہ بعض احکام قرآن میں نازل ہوئے تھے مگر اب اُن کا وجود قرآن میں نہیں ہے۔ قرآن میں ان احکام کے نہ ہونے کے دو ہی عقلاً سبب ہو سکتے ہیں۔ ایک نسخ تلاوت دوسرا تحریف پہلی بات صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ نسخ تلاوت پر آپ کے مذہب میں کوئی حدیث متواتر رسول صلعم اللہ کی نہیں ہے



اور جب تک حدیث متواتر نہ ملیگی۔ نسخ تلاوت کا یقین نہیں ہو سکتا جب نسخ تلاوت حدیث متواتر کا محتاج ثابت ہوا۔ تو کمی احکام کا سبب اور قرآن میں بعض احکام کا نہ موجود ہونے کا باعث صرف تحریف باقی رہ گئی۔ اب نتیجہ کلام یہ ہوا کہ دین کا بقا قرآن محرف اور حدیث رسول صلعم سے وابستہ ہے۔ ولا ضیر فیہ ✠

**دوسری دلیل** آپ کے مذہب سے صرف قرآن بقاءِ دین کا ذریعہ نہیں ہو سکتا بلکہ حدیث پر بھی دین کا بقا موقوف ہے۔ بلکہ آپ کے مذہب سے نص صریح قرآنی کا نسخ حدیثِ رسول ص سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور وہ بھی رسول ص اللہ کی حیات کے بعد بلکہ حکم محکم قرآنی کو حدیثِ آحاد بھی نسخ کر سکتی ہے ثبوت کیلئے دیکھئے تفسیر خازن جلد ا ص۸۱ اور اتقان جلد ۲ ص۲۱ افادات الشیوخ ص ۹

سنئے باوجودیکہ حضور سیدِ عالم ص کے طلب قرطاس و قلم کے جواب میں حضرت عمر نے امتثالِ امر رسول ص کے بدلے حسبنا کتاب اللہ کہا تھا مگر آنحضرت ص کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے اپنے احکام جاری کرنے کیلئے کتابِ خدا سے کام نہ لیا حالانکہ قرآن میں ہر شخص کی بیٹی کیلئے سہم وراثت معین ہو چکا ہے مگر رسول ص اللہ کی دختر نیک اختر کیلئے نص محکم قرآنی منسوخ کی گئی۔ اور معصومہ کا دعوئے وراثتِ پدر جناب ابوبکر نے ایک ہی حدیث بیان کر کے رد فرما دیا۔ دیکھئے آپکے مذہب سے وہی حکم جاری کرنے کے لئے صرف قرآن کافی نہ ہوا۔ بلکہ وہ تو بالائے طاق رہا۔ اور حدیثِ آحاد سے کام نکالا گیا۔ اور حدیث بھی وہ جس کے راوی و ناقل جناب ابوبکر تھے۔ آپ ہی نے حدیثِ معشر الانبیاء کو رسول ص کی طرف منسوب فرمایا ہے ✠

حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ لگانیوالو! جواب دو کہ اگر تمہارے زعم میں صرف قرآن کافی ہے تو بہت جلد وہ آیت پیش کرو جس میں تصریح ہو کہ خاتم الانبیاء کی بیٹی اپنے والد ماجد کے میراث کی مستحق نہ تھی۔ اور حضرت ابوبکر نے جو فیصلہ کیا تھا۔ وہ فلاں آیت کے تحت میں ہے ✠

ع۸ مناظرہ دوم کا حوالہ بالکل فضول ہے۔ اگر اس میں کوئی بات قاعدہ کی ہوتی۔ تو آپ اُس کو یہاں بھی ضرور پیش کرتے۔ خیر اُسے ہمارے پاس روانہ کر دیجئے گا۔ ہم اس کا جواب دینگے

ع۹ آپکے مذہب کے لحاظ سے بالکل غلط ہے۔ کہ رسول ص اللہ نے قرآن کے متعلق بڑا اہتمام فرمایا تھا اہتمام تو بڑی چیز ہے۔ بلکہ آنحضرت ص نے پورا قرآن لکھوایا بھی نہیں تھا اور اُسے مرتب بھی نہیں فرمایا تھا

ثبوت اس کا سابق میں گذر گیا۔ ع۱۰ شکوری اکابر نے قرآن کی جیسی نمایاں خدمت انجام دی تھی۔ وہ ساری دُنیا پر ظاہر ہے کہ آخر اُسے جلا کے چھوڑا۔ بخاری جلد ۶ باب فضائل القرآن۔ فیض الباری پ۲۰ ص۲۱ اتقان جلد ۱ ص۶۱ لے حضرت بہت اچھا ہوا کہ اس خدمت میں کوئی شیعہ شریک نہ تھا ورنہ وہ بھی محرق القرآن کے گروہ میں شامل کر لیا جاتا۔ آپکے دوسرے طبقہ نے قرآن کی جو خدمت کی ہے وہ بھی مشہور ہے کہ خون سے پیشاب سے اسکا لکھنا جائز کر دیا دیکھو فتاویٰ قاضی خان جلد ۴ ص۳۶۴

**الحائر** بفرضِ محال اگر کوئی روایت تحریف قرآن کی کتب اہلسنت میں ع۱ موجود ہوتی۔ تو وہ قطعاً واجب الرد ہوتی۔ جن حدیثوں کو یہ فوہی پیش کرتے ہیں۔ ان میں کوئی ع۳ قول رسول ع۲ نہیں ہے۔ ہمارے ع۴ مذہب میں رسول اللہ کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے۔ بالفرض اگر یہ ع۵ حدیثیں متواتر بھی ہوتیں۔ تب بھی قابلِ اعتبار نہ ہوتیں۔ کہ غیر معصوم سے غلط فہمی۔ سہو و نسیان خطاء اجتہادی و غیر اجتہادی سب کچھ ممکن ہے۔ اسی وجہ سے غیر معصوم کا قول ع۶ و فعل بالاتفاق حجت نہیں ہے اس پر اعتقاد تو کجا عمل کرنا قطعاً ع۷ حرام ہے ✤

**الاعجاز** ع۱ موجود اور محقق کو محال فرض کرنا ابلہ فریبی ہے۔ بیشک جبکہ نسخ تلاوۃ وضع کر لیا گیا تو جتنی احادیثِ تحریف آپ کی مذہبی کتابوں میں تھیں۔ وہ سب نسخ تلاوۃ پر محمول ہونے لگیں۔ پھر تو حدیثِ تحریف کوئی بھی نہ رہی۔ اب جو کچھ آپ گفتگو کرینگے۔ اسکی بنا فرض پر ہی رکھی جائیگی۔ ع۲ اسی وجہ سے جو حدیث آپکی تحریف کے ثبوت میں پیش کیجاتی ہے اُسے آپ رد فرما دیتے ہیں۔ آپنے چند طریقوں سے احادیثِ تحریف کو رد کیا ہے کسی کی سند گرا دی کسی کو فرضی شیعوں کیطرف منسوب کر دیا کسی کی سند مجہول بنا دی کسی کو ضعیف لکھ مارا کسی کی تاویل رکیک فرمائی۔ غرض اپنے زعم میں آپ نے کسی حدیثِ تحریف کو بغیر رد کئے ہوئے نہیں چھوڑا ہے اور آپ کا یہ عمل واقع کے لحاظ جیسا بھی ہو لیکن ظاہر میں آپکے لئے بیحد مفید ہے۔ ورنہ احادیثِ تحریف کی موجودگی میں یعنی اُن کو مثبتِ تحریف ماننے کے بعد یقیناً آپکو محرفین قرآن سے بالکل اعراض کرنا پڑتا یعنی آپ کا مذہب خود آپ کے ہاتھوں سے مٹ جاتا جس طرح مصنوعی خلافت کی ترکی خود ترکی اہلسنت نے تمام کر دی۔ اب آپ کی وجہ سے اصل شکوری مذہب ہی دُنیا سے معدوم ہو جاتا۔ حالانکہ ابھی آپ کی مہلت کا زمانہ باقی ہے جس کی انتہا وقت پر معلوم ہوگی۔ ع۳ جب تحریف کی رد میں اتنی تدبیریں آپ



کر چکے تو ایک نئی بات اور نکالی ہے کہ ان روایتوں میں کوئی قول رسول ص نہیں ہے۔ حالانکہ یہ آپ کا حیلہ بالکل ہی لغو اور مہمل ہے۔ اِسلئے کہ آپ کا مذہب قولِ صحابہ پر موقوف ہے جن کو آپ نے اس وقت خطاکار مانا ہے۔ اگرچہ واقع میں صحابہ کے متعلق آپ کا یہ ارشاد بالکل صحیح ہے۔ جو قدرت نے آپکے ذہن قلم سے نکلوایا ہے۔ ورنہ ظاہر میں آپکے مذہب کے بالکل مخالف ہے۔ کیا جناب نے آجتک قول رسول صعم میں صحابہ ثلاثہ کے ناموں کی خلافت کیساتھ تصریح ہو اور سندِ معصوم کے ذریعہ سے آپکے پاس پہنچا ہو۔ اپنی کسی کتاب میں دیکھا ہے تو لائیے۔ آپ قیامت تک ایسا قول رسول صعم نہیں دکھا سکتے ہیں۔ پھر ثلثہ کی خلافت آپ کس برتے پر تسلیم کرتے ہیں۔ لہذا فوراً اس باطل مذہب کو چھوڑیئے۔ ورنہ تحریف قرآن کو مانیئے۔ اگرچہ قول رسول صعم آپ پر مخفی ہو گیا ہو۔ خیر اگر آپ ہٹ دھرمی پر ہی تلے ہوئے ہیں۔ تو رسول اللہ کی حدیث متواتر ہی بحث تحریف میں ہم پیش کر دینگے۔ ع۴ جبتک آپ کی بخاری اور شرح مقاصد وغیرہ دُنیا میں موجود ہیں۔ آپ ہرگز اپنے مذہب سے عصمت رسول صلعم کا دعوے نہیں کر سکتے۔ اگر یہ مسئلہ ہماری کتاب کے موضوع کے خلاف نہ ہوتا۔ تو ہم چند مثالیں پیش کرتے ✤

ع۵ تحریف کی متواتر حدیثیں آپ کسی طرح رد نہیں کر سکتے۔ اگرچہ غیر معصوم جماعت کا تواتر بھی ہو۔ ورنہ پھر اپنے مذہب سے اپنا ہاتھ اُٹھا لیجئے۔ کہ جن حدیثوں کو آپ رسول اللہ کیطرف منسوب بھی پائینگے۔ وہ بھی قابلِ اعتماد نہ ہوں گی۔ کہ خود تو رسول اللہ آپ سے ارشاد نہیں فرما گئے ہیں۔ لامحالہ آپ کو وہ کل حدیثیں آپکے تسلیم شدہ خطاکاروں سے ملی ہیں۔ اس زمانہ سے لیکر عہدِ صحابہ تک سب کے سب آپکے عقیدہ میں خطاکار ہیں۔ پھر ان کی خبروں پر آپکو اعتماد کیوں ہوگا۔ اب تم نماز چھوڑو۔ روزہ چھوڑو۔ تراویح چھوڑو۔ قرآن کی تلاوت چھوڑو۔ بلکہ اسلام کو چھوڑو۔ کہ اس کی تمام چیزیں خطاکاروں سے تم کو ملی ہیں۔ ان کے راویوں میں کوئی معصوم نہیں ہے۔ پس جبکہ قرآن ہی تمہارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ تو اب کیا چیز باقی رہ گئی ہے۔ دیکھو ایک مہمل خرافات لکھنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ جو تمہارے سامنے موجود ہے۔ ع۶ و ۷ چونکہ تمہارے مذہب کی کل باتیں بقول آپکے خطاکاروں سے منقول ہیں۔ لہذا اب نہ ان پر تمہارا عقیدہ ہو سکتا ہے اور نہ عمل۔ بلکہ عمل تو خود تم نے حرام قرار دیا ہے ✤

**الحایُر** اہلسنت تحریفِ قرآن کے معتقد نہیں ہیں۔ بلکہ معتقدِ تحریف کو قطعاً کافر جانتے ہیں۔ لہٰذا بالفرض اگر ہزاروں حدیثیں بھی تحریف کی ہوتیں تو یہ نہ کہا جاتا۔ کہ ان کے مذہب سے قرآن محرف ہے۔ ان پانچ باتوں کے سمجھ لینے کے بعد جو نہایت پختہ اور اصولی باتیں ہیں۔ کوئی بیوقوف بھی کسی کے فریب میں نہیں آسکتا ہے معلوم ہوگیا۔ کہ شیعوں کو بحثِ تحریف میں معارضہ بالمثل کرنا ذلت اور رسوائی کے سوا اور کچھ نتیجہ نہیں دے سکتا ہے ✦

**الاعجاز** چہرۂ تحریفِ قرآن چھپانے کا یہ بھی ایک برقع ہے جس میں سے تحریف مُنہ نکالے ہوئے جھانک رہی ہے۔ ہاں جناب مسئلہ تحریف قطعاً آپکے مذہب میں ثابت ہے۔ اسکا آپکے دلوں میں یقین بھی ہے۔ لیکن زبان سے ظاہر کرنے کیلئے سخت مجبوری لاحق ہوگئی ہے۔ کہ اگر تحریف کا آپنے زبان سے اقرار کرلیا۔ تو اسی وقت آپکے زبانی اقرار سے محرفین قرآن جوابدہ ثابت ہوجائینگے اگر آپ قائلین تحریف کو کافر جانتے ہیں۔ تو آپکا یہ قول آپکے اقرار سے غلط اور باطل ہے۔ اس لئے کہ آپ ابھی پیچھے لکھ چکے ہیں۔ کہ غیر معصوم کی بات قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا آپ ایسے خطاکار کی بات کا اعتبار ہی کیا ہے۔ جو خود اپنے اقرار سے خطاکار ہے۔ اور علماءِ اہلسنت کے فتوے سے دروغگو اور مستحق کفر ہے۔ آپنے بغیر حجّتِ شرعی کے مسلمانوں کو کافر لکھ مارا ہے اور دین میں احداث کیا ہے جس سے علماءِ اہلسنت کے فتوے پر جو آپکے برخلاف شایع ہوا ہے۔ نیز روشنی پڑتی ہے ✦

ناظرین ہم نے شکوری پانچوں جال جن کو وہ بیحد مضبوط سمجھے ہوئے تھے۔ اُڑا دیئے۔ جو ہمارے جوابات کو غور سے پڑھیگا۔ وہ ہرگز شکوری فریب میں نہ آئیگا۔ ان حضرت سے مبحث تحریف میں مناظرہ کرنے کیلئے ہم نے بالکل نیا عنوان بنایا ہے۔ جو انشاء اللہ شیعوں کے زخموں کو جو شکوری چھری نے ڈالے ہیں۔ بند مل کردیگا۔ اور گمراہوں کو راہِ راست پر لائیگا۔ میں نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ اصلی قرآن میں سورۂ احزاب دو سو آیت کی تھی۔ اسکا جواب مدیر النجم نے یہ دیا ہے

**النجم** اصلی کا لفظ آپنے بڑھایا ہے۔ اتقان[۲] کا حوالہ صریح خیانت ہے۔ اتقان[۳] میں تو صرف یہ مضمون ہے۔ کہ سورۂ احزاب میں دو سو آیتیں تھیں۔ پھر[۴] اس سے تحریف کہاں ثابت ہوئی۔ ہاں[۵] یہ ثابت کرو کہ یہ آیتیں جامع القرآن نے نکال ڈالیں پھر[۶] اتقان میں تصریح موجود ہے کہ یہ آیتیں منسوخ ہوگئیں۔ نسخ کی مثال میں اس روایت کو لکھا ہے۔ اس[۸] سے آپ نے آنکھ بند



کرلی۔ کیا خوب دیانت ہے ✦

**الاعجاز** ع[۱] اپنے مذہب سے رسول اللہ کی حدیثِ متواتر اس قرآن کے اصلی ہونے پر لایئے۔ تب اس قرآن کو اصلی کہیئے میں نے لکھا تھا۔ کہ اتقان میں دیکھو کہ احزاب دو سو آیت کی اس کو آپنے تسلیم کرلیا[۳] پھر حوالہ میں خیانت کہاں ہوئی۔ آپنے میری طرف خیانت کی جھوٹی نسبت دی۔ اب بتایئے کہ آپ خائن و کاذب ہوئے یا نہیں جبکہ آپنے[۴] سورۂ احزاب میں اصلاً دو سو آیتوں کا نازل ہونا تسلیم کرلیا۔ اور قرآن موجود کی سورۂ احزاب میں کل تہتر[۳] آیتیں ہیں۔ ایک سو ستائیس کم ہوگئیں۔ تو اس سے تحریف یوں ثابت ہوئی۔ کہ نسخ تلاوت ایک وضعی چیز ہے۔ جس کا ثبوت رسول اللہ کی حدیثِ متواتر سے نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا احتمالِ نسخ رفع ہوا اور تحریف باقی رہ گئی۔ پس[۵] اب یہی کہا جائیگا۔ کہ سورۂ مذکور کی ایک سو ستائیس آیتیں قرآن سے جامع القرآن نے ساقط کردیں۔ یہی تحریف ہے۔ اتقان[۶] میں اوّل تو اس کی تصریح نہیں ہے۔ مگر نسخ[۷] تلاوت کے ذیل میں اس کو لکھا ہے۔ تو اس سے آپ کو کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ کہ علامہ سیوطی معصوم نہ تھے۔ اور غیر معصوم کی بات پر آپکے ارشاد کے مطابق اعتماد نہیں ہوسکتا خصوصاً جبکہ جرم تحریف کے چھپانے کے لئے نسخ تلاوت آپکے اکابر نے وضع کیا ہے۔ اسی بنا پر علامہ سیوطی نے تحریف کی روایت کو نسخ تلاوت کے ذیل میں لکھدیا ہے۔ تو آپ کے تسلیم شدہ خطاکار کے صرف لکھ دینے سے اعتبار نہ ہوگا ہمنے[۸] ہرگز آنکھ بند نہیں کی۔ بلکہ خوب دیکھ بھال کے دیانت سے اس روایت کو اتقان سے نقل کیا ہے۔ مدیر صاحب یہ بات کس قدر قابلِ افسوس ہے کہ آپ نسخ تلاوت کو اپنے مقرر کئے ہوئے معیار کے مطابق ثابت کرنے سے عاجز ہیں۔ پھر ہم سے تحریفِ قرآن کا ثبوت طلب کرتے ہیں۔ اگرچہ ہم آپکے مذہب سے آپکے مطالبہ کو پورا کریں گے لیکن اتنا تو یہیں سے ظاہر ہوگیا۔ کہ بہت سی آیات کا کم ہونا یقینی ہے۔ اب بحث اس میں ہے کہ جتنی آیات خدا کیطرف سے نازل ہوئی تھیں اور وہ قرآن موجود میں نہیں ہیں۔ آیا وہ خدا کے حکم سے منسوخ التلاوۃ ہوگئیں یا بوقتِ جمع قرآن حضرت جامع القرآن کو نہیں ملیں۔ یا جامع القرآن نے خود ان کو کسی مصلحت سے خارج کردیا پس جبکہ رسول اللہ کی حدیثِ متواتر سے آپ نسخ تلاوۃ کو ثابت نہیں کرسکتے۔ تو بقیہ دو باتوں کا احتمال رہ جائیگا۔ اور دونوں صورتوں میں آپکے مذہب سے قرآن موجود ناقص و محرف

کہا جائیگا چونکہ آپکو نسخ تلاوت پر بڑا ناز ہے اور یہی نسخ جرم تحریف کیلئے آڑ ہے پس اسی پردہ کو ہم چاک کرتے ہیں۔ تاکہ چہرۂ تحریف بے نقاب ہوکر ہر شخص کے سامنے نمایاں ہوجائے ؛

**بحث نسخ** اوّل ہم نسخ کے معنی تفسیر خازن بغدادی جلد ا صـ۸۰ سے نقل کرتے ہیں۔ اصل عبارت یہ ہے

اصل النسخ فی اللغۃ یکون بمعنی النقل والتحویل ومنہ نسخ الکتاب وھو ان ینقل من کتاب الی کتاب اٰخر وذالک لا یقتضی بازالۃ الصورۃ الاولی بل یقتضی اثبات مثلہ فی کتاب اٰخر فعلی ھذا المعنی یکون القرآن کلہ منسوخا وذالک انہ نسخ من اللوح المحفوظ ونزل جملۃ الی سماء الدنیا۔ وقد یکون النسخ بمعنی الرفع والازالۃ وھو ازالۃ شیئی لشیئی یعقبہ کنسخ الشمس الظل والشیب الشباب فعلی ھذا المعنی یکون بعض القرآن منسوخا وبعضہ ناسخا وھو المراد من حکم ھذا الاٰیۃ وھو ازالۃ الحکم بحکم یعقبہ ؛

لفظ نسخ کی وضع لغوی بمعنی نقل وتحویل ہے اور اسی معنی سے نسخ الکتاب ہے۔ وہ نسخ یہ ہے کہ نوشتہ ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کیا جائے نقل کا تقاضا یہ نہیں ہے۔ کہ نوشتہ کی صورت اولی مٹادی جائے۔ بلکہ نقل یہ چاہتی ہے۔ کہ نوشتۂ اوّل کی مانند تحریر دوسری جگہ رکھی جائے اس معنی سے پورا قرآن منسوخ ہے۔ اس لئے کہ قرآن لوح محفوظ سے نقل ہوکر آیا تھا۔ اور سب کا سب آسمان دُنیا پر نازل ہوا تھا۔ اور کبھی نسخ بمعنی رفع اور ازالہ بھی مستعمل ہوتا ہے اور وہ ایک چیز کو دوسری بعد والی چیز سے زائل کر دیتا ہے۔ مثلاً آفتاب کا سایہ کو اور بڑھاپے کا جوانی کو دُور کرنا۔ پس بایں معنی بعض قرآن منسوخ ہے اور بعض قرآن ناسخ ہے اور یہی نسخ آیۂ ماننسخ من آیۃ میں مراد ہے۔ اس آیت میں نسخ کے معنی ہیں۔ ایک حکم کو بعد والے حکم سے زائل کرنا ؛

اِس عبارت سے ظاہر ہوا کہ آیۂ ماننسخ من آیۃ میں نسخ سے مُراد نسخ حکم ہے۔ نہ کہ نسخ کی باقی دو قسمیں جو بیان کی گئی ہیں یعنی نسخ تلاوت اور نسخ تلاوت مع حکم۔ لیکن اسکے برخلاف رسالہ افادات الشیوخ صـ۶ میں پانچویں مسئلہ کے ذیل میں آپکے محدث بھوپالی نے فرمایا ہے۔ کہ نسخ کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ اسکے لئے بدل بھی ہو (یعنی جب ایک چیز نسخ کیجائے تو یہ لازم نہیں ہے کہ اس کی جگہ دوسری چیز رکھی جائے) مثلاً رسول صلی اللہ سے گفتگو کرنے سے پہلے صدقہ دینا لازم تھا پھر یہ حکم نسخ ہوگیا۔ حالانکہ اس کا بدل قائم نہیں کیا گیا۔ پھر اس نسخ کی تین مثالیں دے کر فرمایا :-



وآنکہ ظاہریہ وبعض معتزلہ یا جمیع آنہا تمسک کردہ اند برخلاف ایں بقولہ تعالیٰ ماننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا پس درآں دلالت بر محل نزاع نیست زیرا کہ مُراد نسخ لفظ آیت ست چنانکہ دال ست برآں قول تعالیٰ نات بخیر منھا او مثلھا ، ودروے ذکر نسخ حکم نیست و اگر تسلیم کنیم جائز است کہ گفتہ شود کہ اسقاط ایں حکم منسوخ بہتر از ثبوت اوست در آنوقت ؛

اور فرقہ ظاہریہ اور بعض یا کل معتزلہ اس کے برخلاف قائل ہیں (یعنی ہر نسخ کے لئے بدل لازم جانتے ہیں) انہوں نے آیۂ ماننسخ من آیۃ الخ سے تمسک کیا ہے۔ حالانکہ محل نزاع پر آیت دلالت نہیں کرتی ہے۔ کہ اِس میں الفاظ آیت کا نسخ مُراد ہے۔ جیساکہ اس پر قول خدائے تعالےٰ نات بخیر منھا او مثلھا دلالت کرتا ہے اور اِس آیت میں نسخ حکم کا تذکرہ نہیں ہے اور اگر اسکو ہم تسلیم بھی کرلیں۔ تو جائز ہے۔ کہ یوں جواب دیا جائے کہ جس وقت کوئی حکم منسوخ ہوا تھا تو اسوقت اس کے باقی رہنے سے نسخ ہی بہتر تھا (یہ جواب بربنائے تسلیم ہونے کی وجہ سے قابل تسلیم نہیں ہے)

مَیں کہتا ہوں کہ نواب صاحب کے بیان سے ظاہر ہوا کہ آیتِ مذکورہ نسخ حکم سے متعلق نہیں ہے۔ تاکہ منسوخ کا بدل لازم ہو۔ بلکہ اس آیت میں نسخ الفاظ یعنی نسخ تلاوت کا تذکرہ ہے کہ جس کا بدل ضروری ہے۔ پس علاّمہ موصوف کے اس بیان کی بنا پر جتنی آیتیں منسوخ التلاوۃ بتائی جاتی ہیں۔ اُن سب کا بدل قرآن میں ہونا چاہیئے۔ لہذا مدیر صاحب کو لازم ہے کہ جن جن آیات کو وہ منسوخ التلاوۃ کہتے ہیں۔ اپنے مذہبی عالم متبحر کے فتوے کی بنا پر اُن کا بدل قرآن میں ثابت کریں۔ ورنہ دعوائے نسخ تلاوت غلط قرار پائیگا جس کے غلط ہونے سے جرم تحریف اور الزام نقص قرآن آپکے مذہب سے ثابت ہوجائیگا۔ **الغرض** خازن صاحب نے آیۂ مذکورہ کو نسخ حکم سے متعلق مانا ہے اور بھوپالی صاحب نے نسخ تلاوت سے۔ اب مولوی عبد الشکور صاحب اپنے مذہب کے گورکھ دھندے میں پھنس گئے۔ کہ اگر خازن صاحب کی بات مانتے ہیں۔ تو نسخ تلاوت ہاتھ سے جاتا ہے۔ کہ دوسری کوئی ایسی آیت قرآن میں نہیں ہے جس سے نسخ تلاوت کی اصلیت ثابت کرسکیں۔ اور جب تک قرآن سے اسکا وجود آپ نہ فرمائیں گے جبتک کتاب اللہ کا دعویٰ غلط اور جرم تحریف ثابت رہیگا۔ اور اگر بھوپالی صاحب کی بات مانتے ہیں یا کسی دوسرے؟ آیت میں آپنے نسخ تلاوت کو دکھا دیا۔ تو نسخ تلاوت کا وجود ثابت ہوجائیگا لیکن جتنی آیتوں کے منسوخ التلاوۃ ہونے کا آپ نے دعوے کیا ہے۔ ان سب کا بدل

اس قرآن میں آپ کو دکھانا لازم ہوگا ۔

اس گورکھ دھندے کو علامہ ابن حصار نے کھولنے کا قصد فرمایا تھا مگر ناکام رہے۔ انکے جواب کو ہم اتقان جلد ۲ ص۲۷ سے نقل کرتے ہیں :-

قال ابن الحصار فی ھذا النوع ان قیل کیف یقع النسخ الی غیر بدل وقد قال اللہ تعالیٰ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا وھذا اخبار لا یدخلہ الخلف فالجواب ان نقول کل ما ثبت الآن فی القرآن ولم ینسخ فھو بدل مما قد نسخت تلاوتہ فکلما نسخہ اللہ من القرآن مما لا نعلمہ الآن فقد ابدلہ بما علمناہ وتواتر الینا لفظہ ومعناہ ۔

ابن حصار نے نسخ تلاوت کے بارہ میں فرمایا اگر کہا جائے کہ قرآن میں بغیر بدل کے نسخ کیسے ہوگیا۔ حالانکہ خدا نے فرمایا ہے ما ننسخ من آیتہ الخ ہم کسی آیت کو نسخ یا ترک نہیں کرتے کہ اس سے بہتر یا اس کا مثل لاتے ہیں۔ اور یہ ایسی خبر ہے جس میں غلطی کو دخل نہیں ہے۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کہیں گے جو اس وقت قرآن میں موجود ہے اور نسوخ نہیں ہوا ہے۔ پس وہ بدل ہے ان آیتوں کا جن کی تلاوت نسخ ہو چکی ہے۔ الغرض اللہ نے قرآن کا جتنا حصہ نسخ فرما دیا۔ جو اس وقت ہم کو معلوم نہیں ہے۔ اسی کے بدلے میں یہ ہے۔ جو ہمارے علم میں آچکا ہے۔ جس کے الفاظ اور معانی تواتر کے ذریعہ سے ہمارے پاس پہنچے ہیں ۔

میں کہتا ہوں یہ وہی ابن حصار ہیں جنکا ایک قلعہ پہلے فتح ہو چکا ہے۔ مجھے علامہ سیوطی سے تعجب ہے کہ آپ نے ایک لغو اور بالکل مہمل بات کو اپنی کتاب میں جگہ کیوں دی ہے جس پر چند اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ **پہلا اعتراض** یہ ہے کہ عبارت مذکورہ سے ظاہر ہوا کہ جناب سالتمآب کو یقینی طور سے سلسلۂ نسخ تلاوت کا ختم ہونا اور ہر ایک آیت کا بدل آجانا معلوم ہو چکا تھا تاکہ قرآن موجود میں ہر ایک منسوخ التلاوۃ آیت کا بدل منصور ہو سکے۔ میں کہتا ہوں یہ مطلب قطعاً باطل ہے۔ اسلئے کہ ہم پیشتر محدث قسطلانی اور محدث خطابی کا قول اتقان وغیرہ سے نقل کر چکے ہیں۔ کہ یہ دونوں قائل تھے کہ رسول اللہ کو آخر حیات تک نسخ تلاوت کا انتظار رہا تھا۔ اسی لئے قرآن عہد نبوی میں مجموع اور مرتب نہ ہو سکا۔ پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت کو سلسلۂ نسخ تلاوت کے قطع ہو جانیکا یقین ہو گیا تھا۔ ورنہ پھر نسخ تلاوت کا آپ انتظار کیوں فرماتے **دوسرا اعتراض**



یہ ہے۔ بالکل غلط ہے کہ جتنی آیتیں منسوخ التلاوۃ تسلیم کی جاتی ہیں۔ ان کا بدل اس قرآن میں موجود ہے۔ ورنہ آیۂ رجم۔ آیۂ رضاع کبیر پانچ رضعوں والی۔ سورۂ احزاب کی ایک سو ستائیس آیتیں منسوخ التلاوۃ کہی جاتی ہیں۔ ہر ایک کا بدل اسی قرآن میں دکھایا جائے پھر رسول اللہ کی حدیث متواترہ سے ثابت کیا جائے کہ یہ فلاں آیت منسوخ التلاوۃ کا بدل ہے۔ تتبع روایات شکوریہ سے ثابت ہوا ہے۔ کہ بہت سا قرآن جنگ یمامہ وغیرہ میں صحابہ کیساتھ شہید ہو گیا۔ یہ آیتیں نہ منسوخ التلاوۃ تھیں۔ کہ اس قرآن میں ان کا بدل فرض کیا جائے۔ اور نہ اس قرآن میں ان کا وجود ہے۔ ثبوت آگے آتا ہے۔ **تیسرا اعتراض** یہ ہے۔ یہ بھی غلط ہے کہ آپکو آیات منسوخ التلاوۃ کا علم نہیں ہے۔ ورنہ پھر یہ آپکی کتابوں میں نسخ تلاوت کی مثالوں میں کیا چیز لکھی ہوئی ہے۔ **چوتھا اعتراض** یہ ہے جبکہ وہ منسوخ التلاوۃ آیات آپ کو معلوم نہیں ہوئیں اور ان کے احکام کی آپ کو اطلاع نہیں ہوئی تو کیونکر آپ نے سمجھ لیا کہ فلاں فلاں آیت ناسخہ ہے اور ان آیات منسوخۂ غیر معلومہ کا بدل ہے۔ **پانچواں اعتراض** یہ بھی غلط ہے کہ الفاظ قرآن آپکے مذہب میں متواتر ہیں۔ کہ آج تک آپکے مذہب سے یہی ثابت نہیں ہوا۔ کہ بسم اللہ جزو سورہ ہے یا نہیں۔ نیز اختلاف قرأت بکثرت موجود ہے۔ جو تواتر لفظی کے منافی ہے۔ تواتر معانی کا دعوی بھی مہمل ہے۔ ورنہ اہلسنت آیات قرآنیہ کے معنی میں اختلاف کر کے متعدد فرقوں میں نہ ہو جاتے۔ اور آپس میں ایک فرقہ دوسرے کی تکفیر نہ کرتا۔ شکوری مذہب والے کثرت سے تجسیم خدا کے قائل نہ ہو جاتے۔ نبیوں اور فرشتوں کو گنہگار نہ سمجھتے۔ اور اگر ہم بفرض محال آپکے قول کو مان بھی لیں۔ تو خطا کاروں کا تواتر قابل اعتماد نہیں ہے جیسا کہ خود جناب علامہ نے تنبیہ الحائرین ص۶ میں تحریر فرمایا ہے ۔

**قرآنی آیات کا شہید ہو جانا** ناظرین کو اتنا تو پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ جب رسول اللہ کی وفات کے بعد یمامہ کی لڑائی میں بہت سے قاری کام آچکے تو حضرت عمر صاحب کو جمع قرآن کی فکر ہوئی۔ کہ بعض حصہ قرآن کا مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا اور بعض حصہ صحابہ کو زبانی یاد تھا۔ پس جب ان نیم حافظوں میں سے بکثرت مارے گئے۔ تو حضرت عمر کو اندیشہ ہوا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ بقیہ نیم حافظ بھی قتل نہ ہو جائیں کہ اکثر حصہ قرآن کا جاتا رہیگا۔ میں کہتا ہوں جناب عمر کا یہ اندیشہ بیجا نہ تھا۔ کہ شکوری مذہب نے قرآن کے غیر مجموع اور غیر مرتب اور غیر محفوظ ہونے سے بہر صورت عمری اندیشہ کا ظہور

ممکن تھا۔ بلکہ جس امر کا آپکو خوف ہوا تھا۔ بلکہ جس کی وجہ سے یہ خوف پیدا ہوا تھا وہ سامنے آیا۔ اور بڑے صاحبزادہ نے اس کی خبر دی۔ باپ کی پیشین گوئی اور شکوری عادل بیٹے کی تصدیق سے بیشک ہمارا مدعا ثابت ہوگا یعنی جناب عمر نے بطور اندیشہ قرآنی حصّہ کے ضائع جانے کی خبر دی تھی۔ اور عبداللہ بن عمر نے تصدیق فرمائی۔ پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ شکوری مذہب والے اپنے خلیفہ اور خلیفہ زادہ کو جن کا زہد مُسلّم ہے جھوٹا سمجھینگے۔ مولوی عبدالشکور صاحب بھی اس موقع پر چوں نہیں کر سکتے ہیں خیر اوّل ہم ایک حدیث لکھتے ہیں پھر نتیجہ کی سنائینگے۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ۱ صفحہ ۵۹

اخرج ابن ابی داؤد من طریق الحسن ان عمر سال عن ایۃ من کتاب اللہ فقیل کانت مع فلان قتل یوم الیمامۃ فقال انا للہ وامر بجمع القرآن ❊

پسر ابی داؤد نے حسن کے طریقہ سے روایت کی ہے۔ حضرت عمر نے قرآن کی ایک آیت کے متعلق سوال کیا۔ کسی نے جواب دیا وہ فلاں (صحابی) کے ساتھ تھی (اُسے زبانی یاد تھی) جو یمامہ کی جنگ میں مارا گیا۔ آپ نے فرمایا انا للہ اور جمع قرآن کا حکم دیا ❊

اس روایت کو نقل کرکے علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ اس کی سند منقطع ہے۔ میں کہتا ہوں یہ عذر بچند وجوہ معقول نہیں ہے۔ اوّل۔ اسلئے کہ سند کا منقطع ہونا اصل واقعہ کو نہیں مٹا سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسے علامہ سیوطی حجت نہ سمجھیں۔ مگر میں اسکے ذریعہ سے مولوی عبدالشکور صاحب کو محجوب بناؤنگا کہ آپ نے میری مذہبی کتابوں سے بہت سی منقطع السند روایتیں لیکر اپنے فرضی منصوبہ کے ثبوت میں پیش فرمائی ہیں جن کو میں انشاء اللہ باب دوم میں لکھونگا۔ دوم اس لئے کہ مولوی عبدالشکور صاحب تنبیہ الحائرین صفحہ ۱۶۰ میں اقرار کر چکے ہیں۔ کہ رسول اللہ کے سوا ہر ایک (صحابی وغیرہ) سے خطا ممکن ہے۔ لہٰذا اس اقرار کے مطابق کہا جاتا ہے یہ ممکن ہے کہ عیب چھپانے کیلئے کسی نے حدیث مذکور کی سند حذف کرکے اسے ناقابل حجت بنا دیا ہو۔ اور یہ احتمال قوی ہے کہ خطا کار ایسی حرکت کیا ہی کرتے ہیں۔ سوم اسلئے گو روایت مذکور کا اصلاً منقطع السند ہونا فرض بھی کیا جائے۔ تب بھی روایت صحیحہ مقبولہ کو اس کی تائید میں پیش کرکے اس روایت سے ہم کام لینگے اور مدبر صاحب کے مقابلہ میں اس کو رکھیں گے۔ اور ثابت کریں گے۔ کہ آپ کے مذہب سے ہرگز قرآن موجود کامل نہیں ہے ❊



**حدیث ابن عمر** درمنثور۔ ازالۃ الخفا۔ اتقان وغیرہ میں یہ حدیث درج ہے۔ اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۵ سے ہم اسے نقل کرتے ہیں :-

قال لا یقولن احدکم قد اخذت القرآن کلہ وما یدریہ ما کلہ قد ذھب منہ قرآن کثیر ولکن لیقل قد اخذت منہ ما ظھر ❊

ابن عمر نے فرمایا تم میں سے کوئی ہرگز یہ نہ کہے۔ کہ میں نے پورا قرآن لے لیا۔ اُسے کس نے بتایا کہ پورا قرآن کتنا تھا۔ درآنحالیکہ اُس میں سے بہت سا قرآن جاتا رہا ہے۔ اور لیکن اُسے یہ کہنا چاہئے۔ کہ میں نے اُتنا لیا ہے کہ جتنا قرآن میں سے ظاہر ہوا ہے ❊

یعنی جتنا قرآن درخت خرما کی چھڑیوں اور پتھروں شانے کی ہڈیوں صحابہ رسولؐ کے سینوں سے جمع ہونے کے بعد ظاہر ہوا وہ اکابر اہلسنت نے لیلیا۔ اور جتنا صحابہ کے مارے جانے سے اُن کے ہمراہ شہید ہوگیا وہ ان کو نہ ملا۔ لہٰذا اہلسنت میں سے کوئی ایک متنفس نہیں کہہ سکتا۔ کہ اُسکے پاس پورا قرآن ہے جب صحابہ رسولؐ پورے قرآن سے محروم رہے تو اہلسنت بیچارے کس گنتی میں ہیں۔ اور مولوی عبدالشکور صاحب ناقص قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو اُن کے عقیدے میں باطل ہے۔ ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ میں نے جمع قرآن کے تذکرہ میں متوجہ کیا تھا کہ جناب عمر کا فقرہ فیذھب کثیر من القرآن کو یاد رکھنے گا۔ اب اس کا موقع آگیا۔ لہٰذا میں عرض کرتا ہوں۔ کہ جناب عمر کے ارشاد میں لفظ یذھب ہے۔ جو فعل مضارع ہے۔ مصدر اس کا ذھاب ہے۔ اور فعل ماضی اس کا ذھب ہے۔ جو ابن عمر کے قول میں ہے ❊

**ذھاب کے معنی** لغت میں رفتن اور گزشتن آئے ہیں۔ کسی حدیث یا لغت میں ذھاب بمعنے نسخ نہیں آیا ہے۔ تاکہ ابن عمر کی حدیث میں ذھب منہ قرآن کثیر کے معنی نسخ منہ قرآن کثیر کے قرار دیئے جائیں۔ ورنہ جناب عمر کے قول میں فقرہ فیذھب کثیر من القرآن ہے۔ اُس کی تعبیر یوں کرنی پڑے گی فینسخ کثیر من القرآن۔ اس صورت میں جناب عمر کے ارشاد کا یہ مطلب ہو جائیگا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ قاریوں کے مارے جانیسے قرآن کا بڑا حصّہ منسوخ التلاوۃ ہو جائیگا کونسا عقلمند ایسا ہے جو اس مطلب کو صحیح مانیگا۔ لہٰذا ابن عمر کے قول ذھب منہ قرآن کثیر کے ہرگز یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ کہ قرآن کا بڑا حصّہ منسوخ التلاوۃ ہو گیا۔ بلکہ ابن عمر کا مطلب صاف ہے۔

آپ نے فرمایا کہ بہت سا قرآن جاتا رہا۔ اب کوئی نہ کہے کہ مجھے پورا قرآن مل گیا ہے۔ اب یہ بہت سے حصے کا جاتا رہنا خواہ اس وجہ سے ہو کہ جن صحابہ کو وہ حصۂ قرآن زبانی یاد تھا مارے گئے۔ لہذا ان کیساتھ وہ حصہ بھی غائب ہو گیا۔ یا اسوجہ سے ہو کہ جامع القرآن نے بہت سا کم کر دیا۔ الغرض پہلی صورت میں قرآن کا ناقص ہونا اور دوسری صورت میں محرف ہونا اکابر اہلسنت کو تسلیم کرنا پڑتا۔ مگر اس کے مانتے ہی اُن کا مذہب بھی فنا ہو جاتا۔ لہذا یہ حضرات وہ تدبیر کر گئے۔ کہ مذہب بھی قائم رہ گیا۔ اور جامع القرآن کی تحریف بھی مخفی ہو گئی۔ اور نقص قرآن پر شکوری چادر بھی پڑ گئی۔ وہ تدبیر نسخ تلاوت ہے۔ پھر کیا تھا پیچ ہاتھ آ گیا۔ کہ جب کسی روایت میں تحریف کا شبہ بھی ہو گیا وہ بھی نسخ تلاوت کے ذیل میں رکھ دی گئی۔ لیکن صاحبان عقل اس راز کو خوب سمجھتے ہیں۔ وہ کبھی نسخ تلاوت سے دھوکا نہیں کھاتے۔ وہ اچھی طرح اس کی اصلیت کو پہچان چکے ہیں اُنہیں خوب معلوم ہے۔ کہ اگر نسخ تلاوت کوئی یقینی چیز ہوتی۔ تو اس کے ثبوت میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث متواتر ضرور ہوتی۔ الغرض حدیث ابن عمر کو نسخ تلاوت سے کوئی ربط نہیں ہے ✦

اور اگر بفرض محال ہم تھوڑی دیر کیلئے مولوی عبدالشکور صاحب کو تسلی دینے کے واسطے مان بھی لیں۔ کہ ابن عمر نے بہت سے قرآن کے منسوخ التلاوۃ ہونے کی خبر دی تھی اور ذہاب بمعنی نسخ التلاوۃ مدیر صاحب نے اُس لغت میں دیکھا ہوگا جسکا وجود کتب خانۂ شکوریہ کے سوا دنیا میں کہیں نہیں ہے جس میں لفظ لعنت بمعنی گالی۔ تقیہ بمعنی جھوٹ۔ متعہ بمعنی زنا۔ صحابہ بمعنی شیعہ شیعہ بمعنے مرتد لہذا صحابہ بمعنی مرتد۔ شیعہ بمعنی مریدین ابن سبا۔ لہذا صحابہ بمعنے مریدین ابن سبا جھوٹ بمعنی دین کے نو حصے ہے ✦

اچھا جناب حدیث ابن عمر آپکے منصوبہ کے لحاظ سے نسخ تلاوت کے ذیل میں آ گئی لیکن اب آپ اس قرآن کو پورا قرآن نہیں کہہ سکتے ہیں کہ آپکے خلیفہ زادہ نے اسے پورا کہنے کی ممانعت فرمائی ہے اور کسی ایک سُنی کو بھی اجازت نہیں دی ہے کہ وہ قرآن کو پورا کہے۔ یاد کرو فقرۂ لا یقولن احدکم قد اخذت القرآن کلہ الخ اور ظاہر ہے کہ جب قرآن میں سے بہت سا جاتا رہا یعنی بقول مدیر النجم منسوخ التلاوۃ ہو گیا۔ تو پھر وہ پورا کہاں رہا۔ پورا قرآن تو وہ تھا۔ جو لوح محفوظ سے نقل ہو کر آیا تھا جس میں آیات منسوخ التلاوۃ بھی تھیں جب آیات منسوخ التلاوۃ اُس میں



سے نقل گئیں۔ تو وہ ناقص ہو گیا ✦

ہاں جناب اگر آپ یہ فرمائیں کہ خدا نے خود بعض آیات گویا اکثر قرآن کو منسوخ التلاوۃ بنا دیا تھا۔ تو اس سے تحریف کہاں ثابت ہوئی۔ سچ ہے حضرت بھلا نسخ تلاوت کی موجودگی میں تحریف آپکے خیال میں ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔ کہ نسخ تلاوت اسی لئے وضع ہوا ہے کہ تحریف ثابت نہ ہو سکے۔ گو تحریف کے ثابت کرنیوالے کوئی دوسری تدبیر کر لینگے۔ مگر جہاں پناہ نسخ تلاوت کو ماننے کے بعد آپ قرآن کو کامل بھی نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اگرچہ خود خدا نے اسے ناقص بنایا ہو تاہم قرآن کامل اور پورا نہیں ہے۔ لہذا آپکو لازم ہو گیا کہ قرآن کو ناقص کہیئے۔ اور ناقص قرآن پر ایمان کو صحیح سمجھئے۔ ورنہ یاد رکھئے۔ کہ کامل قرآن تو آپکو بقول ابن عمر ملا نہیں۔ کہ قرآن کامل پر آپ کا ایمان ہو سکتا۔ پھر اگر ناقص قرآن پر بھی آپ ایمان نہ لائیں گے۔ تو بالکل ہی بے ایمان کہلائیں گے ✦

تنبیہ الحائرین ص۱۷ میں آپ نے آیات منسوخہ کا قرآن ہونا تسلیم کر لیا ہے اور مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کی اس تحریر پر کہ ہر قدر کہ منسوخ التلاوۃ شد از حقیقت قرآن و ماہیت آں خارج گردید آں را قرآن دانستن معنائے ندارد پر خوب دل کھولکر اپنی ظرافت کا ثبوت دیا ہے۔ اگرچہ موصوف نے آپکے اصولین کا مذہب پیش نظر رکھتے ہوئے جس کا آپ نے اقرار کیا ہے۔ آیات منسوخہ کو ماہیت قرآن سے خارج لکھا ہے۔ تاہم آپ نے اپنی مذہبی بات کو بھی چونکہ شیعہ کی قلم سے نکلی تھی ٹھکرا کر مذہب صحابہ کے لحاظ سے آیات منسوخہ کو قرآن مان لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ قرآن میں سے قرآن کم ہوا۔ اب بتایئے قرآن کامل کہاں رہا جس کی یہ بانگ بے ہنگام لگائی جاتی ہے ✦

صفحۂ مذکورہ کے آخر میں آپ نے سفینہ کی عبارت نقل فرمائی ہے۔ جو مُلا سیف اللہ ملتانی کے زورِ طبیعت کا نمونہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابن عمر بڑے محتاط آدمی تھے۔ وہ منع کیا کرتے تھے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے پورے ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ کہ پورے ماہ رمضان میں راتیں بھی ہیں۔ حالانکہ رات میں روزہ نہیں رکھا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ابن عمر کی احتیاط اسی کی مقتضی ہوئی۔ کہ وہ بغیر ان تمام آیتوں کے یاد کئے ہوئے پورے قرآن کے

یاد کرلینے کے دعوے کو منع فرماتے۔ آپنے رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۶۹ کے آخر میں تحریر فرمایا ہے۔ حاصل اس روایت کا یہ ہے۔ ابن عمر نے فرمایا کوئی نہ کہے کہ مجھے پورا قرآن یاد ہے کہ بہت سا قرآن چلا گیا لہذا یہ کہنا چاہیئے کہ جسقدر موجود ہے۔ وہ مجھے یاد ہے۔ مقصود ابن عمر کا درحقیقت یہی ہے۔ کہ قرآن کا بہت سا حصہ منسوخ التلاوت ہوجانے کی وجہ سے اس مصحف میں نہیں ہے لہذا یہ کہنا کہ پورا قرآن مجھے یاد ہے۔ جھوٹ ہوگا ❊

میں کہتا ہوں آپکے سفیہ کا منصوبہ اور آپکی عبارت کا حاصل یکساں ہے۔ بہرطور آیاتِ منسوخہ کے نہ ہونیکے بعد پورا قرآن یاد کہنا یا پورے قرآن کو موجود کہنا یا پورے قرآن پر ایمان بتانا۔ آپکے قول سے جھوٹ ہے۔ ہاں جناب آپنے صفحہ مذکورہ کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے۔ اگر مقصود یہ ہوتا کہ قرآن میں تحریف ہوگئی تو بجائے قد ذھب منہ الخ کے قد اسقطہ المحرفون منہ کہتے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کے اس قول کو ان کی احتیاط اور تہذیب کا نمونہ سمجھیئے۔ انکو نکروہ معلوم ہوا ہوگا کہ وہ اپنے بزرگ کو صاف لفظوں میں محرف کہتے۔ بلکہ دبی زبان سے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ للعاقل تکفیہ الاشارۃ۔ ہاں جو لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان کے دہنوں سے نہایت کریہ الفاظ نکلے تھے۔ آگے چلکر اسکے نمونے دیکھیئے گا۔ کیوں مدیر صاحب آپنے حدیث ابن عمر کے فقرہ قد اخذت القرآن کلہ کا ترجمہ مجھے پورا قرآن یاد ہے۔ کہاں سے کیا ہے کیا شکوری لغت میں لفظ اخذ کے معنی یاد کرنیکے لکھے ہونگے۔ علامہ حائری صاحب کے ترجمہ پر آپنے اپنی ناک چڑھائی ہے۔ حالانکہ لغت میں لفظ اخذ اور تمسک قریب المعنے ہے۔ دیکھیئے صراح میں اخذ بمعنی گرفتن اور تمسک بمعنی چنگ درزدن لکھا ہوا ہے۔ اب اسی طرح آپ بھی کسی لغت میں اخذ بمعنی یاد کردن دکھایئے۔ مگر شکوری لغت قابل اعتبار نہیں ہے ❊

صفحہ ۷۱ میں آپنے لکھا ہے کہ اگر کوئی مصنف اپنی کتاب کا کوئی حصہ خود منسوخ کردے۔ تو نہ کہا جائے گا۔ کہ وہ کتاب ناقص ہوگئی۔ جواب سنیئے بیشک وہ کتاب پوری نہ کہی جائے گی جیسا کہ ابن عمر نے قرآن کو پورا نہ کہا۔ ہاں اگر مصنف خود نسخ کے مقامات پر منسوخات کا بدل رکھ دیگا۔ تو کتاب پوری کہی جائیگی پس اول آپ آیات منسوخ التلاوت کی جگہ دوسری آیات بتایئے پھر اس قرآن کو پورا قرآن کہیئے۔ حدیث ابن عمر کے نسخ تلاوت سے متعلق نہ ہونے کی ایک وجہ



یہ بھی ہے۔ کہ اُن حضرت نے قرآن میں آیہ ما ننسخ من آیۃ الخ ضرور پڑھی ہوگی پس اگر درحقیقت نسخ تلاوت کی کچھ اصلیت ہوگی۔ تو آپکو اسکا علم بھی ہوا ہوگا۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ جب کوئی آیت منسوخ ہوتی ہے۔ تو اس کا بدل بھی آتا ہے۔ لہذا کوئی آیت کم ہوتی ہی نہ تھی لیکن اس پر بھی آپنے قرآن کو پورا کہنے سے منع کیا۔ اس سے ظاہر ہوا۔ کہ عہد نبوی میں نسخ تلاوت کی وجہ سے جو کمی ہوتی رہی اس کا بدل بھی آتا رہا۔ گو آپکا مذہب اس کا ثبوت نہ دے سکے۔ لیکن پھر بعد وفات رسول ایک ایسا زمانہ آیا کہ قرآن کو کم کردیا گیا۔ اسوقت ابن عمر نے فرمایا اب کوئی نہ کہے۔ کہ میں نے پورا قرآن لیلیا ہے۔ لہذا قرآن ناقص و محرف قرار پایا ❊

دوسری صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ رسول اللہ تو قرآن شکوری مذہب سے مرتب و مجموع اور سب کا سب لکھا ہوا نہیں چھوڑ گئے تھے۔ بہت سا قرآن صحابہ کو زبانی یاد تھا۔ کہ لڑائی ہونے لگی۔ بکثرت صحابہ قراء مارے گئے۔ جنکے ساتھ قرآن کا وہ حصہ بھی چلا گیا۔ جو انہیں یاد تھا۔ پھر قرآن جمع ہوا تو ابن عمر نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی نہ کہے۔ کہ میں نے پورا قرآن لیلیا ہے الخ الغرض اس صورت میں قرآن شکوری مذہب سے صرف ناقص کہلائے گا ❊

اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۶ میں ایک عبارت ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ قاضی ابوبکر صاحب نے الانتصار میں ایک قوم کی حکایت کی ہے۔ جو نسخ تلاوت کی منکر ہے۔ اسلیئے کہ جن فقراتِ عربیہ کے متعلق دعوی کیا جاتا ہے کہ یہ آیات منسوخ التلاوۃ ہیں۔ تو وہ لوگ جواب دیتے ہیں۔ کہ جن خبروں سے ان فقرات کا آیاتِ منسوخہ ہونا بیان کیا جاتا ہے آحاد ہیں۔ اور خبر آحاد بوجہ حجت نہ ہونیکے ان فقرول کو قرآن کی آیاتِ منسوخہ نہیں بنا سکتی ہیں ❊

میں کہتا ہوں اس گروہ کے نزدیک نسخ تلاوت بے اصل چیز ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مسئلہ نسخ تلاوت پر کل اہلسنت کا اتفاق نہیں ہے لیکن جمہور اہلسنت کے نزدیک خبرِ واحد کے ذریعہ سے قرآن نسخ ہوسکتا ہے۔ ثبوت کیلیئے افادات الشیوخ صفحہ ۹ اور اتقان جلد دوم تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۸۰ ملاحظہ فرمایئے۔ الغرض علامہ سیوطی وغیرہ نسخ تلاوت کے قائل تھے اور انہی حضرات کی تقلید میں مولوی عبدالشکور صاحب بھی اسکے معتقد ہیں پس موصوف سے ہمارا مطالبہ ہے۔ کہ حضرت والا جبکہ مثلاً آیہ رجم کا نزول مان چکے۔ اب اس آیت کو آپ نہ حدیثِ آحاد کہہ سکتے ہیں۔ اور نہ اس کی سند ضعیف یا مقطوع

بتا سکتے ہیں۔ لہذا جب کہ آیہ آپکے نزدیک یہ آیت منسوخ التلاوۃ ہے پس آپکو لازم ہے کہ اوّل آپ نسخ تلاوت کا ثبوت اپنے مقرر کئے ہوئے قانون کے مطابق رسول اللہؐ کی حدیث متواتر سے دیجئے۔ آپکے علماء کا اس آیت کو نسخ تلاوت سی جعلی چیز کے ذیل میں لکھنا قابل حجت نہیں ہے۔ بلکہ آپکے نزدیک خطاکار دل کا قول و فعل پر اعتماد نہیں ہو سکتا ہے۔ پھر اسکے بعد حسب مضمون آیہ ما ننسخ من آیۃ الخ او حسب قرار داد محدث بھوپالی وغیرہ آیہ رجم کا بدل قرآن موجود میں دکھا کے جامع القرآن کو جرم تحریف سے بچایئے غصہ اور زبان درازی چھوڑ کر ٹھنڈے دل سے اس گتھی کو سلجھایئے ✦

**کیا آیہ رجم منسوخ کہی جا سکتی ہے**

ہم اس آیت کے متعلق مختصر اور جامع تحقیق سے کام لیتے ہیں۔ اتنا تو ہم پیشتر اتقان جلد ا صفحہ ۶۰ سے نقل کر چکے ہیں۔ کہ عہد صدیق میں بوقت جمع قرآن حضرت عمرؓ آیہ رجم کو داخلہ قرآن کیلئے لائے تھے۔ لیکن آپکا دعویٰ رد کر دیا گیا۔ جو بزرگوار کل امت میں اہلسنت کے نزدیک دوسرے درجہ پر فائز ہو۔ اسکی طرف سے احتمال کذب و افتراء و احداث فی الدین اور آیہ مذکورہ کے نسخ تلاوت سے جاہل ہونا کوئی سُنّی تسلیم نہیں کریگا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ آیہ رجم منسوخ نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ مذکوری عقیدہ سے پابند مذہب دوم نمبر کا امام امت اس کو قرآن میں داخل کرا کے قرآن میں تحریف کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۶ میں ہے۔ جوالہ طلایئے

اخرج الحاکم من طریق کثیر عن ابن الصلت قال کان زید بن ثابت وسعید بن العاص یکتبان المصحف فمرا علی ہذہ الایۃ فقال زید سمعت رسول اللہ صلعم یقول الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ فقال عمر لما نزلت اتیت النبی صلعم فقلت اکتبھا فکانہ کرہ ذالک فقال عمر الا تری ان الشیخ اذا زنی ولم یحصن جلد۔ وان الشاب اذا زنی وقد احصن رجم ✦

بکثرت طریقوں سے حاکم نے ابن الصلت سے روایت کی ہے۔ اُس نے کہا زید بن ثابت اور سعید بن العاص دونوں قرآن لکھ رہے تھے۔ تو جس وقت ان دونوں کا گذر آیہ رجم پر ہوا پس زید نے فرمایا میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ کہ بوڑھا اور بڑھیا جب زنا کریں۔ تو ان کو دُرّے ضرور لگانا عمر صاحب نے فرمایا جب آیہ رجم نازل ہوئی۔ تو میں نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ آپ اسے لکھوا دیجئے۔ آپ نے اس سے گویا کراہت فرمائی پس عمر صاحب نے عرض کیا کہ آیا آپ نہیں دیکھتے ہیں (کیا آپکی رائے نہیں ہے) کہ جب بڈھا زنا کرے۔ در انحالیکہ وہ صاحب زوجہ



نہ ہو۔ تو اُسے دُرّے لگائے جائیں اور جبکہ جوان زنا کرے اور وہ صاحب زوجہ بھی ہو۔ تو اُسے رجم کیا جائے۔

اس حدیث میں رسول اللہؐ کا جواب اور آیہ رجم کو منسوخ التلاوۃ فرمانا کہیں مذکور نہیں ہے۔ لیکن علاّمہ ابن حجر نے استفادہ فرمایا ہے۔ جو حدیث مذکور کے بعد ہے:۔

قال ابن حجر فی شرح المنہاج فیستفاد من ہذا الحدیث السبب فی نسخ تلاوتہا لکون العمل علی غیر الظاہر من عمومہا قلت وخطرلی فی ذالک نکتۃ حسنۃ وھوان سببہ التخفیف علی الامۃ بعدم اشتہار تلاوتہا وکتابتہا فی المصحف وانکان حکمہا باقیا لانہ اثقل الاحکام واشدھا واغلظ الحدود وفیہ الاشارۃ الی ندب الستر ✦

ابن حجر نے شرح منہاج میں فرمایا ہے اس حدیث سے آیہ رجم کے منسوخ التلاوۃ ہونے کا سبب مستفاد ہوتا ہے۔ کہ ظاہر آیت عام ہے۔ مگر عمل اسکے خلاف ہے۔ اس نسخ کے متعلق میرے دل میں بہت اچھا نکتہ آیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آیہ رجم کے نسخ کا سبب یہ ہوا تھا۔ کہ قرآن میں اس آیت کے مشتہر اور مکتوب نہ ہونے سے امت کیلئے سہولت ہو جائے۔ اگرچہ حکم اس کا باقی رہے کہ وہ احکام شرع میں نہایت ثقیل اور شدید ہے اور مقررہ سزاؤں میں غلیظ تر ہے۔ اور اس نسخ تلاوت میں عیب پوشی کے استحباب کی طرف بھی اشارہ ہوا ہے ✦

میں کہتا ہوں۔ اپنی سمجھ کا ہر شخص ذمہ وار ہے لیکن اتنا میں ضرور لکھونگا کہ جب حدیث مذکور نسخ تلاوت سے کچھ بھی سروکار نہیں رکھتی ہے۔ اُس میں کہیں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے آیہ رجم کی تلاوت کو نسخ فرمایا تھا۔ پھر سبب نسخ کہاں سے مستفاد ہو گیا۔ اب اگر یہ کہا جائے۔ کہ فقرۂ فکانہ کرہ ذالک سے سمجھا گیا کہ آنحضرتؐ نے آیہ رجم کو قرآن میں لکھنے سے کراہت فرمائی تھی۔ میں کہتا ہوں۔ فقرۂ مذکور کا آپ نے غلط مطلب سمجھا ہے۔ بلکہ اس کراہت کا تعلق جناب عمر کے بیجا سوال کرنے سے ہے کہ خدا نے آیہ رجم اسلئے نازل فرمائی تھی۔ کہ یہ بھی قرآن میں لکھی جائے۔ پھر جناب عمر نے خاص طور سے اس آیت کے مکتوب ہونے کیلئے کیوں رسول اللہؐ سے دریافت کیا۔ پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ پس چونکہ جناب عمر کا سوال بے محل تھا۔ لہذا آنحضرتؐ کو ناگوار ہوا۔ نہ یہ کہ آپ نے اس آیت کے درج قرآن ہونے سے کراہت فرمائی تھی۔ اور اس آیت کو منسوخ التلاوۃ بنایا تھا۔ چونکہ جرم تحریف کے دبانے کے لئے آپ حضرات نے نسخ تلاوت وضع کر لیا

ہے۔ پس جا اور بیجا اُسی کی آڑ پکڑ لیتے ہیں۔ بات تو جب ہے۔ کہ حدیث متواتر سے اس نسخ کا ثبوت دیجئے۔ نیز جبکہ آیۂ رجم عام تھی۔ کہ ہر بوڑھا اور بڑھیا جب زنا کرے تو اُسے رجم کیا جائے۔ خواہ مرد بے زن ہو یا بازن۔ عورت شوہر دار ہو یا بے شوہر پس ظاہر آیت کے خلاف عمل کیوں ہوا۔ آپ کہیں گے کہ جناب عمر نے آیت میں ترمیم پیش کی جناب رسالتمآب ؐ نے سکوت فرمایا۔ لہذا حضرت ؐ کا سکوت باعث امضا ہوگیا۔ میں جواباً عرض کرونگا۔ تو اس صورت میں آیۂ رجم کو صرف منسوخ التلاوۃ نہ کہنا چاہئے بلکہ منسوخ التلاوۃ والحکم اس کا نام رکھنا لازم ہے۔ کہ حکم سابق کی عمومیت پر نسخ وارد ہوگیا۔ حالانکہ آپ کے علماء آیۂ رجم کو صرف نسخ تلاوۃ کی مثال میں پیش کیا کرتے ہیں۔ ان ھذا الا اختلاق ✦

رہا ابن حجر کا نکتہ۔ وہ بالکل ہی لغو ہے۔ اوّل اسلئے جب اصل ہی ثابت نہیں تو فرع کہاں سے نکل آئے گی۔ ثانیاً اس نکتہ میں کھلا ہوا تضاد ہے۔ جس کا سمجھنا صاحبان فراست پر چھوڑا جاتا ہے ✦

**نسخ تلاوت کا دوسرا ثبوت اور اس کا جواب**

اخرج النسائی ان مروان بن الحکم قال لزید بن ثابت الا تکتبھا فی المصحف قال الا تری ان الشابین الثیبین یرجمان ولقد ذکرنا ذالک فقال عمر انا اکفیکم فقال یا رسول اللہ ؐ اکتب لی آیۃ الرجم قال لا تستطیع ✦

علامہ نسائی نے روایت کی ہے۔ کہ مروان بن الحکم نے زید بن ثابت سے کہا تم کیوں آیۂ رجم کو قرآن میں نہیں لکھتے ہو۔ زید نے جوابدیا کیا تو نہیں دیکھتا ہے۔ کہ (اسکے درج قرآن کرنیکے بعد) جوان بے نکاح مرد و زن کو بھی رجم کیا جائیگا۔ اس اختلاف کی ہم نے جناب عمر کو اطلاع دی آپ نے فرمایا (ٹھیرو) میں تمہاری کفایت کرونگا پس جناب عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ مجھے آیۂ رجم کے لکھنے کی اجازت دے دیجئے۔ فرمایا تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے ہو۔ (تمہیں کوئی حق نہیں ہے کہ تم اس معاملہ میں دخل دو)

میں کہتا ہوں یہ روایت ہرگز اس قابل نہیں ہے۔ کہ اسکو مقام حجت میں پیش کیا جائے اولاً اسلئے کہ اس کی سند تو لین مذکور نہیں ہے۔ ثانیاً مروان کی روایت قرآن کے بارے میں مقبول نہیں ہوسکتی۔ کہ اُس نے قرآن آگ میں جلایا تھا۔ جیسا کہ ہم اسکو فیض الباری پ ۲۰ صفحہ ۲۱۴ سے پیشتر نقل کر چکے۔ ثالثاً زید کو ہرگز یہ اختیار نہ تھا۔ کہ وہ کسی آیت کے لکھنے میں کسی اندیشہ پر بنا کر کے تامل کرتے۔ ورنہ رسول اللہ ؐ کا صریحی اجازت نامہ دکھایا جائے۔ رابعاً آیۂ رجم کا تعلق بوڑھوں سے ہے پھر زید کو جوانوں کے رجم کا اندیشہ کیونکر ہوسکتا تھا۔ خامساً زید مجرم قرار پائینگے۔ کہ اُنھوں نے بخیل پر بنا کر کے آیۂ رجم قرآن میں نہیں لکھی رہنے دی۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول ؐ کے عہد میں قرآن زید نے جمع کیا تھا۔ حالانکہ انہی زید کا قول سابق میں لکھا گیا ہے۔ کہ رسول اللہ ؐ کے عہد میں قرآن جمع نہیں ہوا تھا۔ پچھلی روایت کی تائید میں ہم نے بہت سے قول پیش کئے ہیں۔ مگر مروان کی روایت کی تائید کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہوتی ہے۔ لہذا یہ روایت چھوڑنی پڑیگی

**نسخ تلاوت کا تیسرا ثبوت اور اس کی رد**

اخرج ابن الضریس فی فضائل القرآن عن یعلی بن حکیم عن زید بن اسلم ان عمر خطب الناس فقال لا تشکوا فی الرجم فانہ حق ولقد ھممت ان اکتبہ فی المصحف فسالت ابی بن کعب فقال الیس اتیتنی وانا استقرئھا رسول اللہ صلعم فدفعت فی صدری وقلت تستقرئہ آیۃ الرجم وھم یتسافدون تسافد الحمر۔ قال ابن حجر وفیہ اشارۃ الی بیان السبب فی رفع تلاوتھا وھو الاختلاف ✦

ابن ضریس نے فضائل القرآن میں یعلی بن حکیم سے اُس نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عمر نے صحابہ کے سامنے خطبہ میں فرمایا۔ اے لوگو تم رجم کے بارے میں شک نہ کرنا کہ وہ برحق ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس آیت کو قرآن میں لکھنے کا قصد کر کے ابی بن کعب سے پوچھا وہ بولے کیا آپ ؐ میرے پاس نہیں آئے تھے۔ اُس وقت کہ میں آیۂ رجم کو رسول اللہ سے پڑھ رہا تھا پس آپ نے میرے سینہ میں دھکا دیکر فرمایا تھا تم اسے پڑھتے ہو۔ درانحالیکہ وھم یتسافدون تسافد الحمر۔ ابن حجر نے فرمایا اس حدیث میں آیۂ رجم کے منسوخ التلاوۃ ہونیکے سبب کیطرف اشارہ ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسکے ذریعہ سے صحابہ کا اختلاف اُٹھایا گیا ہے ✦

میں کہتا ہوں کہ آیۂ رجم کا منسوخ التلاوۃ ہونا حدیث مذکور سے بھی معلوم نہیں ہوا لیکن سُنّی محدث نے اپنی رائے سے نسخ تلاوت کا ایک سبب لکھدیا ہے۔ حالانکہ اگر اسلام کی آخریت اور اس کا فاسخ ادیان ہونا اور قرآن کا آخری کتاب ربانی ہونا اور فی الواقع رسول اللہ کا مداہنت فی الدین سے بری ہونا اور احکام الٰہی کی تبلیغ میں شکوی زعم سے آپکا کبھی تقیہ نہ فرمانا

ضروری ہے۔ تو مولوی عبدالشکور صاحب ہرگز اس بات کو تسلیم نہیں کرینگے۔ کہ حضور سید عالم نے آیہ رجم کی تلاوت کو صحابہ کا اختلاف مٹانے کیلئے منسوخ فرمایا تھا۔ اور قرآن ہی لفظی کتاب میں اسکو باقی نہ رکھا۔ حالانکہ قرآن میں اس آیت کا رہنا تخویف بندگان کیلئے اہم واجبات سے تھا جسکو آنحضرت نے یقیناً ادا فرمایا تھا۔ لیکن جامع القرآن نے کتاب اللہ میں تحریف کا ارتکاب کیا تھا۔ کہ نہ معلوم کس کس کو رجم کرنا پڑتا۔ پھر یاروں نے اس تحریف کو چھپانے کیلئے نسخ تلاوت کو وضع کیا تھا۔ ناظرین ہمکو معاف رکھینگے۔ کہ ہمنے فقرہ یتسافدون تسافد الحمر کا ترجمہ نہیں لکھا ہے ◆

**حضرت عمر نے اپنے عہد میں آیہ رجم کو داخل قرآن کیوں نہیں کیا**

جبکہ حضرت عمر کو معلوم تھا کہ آیہ رجم منسوخ التلاوۃ نہیں ہوئی تھی۔ اور عہد صدیق میں اسکو قرآن میں لکھوانا چاہا تھا اور نہیں لکھی گئی تو اپنی حکومت کے زمانہ میں اس آیت کو قرآن میں داخل کیوں نہیں کر دیا۔

اس سوال کا جواب اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۶ میں ملاحظہ فرمایئے:۔

وقال فی البرهان فی قول عمر لولا ان تقول الناس زاد عمر فی کتاب الله لکتبتها یعنی آية الرجم ظاهره ان کتابتها جائزة وانما منعه قول الناس والجائز فی نفسه قد یقوم من خارج ما یمنعه فاذا کانت جائزة لزم ان تکون ثابتة لان هذا شان المکتوب ◆

ابوبکر رازی نے برہان میں قول حضرت عمر اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ عمر نے کتاب اللہ میں بڑھا دیا ہے۔ تو میں آیہ رجم کو ضرور لکھ دیتا کے متعلق فرمایا ہے۔ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے۔ کہ آیہ رجم کی کتابت قرآن میں جائز تھی۔ ہاں عمر صاحب کو لوگوں کی چہ میگوئی نے روکدیا اور جو چیز کہ فی الواقع جائز ہوتی ہے وہ مانع خارجی کیوجہ سے موقوف رہ سکتی ہے پس جبکہ آیہ رجم جائز الکتابت تھی۔ تو اس کی تلاوت کا ثابت رہنا لازم ہے کیونکہ یہی شان مکتوب ہے ◆

اس بیان سے خوب واضح ہو گیا کہ آیہ رجم منسوخ التلاوۃ نہیں ہے لیکن لوگوں کی بدگوئی کے خوف سے جناب عمر نے اس کو جمع قرآن نہیں فرمایا اور قرآن کو ناقص چھوڑ دیا۔ اس عالم جلیل القدر کے ارشاد کو دیکھنے کے بعد کونسا عقلمند شقی ہے جو قرآن موجود کو جو قرآن عمری کی حیثیت سے نقل کیا جاتا ہے۔ ناقص نہ کہیگا۔ اور اس آیت کے منسوخ التلاوۃ ہونے کا دعوی کریگا۔ اس قول سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ عوام الناس کی حرف گیری کا اندیشہ امام امت کو اظہار حق سے روکدیتا ہے



پس جبکہ حضرت عمر صرف ایک آیہ کو حرف گیری کے خوف سے درج قرآن نہ کر سکے۔ حالانکہ انکو یقینی طور سے معلوم تھا۔ کہ یہ آیت منسوخ التلاوۃ نہیں ہے تو پھر حضرت امیر المومنین ع پر کسی معاملہ میں بھی شکوی طعن اور زبان درازی جائز نہ ہوگی ◆

خوب معلوم ہے کہ نفس نبی نے اپنی شاہی کے زمانہ میں سنت عمریہ تراویح کو بند کرنے کا قصد کر کے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ بدعت ہے۔ اسکے سنتے ہی حضرت کے اطراف لشکر میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ غدر کے آثار نمایاں ہو گئے۔ شور واعمراہ بلند ہونے لگا کہ آنحضرت ع خاموش ہو گئے۔ پھر ایسی وحشی جاہل قوم کے سامنے اگر وہ جناب اپنے دست مبارک کا لکھا ہوا قرآن پیش فرماتے تو کون اسے قبول کرتا۔ بلکہ یقیناً فساد برپا ہوتا اور ہر چہار طرف سے غلغلہ واعثماناہ بلند ہوتا۔ لہذا آپ نے اس کا اظہار ملتوی رکھا۔ ہم انشاء اللہ باب دوم میں ثابت کرینگے۔ کہ مصحف علوی ع اور مصحف عثمانی میں بلحاظ تعداد آیات قرآنیہ کوئی تفاوت نہ تھا کچھ اجمالی بیان سابق میں گذر گیا ہے ◆

الغرض اتقان میں علامہ سیوطی نے قول ابوبکر رازی کا جواب بصیغہ مجہول وارد کیا ہے۔ جس سے اس جواب کا ضعیف ہونا واضح ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۶

وقد یقال لو کانت التلاوة باقية لبادر عمر ولم یعرج علی مقالة الناس لان مقالة الناس لا یصلح مانعا وبالجملة هذه الملازمة مشکلة ولعله کان یعتقد انه خبر واحد والقرآن لا یثبت به وان ثبت الحکم ومن هنا انکر ابن ظفر فی الینبوع عدها مما نسخ تلاوته قال لان خبر الواحد لا یثبت القرآن قال وانما هذا من المنسی لا النسخ وهما مما یلتبسان والفرق بینهما ان المنسی لفظه قد یعلم حکمه ◆

اور جواب دیا جاتا ہے کہ اگر آیہ رجم کی تلاوت باقی ہوتی۔ تو جناب عمر ضرور اسکی طرف جلدی فرماتے (درج قرآن کرنے) اور قول مردم کا لحاظ نہ کرتے کیونکہ انکی چہ میگوئی مانع ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتی تھی۔ الحاصل آیہ رجم کی تلاوۃ کا باقی رہنا سخت مشکل معاملہ ہے اور شاید جناب عمر کا عقیدہ یہ تھا کہ آیہ رجم خبر واحد ہے اور خبر واحد سے مثبت قرآن نہیں ہے۔ اگرچہ حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے عمر صاحب نے آیہ رجم کو قرآن میں نہیں لکھا۔ آیہ رجم کے خبر واحد ہونے کی وجہ سے ابن ظفر نے الینبوع میں اس آیہ کو منسوخ التلاوۃ میں شمار کرنے سے انکار

کیا ہے اور کہا ہے کہ آیۂ رجم از قبیل منسیات ہے۔ نسخ کی قسم نہیں ہے۔ منسی اور منسوخ دونوں آپس میں مشتبہ ہیں۔ اور فرق ان دونوں میں یہ ہے۔ کہ منسی وہ آیت ہے جس کے الفاظ باقی نہ رہیں حکم اُس کا معلوم ہو ٭

اِس کے بعد علامہ سیوطی نے مجیب مجہول الاسم اور ابن ظفر کے قول کو ایک فقرہ میں رد فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے :۔

وقوله لعله كان يعتقد انه خبر واحد مردود فقد صح انه تلقاها من النبی صلعم

اس قایل کا یہ کہنا کہ حضرت عمر آیۂ رجم کو خبرِ واحد جانتے تھے مردود ہے۔ کہ حدیثِ صحیح میں ہے۔ کہ آپ نے اس آیت کو رسول اللہ صلعم سے لیا تھا ٭

مَیں کہتا ہوں ابوبکر رازی نے صاف صاف لکھدیا ہے۔ کہ آیۂ رجم کو حضرت عمر قرآن میں لکھنا چاہتے تھے۔ مگر عوام الناس کی خوردہ گیری نے باز رکھا۔ ہمارے لئے اِس عالم سُنی کا قول نقصِ قرآن ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔ اِس قول کی موجودگی میں مدیر النجم کا یہ فرمانا۔ کہ جن روایات کو تحریف کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اُن کا مفہوم نسخِ تلاوت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے اور یہ کہنا کہ نسخِ تلاوت کے سوا کسی سُنی عالم ان کا مطلب کچھ اَور سمجھا ہی نہیں ہے قطعاً باطل ہو گیا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ نقصِ قرآن کا مسئلہ خود سُنی المذہب عالمِ متبحر کے قول سے ثابت ہو گیا۔ ابھی آگے قدرت کا تماشا اور باقی ہے ٭

مجیب مجہول الاسم نے آیۂ رجم کو حضرت عثمان کے داخلِ قرآن نہ کرنے کی وجہ جو اپنے دل سے تراشی تھی۔ اُس کو علامہ سیوطی نے باطل فرمایا۔ لہذا ابوبکر رازی کا فتویٰ بے عیب رہ گیا۔ اب رہا ابن ظفر تو اس کی خبر ہم لیتے ہیں۔ کیوں جناب آپنے ایک وجہ مردود پر بنا کرکے آیۂ رجم کے نسخِ تلاوت کا انکار فرما کے اُس کے منسی ہونے کا اقرار کیا ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسکے منسی ہونیکا ثبوت کسی نصِ قطعی سے دیجئے۔ صرف آپکی ذاتی رائے مولوی عبد الشکور صاحب نہیں مانیں گے کہ آپ معصوم نہیں ہیں۔ وہ خطا کاروں کی بات نہیں مانتے ہیں آپ کا خطا کار ہونا اسی سے ظاہر ہو گیا۔ کہ آپ نے بغیر حجتِ شرعیہ قطعیہ کے آیۂ رجم کو منسی لکھ مارا ہے۔ اور اگر بفرضِ محال ہم مان بھی لیں۔ کہ آپ آیۂ رجم کا منسی قرار دینے میں سچے ہیں۔ تو حسبِ تجویز



علامہ بھوپالی وغیرہ اس آیۂ منسی کا بدل قرآنِ موجود میں دکھا کے عیبِ نقص کو قرآن سے دُور کیجئے۔ لیکن خوب یاد رہے۔ کہ اس کا بدل قرآن میں دکھانا آپ کے اوّلین و آخرین کے اِمکان سے خارج ہے ٭

الحاصل آیۂ رجم کا منسوخ التلاوۃ ہونا اور منسی ہونا باطل ہوا۔ لہذا اس کا باقی التلاوۃ ہونا ثابت ہو گیا۔ جو قرآن موجود میں نہیں ہے۔ لہذا اس کا ناقص ہونا محقق ہو گیا اور اہلسنت کے مذہب سے یہ عیب ثابت ہوا۔ اب مولوی عبد الشکور صاحب کے پاس یہ قرآن جو اُن کے مذہب سے فرضی ہے۔ ناقص بھی ہے۔ قرآنِ ناقص پر وہ ایمان کو باطل جانتے ہیں۔ لہذا اُن کا ایمان اُنہی کے مصنوعی مذہب سے باطل ہو گیا ٭ الحمد اللہ

علامہ حایری صاحب نے اُن روایات کو جو درحقیقت تحریف یا نقصِ قرآن روایات ہیں شرائطِ نسخ پیشِ نظر رکھتے ہوئے جانچا تھا۔ اور یہ نتیجہ برآمد فرمایا تھا۔ کہ ان روایات پر شرائطِ نسخ منطبق نہیں ہوتیں پس جب یہ شرطیں منطبق نہیں ہیں۔ تو ان روایات کو تحریف کی روایات سمجھنا چاہئے ٭

مولوی عبد الشکور صاحب نے تنبیہ الحایرین میں ص ۶۱ سے ص ۷۱ تک مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ مرحوم اور حایری کی شان میں خوب دل کھولکر اپنی شرافت اَور علمیت کا ثبوت دیا ہے شاباش عالم اور مناظر کی یہی حیثیت ہونی چاہئے۔ جو آپنے اپنی بنا رکھی ہے۔ آپنے حایری صاحب پر نہایت عامیانہ لہجہ میں چند اعتراض کئے ہیں۔ ایک تعریفِ نسخ پر اس کو آپنے نسخ حکم کی تعریف مانا ہے۔ اچھا تو پھر آپ ہی مطلق نسخ کی تعریف جو اس کی تینوں قسموں پر صادق ہوئے۔ جناب حایری صاحب کی پیشکردہ کتابوں سے نکالکر دکھایئے۔ دوسرا اعتراض شرائطِ نسخ پر ہے مَیں کہتا ہوں موصوف نے یہ شرطیں رسالہ افادات الشیوخ سے نقل فرمائی ہیں۔ اُس میں یہ تصریح بنقل عبارت دکھایئے کہ یہ شرطیں نسخ حکم کی ہیں اور نسخِ تلاوت سے اُن کو تعلق نہیں ہے۔ آپ کے بقیہ اعتراضات کچھ ذاتیات سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ لفظی خوردہ گیریوں سے جن کی وجہ سے آپ نے رسالہ کا حجم بڑھایا ہے اور فضول وقت ضایع کیا ہے۔ حدیث ابن عمر کے متعلق جو کچھ آپنے گھر بیزی فرمائی ہے۔ اُسے ہم مع جواب سابق میں لکھ چکے ہیں ٭

اب ہم آیۂ رجم کے منسوخ التلاوۃ ہونے کو اُس معیار پر کستے ہیں۔ جو آپکے اکابر نے اسکے لئے

بنایا ہے۔ اتنا تو ناقابل انکار حوالوں سے اور خود آپکے اقرار سے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ آیۂ رجم قرآن میں ضرور نازل ہوئی تھی۔ اب بحث اس میں ہے۔ کہ وہ اس قرآن موجود میں کیوں نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اس کی تلاوت نسخ ہو چکی۔ اس کو علمائے اہلسنت نے نسخ تلاوت کہنے میں لکھا ہے۔ تمام اہلسنت نے اس سے نسخ تلاوت ہی سمجھا ہے۔ میں جواب لکھ چکا اور تمام دعاوی کو باطل کر چکا۔ لیکن ناظرین کی وسعت نظر کے لئے ایسے معیار پر آیۂ رجم کی پڑتال کرتا ہوں۔ شاید مجھ سے پہلے کسی شیعہ مناظر کی توجہ اس کی طرف مبذول نہ ہوئی ہوگی۔ وہ اہلسنت کے مسلم الثبوت عالم دین حضرت ابوبکر رازی کا بنایا ہوا معیار ہے۔ جو موصوف نے آیات نسخ تلاوت کی شناخت کیلئے مقرر فرمایا ہے جسکو علامہ سیوطی نے بے چون و چرا تسلیم کر لیا ہے جو اتقان جلد ۲ صفحہ میں ہے۔

**معیار نسخ تلاوت**

قال ابوبکر الرازی نسخ الرسم والتلاوۃ انما یکون بان ینسیهم الله ایاہ ویرفعه من اوهامهم بالاعراض عن تلاوته وکتبه فی المصحف فیندرس علی الایام کسائر کتب الله القدیمة التی ذکرها فی کتابه فی قوله ان هذا لفی الصحف الاولی صحف ابراهیم وموسی ولا یعرف الیوم منها شیئ ثم لا یخلو ذلك من ان یکون فی زمان النبی صلعم حتی اذا توفی لا یکون متلوا من القرآن او یموت وهو متلو موجود بالرسم ثم ینسیه الله الناس ویرفعه من اذهانهم۔ وغیر جائز نسخ شیئ من القرآن بعد وفاۃ النبی صلعم۔

ابوبکر رازی نے فرمایا ہے کہ آیات قرآن کی کتابت و تلاوت نسخ ہونے کا بس قاعدہ یہ ہے۔ کہ اللہ اپنے بندوں کو وہ آیتیں بھلا دیتا ہے اور ان کے دماغوں سے اٹھا لیتا ہے اور انکو حکم دیتا ہے کہ اس کی تلاوت سے اور قرآن میں اس کو لکھنے سے لوگ باز رہیں۔ پس وہ ایام گذرنے کے بعد مٹ جاتا ہے۔ جیسے خدا کی تمام کتب قدیمہ مٹ گئیں جن کا ذکر اللہ نے قرآن کے آیۂ ان ہذا لفی الصحف الاولیٰ الخ میں فرمایا ہے۔ آج ان میں سے کوئی کتاب معروف و معلوم نہیں ہے۔ پھر نسخ تلاوت کیلئے لازم ہے کہ وہ عہد نبوی میں ہوا ہو۔ یا یہ کہ جب حضور نے وفات پائی ہو۔ تو اس کی قرآن میں تلاوت نہ ہوتی ہو۔ یا وہ حضرت کی وفات تک متلو بھی ہو اور مکتوب بھی ہو۔ پھر اللہ نے کل آدمیوں سے اسے بھلا دیا ہو۔ اور ان کے ذہنوں سے دور کر دیا ہو اور رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد کسی آیت کا نسخ جائز نہیں ہے +



ابوبکر رازی نے اس معیار میں پانچ قیدیں لگائی ہیں جن پر ہندسے لکھ دیئے ہیں۔ اب مدعیان نسخ تلاوۃ کو لازم ہے۔ کہ جس جس آیت کے نسخ تلاوت کے وہ مدعی ہوں اس کو وہ اس معیار پر منطبق فرما کے اپنے دعوے کی صداقت دکھائیں۔ فضول باتیں بنانے سے نسخ تلاوت ہرگز ثابت نہ ہوگا۔ اب سر دست آیۂ رجم اور آیۂ رضاع کے نسخ تلاوۃ کو معیار مذکور پر پرکھنا چاہتے ہیں۔ ناظرین جوہر شناس ملاحظہ فرمائیں۔ آیۂ رجم کا نزول اور جناب عمر کا اس کی قرآنیت کو یاد رکھنا اور قرآن میں لکھنے کا قصد فرمانا اس کی دلیل ہے کہ خدا نے یہ آیہ ان کو نہیں بھلایا تھا۔ خدا کا اس آیہ کی تلاوت سے روکنا کسی حدیث متواتر سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ جناب عمر اس کو جزو قرآن سمجھتے رہے۔ خدا نے کبھی آیت کو قرآن میں لکھنے کی ممانعت نہیں فرمائی۔ ورنہ رسول اللہ کی حدیث متواتر میں اس آیہ کے متعلق ممانعت کی تصریح دکھائی جائے۔ علاوہ اسکے جناب عمر کا اس آیہ کو قرآن میں درج کرنے کا قصد فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی حکم امتناعی صادر نہیں ہوا تھا۔ اس آیہ کا عہد نبوی میں ہرگز نسخ نہیں ہوا۔ ورنہ رسول اللہ کی حدیث متواتر سے ثبوت دینے کے بعد حسب تجویز علامہ بھوپالی وغیرہ اس کا بدل قرآن میں دکھایا جائے۔ یہاں تک بیان آیۂ رجم کے متعلق تھا معیار مذکور سے اس آیہ کا منسوخ التلاوۃ ہونا ثابت نہیں ہوا۔ اب ہم آیۂ رضاع کو اس معیار پر پرکھتے ہیں۔ اس آیہ کی تفصیل آگے آئیگی جناب ام المومنین عائشہ کی حدیث صحیح میں ہے۔ کہ آیۂ رضاع جس کے نسخ تلاوت کا دعویٰ کیا جاتا ہے رسول اللہ کے آخری حیات تک قرآن میں پڑھی جاتی تھی۔ اس کی منسوخیت کسی حدیث متواتر سے ثابت نہیں ورنہ ثابت کر کے اس کا بدل بھی قرآن میں دکھایا جائے۔ اس آیہ کو خدا نے بھلایا نہیں ورنہ جناب عائشہ کو یاد نہ رہتی +

الحاصل ان دونوں آیتوں کے منسوخ التلاوۃ ہونے کا دعویٰ فضول ہے۔ بلکہ یہ دعویٰ بعد وفات رسول ہوا ہے۔ جو حسب فتوائے علامہ ابوبکر رازی ہرگز جائز نہیں ہے رسول اللہ کے سوا کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی آیہ کی تلاوت یا حکم کو منسوخ کر سکے۔ بلکہ ساری امت بھی اگر ان دونوں کی منسوخیت پر اجماع بھی کرے تو یہ اجماع باطل ہوگا کہ اجماع امت سے کوئی آیت منسوخ نہیں ہو سکتی۔ دیکھو افادات الشیوخ صفحہ ۱۰

**نسخ تلاوت کی تحقیق بعنوان دیگر**

اب ہم نسخ کے معانی کتاب اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۰ سے نقل کرکے ثابت کریں گے۔ کہ نسخ تلاوت بے اصل چیز ہے:۔

الاولی یرد النسخ بمعنی ۱ الازالۃ ومنہ قولہ تعالیٰ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ و بمعنی ۲ التبدیل ومنہ اذا بدلنا ایۃ مکان ایۃ و بمعنی ۳ التحویل کتناسخ المواریث بمعنی تحویل المیراث من واحد الی واحد و بمعنی ۴ النقل من موضع الی موضع ومنہ نسخت الکتاب اذا نقلت ما فیہ حاکیا للفظہ وخطہ وھذا الوجہ لا یصح ان یکون فی القرآن

پہلا مسئلہ نسخ کے چند معانی وارد ہوئے ہیں۔ اوّل بمعنی ازالہ اسی معنی میں ہے۔ قول خدا فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ دوم بمعنی تبدیل اور اس معنی سے ہے۔ آیہ اذا بدلنا ایۃ مکان ایۃ سوم بمعنی تحویل جیسے تناسخ مواریث یعنی ایک شخص کی میراث کا دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونا۔ چہارم بمعنی نقل ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ اور اسی معنی سے ہے۔ نسخت الکتاب جبکہ تم مضمون کتاب کو اس کے لفظ اور ترتیب، خط کی حکایت کرتے ہوئے نقل کرو۔ اور اس معنی سے قرآن میں نسخ ماننا صحیح نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں یہ چار معنی مطلق نسخ کے ہیں۔ مولوی عبدالشکور صاحب اچھی طرح غور کریں کہ علامہ سیوطی نے یہ معانی بیان کر کے پہلے لفظ نسخ کو مطلق رکھا ہے کسی قسم کی قید نہیں لگائی ہے کہ جس کی وجہ سے یہ معانی نسخ کی کسی قسم خاص سے مخصوص متصور ہوں پس جبکہ یہ معانی مطلق نسخ کے ہیں اور نسخ کی آپ حضرات تین قسمیں بتاتے ہیں۔ لہذا آپکو لازم ہے کہ آپ ان چاروں معانی کو یا بعض کو ان دو قسموں سے متعلق ثابت کر دیجئے۔ کہ جنکو آپکے اکابر نے وضع کیا ہے میرے سامنے آپکا یہ عذر مقبول نہ ہوگا۔ کہ شیعہ نے بھی ان تینوں کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے میں اس وقت مقام تحقیق میں ہوں کسی کی اس موقعہ پر تقلید نہ کرونگا۔ لہذا آپ اپنے مذہب سے مجھے سمجھائیے اور مطلق کے معانی اس کی قسموں پر منطبق فرما دیجئے۔ سردست میں نسخ کی ایک قسم اور یعنی نسخ تلاوت مع حکم اسے بھی چھوڑتا ہوں۔ نسخ کی فقط ایک قسم نسخ تلاوت کا آپ سے مطالبہ ہے۔

**نسخ بمعنی ازالہ**

زائل کرنا۔ باطل کرنا۔ اس کی مثال میں جو آیت علامہ سیوطی نے لکھی ہے اُسے دیکھئے اور اس آیت کا شان نزول جو کچھ آپ کی تفسیر بغوی۔ تفسیر کبیر۔ وغیرہ میں ہے۔



جو ہمارے پیش نظر ہے۔ جسکے تصور سے ہمارا دل لرز رہا ہے کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ آپکے مذہبی مفسرین کے نزدیک حضور خاتم الانبیاؐ کی یہ شان کہ معاذ اللہ۔ اگر میری کتاب کا موضوع خاص نہ ہوتا۔ تو میں آیہ فینسخ اللہ الخ کا شان نزول آپکی تفسیروں سے نقل کرتا اور خازن و رازی صاحب نے جو بھل جوابات دیئے ہیں۔ اُن کی بھی قلعی کھولتا۔ مگر آپ کو شرم نہ آئی۔ کہ آپ نے مقدمہ تنبیہہ الحائرین میں کیسی کفریات کا ارتکاب کیا ہے اور طوفان بے تمیزی مچایا ہے۔ یہ خیال دور رہے کہ میں آپکو جواب نہیں دے سکتا ہوں۔ انشاء اللہ ایسا جواب دوں گا جو یاد رہیگا۔ بہرطور نسخ بمعنی ازالہ ہرگز نسخ تلاوت پر صادق نہیں آسکتا۔ اسلئے نسخ تلاوت کے معنی اتقان وغیرہ میں یہ لکھے ہیں۔ کہ آیت کی تلاوت اور کتابت کا موقوف ہو جانا مگر اسکے حکم کا باقی رہنا اور نسخ بمعنی ازالہ کی جو مثال دی گئی ہے۔ اُس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان جس چیز کا القا کرتا ہے، خدا اُس کو بالکل زائل اور باطل کر دیتا ہے۔ کہ اُس کا نشان تک باقی نہیں رہتا ہے۔ پس اگر آپ یہی معنی اسی حیثیت سے نسخ تلاوۃ پر منطبق کریں گے۔ تو آیہ کی تلاوت و کتابت کیساتھ حکم کا ابطال ماننا پڑیگا۔ اس صورت میں نسخ تلاوت صادق نہ آئے گا۔ بلکہ نسخ کی پہلی قسم صادق ہو جائے گی میں نسخ بمعنی ازالہ کی وضاحت کیلئے ایک حدیث درمنثور جلد ۱ صفحہ ۱۰۵ سے نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو:۔

واخرج ابوداؤد فی ناسخہ والبیھقی فی الدلائل من وجہ اخر عن ابی امامۃ ان رھطا من الانصار من اصحاب النبی اخبروہ ان رجلا قام من جوف اللیل یرید ان یفتتح سورۃ کان قد وعاھا فلم یقدر منھا علی شیئ الا بسم اللہ الرحمن الرحیم و وقع لناس من صحابہ فاصبحوا فسالوا رسول اللہ صلعم عن السورۃ فسکت ساعۃ لم یرجع الیھم شیئا ثم قال نسخت البارحۃ فنسخت من صدورھم ومن کل شیئ کانت فیہ ۔

ابوداؤد نے اپنی ناسخ میں اور بیہقی نے الدلائل میں دوسرے طریقہ سے ابوامامہ سے روایت کی ہے۔ کہ اصحاب نبیؐ میں سے انصار کے ایک گروہ نے اُسے خبر دی کہ ایک شخص رات میں اُٹھا اس قصد سے کہ وہ ایک سورہ پڑھے جو اُسے حفظ تھا مگر وہ بسم اللہ کے سوا اس کی کسی آیت پر قادر نہ ہوا۔ اُس نے اپنے دوستوں سے واقعہ بیان کیا۔ یہ لوگ صبح کے وقت رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے اور اُس سورہ کے متعلق سوال کیا۔ حضرتؐ ایک ساعت تک خاموش رہے۔

اور کچھ جواب اُن کو نہ دیا پھر فرمایا یہ سورہ کل شب میں منسوخ ہوگیا پس وہ صحابہ کے سینوں سے اور ہر اس چیز سے جس میں وہ تھا مٹ گیا۔ الغرض یہ ہے ازالہ کی صورت مگر نسخ تلاوت کی یہ صورت نہیں ہے۔ پھر کیسے اُن پر ازالہ ثابت ہوگا۔ علاوہ اس کے اگر قرآن سے کچھ آیتوں کا ازالہ مانا جائیگا۔ تو قرآن مطلق لوح محفوظ نہ رہیگا۔ ورنہ جتنی آیات قرآن موجود سے زائل شدہ فرض کی جاتی ہیں لوح محفوظ سے بھی اُن کا ازالہ ثابت کیا جائے۔ لہذا بہت جلد رسول اللہ کی وہ حدیث متواتر دکھایئے جس میں یہ تصریح ہو کہ قرآن منزل سے کچھ آیتیں نکالی گئیں۔ تو وہی آیتیں لوح محفوظ سے بھی محو کردی گئیں۔ اسکے علاوہ آپ کہتے ہیں۔ کہ خدا نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور آیۂ انا لہ لحافظون سے آپ دلیل لاتے ہیں۔ اگرچہ میں سابقاً آپکے دعوے کو آپکی کتابوں سے غلط ثابت کرچکا ہوں۔ تاہم بالفعل اتنا اور پوچھتا ہوں کہ آیات منسوخ التلاوۃ اُس ذکر میں جو خدا نے نازل فرمایا تھا جس کی حفاظت کا خدا نے آپکے زعم میں وعدہ فرمایا تھا۔ داخل قرآن تھیں یا نہیں۔ پہلی صورت میں نسخ اور ازالہ باطل قرار پائے گا۔ ورنہ قرآن محفوظ نہ قرار پائیگا۔ اور وعدۂ الٰہی غلط ہو جائے گا۔ کہ وعدہ تو اُسنے پورے قرآن کی حفاظت کا کیا تھا۔ پھر اُس نے خود ہی قرآن سے امت ہی آیتیں خارج کردیں۔ سبحان اللہ کیا ہی طریقہ حفاظت ہے اور کیا ہی ایفاء وعدہ ہے۔ دوسری صورت میں نسخ کا تعلق قرآن سے نہ کہلائیگا۔ کہ اس صورت میں وہ چیز منسوخ کہلائے گی۔ جو قرآن کا جزو نہ تھی۔ لہذا آج سے آپ ہرگز قرآن کی حفاظت کا دعوے نہ کریں۔ یا نسخ تلاوت کو نظر انداز کیجیے۔ اور نقص وتحریف قرآن کے معتقد ہو جائیے ٭

**نسخ بمعنی تبدیل**

اس معنی کو نسخ تلاوت سے بالکل ربط نہیں ہے بلکہ اسکا تعلق نسخ حکم سے ہے۔ دیکھیے تفسیر خازن جلد ۴ ص ۹۴ اور تفسیر بغوی ان دونو تفسیروں میں آیۂ اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ کی تفسیر میں لکھا ہے اذا نسخنا حکم آیۃ فابدلنا مکانہ حکما اٰخر ٭ جب ہم کسی آیت کا حکم نسخ کرتے ہیں تو ہم اس کی جگہ دوسرا حکم بدل دیتے ہیں ٭

**نسخ بمعنی تحویل**

کا نسخ تلاوت پر صادق آنا ظاہر البطلان ہے۔ ورنہ نقل میراث کی طرح آیات قرآنیہ کو بھی ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ماننا پڑیگا۔ ورنہ اس صورت میں



کل قرآن کو منسوخ التلاوۃ ماننا چاہئے۔ کہ سارا قرآن منتقل ہو رہا ہے۔ پھر بعض آیات کو منسوخ التلاوۃ آپ کس لئے مانتے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ بعض آیتیں قرآن موجود سے نکلکر یعنی منتقل ہوکر لوح محفوظ میں جاچکیں۔ تو میں کہونگا کہ اس صورت میں نہ پورا قرآن محفوظ کہلائیگا اور نہ پورے قرآن پر آپ حضرات کا ایمان متصوّر ہوگا۔ الحاصل نسخ تلاوت کو بمعنی تحویل مُراد لینے کے بعد قرآن کو ناقص سمجھیے ٭

**نسخ بمعنی نقل**

یہ بھی نسخ تلاوت پر صادق نہیں آتا ہے اسلئے کہ خود علامہ سیوطی اِس معنی سے نسخ کا قرآن میں انکار کرچکے ہیں۔ نتیجہ کلام یہ ہے کہ نسخ کسی معنی سے کسی نسخ تلاوت پر صادق نہیں آتا ہے پس وہ ایک فرضی اور جعلی چیز ہے جو نقص قرآن اور تحریف قرآن کو پوشیدہ کرنے کے لئے وضع کی گئی ہے۔ اتنی پُرزور تحقیق کے بعد بھی اگر آپ نسخ تلاوت کی آواز لگائیں گے۔ تو یہ صدائے گنبد کہلائے گی۔ جو پلٹ کر آپ کی طرف جائے گی۔ کوئی عاقل اس پر کان نہ دھرے گا ٭

**نسخ بمعنی النقل کو علامہ سیوطی قرآن سے کیوں متعلق نہیں مانتے تھے**

علامہ خازن البغدادی اور امام بغوی اسکے قائل تھے۔ علامہ ابوجعفر نحاس نحوی اور علامہ سعیدی اسکے معتقد تھے۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ۲ ص ۲۱ مگر خود علامہ سیوطی اس نسخ کے قرآن میں منکر تھے۔ حالانکہ خود لکھتے ہیں:۔ وانکر علی النحاس اجازتہ ذالک محتجا بان الناسخ فیہ لایاتی فیہ بلفظہ المنسوخ وانما یاتی بلفظ اٰخر وقال السعیدی یشھد لما قالہ النحاس قولہ تعالیٰ انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون۔ وقال وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم ومعلوم ان ما نزل من الوحی نجوما جمیعہ فی ام الکتاب ھو اللوح المحفوظ کما قال تعالیٰ فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطھرون ٭

اور نسخ بمعنی نقل کے امصار سے نحاس پر الزام لگایا گیا ہے اس دلیل سے کہ قرآن میں ناسخ بلفظہ منسوخ نہیں آیا ہے۔ بلکہ دوسرے الفاظ میں آیا ہے (لہذا نقل نہ کہلائے گی) سعیدی نے فرمایا قول نحاس کی گواہی ارشاد الٰہی انا کنا نستنسخ الخ دیتا ہے یعنی ہم بجنسہ نقل کرتے تھے وہ باتیں جو تم کرتے تھے۔ نیز فرمایا ہمارے پاس ام الکتاب میں قرآن برتر حکمت والا

ہے اور معلوم ہے یہ بات کہ جتنی وحی متفرق طور سے نازل ہوئی تھی وہ سب ام الکتاب میں تھی۔ اور وہ لوح محفوظ ہے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا قرآن ایک کتاب مخفی میں تھا۔ اُسے مطہرین کے سوا کوئی مس نہیں کر سکتا۔ (اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نزول سے پہلے قرآن لوح محفوظ میں تھا پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا آیا۔ لہٰذا نسخ بمعنی نقل قرآن پر صادق آگیا)

تفسیر خازن و بغوی جلد ۶ صـ۱۲۹ میں ہے لا استنساخ لایکون الامن اصل فینسخ کتاب من کتاب۔ یعنی نقل کیلئے اصل کا ہونا ضروری ہے۔ پس ایک کتاب دوسری کتاب سے نقل کیجاتی ہے میں کہتا ہوں جبکہ اہلسنت کے علمائے مشاہیر اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن مجید لوح محفوظ سے بجنسہٖ نقل ہو کر رسول اللہؐ کے پاس آیا تھا تو ان کے علماء کے نزدیک نقل کتاب کی شرطیں ملحوظ ہونگی منجملہ اُن شرطوں کے ترتیب خطی بھی ہے۔ ورنہ اگر اصل کی ترتیب نقل کے وقت محفوظ نہ رہے گی۔ تو نقل مطابق اصل نہ کہلائے گی اور انتنسخ صادق نہ آئے گا۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت جبرئیلؑ جو آیت یا سورت لاتے تھے۔ وہ اسی ترتیب سے لاتے تھے جس ترتیب سے لوح محفوظ میں ہوتی تھی۔ لہٰذا قرآن کی ترتیب نزولی مطابق لوح محفوظ تھی۔ ......

...... نہ کہ اس قرآن کی ترتیب جو موجود ہے۔ یہ ترتیب ہرگز مطابق لوح محفوظ نہیں ہے۔ بلکہ قطعاً محرف ہے۔ چونکہ علامہ سیوطی ترتیب نزولی کو مطابق محفوظ نہیں جانتے تھے اور نقل کیلئے ترتیب کی مطابقت لازم تھی۔ لہٰذا آپ نے قرآن میں نسخ بمعنی نقل کا بالکلیہ انکار فرمادیا۔ خیر آپکے انکار سے حق مخفی نہ ہوگا۔ ہمکو آپکے اہل مذہب میں سے ایسے حضرات مل گئے۔ جن کے قول سے قرآن موجود کی ترتیب محرف قرار پاتی ہے۔ کیوں مولوی عبدالشکور صاحب آپنے ملاحظہ فرمایا کہ آپ ہی کے مذہب سے قرآن کا ناقص ہونا۔ قرآن کا محرف ہونا۔ قرآن کی ترتیب کا غلط ہونا ثابت ہو رہا ہے اگر میں نے اپنی طرف سے کوئی چیز ملائی ہوگی۔ یا میں نے ہٹ دھرمی اور خیانت سے اُلٹا مطلب نکالا ہوگا۔ تو ناظرین با فہم خود مجھ سے جواب طلب کریں گے۔ مگر جناب عالی کی تدبیریں اور نقل قول و حدیث کے وقت حرفت پھر اظہار مطلب کا موذی پیرایہ۔ پھر ایک کے دس سننا اور شرمندہ نہ ہونا آپکی خصوصیات میں سے ہے +

**شکوری انعامی اعلان** | آپنے تنبیہ الحائرین صـ۶۴ میں ساری دنیا کے شیعوں کے



سامنے انعامی اعلان شائع کیا ہے۔ مگر دو قیدیں ایسی لگائی ہیں کہ اگر ہم تحریف کی ایک روایت کیسی بیس بھی پیش کرینگے۔ تو بھی باب عالی سے ایک کوڑی بھی انعام نہ پائینگے۔ وہ دونوں قیدیں یہ ہیں:- ایک یہ کہ وہ روایت اہلسنت کی ہو۔ دوم یہ کہ معتبر کتاب کی ہو۔ حضرت والا سے درخواست کی جاتی ہے کہ اگر درحقیقت انعام دینے کا قصد ہے تو اتنی توضیح فرما دیجئے۔ کہ اہلسنت سے کون لوگ مُراد ہیں۔ کہ اہلسنت میں بکثرت فرقے ہیں۔ لہٰذا اول آپ معین فرمادیجئے۔ کہ اہلسنت میں سے کونسے فرقے کی آپ روایت مانیں گے۔ دوسرے یہ کہ اپنی کتب معتبرہ معین فرمادیجئے۔ اُن کی فہرست النجم میں مشتہر فرمایئے۔ ورنہ اگر ہم نے آپکے مذہب کی کسی کتاب کا حوالہ دیا اور آپ نے فوراً کہدیا۔ کہ میرے نزدیک یہ کتاب معتبر نہیں ہے۔ تو بتایئے میں اُس وقت کیا کروں گا۔ لہٰذا پیشگی ہی آپ سے مطالبہ کر کے آپ کی راہ چارہ کو بند کئے دیتا ہوں +

ہمنے آیۂ رجم کے متعلق مکمل بحث کر کے یہ ثابت کر دیا کہ یہ آیت ہرگز منسوخ التلاوۃ نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتی ہے بلکہ اسکے نہ ہونے سے قرآن موجود ناقص ہے اگرچہ شکوری علماء نے ان کو منسوخ التلاوۃ لکھا ہے لیکن ان کا لکھنا قابل اعتماد نہیں ہے۔ کہ اُنہوں نے اپنے مذہبی عیب کو نسخ تلاوت کو وضع کر کے چھپایا ہے۔ اب ہم آیۂ رضاع سے بحث کر کے دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ یہ آیت بھی قرآن میں نازل ہوئی تھی لیکن اب اُس کا قرآن موجود میں پتہ نہیں ہے +

**کیا آیۂ رضاع بھی منسوخ التلاوۃ ہے** | علامہ سیوطی نے اتقان جلد ۲ صـ۲۲ ساتویں مسئلہ میں اقسام نسخ لکھی ہیں۔ اُن میں سے پہلی قسم ملاحظہ ہو :-

السابعۃ النسخ فی القرآن علی ثلثۃ اضرب احدھا ما نسخ تلاوتہ وحکمہ معا قالت عائشۃ فیما انزل عشر رضعات معلومات فنسخن بخمس رضعات معلومات۔ فتوفی رسول اللہ صلعم وھن مما یقرء من القرآن رواہ الشیخان +

ساتواں مسئلہ قرآن میں نسخ تین قسم کا ہے۔ پہلی قسم یہ ہے کہ آیت کے الفاظ اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے۔ ام المومنین جناب عائشہ نے فرمایا ہے۔ قرآن منزل میں دس رضعات معلومات والی آیت آئی تھی پس وہ پانچ رضعات معلومات کی وجہ سے منسوخ ہو گئی۔ پھر رسول اللہ صلعم نے ایسے حال میں وفات پائی۔ کہ یہ پانچ رضع والی آیت قرآن میں پڑھی جاتی تھی۔ بخاری و مسلم

نے اس کی روایت کی ہے +

میں کہتا ہوں کہ مانا دس رضع والی آیت کے الفاظ بھی قرآن سے مٹ گئے اور اس کا حکم بھی زائل ہو گیا۔ کہ نسخ بمعنی ازالہ اس نسخ پر صادق آتا ہے اگرچہ یہ سوال باقی رہتا ہے کہ یہ آیت لوح محفوظ سے بھی زائل ہوئی یا نہیں پہلی صورت میں رسول اللہ کی حدیث متواتر سے اس مدعا کو ثابت کرنا چاہیئے۔ اور دوسری صورت میں قرآن موجود کی لوح محفوظ سے مطابقت باطل ہو جائے گی کہ نقل مطابق اصل نہ رہیگی خیر ہم اپنے مہربان دوست مولوی عبدالشکور صاحب کو زیادہ پریشان نہ کریں گے کہ ان کی عالمہ صدیقہ کا یہ ارشاد ہے۔ پھر نور علی نور شیخ المحدثین امام بخاری اور رئیس المحدثین امام مسلم نے اس حدیث شریف کو نقل کیا ہے کچھ نہ کچھ اس کی اصلیت ضرور ہو گی جس کو ہمارے عنایت فرما خود سمجھ لیں گے اور ناظرین بھی غور فرمائیں گے لیکن میں تو اس کا مواخذہ کرتا ہوں کہ پانچ رضع والی آیت جو بقول معظمہ عہد نبوی میں پڑھی جاتی تھی۔ اب قرآن میں کیوں نہیں ہے۔ یہ آیت کہاں گئی +

شکوری اکابر نے جب حدیث مذکور دیکھی اور اس کی صحت معلوم کر لی۔ تو اُن کے ہوش اُڑ گئے۔ کہ صدیقہ کے کلام ہدایت التضام سے قرآن کا ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پھر کیا تھا۔ اُنکے باہم چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور تاویلات کے دروازے کھل گئے میں ان تاویلات کو اتقان سے نقل کر کے ہر ایک کا زلزلہ افگن جواب دیتا ہوں۔ علامہ سیوطی نے فرمایا ہے:۔ وقد تکلموا فی قولها وهن مما یقرء من القرآن فان ظاهره بقاء التلاوة ولیس کذالک۔ اہلسنت نے کلام کیا ہے ام المومنین کے اس قول میں کہ پانچ رضع والی آیت منجملہ ان آیات کے ہے جو قرآن میں پڑھی جاتی تھیں۔ وجہ (کلام) یہ ہے کہ اس حدیث کا ظاہر بقاء تلاوت ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں حدیث مذکور کی صحت بے اشکال ہے۔ اس کی سند میں کوئی عیب نہیں ہے۔ ورنہ شیخین اسے نقل نہ کرتے اور علامہ سیوطی اس پر ضرور جرح کرتے۔ پھر اس کا ظاہر بھی یہی ہے کہ آیۂ مذکورہ کی تلاوت باقی رہی۔ اب لیس کذالک فرمانا بالکل بیکار ہے +

علم اصول میں ظاہر اسے کہتے ہیں جس میں تاویل جائز نہ ہو ظاہر کے مقابلہ میں ماول مرجوع ہوتا ہے پھر کیوں ظاہر کو چھوڑ کر تاویل کو اختیار کر کے مرجوح کو ترجیح دی جاتی ہے۔ گو



شکوری عقل ترجیح مرجوح کو جائز سمجھے مگر عقل صافی ہرگز پستی کی طرف نہ جائے گی اور حدیث مذکور میں کسی تاویل رکیک کو تسلیم نہ کرے گی +

علامہ سیوطی نے حدیث مذکور کو کسی علمی قاعدہ سے حل نہیں فرمایا۔ اگرچہ ذیل لیس کذالک ارشاد کر کے اپنی عاجزی اور درماندگی کا اظہار کیا ہے اس پر طرہ یہ ہے کہ حدیث مذکور کے جواب میں آپ نے ایک قول بصیغہ مجہول وارد کیا ہے جس کا ضعف خود صیغہ مجہول سے ظاہر ہو گیا اب کون صاحب عقل ایسے کمزور جواب کو تسلیم کریگا غرض وہ یہ ہے:۔ واجیب بان المراد قارب الوفاة او ان التلاوة نسخت ایضا ولم یبلغ ذالک کل الناس الا بعد وفاة رسول الله صلعم فتوفی و بعض الناس یقرءها +

اور جواب دیا گیا ہے (معظمہ کی) مراد یہ ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے قریب یہ آیت پڑھی جاتی تھی۔ یا مراد یہ ہے کہ اس آیہ کی بھی تلاوت منسوخ ہو گئی اور تمام صحابہ کو اسکے نسخ کا علم نہ ہوا مگر بعد وفات رسول اللہ پس حضرت نے ایسے حال میں وفات پائی کہ بعض صحابہ اسے پڑھتے رہے +

میں کہتا ہوں یہ جواب نہایت رکیک ہے۔ اور جہل و لغو تاویل ہے کہ اس پر چند سوالات وارد ہوتے ہیں۔ اُمید ہے کہ مولوی عبدالشکور صاحب لکھنؤی دل سے غور کر کے ہر ایک کا شافی و مہذب پیرایہ میں جواب عنایت فرمائیں گے۔ اگر بالفرض جواب نہ دے تو ارشاد ام المومنین کی لاج رکھتے ہوئے آیۂ رضاع کی تلاوت باقی سمجھنے کے بعد قرآن موجود کو ناقص تصور فرمائیں گے۔ پہلا سوال۔ بتایا جائے کہ دس رضع والی آیت کس سنہ میں نازل ہوئی اور کس سنہ میں منسوخ ہو گئی۔ دوسرا سوال۔ یہ آیہ ناسخہ یعنی پانچ رضع والی آیت قرآن میں درج ہو گئی تھی یا بدون لکھے ہوئے اس پر نسخ تلاوۃ وارد ہو گیا۔ دونوں شقیں حدیث صحیح و نص صریح سے حل فرمایئے۔ تیسرا سوال رسول اللہ کی یا کسی صحابی کی حدیث صحیح پیش کیجئے جس میں یہ تصریح ہو کہ آیہ ناسخہ کی تلاوت قریب زمانہ وفات رسول میں ہوتی تھی۔ حدیث کا مطالبہ ہم نے اسلئے کیا ہے۔ کہ اول تو مجیب مجہول ہے۔ دوسرے ہم تو حدیث کے مقابلہ میں حدیث ہی چاہتے ہیں۔ چوتھا سوال۔ حضرت ام المومنین کی تصدیق دکھایئے کہ صدہا برس کے بعد مجیب نامعلوم نے جو مطلب لکھا ہے۔ یہی معظمہ کی مراد ہے۔ پانچواں سوال۔ آیہ ناسخہ کے منسوخ التلاوۃ ہونے پر رسول اللہ کی حدیث

متواتر دکھایئے۔ ورنہ ایسے فضول توہمات سے کسی آیت کے نسخ کا یقین نہیں ہوسکتا ہے۔ چھٹا سوال۔ یہ بھی حدیث صحیح میں صراحتہً دکھایا جائے کہ اکثر صحابہ کو آیۂ خمس رضعات کے منسوخ التلاوۃ ہوجانے کا علم ہوگیا تھا اور بعض کو معلوم نہ ہوا۔ اسی لئے وہ لوگ اسے پڑھتے رہے۔ ساتواں سوال۔ اگر بفرض محال آیۂ ناسخہ کا نسخ تلاوت آپنے حدیث متواتر سے ثابت کر بھی دیا تو حسب تجویز علامہ بھوپالی وغیرہ اس کا بدل قرآن موجود میں دکھایئے گا۔ آٹھواں سوال۔ حدیث ام المومنین میں وہ کونسا لفظ ہے جس سے یہ سمجھا گیا کہ قرب وفات آنحضرتؐ اسکی تلاوت ہوتی تھی۔ پھر آنحضرتؐ کی حیات ہی میں اس کی تلاوت رفع ہوگئی۔ نواں سوال۔ حدیث مذکور میں وہ کونسا لفظ ہے جس سے یہ سمجھا گیا کہ بعض صحابہ کو نسخ کا علم نہیں ہوا تھا۔ اسلئے وہ پڑھتے رہے۔ دسواں سوال۔ علامہ ابوبکر رازی نے نسخ تلاوت کا جو معیار مقرر کیا ہے۔ اُس سے حدیث معظمہ کو منطبق کر دیجئے۔ تلك عشرۃ كاملة۔ مولوی عبدالشکور صاحب دیکھئے قاعدہ کی بحث یوں ہوتی ہے۔ ان سوالات کو حل کرکے اپنے مذہب کی صداقت کا ثبوت دیجئے۔ مگر آپ تو شیعوں کے سوالات دیکھتے ہی غصہ میں لرزہ براندام ہوجاتے ہیں۔ پھر آپکو دین و دُنیا کا ہوش نہیں رہتا۔ اُس وقت آپکا جواب صرف یہ ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام کی عداوت میں قرآن تمہارے ہاتھوں سے نکل گیا۔ حضرت کے منہ میں زبان بے لگام ہے جو جی چاہے کہیئے۔ مگر علمی جواب تو دے دیا کیجئے۔ تاکہ آپکے صحابۂ کرام کے دامنوں سے وہ دھبے مٹ جائیں جو آپکے اکابر نے گھرے لگائے ہیں۔ جن کے نقوش آپکی الواح کتب میں اُبھرے ہوئے موجود ہیں۔ کاش کہ آپ حضرات سنت عثمانی سے تمسک کرتے اور ان کتب ضلال میں آگ لگا کر اُن کو دُنیا سے مٹا دیتے۔ پھر کوئی متنفس صحابۂ کرام کے مطاعن پیش نہ کرسکتا۔

آمدم برسر مطلب۔ مجیب نامعلوم الاسم کے جواب سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ عہد نبوی میں نہ قرآن مجموع و مرتب تھا اور نہ ایک قرآن پر تمام صحابہ متفق تھے۔ ورنہ آیۂ ناسخہ منسوخہ کو بعض کا تلاوت کرتے رہنا چہ معنے دارد۔

افادات الشیوخ صـ۸ میں حدیث مذکور کے متعلق نسخ تلاوت کی تاویل کو علامہ بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ موصوف بھی کل صحابہ کو ایک قرآن پر متفق نہیں



سمجھتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ عہد نبویؐ میں قرآن مُرتب اور مجموع نہیں ہوا تھا۔ ورنہ صحابہ کرام کے مابین آیۂ رضاع ناسخہ کے نسخ میں اختلاف نہ ہوتا۔ ناظرین کو یاد ہوگا ہم نے قرآن کے عہد نبویؐ میں غیر مُرتب و غیر مجموع ہونے پر شکوری مذہب کے چھبیس گواہ پیش کئے تھے۔ اب دو گواہ اور اضافہ کر لیجئے علامہ سیوطی نے اتقان میں مجیب نامعلوم کے جواب کے بعد لکھا ہے:۔ قال ابوموسیٰ الاشعری نزلت ثم رفعت۔ ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا وہ آیت نازل ہوئی پھر اُٹھالی گئی۔

مَیں کہتا ہوں یہ روایت محل دلیل میں پیش ہونیکے قابل نہیں ہے۔ اوّل اسلئے کہ اس کی سند غائب ہے۔ پھر کیسے معلوم ہو کہ اشعری سے روایت لینے والے کون لوگ تھے اور وہ جھوٹے ہیں یا سچے۔ اُن کا مذہب کیا ہے سلسلۂ رواۃ میں کوئی شیعہ تو نہیں ہے۔ کہ شکوری زعم میں قرآن کے متعلق شیعوں کی روایت مقبول نہیں ہے۔ دیکھئے تنبیہ الحائرین صـ۵۔ دوم اسلئے کہ الفاظ روایت سے پتہ نہیں چلتا کہ اس کا تعلق دس رضع والی آیت سے ہے یا پانچ رضع والی سے۔ پس اگر پہلی آیت سے تعلق ہے تو خیر ہم اس سے چشم پوشی کرینگے لیکن دوسری آیت سے تعلق ہرگز نہ مانیں گے کہ اس صورت میں قولِ معظمہ کاذب قرار پائیگا۔ کہ معظمہ نے فرمایا تھا کہ آیۂ خمس رضعات رسول اللہؐ کی آخر حیات تک پڑھی جاتی تھی لیکن اشعری صاحب فرماتے تھے کہ وہ آیت اُٹھ گئی تھی۔ پس جبکہ ام المومنین اور ابوموسیٰ کی خبروں میں تضاد و اختلاف رونما ہوگیا۔ تو اس صورت میں ہمارے نزدیک قولِ معظمہ صحیح مانا جائے گا۔ کہ آپ نے رسول اللہؐ سے قرآن پڑھا تھا۔ مگر اشعری صاحب اس نعمت سے محروم تھے۔ ورنہ ثبوت دیا جائے۔ غرض ام المومنین کے مقابلہ میں اشعری صاحب کا قول ہیچ ہے۔

قال مکیؒ هذا المثال فيه لمنسوخ غير متلو والناسخ ايضًا غير متلو۔

مکیؒ نے فرمایا اس مثال میں منسوخ بھی غیر متلو ہے اور ناسخ بھی غیر متلو ہے۔

مَیں کہتا ہوں۔ صرف مکیؒ کا بے دلیل لکھدینا آیت کو منسوخ و غیر متلو نہیں بنا سکتا ہے۔ ہاں اوّل رسول اللہؐ کی حدیث سے اس کو ثابت کیا جائے۔ پھر حسب قرارداد علامہ بھوپالی وغیرہ اس کا بدل قرآن میں دکھایا جائے۔ نیز قولِ مکی مجمل ہے جس سے آیتِ ناسخہ کے غیر متلو ہونیکا سبب ظاہر نہیں ہوا۔ لہٰذا ہوسکتا ہے کہ تحریف کی وجہ سے یا گم ہوجانیکی وجہ سے یا کسی

لڑائی میں صحابی کے ساتھ شہید ہونے سے وہ آیت غیر متلو ہوگئی ہے ۔

افادات الشیوخ صہ میں ابن سمعانی کا حیرت انگیز قول نقل کیا گیا ہے۔ آپ نے حدیث ام المومنین کی شرح یوں فرمائی ہے کہ آیۂ ناسخہ کا حکم قرآن میں تلاوت کیا جاتا تھا۔ نہ اُسکے الفاظ کی تلاوت ہوتی تھی۔ اب میں آپ سے صرف یہ بات دریافت کرونگا یہ تو ممکن نہیں ہے کہ وہ حکم بغیر لفظوں کے تلاوت کیا جاتا ہو پس یقیناً دوسرے الفاظ نازل ہوئے ہوں گے۔ اب بتایئے وہ دوسرے الفاظ کیا ہوئے۔ اور یہ بھی فرمایئے کہ حکم معہود اس قرآن میں متلو کیوں نہیں ہے۔ خیر میں بتاتا ہوں۔ افادات الشیوخ صے میں ہے ۔

بیہقی گفتہ پس عشر در ینجا از اں قبیل است کہ رسم و حکمش ہر دو منسوخ شدہ و خمس ناسخ الرسم و باقی الحکم است۔ بدلیل آنکہ چوں صحابہ بجمع قرآن پرداختند ایں آیت را ننوشتند حال آنکہ حکمش نزدیک ایشاں باقی است ۔

بیہقی نے کہا ہے کہ دس رضعات والی اس قبیل سے ہے کہ اس کی کتابت اور حکم دونوں منسوخ ہوگئے اور پانچ رضع والی آیت کی کتابت نسخ ہوگئی حکم اُس کا باقی رہا نسخ کتابت کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب صحابہ قرآن جمع کرنے میں مشتغل ہوئے۔ تو اس آیت کو اُنہوں نے درج قرآن نہیں کیا۔ حالانکہ اس کا حکم ان کے نزدیک باقی تھا ۔

میں کہتا ہوں علامہ بیہقی کے قول سے خوب واضح طور سے ظاہر ہوگیا۔ کہ خود صحابہ نے پانچ رضع والی آیت کو قرآن میں نہیں لکھا تھا۔ لہذا اس آیت کا قرآن میں موجود نہ ہونا صحابہ کی تحریف قرار پائیگا۔ رسول اللہ صلعم کیطرف اس کا انتساب جائز نہیں ہے ورنہ آنحضرت صلعم کا حکم امتناعی اس آیت کے متعلق دکھایا جائے۔ جو متواتر منقول ہو کر مدعیان نسخ الرسم کے پاس پہنچا ہو۔ مگر رسول اللہ صلعم کے حکم امتناعی کا صدور و وجود ناممکن ہے۔ ورنہ حضرت ام المومنین عائشہ آیۂ مذکورہ کی تلاوت کو باقی نہ سمجھتیں۔ اور بیہقی صاحب اس کی عدم کتابت کو صحابہ کی طرف منسوب نہ کرتے بلکہ رسول اللہ صلعم کی نص صریح پیش فرماتے۔ خیر اگر مولوی عبد الشکور صاحب کلام ام المومنین کو لغو اور نظر بیہقی کو قاصر جانتے ہوں۔ تو خود کوئی حدیث متواتر حضور سید عالم صلعم کی میدان مناظرہ میں لاکر جامعین قرآن صحابہ کو جرم تحریف سے پاک کریں۔ مگر یاد رہے۔



دونہ خرط القتاد ۔

ناظرین بافہم و با انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ کہ ہم نے شکوری مذہب سے تحریف قرآن کا بیّن ثبوت دیا ہے۔ اپنی طرف سے نہ کوئی تاویل کی ہے اور نہ بیہقی کی عبارت میں تصرف ناجائز سے کام لیا ہے۔ اور نہ کھینچ تان کر کے نسخ تلاوت کی روایت کو تحریف پر محمول کیا ہے جیسا کہ مدیر النجم شیعوں کا مذاق اڑایا کرتے ہیں۔ کیا کریں بغرض معذور ہیں جب کوئی حیلہ نہیں چل سکتا ہے تو جامہ تہذیب سے باہر ہو کر استہزا اور تمسخر سے اشک شوئی کیا کرتے ہیں مگر خوب یاد رہے کہ میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑونگا۔ بلکہ آپ کو آپ کی منزل تک پہنچا دونگا۔ دیکھوں آپ کب تک اپنا رویہ باطل نہ چھوڑیں گے۔ ابھی تو میں نے ابطال نسخ تلاوت کے ضمن میں آپکے مذہب سے تحریف قرآنی کو ناقابل انکار ادلہ سے ثابت کیا ہے۔ اب میں اللہ کا نام لیکر بالکل نئے طریقہ سے مبحث تحریف کو شروع کرتا ہوں۔ انشاء اللہ یہ مبحث زمانہ کی تاریخ میں یادگار رہے گا۔ و علی اللہ توکلی ۔

**بحث تحریف قرآن شکوری مذہب سے**

تحریف کے معنی ہیں گردانیدن سخن از محل خود ملاحظہ ہو صراح۔ علامہ خازن نے اپنی تفسیر جلد ۱ صہ ۴۵۱ میں بدلیل آیۂ یحرفون الکلم عن مواضعہ لکھا ہے ای یزیلونہ و یغیرونہ و یبدلونہ۔ اس تفسیر کے لحاظ سے لفظ تحریف کے تین معنی ہوئے۔ ازالہ۔ تغیر۔ تبدیل۔ پھر علامہ موصوف اپنی تفسیر جلد ۲ صہ ۴۴ میں فرماتے ہیں۔ ففی قولہ تعالیٰ یحرفون الکلم عن مواضعہ اشارۃ الی التاویل الباطل و فی قولہ یحرفون الکلم من بعد مواضعہ اشارۃ الی اخراجہ من الکتاب بالکلیۃ۔

پس قول باری تعالیٰ یحرفون الکلم عن مواضعہ میں تحریف سے تاویل باطل کیطرف اشارہ ہے۔ اور قول خدا یحرفون الکلم من بعد مواضعہ میں تحریف سے کلمات کو بالکلیہ کتاب سے خارج کرنے کی طرف اشارہ ہے ۔

تحریف کے یہی معنی تفسیر بغوی میں ہیں جو تفسیر خازن کے حاشیہ پر ہے جو مطبع علمیہ مصر کی چھپی ہوئی ہے۔ اور یہی معنی تفسیر کبیر فخر الدین رازی جلد ۳ صہ ۲۳ میں ہیں۔ مولوی عبد الشکور صاحب مرزاپوری کے رسالہ تحریف وید میں تحریف کے جو معنی درج ہیں۔ اُس کا خلاصہ یہ ہے۔ کسی کے کلام میں بغیر اس کے اذن کے تصرف کرنا۔ یہ رسالہ مدیر النجم صاحب کا معتمد علیہ

ہے کہ اس کو اپنے النجم کے ساتھ شائع فرمایا تھا ؂

الغرض تحریف کے معانی کا خلاصہ یہ ہے۔ کلام کو اس کی جگہ سے ہٹانا[1]۔ تغیر[2]۔ تبدیل[3]۔ تاویل باطل[4]۔ ازالہ[5] یعنی کلمات کا کتاب سے بالکل خارج کر دینا۔ کسی[6] کے کلام میں بغیر اذن تصرف کرنا وفقی تلاش سے تحریف کے یہ چھ معانی تحریر کئے گئے ہیں۔ اب میں ان میں سے ہر ایک معنے کو شکوری مذہب سے ثابت کر کے قرآن موجود کا محرف و ناقص ہونا براہین دامغہ سے ثابت کرتا ہوں۔ اگر مولوی عبد الشکور صاحب کے مذہب میں کچھ دم ہے۔ تو جامع القرآن کے تصرفات کا باذن خدا ہونا رسول اللہ ﷺ کی حدیث متواتر سے اور نص صریح سے ثابت کر کے اپنی صداقت کا اظہار فرمائیں گے۔ ورنہ حیا سے کام لیکر ہمیشہ کیلئے شیعوں سے الجھنا چھوڑ دیں گے ؂

### جامع القرآن کا آیات کو اُن کی جگہ سے ہٹانا

میں سابقاً ثبوت دے چکا ہوں۔ کہ حضور سید عالم ؐ نے قرآن مجید کو مجموع اور مرتب نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ قرآن آنحضرت ؐ کے عہد میں کچھ متفرق طور سے مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا اور کچھ صحابہ کو زبانی یاد تھا۔ پھر یہ نیم حافظ صحابہ لڑائیوں میں کام آنے لگے۔ تو حضرت عمر بن الخطاب کو قرآن کے ضائع ہونے کا سخت اندیشہ ہوا۔ لہذا آپ نے حضرت ابوبکر کو بحث مباحثہ کے بعد جمع قرآن پر آمادہ کیا۔ آخر زید بن ثابت کے سپرد یہ خدمت ہوئی۔ آپ نے بہزار دشواری پہاڑ سے زیادہ بوجھل کام کو انجام دیا۔ جس جس چیز میں قرآن لکھا ہوا تھا۔ وہ بھی کاغذ میں لکھا۔ اُن چیزوں پر ترتیب کے پہچان کے لئے نمبر پڑے ہوئے نہ تھے۔ ورنہ ثبوت بذمہ مدعی ہے۔ جن صحابہ کو جتنا حصہ زبانی یاد تھا۔ وہ بھی زید نے اس طور سے لکھا۔ کہ جس وقت جس آیت یا سورہ کو کوئی صحابی لے آیا۔ آپ نے درج کر لیا۔ اُس زمانہ میں پورے قرآن کا حافظ کوئی ایک صحابی بھی نہ تھا۔ ہم اسکا ثبوت آئندہ پیش کرینگے۔ گو مدیر النجم صاحب خواہ مخواہ فرضی حفاظ کا پُل باندھا کرتے ہیں۔ یہ تو جمع قرآن کی خلاصہ کیفیت ہے۔ جو عہد صدیق میں واقع ہوئی۔ پھر عہد عمری میں قرآن جمع ہوا تھا۔ اسکا حال آگے آئیگا ؂

پھر عہد عثمانی میں قرآن جمع ہوا۔ اسدفعہ عروہ نے تقدیم ناسخ پر اور ابن عباس نے انفال سے برائت ملا دینے پر اعتراض کیا۔ یہ دونوں اعتراض شرح و بسط کے ساتھ ہم سابقاً تحریر کر چکے۔ اب ہم ترتیب قرآنی کے محرف ہونے کی ایک اور مثال دیتے ہیں ؂



### ترتیب قرآن کے محرف ہونے کی نئی مثال

جو سابقاً مذکور نہیں ہوئی وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے سورۂ ہود رکوع چہارم میں طوفانِ حضرت نوح کا واقعہ ہے۔ اس میں چند آیتیں بالکل بے جوڑ لگی ہوئی ہیں جن کا تعلیم رسول ؐ سے مرتب ہونا محال ہے۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ خداوندِ عالم نے جناب نوح ؑ کو خبر دی تھی۔ کہ اُن کی ساری قوم طوفان میں غرق کیجائے گی۔ صرف آپکے اہل کو مستثنے فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت نوح ؑ کا ایک بیٹا (کنعان) آپ سے جُدا ہو کر ایک پہاڑی پر چڑھ گیا۔ تو آپ نے اُسے بُلایا۔ مگر وہ آپکے پاس نہ آیا۔ تا اینکہ موج حائل ہو گئی۔ جس کی حکایت قرآن میں یوں فرمائی ہے۔ وحال بینھما الموج فکان من المغرقین۔ الغرض نوح ؑ کا بیٹا ڈوب گیا۔ پھر طوفان کا پانی کم ہوا۔ اور کوہ جودی پر کشتی نوح ٹھہر گئی۔ اس کے بعد نوح ؑ پیغمبر کی دعا قرآن موجود میں درج ہے وہ یہ ہے ونادی نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق۔ یعنی نوح نے اپنے رب کو آواز دیکر عرض کیا۔ اے میرے پروردگار میرا فرزند میرے اہل میں سے ہے۔ حالانکہ یقیناً تیرا وعدہ برحق ہے (کہ تو نے میرے اہل کو غرق سے بچانے کا وعدہ کیا تھا اب تو اسے ڈوبنے سے محفوظ رکھ) خدا نے جواب دیا یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ یہ عمل غیر صالح ہے۔ الغرض دوسری آیت مذکورہ کی ترتیب سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جناب نوح ؑ نے اپنے بیٹے کے بچانے کے لئے اُس وقت دعا کی تھی جبکہ وہ غرق آب ہو چکا تھا۔ طوفان کم ہو کر آپ کی کشتی کوہ جودی پر ٹھہر چکی تھی۔ حالانکہ دعا کا محل اُس وقت تھا کہ جب باپ اور بیٹے کے درمیان موج حائل ہو گئی تھی۔ اور بیٹا ڈوب رہا تھا۔ اُسی واقعہ کے قریب اس آیت کو ہونا چاہئے تھا۔ اس آیت اور دعائے نوح ؑ کے بے محل ہونے سے یہ بات سمجھ میں آئی۔ کہ ان آیتوں کی ترتیب توقیفی نہیں ہے۔ بلکہ جامع القرآن نے اپنے فہم پر بنا کر کے یہ تصرف بیجا کیا ہے۔ اور ان آیتوں کو بے جوڑ لگا دیا ہے۔ جو کھُلی ہوئی تحریف ہے۔ یہاں نسخ تلاوت کی تاویل بھی کام نہیں دے سکتی ہے۔

### مدیر النجم کا جواب ناصواب مع رد

میں نے اپنے مضمون مندرجہ درنجف میں آیۂ بالا کے متعلق توقیفی ترتیب کا مطالبہ مدیر صاحب سے کیا تھا۔ آپ نے جو کچھ جواب دیا ہے وہ مع رد ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ جناب موصوف فرماتے ہیں۔ کہ اوّل تو قرآن میں ترتیب واقعات کا بیان کرنے کا التزام نہیں ہے (ہاں قرآن محرف میں بیشک التزام نہیں ہے اس کے بھی جواب دہ

جامع القرآن ہیں۔ ورنہ جس ترتیب سے جو واقعہ حیز وجود میں آیا تھا اُسی ترتیب سے بیان کرنا لازم تھا اور ایسے ہی کل قصص وحی کے ذریعہ سے بیان ہوئے تھے۔ مگر ترتیب کی تحریف اور جامع القرآن کی عدم واقفیت نے اُن کو اُلٹ دیا ہے) ثانیاً ونادیٰ میں لفظ واؤ ہے جو ترتیب پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ (اے سبحان اللہ تو پھر آپ بھی جہاں جہاں واؤ دیکھئے اُلٹ پلٹ کر دیجئے۔ کہ واؤ کی دلالت ترتیب پر نہیں ہوتی ہے لیکن حضرت والا نے تصویر کا دوسرا رُخ ملاحظہ نہیں فرمایا کہ واؤ کی وضع عطف اور ربط کے لئے ہوئی ہے اب بتلائیے کہ جملہ ونادیٰ کا عطف کس پر ہے۔ اور کونسے جملہ سے یہ جملہ مرتبط ہے۔ رسول اللہؐ کی حدیث صحیح سے اس عطف اور ربط کو ثابت کیجئے اور اگر جناب عالی اس واؤ کو استیناف کے لئے قرار دیکر جملۂ ونادیٰ کو مستانفہ مانیں تو اس کی تائید میں بھی رسول اللہؐ کی حدیث صحیح وصریح پیش کیجئے گا) ۳بعد غرق دعا مانگی ہو تو کیا قباحت ہے (ضرور قباحت ہے اسلئے کہ بے محل ہے۔ بلکہ غرق کے وقت دعا ہونی چاہئے۔ کیا خدا نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ڈوبنے کے بعد تمہارے اہل کو زندہ کرونگا۔ بلکہ بیٹے کے ڈوبنے کے بعد حضرت نوحؑ کو دعا کرنا جائز بھی نہ تھا کہ خدا نے فرمایا تھا لاتخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون۔ یعنی اے نوحؑ تم کفار کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہنا کہ یہ لوگ غرق کئے جائینگے۔ پس اگر ترتیب مذکور صحیح مانی جائے گی۔ تو حضرت نوحؑ پر معاذ اللہ جرم عصیان عاید ہوگا۔ کہ آپ نے باوجود ممانعت کے کافر کے لئے دعا فرمائی) آپکے مذہب میں خدا کو احیاء موتیٰ پر قدرت نہ ہوگی۔ مگر حضرت نوحؑ اور تمام انبیاء احیاء موتیٰ کو خدا کی قدرت میں داخل مانتے تھے (اے ماشاء اللہ ہم تو خدا کو ہر مقدور پر قادر علی الاطلاق مانتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ قدرت کو عین ذات باری سمجھتے ہیں۔ مگر اپنی کہئے کہ آپکے مذہب میں قدرت اور ہے اور خدا اور ہے پھر خدا کو کسی چیز پر اُس کے وجود سے پہلے قادر نہیں مانتے ہیں۔ ہم خدا کو قادر بھی جانتے ہیں اور صادق بھی سمجھتے ہیں۔ مگر آپ خدا سے ارتکاب کذب کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اسی موقعہ کو دیکھ لیجئے۔ کہ خدا نے کافروں کے غرق ہونے کی خبر دی۔ اور جو لوگ ڈوب گئے۔ اُن کا کفر ثابت ہوگیا۔ مگر پھر بھی خدا کی خبر کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے آپ نے لکھ مارا ہے کہ غرق کے بعد دعا مانگی ہو تو کیا قباحت ہے جضرت صرف قباحت نہیں بلکہ قباحت یہ ہے کہ اس بے محل دعا کی صورت میں خبرِ خداوندی انھم مغرقون غلط اور دروغ ہوئی



جاتی ہے۔ افسوس ہے کہ آپکے جامع القرآن اس نتیجہ کو نہ سمجھے اور آپ نے فضول بحث کر کے اپنے گڑے ہوئے مُردے اکھڑوائے۔ سچ ہے نادان دوست سے دشمن دانا بہتر ہوتا ہے)

**تحریف بمعنی تغیر کا قرآن میں شکوری مذہب سے ثبوت**

اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں ہے۔ قال حدثنا حجاج عن ابن جریج اخبرنی ابن ابی حمید عن حمیدۃ بنت ابی یونس قالت قرء علی ابی وھو ابن ثمانین سنۃ فی مصحف عائشۃ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبیؐ یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول قالت قبل ان یغیر عثمان المصاحف۔

اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں ہے۔ علامہ ابو عبیدہ نے فرمایا ہم سے حجاج نے ابن جریج کی روایت بیان کی اُس نے کہا مجھے ابن ابی حمید نے حمیدہ بنت ابو یونس سے خبر دی۔ حمیدہ نے فرمایا میرے سامنے حضرت ابی بن کعب نے درآنحالیکہ وہ اسی برس کے تھے مصحف عائشہ میں یہ آیت پڑھی۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول۔ حمیدہ نے کہا عثمان کے تغیر مصاحف سے پہلے کا یہ واقعہ ہے۔

میں کہتا ہوں اس شکوری روایت سے پانچ باتیں ظاہر ہوئیں۔ اول یہ کہ خط کشیدہ آیت جناب عائشہ کے مصحف میں تھی۔ دوم یہ کہ جناب عثمان نے کل مصاحف میں تغیر کا ارتکاب فرمایا۔ (یاد رہے المصاحف جمع محلّے باللام مفید استغراق وعموم ہے اسی لئے کل مصاحف ترجمہ کیا گیا ہے) اور حسب تجویز علامہ خازن تحریف و تغیر دونوں مرادف ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت عثمان نے کل مصاحف کو محرف بنا دیا تھا۔ سوم کل مصاحف میں تحریف عثمانی سے پہلے فقرۂ مذکورہ قرآن میں موجود تھا۔ چہارم فقرۂ مذکورہ فرضی نسخ تلاوت سے بھی محفوظ رہا۔ اوّلاً اسلئے کہ جناب عائشہ کے مصحف میں باقی تھا پس اگر وہ منسوخ التلاوۃ ہوتا تو حضرت معظمہ یقیناً اُسے خارج فرما دیتیں۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ مخدومہ کو اس فقرہ کے نسخ کا علم نہ ہوا ہو۔ کہ آپ نے قرآن کو رسول اللہؐ سے حرف بحرف حاصل کیا تھا۔ ثانیاً اسلئے کہ حضرت ابی بن کعب مسلّم الثبوت صحابی جلیل القدر اور عالم قرآن تھے۔ آپ نے بھی کل قرآن کی بلا واسطہ رسول اللہؐ سے تعلیم پائی تھی۔ پس اگر فقرۂ مذکورہ منسوخ التلاوۃ ہوتا تو آپ قرآن کیساتھ ہرگز اُسے نہ پڑھتے۔ پنجم روایت مذکورہ یقیناً صحیح ہے۔ کہ آج تک ہم نے کسی شکوری کتاب میں اس پر جرح اور قدح وارد نہیں دیکھی ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ روایات

نسخ تلاوت کے ذیل میں اس کو لکھا ہے لیکن یہ مصنفین اہلسنّت کی کم توجہی ہے کہ ان حضرات نے اصلیت کو نہیں دیکھا اور نسخ تلاوت کے باب میں اسے دھر گھسیٹا۔ حالانکہ نسخ تلاوت سے اس روایت کو بالکل تعلق نہیں ہے جیسا کہ ہم واضح کر چکے ۔

سنہ ۲۵ھ میں حضرت عثمان نے کل مصاحف کو جمع کر کے اُن میں تحریف فرمائی۔ اس حادثۂ جانکاہ سے پہلے آیۂ مذکورہ میں فقرۂ خط کشیدہ موجود تھا۔ اُس وقت جامع القرآن نے اپنی ذاتی رائے سے اسے بھی خارج کر دیا اور کتاب اللہ کو محرف بنایا۔ کیا یہ تصرف خدا کے اذن سے ہوا تھا۔ کیا یہ تغیر مصاحف رسولؐ اللہ کی اجازت سے عمل میں آئی تھی تو مہربانی کر کے اس تصرف کا اجازت نامہ خدا کی کتاب میں یا رسولؐ اللہ کی حدیثِ متواتر میں دکھلایئے۔ اَب دُنیا شکوری چالوں سے بخوبی واقف ہو گئی ہے۔ نسخ تلاوت کا پیچ پرانا ہو گیا۔ اُسکے توڑ سب کو یاد ہو گئے۔ الزامی جوابوں اور بدزبانیوں اور گالی گفتاری سے کام نہ چلیگا۔ اگر تمکو جامع القرآن سے جرم تحریف مٹانا مقصود ہے۔ تو رسولؐ اللہ کی حدیثِ متواتر پیش کرو۔ یا قرآن محرف وناقص پر ایمان کو صحیح سمجھو۔ ورنہ اپنے اور اپنے کل اکابر کے اور اپنے علمائے مذہب کے اور اُن کے تابعین ومقلدین کے ایمان کو سلام وداعی کر لو۔ یا شیعوں سے بحث چھوڑ دو ۔

**تحریفِ بمعنی تبدیل کا شکوری مذہب سے قرآن موجود میں ثبوت**

شکوری مذہب کے امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری نے اپنی کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد اصفحہ ۵۹ میں صحابۂ کرام کا ایک خط نقل کیا ہے۔ جو اِن حضرات نے اُن صحابۂ رسولؐ اور تابعین مقبول کے پاس بھیجا تھا۔ جو مصر میں سکونت گزیں ہو گئے تھے۔ اُس کی بجنسہٖ نقل یہ ہے :-

**نقل مکتوب صحابۂ کرام**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من المہاجرین الاولین وبقیۃ الشوریٰ الی من بمصر من الصحابۃ والتابعین باحسان ۔ امّا بعد ان تعالوا الینا وتدارکوا خلافۃ رسولؐ اللہ قبل ان یسلبہا اہلہا فان کتاب اللہ قد بدل وسنۃ رسولؐ اللہ قد غیرت واحکام الخلیفتین قد بدلت فننشد اللہ من قرء کتابنا من بقیۃ اصحاب رسولؐ اللہ والتابعین باحسان الا اقبل الینا واخذ الحق لنا واعطانا فاقبلوا الینا ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر واقیموا الحق علی المنہاج الواضح الذی فارقتم علیہ نبیکم وفارقکم علیہ الخلفاء۔ غلبنا علی حقنا واستولی



علی فیئنا وحیل بیننا وبین امرنا وکانت الخلافۃ بعد نبینا خلافۃ نبوۃ ورحمۃ وہی الیوم ملکا عضوضا من غلب علی شیئی اکلہ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط ہے مہاجرین اوّلین اور بقیۃ الشوریٰ کی طرف سے اُن صحابہ اور تابعین باحسان کے لئے جو مصر میں مقیم ہیں ۔ اما بعد جلد ہمارے پاس آیئے اور خلافت رسولؐ کا تدارک کیجئے۔ اس سے پہلے کہ خلافت کے اہل اُسے لے لیں۔ کہ خدا کی کتاب میں تبدیلی کی گئی ہے۔ اور رسولؐ اللہ کی سنّت میں تغیر دی گئی ہے۔ اور دونوں خلفاء کے احکام بدل دیئے گئے ہیں (حالانکہ سیرتِ شیخین پر عمل کرنے کا خلیفۂ وقت سے عہد لیا گیا تھا) پس ہم خدا کی قسم دیتے ہیں اُس شخص کو جو ہمارا خط پڑھے جو بقیۂ اصحاب رسولؐ اللہ و تابعین باحسان میں سے ہو وہ ہمارے پاس چلا آئے اور ہمارے لئے حق کو لیکر ہمکو عطا فرمائے۔ پس تم ہمارے پاس چلے آؤ۔ اگر تم خدا پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور حق کو اُس منہاجِ واضح پر قائم کرو جس پر تم رسولؐ اللہ سے جُدا ہوئے ہو اور خلفا کی تم سے مفارقت ہوئی ہے (دیکھو) ہمارے حق پر غلبہ کیا گیا ہے اور ہمارے مالِ فیئی پر جابرانہ تصرف کیا گیا ہے۔ ہمارے کاموں میں روکاوٹ پیدا کی گئی ہے۔ ہمارے نبیؐ کے بعد خلافت جانشینی نبوتؐ و رحمت تھی سو آج بازو کاٹ کھانے والی شاہی ہو گئی ہے۔ جو شخص جس چیز پر قابو پاتا ہے اُسے زہر مار کر لیتا ہے ۔

غرض اس خط کو دیکھتے ہی مصر سے تمام صحابۂ کرام اور تابعین عظام مدینہ میں وارد ہو گئے۔ اور ان حضرات نے خلافت کدۂ عثمانیہ کا محاصرہ کر لیا۔ علاّمہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے۔ کہ خط مذکور مالک اشتر نے حضرت طلحہ وغیرہ کے سامنے پیش کر کے فرمایا الیس ہذا کتابکم الینا فبکی طلحۃ فقال الاشتر لما حضرنا اقبلتم تعصرون اعینکم واللہ لانفارقہ حتی نقتلہ ۔

کیا یہ خط تمہارا نہیں ہے جو تم نے ہمارے پاس بھیجا تھا پس طلحہ رونے لگے (کہ راز کُھل گیا) اشتر نے کہا جب ہم آ گئے تو تم اپنی آنکھیں نچوڑتے ہو۔ خدا کی قسم ہم تو عثمان سے جُدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ انہیں قتل کر دیں گے ۔

میں کہتا ہوں کہ خط مذکور کا مضمون بالکل واضح ہے۔ صاحبانِ فہم خود سمجھ لیں گے۔ مگر اتنا ضرور لکھونگا کہ خط مذکور کا فقرہ فان کتاب اللہ قد بدل وسنۃ رسولؐ اللہ قد غیرت

نسخ تلاوت کے ذیل میں اس کو لکھا ہے لیکن یہ مصنفین اہلسنّت کی کم توجہی ہے کہ ان حضرات نے اصلیت کو نہیں دیکھا اور نسخ تلاوت کے باب میں اسے دھر گھسیٹا۔ حالانکہ نسخ تلاوت سے اس روایت کو بالکل تعلق نہیں ہے جیسا کہ ہم واضح کر چکے ۔

۲۵ھ میں حضرت عثمان نے کل مصاحف کو جمع کر کے اُن میں تحریف فرمائی۔ اس حادثۂ جانکاہ سے پہلے آیۂ مذکورہ میں فقرہ خط کشیدہ موجود تھا۔ اُس وقت جامع القرآن نے اپنی ذاتی رائے سے اسے بھی خارج کر دیا اور کتاب اللہ کو محرف بنایا۔ کیا یہ تصرف خدا کے اذن سے ہوا تھا۔ کیا یہ تغیر مصاحف رسول ؐ اللہ کی اجازت سے عمل میں آئی تھی تو مہربانی کر کے اس تصرف کا اجازت نامہ خدا کی کتاب میں یا رسول ؐ اللہ کی حدیث متواتر میں دکھلایئے۔ اب دُنیا شکوری چالوں سے بخوبی واقف ہو گئی ہے۔ نسخ تلاوت کا پیچ پرانا ہو گیا۔ اُسکے توڑ سب کو یاد ہو گئے۔ الزامی جوابوں اور بدزبانیوں اور گالی گفتاری سے کام نہ چلیگا۔ اگر تمکو جامع القرآن سے جرم تحریف مٹانا مقصود ہے۔ تو رسول ؐ اللہ کی حدیث متواتر پیش کرو۔ یا قرآن محرف و ناقص پر ایمان کو صحیح سمجھو۔ ورنہ اپنے اور اپنے کل اکابر کے اور اپنے علمائے مذہب کے اور اُن کے تابعین و مقلدین کے ایمان کو سلام وداعی کر لو۔ یا شیعوں سے بحث چھوڑ دو ۔

### تحریف بمعنی تبدیل کا شکوری مذہب سے قرآن موجود میں ثبوت

شکوری مذہب کے امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری نے اپنی کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ا ص۵۹ میں صحابۂ کرام کا ایک خط نقل کیا ہے جو ان حضرات نے اُن صحابۂ رسول ؐ اور تابعین مقبول کے پاس بھیجا تھا جو مصر میں سکونت گزیں ہو گئے تھے۔ اُس کی بجنسہ نقل یہ ہے :-

### نقل مکتوب صحابۂ کرام

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من المہاجرین الاولین وبقیۃ الشوریٰ الی من بمصر من الصحابۃ والتابعین باحسان ۔ اما بعد ان تعالوا الینا و تدارکوا خلافۃ رسول ؐ اللہ قبل ان یسلبہا اہلہا فان کتاب اللہ قد بدل وسنۃ رسول ؐ اللہ قد غیرت واحکام الخلیفتین قد بدلت فننشد اللہ من قرء کتابنا من بقیۃ صحاب رسول ؐ اللہ والتابعین باحسان الا اقبل الینا واخذ الحق لنا واعطانا فاقبلوا الینا ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر واقیموا الحق علی المنہاج الواضح الذی فارقتم علیہ نبیکم وفارقکم علیہ الخلفاء۔ غلبنا علی حقنا واستولی



علی فیئنا وحیل بیننا وبین امرنا وکانت الخلافۃ بعد نبینا خلافۃ نبوۃ ورحمۃ وھی الیوم ملکا عضوضا من غلب علی شیئی اکلہ ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط ہے مہاجرین اوّلین اور بقیۃ الشوریٰ کی طرف سے اُن صحابہ اور تابعین باحسان کے لئے جو مصر میں مقیم ہیں۔ اما بعد جلد ہمارے پاس آیئے اور خلافت رسول ؐ کا تدارک کیجئے۔ اس سے پہلے کہ خلافت کے اہل اُسے لے لیں۔ کہ خدا کی کتاب میں تبدیلی کی گئی ہے۔ اور رسول ؐ اللہ کی سنت میں تغیر دی گئی ہے۔ اور دونوں خلفاء کے احکام بدل دیئے گئے ہیں (حالانکہ سیرت شیخین پر عمل کرنے کا خلیفۂ وقت سے عہد لیا گیا تھا) پس ہم خدا کی قسم دیتے ہیں اُس شخص کو جو ہمارا خط پڑھے جو بقیہ اصحاب رسول ؐ اللہ اور تابعین باحسان میں سے ہو وہ ہمارے پاس چلا آئے اور ہمارے لئے حق کو لیکر ہمکو عطا فرمائے پس تم ہمارے پاس چلے آؤ۔ اگر تم خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور حق کو اُس منہاج واضح پر قائم کرو جس پر تم رسول ؐ اللہ سے جدا ہوئے ہو اور خلفاء کی تم سے مفارقت ہوئی ہے (دیکھو) ہمارے حق پر غلبہ کیا گیا ہے اور ہمارے مال فیئی پر جابرانہ تصرف کیا گیا ہے۔ ہمارے کاموں میں روکاوٹ پیدا کی گئی ہے۔ ہمارے نبی ؐ کے بعد خلافت جانشینی نبوت ؐ و رحمت تھی سو وہ آج بازو کاٹ کھانے والی شاہی ہو گئی ہے۔ جو شخص جس چیز پر قابو پاتا ہے اُسے زہر مار کر لیتا ہے ۔

غرض اس خط کو دیکھتے ہی مصر سے تمام صحابہ کرام اور تابعین عظام مدینہ میں وارد ہو گئے۔ اور ان حضرات نے خلافت کدہ عثمانیہ کا محاصرہ کر لیا۔ علامہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے۔ کہ خط مذکور مالک اشتر نے حضرت طلحہ وغیرہ کے سامنے پیش کر کے فرمایا الیس ھذا کتابکم الینا فبکی طلحۃ فقال الاشتر لما حضرنا اقبلتم تعصرون اعینکم واللہ لا نفارقہ حتی نقتلہ ۔ کیا یہ خط تمہارا نہیں ہے جو تم نے ہمارے پاس بھیجا تھا پس طلحہ رونے لگے (کہ راز کھل گیا) اشتر نے کہا جب ہم آ گئے تو تم اپنی آنکھیں نچوڑتے ہو۔ خدا کی قسم ہم تو عثمان سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ اُنہیں قتل کر دیں گے ۔

میں کہتا ہوں کہ خط مذکور کا مضمون بالکل واضح ہے۔ صاحبان فہم خود سمجھ لیں گے۔ مگر اتنا ضرور لکھونگا کہ خط مذکور کا فقرہ فان کتاب اللہ قد بدل وسنۃ رسول ؐ اللہ قد غیرت

تحریف قرآنی اور تغیر شریعت پر دلیل بیّن ہے جسکا نہ انکار ہو سکتا ہے۔ اور نہ اس کی تاویل ہو سکتی ہے۔ یہ ایسے حوادث جانگاہ تھے۔ کہ آخر صحابہ کے ہاتھوں سے جناب حضرت عثمان کا حادثہ عظمیٰ اور سانحہ روح فرسا عمل میں آیا تھا ✦

**ابن قتیبہ کون تھے؟**

بعض جہال نے یہ چال چلی ہے۔ کہ ابن قتیبہ دو شخص گذرے ہیں۔ ایک شیعہ دوسرا سنّی پس خط مذکور شیعہ ابن قتیبہ نے لکھا ہوگا۔ میں کہتا ہوں۔ محدث دہلوی صاحب نے یہ تدبیر تمکو بتائی ہے۔ مگر یاد رہے کہ ایسی ابلہ فریبی سے اب کام نہیں چلتا ہے کہ شیعوں کے پیشکردہ حوالے حضرات اہلسنّت فوراً اپنی کتابوں سے ملاتے ہیں۔ کتاب الامامۃ والسیاستہ چھپ چکی ہے۔ دیکھنے والے دیکھ لینگے کہ اس کا مصنف شیعہ تھا یا سُنّی المذہب ✦

مُلّا محمود رافعی سُنّی نے کتاب مذکور کی خوب مدح کی ہے۔ وفیات الاعیان میں ابن قتیبہ کو فاضل معتمد لکھا ہے۔ کتاب الامامۃ والسیاستہ کو ہم ویسا ہی سمجھتے ہیں۔ جیسے آپکے النجم وغیرہ کو۔ اسے شیعہ کیطرف منسوب کرنا جہالت ہے ✦

تحریف بمعنی تاویل باطل کو ہم اسجگہ ملتوی رکھتے ہیں۔ ورنہ ہماری کتاب اس متانت سے گذر جائیگی جس کا ہم نے وعدہ کیا ہے۔ اس تحریف کی اجمالی کیفیت خط مذکور سے ظاہر ہوتی ہے۔ عاقل کے لئے اتنا ہی اشارہ کافی ہے ✦

**تحریف بمعنی ازالہ کا شکوری مذہب سے قرآن موجود میں ثبوت**

شکوری مذہب میں حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے یہ بات کہ رسول اللہ ؐ کی خدمت میں سات حرفوں والا قرآن نازل ہوا تھا۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ۱ صفحہ ۴۶ ورد حدیث نزل القرآن علی سبعة احرف من روایة جمع من الصحابة۔ یعنی صحابہ کی ایک جماعت سے یہ حدیث روایت ہے کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا تھا۔ جن صحابۂ کرام نے یہ حدیث مذکور کی روایت فرمائی ہے اُن کے اسمائے جلیلہ یہ ہیں۔ جو اتقان صفحہ مذکورہ سے نقل کئے جاتے ہیں:۔ ابی بن کعب۔ انس بن مالک۔ حذیفہ بن الیمان۔ زید بن ارقم۔ سمرہ بن جندب۔ سلمان بن صرو۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبدالرحمن بن عوف۔ عمر بن الخطاب۔ عثمان بن عفان۔ عمرو بن ابوسلمہ۔ عمرو بن العاص۔ معاذ بن جبل۔ ہشام بن حکیم۔ ابوبکرہ۔ ابوجہم۔ ابوسعید خدری۔ ابوہریرہ۔ ابوطلحہ۔ ابوایوب انصاری ✦



یہ اکیس ۲۱ صحابہ ہیں جن میں دو بزرگوار شکوری مذہب کے خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے قد نص ابو عبید علی تواترہ یعنی ابو عبید نے اس حدیث کے متواتر ہونے پر نص فرمائی ہے۔

**قرآن کسے کہتے ہیں؟**

حقیقت و ماہیت قرآن کے متعلق اہلسنّت کے مذہب میں تین قول ہیں۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ۱ صفحہ ۴۴

احدھا انہ اللفظ والمعنی وان جبرئیل حفظ القرآن من اللوح المحفوظ و نزل بہ ✦

پہلا قول یہ ہے کہ لفظ اور معنی دونوں چیزیں قرآن ہیں اور جبرئیلؑ نے لوح محفوظ سے اُس کو حفظ کیا اور نازل فرمایا ✦

دوسرا قول یہ ہے کہ صرف معانی کا نام قرآن ہے۔ حضرت جبرئیلؑ صرف معانی لائے۔ پھر رسول اللہ صلعم نے زبانِ عرب میں اس کی تعبیر فرمائی ✦

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ صرف معانی لائے اور آنحضرتؐ نے ان الفاظ میں تعبیر فرمائی جو اب موجود ہیں (دوسرے اور تیسرے قول میں اگر تفرقہ ہو سکتا ہے تو اس کی صورت یہ ہے۔ کہ دوسرے قول کی بنا پر یہ لازم آتا ہے کہ جن الفاظ میں رسول اللہؐ نے تعبیر فرمائی تھی وہ اب باقی نہیں ہیں۔ بہرطور یہ دونو قول اپنی نوعیت میں ایک ہوں یا دو ہوں ہمیں کیا مطلب ہے ✦)

**قرآن کہاں سے نازل ہوا؟**

حذف سند کے بعد اصل حدیث لکھی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ۱ صفحہ ۴۱ عن ابن عباس قال فصل القرآن من الذکر فوضع فی بیت العزة من السماء الدنیا فجعل جبرئیل ینزل بہ علی النبی صلعم ✦

ابن عباس سے منقول ہے اُنہوں نے فرمایا ذکر یعنی لوح محفوظ سے قرآن جُدا کیا گیا پھر وہ بیت العزۃ یعنی آسمان اوّل میں رکھا گیا پھر وہاں سے جبرئیلؑ نے رسول اللہؐ کی خدمت میں لانا شروع کیا ✦ علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔ اس حدیث کی تمام سندیں صحیح ہیں۔ اس کے بعد علامہ موصوف نے چار حدیثیں اسی مضمون کی لکھی ہیں ✦

پھر صفحہ ۴۵ میں ہے:۔ فی تفسیر علی بن سهل النیشاپوری قال جماعة من العلماء نزل القرآن جملة فی لیلة القدر من اللوح المحفوظ الی بیت یقال لہ بیت العزة فحفظہ جبرئیل الخ علی ابن سہل نیشاپوری کی تفسیر میں ہے علما کی ایک جماعت نے فرمایا ہے۔ پورا قرآن

لوح محفوظ سے شب قدر میں نازل ہوا۔ اُس بیت کی طرف جسکو بیت العزۃ کہا جاتا ہے پس جبرئیلؑ نے اُسے حفظ کیا الخ۔ میں کہتا ہوں مذکورہ حوالوں سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ قرآن سات حرفوں والا نازل ہوا۔ دوم قرآن مجموعہ ہے الفاظ و معانی کا۔ سوم قرآن ابتدائً لوحِ محفوظ سے بیت العزۃ میں آیا۔ پھر وہاں سے حفظ کر کے جبرئیل رسول اللہؐ کے پاس لائے نتیجہ کلام یہ ہوا کہ جبرئیل امین سات حرفوں والے قرآن کو حفظ کر کے رسولؐ اللہ کے پاس لائے تھے۔

پس جبکہ حدیثِ متواتر سے ثابت ہے کہ خدا کیطرف سے رسولؐ اللہ کے پاس سات حرفوں والا قرآن آیا تھا تو اب وہ شخص قطعاً جھوٹا ہے۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ قرآن صرف ایک حرف پر نازل ہوا تھا۔ مگر سات حرف تک اُمت کو رخصت و اجازت دی گئی تھی۔

**حروفِ سبعہ سے کیا مراد ہے** حدیث مذکور اگرچہ متواتر ہے لیکن سات حرفوں کی تعین میں اتنا اختلاف ہے کہ آج تک ہمنے کسی غیر متواتر چیز کے بارے میں بھی اتنا اختلاف نہیں دیکھا ہے علامہ سیوطی نے اتقان ص۴۷ میں فرمایا ہے۔ اختلف فی معنی ھذا الحدیث علی نحو اربعین قولا یعنی حدیث مذکور کے معنی کے متعلق چالیس قولوں کے قریب اختلاف کیا گیا ہے۔ علامہ قرطبی نے ابن حبان سے پینتیس قولوں کی حکایت فرمائی ہے۔ بہر طور یہ تمام اقوال اہلسنت سے ہیں۔ گو ان کے آپس میں خوب بحثیں ہوئی ہیں۔ مگر مجھے ان کے باہمی اختلاف سے کیا تعلق ہے۔ ہر شخص کے نزدیک خواہ کسی ملت کا ہو ان اقوالِ کثیرہ میں سے ہر ایک قول فرقہ اہلسنت کا فتویٰ متصور ہوگا بلکہ مولوی عبدالشکور صاحب کا عقیدہ تسلیم کیا جائیگا جس طرح کہ خود بدولت کسی ایک شیعہ عالم یا جاہل کا قول لیکر اسکا مطلب اپنے دل سے تراش کے تمام شیعوں کا مذہبی فتویٰ قرار دے لیتے ہیں۔ لہٰذا ہم بھی اسی عنوان کو اختیار کر کے اُن اقوال میں مثبت تحریف قولوں کو منتخب کر کے مولوی عبدالشکور کے سامنے رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث مذکور کا مطلب بالکل واضح تھا لیکن ادھر قرآن میں تحریف ہوئی۔ اُدھر جرم تحریف پوشیدہ کرنے کیلئے حدیث کا مطلب بھی مخفی کر دیا گیا۔ مگر باطل پھر باطل ہے۔ اُسے لاکھ چھپایا جائے۔ وہ تو کبھی نہ کبھی ظاہر ہو کے رہتا ہے۔ چنانچہ اب بھی ان شکوری اقوال میں چند قول ایسے موجود ہیں۔ جو تحریف قرآن کو پوری طرح واضح کر رہے ہیں۔ اُن میں سے دو قول ہم لکھتے ہیں۔



**پہلا قول** یہ ہے۔ کہ سات حرفوں سے سات قرائتیں مُراد ہیں۔ اِس قول کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ نے قرآن کو سات قرائتوں میں نازل فرمایا تھا۔ یہ قول مجمل ہے۔ قائل نے ان سات قرائتوں کی تفصیل نہیں کی ہے لیکن چونکہ یہ قول مولوی عبدالشکور صاحب کا مذہبی قول ہے۔ آپکے گھر کی بات ہے۔ آپ خود سمجھ لینگے کہ وہ سات قرائتیں کونسی ہیں۔ آپ کی ذاتی رائے میں یہ قول صحیح ہو یا باطل ہمکو اِس سے غرض نہیں ہے۔ ورنہ اگر مولوی صاحب موصوف اس کو باطل ہی سمجھیں گے۔ تو اُن پر ایک سخت مصیبت نازل ہوگی۔ کہ جتنے اقوال حدیث مذکور کے متعلق بیان ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک قول بھی ایسا نہیں ہے جسکو اہلسنت کے تمام فرقوں نے صحیح تسلیم کر لیا ہو۔ بلکہ ہر ایک قائل دوسرے کے قول کو باطل سمجھتا ہے۔ لیجئے تمام اقوال کے باطل ہو جانے سے اہلسنت کی حدیثِ متواتر بالکل بے مطلب اور مہمل رہ جائے گی۔ وائے بر حال مذہب اہلسنت کہ جس کی حدیثِ متواتر ایسی لغو ثابت ہو تو اس مذہب کی غیر متواتر حدیثیں یقیناً لغو قرار پائینگی۔ بغرض مدیر النجم صاحب کو ہرگز یہ اختیار نہیں ہے۔ کہ سات قرائتوں والے قول کو باطل قرار دے سکیں۔ لہٰذا اُن کو لازم ہے کہ اپنے مذہبی قول کی خود تفصیل کر کے ان ساتوں قرائتوں کو قرآن موجود میں دکھائیں۔ اور اگر اِس قول کی تفصیل نہ کریں گے یا اُن قرائتوں کو قرآن موجود میں نہ دکھائینگے۔ تو اُنہیں مصحفِ عثمانی کو محرف ماننا پڑے گا۔

**دوسرا قول** یہ ہے کہ سات حرفوں سے سات لغات مُراد ہیں۔ کہ جن میں قرآن لوح محفوظ سے نازل ہوا تھا۔ تمام قولوں میں یہ قول سب سے بہتر ہے۔ اسلئے اسکے قائل مشاہیر اہلسنت ہیں مثلاً علامہ ابو عبیدہ۔ محدث ثعلبی۔ زہری۔ ابن عطیہ۔ علامہ بیہقی۔ ان حضرات نے الشعب میں اس قول کی تصحیح فرمائی ہے۔ اِس قول کی تائید ابن عباس کی حدیثِ صحیح سے بھی ہوتی ہے۔ دیکھئے اتقان جلد ۱ ص۴۸

**پہلی تائید** عن ابی صالح عن ابن عباس قال نزل القران علی سبع لغات منها خمس بلغة العجز من هوازن قال والعجز سعد بن بکر وجشم بن بکر ونصر بن معاویة. وثقیف وهولاء کلهم من هوازن ویقال لهم علیا هوازن ولهذا قال عمرو بن العلاء افصح العرب علیا هوازن وسفلی تمیم یعنی بنی دارم۔

ابو صالح نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا قرآن سات لغتوں پر نازل ہوا ہے۔ اُن میں سے پانچ اُصولِ ہوازن ہیں۔ فرمایا اصولِ ہوازن یہ چار قبیلے ہیں۔ یعنی سعد بن بکر اور جشیم بن بکر اور نصر بن معاویہ اور ثقیف یہ چاروں ہوازن کے قبیلے ہیں اور علیا ہوازن کہلاتے ہیں اسی لئے عمرو بن العلائؒ نے فرمایا ہے۔ فصیح ترین عرب علیا ہوازن ہیں۔ اور (اصول ہوازن میں) ادنےٰ طبقہ بنی تمیم یعنی قبیلہ بنی دارم ہے +

**دوسری تائید** اخرج ابو عبید من وجہ اٰخر عن ابن عباس قال نزل القرآن بلغۃ الکعبین کعب قریش وکعب خزاعۃ قیل کیف ذالک قال لان الدار واحدۃ یعنی ان خزاعۃ کانوا جیران قریش فسھلت علیھم لغتھم +

ابو عبیدہ نے دوسرے طریقہ سے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا قرآن کعبین کے لغت میں نازل ہوا ہے۔ ایک کعب قریش ہے دوسرا کعب خزاعہ ہے پوچھا گیا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ فرمایا اسلئے کہ (دونوں کا) گھر ایک ہی ہے۔ یعنی بنی خزاعہ قریش کے پڑوسی تھے پس خزاعہ پر قریش کا لغت سہل کر دیا گیا (اور یہ انتظام لوح محفوظ سے ہوا تھا۔ کہ وہیں سے سات حرفوں والا قرآن آیا تھا)

وقال ابو حاتم السجستانی نزل بلغۃ قریش وھذیل وتمیم والازد وھوازن وسعد بن بکر وربیعۃ۔ واستنکر ذالک ابن قتیبۃ وقال لم ینزل القرآن الا بلغۃ قریش ورد۔ بقولہ تعالیٰ وما ارسلنا من رسولؐ الّا بلسان قومہ فعلی ھذا تکون اللغات السبع فی بطون قریش وبذالک جزم ابو علی الاھوازی +

اور ابو حاتم سجستانی نے فرمایا قرآن نازل ہوا ہے۔ لغت قریش وہذیل وتمیم وازد وہوازن وسعد بن بکر وربیعہ میں۔ ابن قتیبہ نے اس قول کو غلط سمجھا ہے اور فرمایا ہے سوائے قریش کے اور کسی زبان میں قرآن نازل نہیں ہوا ہے اور اُسنے قولِ سجستانی کو اس آیہ سے رد کیا ہے کہ خدا نے فرمایا ہے ہم نے کوئی رسولؐ نہیں بھیجا ہے۔ مگر اُس کی قوم کی زبان میں۔ بنا بریں ساتوں لغت قبائلِ قریش میں ہی ہونے چاہئیں۔ ابو علی اہوازی نے اس کا جزم کیا ہے +

مَیں کہتا ہوں کل عرب کے جتنے قبائل ہیں۔ وہ سب رسولؐ اللہ کی اقوام ہیں۔ اوّلاً اسلئے کہ سب کی زبان عربی ہے دوم اسلئے کہ یہ تمام قبائلِ عرب ایک ہی قوم ہے۔ کہ سب کے سب یعرب بن قحطان



کی اولاد ہیں آنحضرتؐ بھی اسی نسل سے تھے پھر کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ صرف قبیلۂ قریش کو آنحضرتؐ کی قوم مانا جائے۔ لہٰذا انکار ابن قتیبہ اور جزم ابو علی اہوازی قطعاً غلط ہے اور قول علّامہ سجستانی صحیح ہے +

تفسیر خازن وبغوی وغیرہ میں آیۂ مذکورہ کی تفسیر دیکھئے۔ تو آپکو معلوم ہو جائیگا۔ کہ سارے عرب کو آنحضرتؐ کی قوم لکھا ہے۔ اگرچہ آپ کی بعثت برسالت کل جن وانس کیطرف ہوئی تھی لیکن ابتدا اُسی قوم سے ہوئی کہ جس میں آپؐ پیدا ہوئے تھے! ور اپنی قوم عرب میں بھی آپ نے سب سے پہلے اپنے اقربین کو انذار فرمایا۔ پھر مکّہ اور حوالی مکّہ کل عرب کے مقابلہ میں تبلیغ رسالت فرمائی۔ پھر کل عالم کو اپنا مطمح نظر بنایا جس کی خبر آیہ للعٰلمین نذیرا میں دی گئی ہے۔ الحاصل صرف قریش کو آپکی قوم قرار دینا اور صرف زبان قریش میں قرآن کا نزول ماننا کھُلی ہوئی ہٹ دھرمی ہے اور حدیث نزل القرآن علی سبعۃ احرف۔ کا ابطال بھی ہے۔ اور تحریف قرآن کی پردہ پوشی بھی ہے جیسا کہ ابھی آگے آتا ہے۔

وقیل نزل بلغۃ مضر خاصۃ لقول عمر نزل القرآن بلغۃ مضر۔ وعین بعضھم فیما حکاہ ابن عبد البر السبع من مضر وانھم ھذیل وکنانۃ وقیس وضبۃ وتیم الرباب واسد بن خزیمۃ وقریش فھذہ قبائل مضر تستوعب سبع لغات +

اور کہا گیا ہے کہ قرآن صرف لغتِ مضر میں نازل ہوا ہے اسلئے کہ جناب عمر نے فرمایا ہے۔ قرآن قبیلہ مضر کی زبان میں اُترا ہے اور بعض علمائے اہلسنّت نے مضر کے سات قبیلے معین فرمائے ہیں جن کی حکایت علامہ ابن عبد البر نے فرمائی ہے۔ وہ یہ ہیں:۔ ہذیل۔ کنانہ۔ قیس۔ ضبہ۔ تیم الرباب۔ اسد بن خزیمہ۔ اور قریش یہ تمام قبیلے مضر کے ہیں۔ جو سات زبانوں کو مستوعب (گھیرے ہوئے) ہیں +

**نتیجۂ کلام** یہ ہے کہ حدیث جناب عمر اور حدیث ابن عباس اور قول ابو عبید۔ ابو حاتم سجستانی۔ محدث ثعلبی۔ علامہ زہری فاضل ابن عطیہ۔ علامہ بیہقی۔ محدث ابن البر سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ قرآن لوح محفوظ سے سات زبانوں میں نازل ہوا تھا جن میں سے ایک زبان قبیلۂ قریش کی بھی تھی۔ اگرچہ سات زبانوں کی تعیین وتحدید میں فی الجملہ اختلاف ہے۔ لیکن سات کا عدد ان مشاہیر و کبار اہلسنّت کے نزدیک مسلم ہے۔ اُن علمائے کرام کے مقابلہ میں وہ قول بالکل ہیچ ہے۔ جس سے ایک مصنوعی اور خود تراشیدہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ خدا نے صرف زبانِ قریش میں قرآن نازل فرمایا تھا مگر بعد میں جبرئیلؑ کی زبانی اُمت کیلئے توسعہ کر دیا گیا پھر جناب عثمان نے جمع قرآن کے وقت اس کی

وسعت کو تنگ کر دیا۔ حالانکہ یہ عذر لنگ محض تحریف پوشی کیلئے بنایا گیا ہے۔ ورنہ صداقت تو جب ہے کہ رسول اللہ کی حدیث متواتر میں یہ مضمون دکھایا جائے و ذالک صعب جدا۔ نیز یہ عذر نامعقول حدیث متواتر کے خلاف ہے۔ الغرض خدا نے لوح محفوظ سے سات لغتوں میں قرآن نازل فرمایا تھا جن میں سے ایک زیادہ قبیلہ قریش کی بھی تھی۔ اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت جامع القرآن نے ساتوں منزل زبانیں قرآن میں باقی رکھیں یا نہیں پس اگر ان حضرت نے ساتوں زبانیں باقی نہ رکھی ہوں بلکہ زبان قریش کے سوا چھ زبانیں قرآن سے خارج کر دی ہوں۔ اور مع ذالک صرف زبان قریش میں نزول قرآن کا دعویٰ کر کے حدیث متواتر مذکور کا ابطال بھی کیا ہو۔ درانحالیکہ اس حدیث کے اکیس ۲۱ راویوں میں سے ایک خود حضرت بھی ہیں تو مصحف عثمانی کو مولوی عبدالشکور صاحب اپنے مذہب سے محرف اور جامع القرآن کو خدا کی کتاب میں بغیر اسکے اذن کے تصرف بیجا کرنے والا مانینگے! اور یقیناً ماننا پڑیگا۔ ورنہ اس تصرف کے متعلق خدا کا اجازت نامہ صریحی جو بنام جامع القرآن جاری ہوا ہو کتاب خدا میں یا بحالت مجبوری رسول اللہ کی حدیث متواتر میں دکھائینگے مگر اتنا یاد رہے ہم آپکے اجماع وغیرہ کو نہ مانینگے۔ بلکہ اجازت نامہ میں جامع القرآن کے نام کی تصریح دیکھیں گے۔

**جامع القرآن نے یقیناً کتاب اللہ کو ناقص بنایا ہے**

ہم سابق میں بروایت بخاری جمع عثمانی کا ہنگامہ لکھ چکے ہیں۔ اس میں سے چند کلمے یہاں بھی لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اتقان سیوطی جلد ۱ صفحہ ۶۰ و ۶۱

وقال عثمان للرھط القرشین الثلاثۃ اذا اختلفتم انتم و زید بن ثابت فی شیئی من القرآن فاکتبوہ بلسان قریش فانہ انما نزل بلسانھم ففعلوا الخ

اور جناب عثمان نے اُن تینوں قریشیوں سے فرمایا جب تم اور زید بن ثابت قرآن کی کسی بات میں اختلاف کرو۔ تو اُسکو قریش کی زبان میں لکھ دینا۔ کہ قرآن انہی قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ پس انہوں نے ارشاد کے مطابق کام کیا الخ

ناظرین با انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ قرآن کا لوح محفوظ سے سات حرفوں میں اترنا حدیث متواتر سے ثابت اور سات حرف سے سات زبانیں مراد ہونا اقوال علماء اہلسنت سے ثابت ہے۔ لیکن اس پر بھی جناب عثمان نے قرآن میں صرف زبان قریش باقی رکھی۔ یہ تحریف نہیں ہے۔ تو اور کونسی بلا ہے جس سے مولوی عبدالشکور صاحب اتنا ڈرتے ہیں۔ کہ خدا کی پناہ۔ جہاں کسی نے



تحریف کا نام اُن کے سامنے لے دیا بھر کیا تھا۔ فوراً آپ کا مزاج برہم ہوا۔ دماغ اور عقل پر غیظ و غضب کی چادر پڑی جنون عارض ہوا۔ کہ اول فول اڑانے لگے اور فوراً سے پیشتر تحریف کے قائل کو عین عالم مدہوشی میں کافر کہہ دیا۔ مرتد بنا دیا۔ اعدائے قرآن کا لقب ناموزوں و ناپاک دیکر آیۂ قرآنی ولا تنابزوا بالالقاب کی صریحی مخالفت کر کے خود عدو قرآن ہو گئے۔ ارے عقلمند! آپ نے اپنی ساری عمر بدزبانی میں گذاری جب سے علمائے اہلسنت نے تم کو شرعی فتوے سے دروغ گو اور مستحق کفر تجویز فرمایا۔ اُس دن سے تم بالکل ہی جامہ سے باہر ہو گئے۔ فتوے دہندگان جم غفیر کا تم کچھ بھی نہ بنا سکے۔ مگر شیعوں کے مقابلہ میں آتش غضب چڑھا بیٹھے۔ خیر حضرت یہ سب کچھ کیا ہوتا لیکن جامع القرآن کا دامن تحریف کے دھبہ سے پاک کیا ہوتا۔ مگر یہ تمہارے امکان سے خارج ہے۔ اور خارج رہیگا۔ اسوقت تک کہ تمہاری مذہبی کتابیں دُنیا میں موجود رہینگی۔ لہٰذا بھلائی اسی میں ہے کہ خاموش ہو جاؤ۔ ورنہ خوب یاد رکھو کہ ہم تمہیں نہ چھوڑیں گے۔ اچھا لو اور سنو۔

**تحریف قرآن کا ثبوت بعنوان دیگر**

علمائے اہلسنت کے درمیان اختلاف عظیم ہے اس بات میں کہ جن سات حرفوں پر قرآن لوح محفوظ سے نازل ہوا تھا آیا مصحف عثمانی اُن سات حرفوں کو شامل ہے یا نہیں پس جو حضرات اہلسنت مصحف عثمانی کو ان سات حرفوں پر مشتمل نہیں جانتے ہیں۔ اُن کے نزدیک یہ قرآن موجود یقیناً محرف و ناقص ہے۔ اب ہم اس طوفان عظیم کا پتہ اتقان جلد ۱ صفحہ ۵۱ میں دیتے ہیں:۔

اختلف ھل المصاحف العثمانیۃ مشتملۃ علی جمیع الاحرف السبعۃ فذھب جماعات من الفقھاء والقراء والمتکلمین الی غیر ذالک وبنوا علیہ انہ لا یجوز علی الامۃ ان تھمل نقل شیئی منھا وقد اجمع الصحابۃ علی نقل المصاحف العثمانیۃ من الصحف التی کتبھا ابوبکر واجمعوا علی ترک ماسوی ذالک۔

اختلاف کیا گیا ہے آیا مصاحف عثمانیہ مشتمل ہیں کل حروف سبعہ پر (جو خدا نے قرآن میں بھیجے تھے) پس فقہاء اور قاریوں اور متکلمین کی جماعتوں کا اسکے خلاف مذہب ہے۔ انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔ اس بات پر کہ قرآن میں کسی حرف کی نقل چھوڑ دینا ہرگز صحابہ کو جائز نہ تھا (سیوطی کہتے ہیں) حالانکہ صحابہ نے اتفاق کیا تھا۔ اس بات پر کہ صحف عثمانیہ نقل کیئے

جائیں اُن صحیفوں سے جو ابوبکر نے لکھے تھے۔ ان کے ماسوا کو چھوڑ دینے پر صحابہ نے اتفاق کرلیا
میں کہتا ہوں۔ اس عبارت سے سات باتیں ثابت ہوئیں۔ **اوّل** یہ کہ شکوری مذہب
کے فقہاء اور قاریوں اور متکلمین کی جماعتوں کا مذہب یہ ہے۔ کہ مصحف عثمانی (قرآن موجود) میں
وہ ساتوں حرف نہیں ہیں جو خدا نے نازل فرمائے تھے۔ **دوم** جن حروف کو صحابہ نے درج
قرآن نہیں کیا تو یہ فعل ان کا ناجائز ہوا۔ اسی کو تحریف کہتے ہیں۔ جو شکوری مذہب سے قطعاً
ثابت ہے۔ **سوم** مصحف عثمانی کو صحف بکریہ کی نقل بتانا بالکل غلط ہے۔ ورنہ وہ بھی مصحف
عثمانی کی طرح محرف متصور ہوں گے کہ نقل کا کل حروف منزلہ پر مشتمل نہ ہونا دلیل قرار پائے گا۔
اس بات پر کہ اس کی اصل یعنی صحف بکریہ میں بھی ساتوں حروف منزلہ نہیں لکھے گئے تھے۔
**چہارم** اگر مصحف عثمانی کو صحف بکریہ کی نقل مانا جائے گا۔ تو اس کی ترتیب کو توقیفی کہنا
باطل متصور ہوگا۔ اسلئے کہ صحف بکریہ آیات اور سور کے لحاظ سے غیر مرتب تھے۔ جیسا کہ سابقاً اس
کا ثبوت گذر گیا۔ **پنجم** خط کشیدہ فقرہ سے ظاہر ہوا۔ کہ صحف بکریہ کے سوا اور بھی مصاحف صحابہ
کرام کے پاس موجود تھے۔ اس سے تو ثابت ہوگیا کہ تمام صحابہ کا ایک قرآن پر اتفاق اور تواتر
نہ تھا۔ نیز ان مصاحف کو چھوڑ دینے سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ یعنی اگر وہ مصاحف برحق تھے
تو اُن کا ترک ناجائز اور مصحف عثمانی کیلئے باعث تحریف ہوا اور اگر وہ باطل تھے تو وہ کل صحابہ
گمراہ قرار پائینگے جنہوں نے مصاحف باطلہ سے اپنے دین و اعتقاد کو وابستہ کیا تھا۔ **ششم**
جبکہ مصحف عثمانی میں کل حروف منزلہ اجماع صحابہ کی وجہ سے نہیں لکھے گئے۔ تو اس کمی کا
جناب رسالتمآب صلعم کیطرف انتساب نہیں ہوسکتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی حدیث متواتر اور تنقیص کی صریحی اجازت
صحابہ کے پاس موجود نہ تھی۔ ورنہ اس کی موجودگی میں اجماع کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ بلکہ وہی نص
صریح کافی ہوتی۔ اُسی کو علامہ سیوطی پیش فرماتے۔ اجماع صحابہ سے بعض حروف منزلہ کے چھوڑنے
پر دلیل نہ لاتے۔ مدیر النجم صاحب خود قائل ہیں۔ کہ دوسرے کی کتاب میں بغیر اس کی اجازت کے
تصرف کرنا تحریف ہے۔ اب موصوف کو لازم ہے کہ صحابہ کے اس فعل کو تحریف اور اُن کے اجماع
کو باطل سمجھیں۔ ورنہ رسول صلعم اللہ کا بنام جامع القرآن یا بنام صحابہ صریحی اور متواتر اجازت نامہ
دکھائیں اور اجماع صحابہ اسلئے بھی معتبر نہیں ہے کہ آپکے قول سے یہ غیر معصوم اور خطاکاروں کا



اجماع ہے۔ لہٰذا ایسے غیر معتمد اجماع سے آپ حروف منزلہ کی کمی کا جواز ثابت نہیں کرسکتے ہیں۔
**ہفتم**۔ صحابہ کا یہ اجماع ہرگز شرعی نہیں ہے۔ اسلئے اس کی تائید شارع علیہ السلام کے
قول متواتر سے نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ آپکے فقہاء وغیرہ کے فتوے سے بخوبی ثابت ہوگیا۔ کہ یہ اجماع
ایک ناجائز کام پر ہوا ہے۔ لہٰذا یہ اجماع قطعاً باطل ہے۔ بھلا ایسی باطل چیز سے جرم تحریف
قرآن کی پردہ پوشی ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ الحاصل قرآن موجود فقہائے اہلسنت
اور سُنی قاریوں اور شکوری متکلمین کے اقوال ناقابل انکار سے محرف اور ناقص ہے +

**ناظرین** با انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ کہ تحریف قرآن پر یہ علمائے اہلسنت کے اقوال ہیں
یا میں نے اتقان میں لکھدیئے ہیں یا میں نے کھینچ تان کر روایات نسخ تلاوت کو دھوکا دینے
کے لئے تحریف پر محمول کیا ہے۔ مدیر النجم صاحب ذرا ہوش میں آکر غصہ اور بدزبانی سے
کنارہ کش ہوکر تہذیب اور آدمیت کے پیرایہ میں جلی جواب دیں +

**عجیب لطیفہ** اہلسنت کے فقہاء اور قراء اور متکلمین کی جماعتوں کا مذہب ناظرین کو معلوم
ہوچکا۔ کہ یہ سب کے سب مصحف عثمانی کو محرف جانتے ہیں۔ اور اس میں کل حروف منزلہ کے نہ
لکھنے کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اب اور سُنئے۔ اتقان جلد ۱ ص ۵۱ میں ہے :۔

ذهب جماهير العلماء من السلف الى الخلف وائمة المسلمين الى انها مشتملة على
ما يحتمله رسمها من الاحرف السبعة فقط جامعة للعرضة الاخيرة التى عرضها النبى صلعم على
جبرئيل متضمنة لها لم تترك حرفا منها. وقال ابن الجزرى وهذا هو الذى يظهر صوابه +

اکثر علماء کا سلف سے خلف تک اور آئمہ مسلمین (آئمہ اربعہ) کا مذہب یہ ہے۔ کہ مصاحف
عثمانیہ حروف سبعہ میں سے فقط اُس حرف کو مشتمل ہیں جس کی کتابت کا احتمال رہ گیا تھا۔
(یہ مصاحف عثمانیہ) عرضہ اخیرہ کے جامع ہیں جسے رسول صلعم اللہ نے جبرئیل ع کے سامنے پیش
کیا تھا۔ مصاحف عثمانیہ اسی عرضہ اخیرہ والے مصحف کو متضمن ہیں۔ ان مصاحف نے عرضہ اخیرہ
میں سے کوئی حرف نہیں چھوڑا ہے۔ ابن الجزری نے کہا ہے یہ وہ مذہب ہے جسکا حق ہونا ظاہر ہوتا ہے
میں کہتا ہوں اہلسنت کے مذہب اوّل کی بنا ایک یقینی بات پر ہے۔ کہ اس مذہب
والے علمائے اہلسنت نے صاف صاف کہدیا ہے۔ کہ مصحف عثمانی میں بعض حروف منزلہ کو چھوڑ دینا

ہرگز جائز نہ تھا۔ لہٰذا اس مذہب کے لحاظ سے قرآن موجود قطعاً محرف ہے لیکن اہلسنت کے دوسرے مذہب کی بنا ایک وہمی احتمال پر رکھی گئی ہے جو فقرۂ مایحتملہ رسمھا سے ظاہر ہے۔ لہٰذا جس مذہب کی بنا محض احتمال پر ہو۔ وہ ہرگز صحیح و مطابق واقع نہیں ہوسکتا ہے۔ اگرچہ سلف سے خلف تک اسکے پابند ہوں۔ اگرچہ ابن الجزری اسکی حقیقت کا آوازہ لگائے۔ تاہم باطل باطل ہی رہیگا آئمۂ اربعہ کیطرف اس مذہب کا انتساب غلط ہے۔ بسم اللہ کی بحث میں امام شافعی اور امام مالک وغیرہ کا مسلک معلوم ہوجائیگا۔ عرضاتِ قرانیہ میں تفرقہ ماننا۔ پھر عرضۂ اخیرہ کو عرضات سابقہ کا مخالف جاننا۔ پھر عرضۂ اخیرہ میں صرف ایک حرف کے قرآن میں باقی رہ جانے کا عقیدہ رکھنا۔ پھر مصحفِ عثمانی کو فرضی عرضۂ اخیرہ کے مطابق سمجھنا قطعاً غلط اور ایک مہمل خیال بلکہ زعم باطل ہے ورنہ ان چاروں باتوں میں سے ہر ایک بات کو جناب رسالت مآبؐ کی حدیثِ متواتر سے ثابت کیا جائے۔ تو بیشک یہ مذہب بھی ایک یقینی مذہب کہلائے جانیکا مستحق ہوگا۔ صرف احتمال اور توہم پر یا خود ساختہ بے اصل اجماع پر مذہب کی بُنیاد قائم نہیں ہوسکتی ہے +

جبکہ اہلسنت کے فقہاء وغیرہ کا مذہب ہمارے سامنے موجود ہے۔ جو قطعی طور سے قرآن موجود میں تحریفِ ناجائز کو ثابت کر رہا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم ایک یقینی چیز کو چھوڑ کر ایک وہمی اور احتمالی مذہب سے غرض رکھیں۔ اور اگر مولوی عبدالشکور صاحب اپنے فقہاء وغیرہ کے مذہب کو باطل جانتے ہیں اور ان قائلین تحریف کو اسلام سے خارج اور کافر سمجھتے ہیں۔ تو بہت جلد اس کا اعلان فرمائیں۔ ورنہ قابل صد لعنت ہوگا یہ تفرقہ کہ شیعوں کو تحریف کا قائل چند خود ساختہ بیہودہ مقدمات پر بنا کر کے فرض کر لیا جائے اور بیدھڑک اُن کو کافر کہدیا جائے لیکن اپنے اکابر کے عقیدۂ تحریف سے چشم پوشی کر کے اُنہیں مسلم مانا جائے لاحول ولا قوۃ الا باللہ +

لیکن اتنا یاد رہے کہ تم اپنے اکابر کو اوّل نمبر کا بے ایمان بھی کہدو گے تو اسکے مواخذہ دار تم خود ہوگے۔ ہم تو اُنہیں مسلمان ہی سمجھتے رہیں گے۔ اور برابر تمہارے زعم انف کے لئے ان سُنّی مسلمانوں کے قول تحریف کو تمہارے سامنے پیش کرتے رہینگے۔ مگر تمکو لازم ہے کہ تم انہیں کافر ہی سمجھو۔ اور اس کا اعلان بھی کرو۔ ورنہ شیعوں کی تکفیر باطل سے تائب ہوجاؤ +

**شکوری تکفیر شیعہ خود نص قرآنی کفر ہے۔** خدائے عزوجل قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے



ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٓئک ھم الکافرون یعنی جو لوگ ما انزل اللہ کے مطابق حکم نہیں لگاتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ دوسری آیت میں خدا نے ایسے لوگوں کو فاسق کہا ہے۔ تیسری آیت میں ان مفتیانِ ضلالت کو ظالم فرمایا ہے۔ ان آیاتِ قرانیہ کو پیش نظر رکھنے کے بعد قائلینِ تحریفِ قرآن کا کافر ہونا کسی آیۂ قرآنیہ اور فیصلۂ ربانیہ سے ثابت کریں اور مدیر صاحب اور اُن کے تمام ہم کلمہ گروہ وہابیہ ایسی آیتیں دکھائیں جن میں صراحتاً خداوند عالم نے قائلین تحریف کو کافر فرمایا ہو۔ اُس صورت میں بیشک شیعوں کی طرف نص قرآنی سے کفر منسوب ہوجائیگا۔ اور اگر مدیر صاحب یا اُنکے ہمنوا ایسی آیت پیش نہ کرسکیں اور ہرگز پیش نہ کرسکیں گے۔ تو بحکم ربانی و نصِ قرآنی ان مفتیانِ ضلالت کے لئے فسق و ظلم و کفر حاضر ہے۔ مریدینِ ثلاثہ کے واسطے ایک چھوڑ تین تین سُنہری تمغے موجود ہیں +

**عرضاتِ قرآنیہ کا حال** اس میں شک نہیں ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ ہر سال ایک مرتبہ جبرئیلؑ کو اُتنا قرآن سُنادیا کرتے تھے۔ کہ جتنا اُس وقت تک حضرتؐ کے پاس نازل شدہ ہوجاتا تھا۔ سنہ رحلت میں آپؐ نے دو مرتبہ قرآن سُنایا تھا۔ اُس وقت نزولِ قرآن کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا۔ ان عرضاتِ متعددہ میں صرف اتنا ہی فرق ہوتا تھا کہ ہر بعد والے عرضہ میں کچھ مقدار بڑھی ہوئی ہوتی تھی۔ جو عرضۂ اخیرہ میں کامل ہوگئی اور یہ بھی تفرقہ ہوجاتا تھا۔ کہ کبھی کبھی بعضے احکام منسوخ ہوجاتے تھے۔ اس تفرقہ کے سوا اور کسی قسم کا تفرقہ عرضاتِ قرانیہ میں ثابت اور محقق اور متواتر نہیں ہے جس کا یقین ہوسکے اور عقیدہ کا اُس سے حتمی تعلق مانا جائے۔ پس یہ کہنا کہ ہر عرضہ میں کچھ آیات منسوخ التلاوۃ ہوتی تھیں۔ یا عرضۂ اخیرہ میں سات حرفوں سے چھ حرف منسوخ الرسم اور منسوخ التلاوۃ ہوگئے۔ ایک لچر اور فضول بات ہے۔ جو تحریف قرآنی کے چھپانے کے لئے دل سے تراشی گئی ہے۔ رسول اللہؐ کی حدیثِ متواتر ہرگز اس قسم کے نسخ کو مشتمل موجود نہیں ہے۔ ورنہ اہلسنت کے فقہاء وغیرہ جو مذہب کے ہر کلی و جزئی امور پر اطلاع رکھتے ہیں۔ یوں بے دھڑک صحابۂ جامعینِ قرآن کے فعل تحریف و تنقیص کو ناجائز نہ کہہ دیتے۔ اور مصحف عثمانی کو ناقص و محرف نہ سمجھتے +

**عرضۂ اخیرہ کی شکوری مذہب میں حقیقت** مولوی عبدالشکور صاحب کو عرضۂ اخیرہ پر بڑا

نازاور گھمنڈ ہے۔ بڑے زور شور سے فرماتے ہیں کہ جو قرآن ہمارے پاس ہے۔ وہ عرضۂ اخیرہ کے مطابق ہے۔ مگر مَیں نے بھی قصد کرلیا ہے۔ کہ مَیں شکوری ہر ایک دعوے کو اُن کے مذہب سے باطل کرونگا۔ اور اپنے جس عنوان سے یہ حضرت مصحفِ عثمانی کو کامل کہینگے۔ اُسی عنوان سے مَیں اس کی تحریف ثابت کرونگا۔ مدیر صاحب اِس قرآن کو عرضۂ اخیرہ کے مطابق بتاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ قرآن موجود میں سات حرف اسلئے نہیں ہیں۔ کہ چھ حرف عرضۂ اخیرہ میں منسوخ الاسم ہو گئے۔ مَیں کہتا ہوں۔ اوّل تو یہ نسخ فرضی چیز ہے۔ کہ آپکے مذہب میں رسول اللہؐ کی حدیث متواتر اسکے ثبوت کے لیے موجود نہیں ہے۔ ثانیاً عرضۂ اخیرہ میں نہ کوئی آیت منسوخ الرسم ہوئی۔ اور نہ منسوخ التلاوہ ہوئی۔ اوّل اسلئے کہ ہم سابقاً لکھ چکے ہیں۔ کہ محدث دیر عاقولی وغیرہ قائل ہیں کہ رسول اللہؐ کو اپنی آخر حیات تک نسخ تلاوت کا انتظار رہا۔ اِس سے ظاہر ہوگیا۔ کہ نسخ کا انتظار ہی انتظار رہا لیکن واقع نہیں ہوا۔ ورنہ پھر انتظار نہ کہلائیگا۔ اب اِس قول سُنی المذہب کی موجودگی میں کون بیوقوف کہیگا۔ کہ عرضۂ اخیرہ میں منجملہ سات حرفوں کے چھ حرف منسوخ التلاوہ ہوگئے۔ دوم عرضۂ اخیرہ کی حقیقت شکوری مذہب کی احادیثِ معتبرہ میں دیکھئے۔ ملاحظہ ہو تفسیر درِ منثور جلد ا صـ ۱۰۶

واخرج ابن الانباری وابن اشتة فی المصاحف عن ابن سیرین قال کان جبرئیل یعارض النبیؐ کل سنة فی شهر رمضان فلما کان العام الذی قبض فیه عارضه مرتین فیرون ان تکون قرائتنا هذه علی العرضة الاخیرة +

ابن الانباری نے روایت کی ہے اور ابنِ اشتہ نے المصاحف میں ابن سیرین سے نقل کیا ہے۔ اُس نے کہا جبرئیلؑ ہر سال نبیؐ سے قرآن کا ماہ رمضان میں مقابلہ کراتے تھے پس جبکہ وہ سال آیا جس میں آنحضرتؐ نے وفات پائی۔ تو اُس میں دو مرتبہ قرآن کا مقابلہ کیا۔ لوگ دیکھتے (سمجھتے) ہیں۔ کہ ہماری یہ قرائت عرضۂ اخیرہ کے مطابق ہے +

ابن سیرین شکوری مذہب کا بہت بڑا معتمد راوی ہے۔ اسکے قول سے یہ ظاہر ہوگیا۔ کہ لوگ ایسا سمجھتے تھے۔ کہ مصحفِ عثمانی کی قرائت عرضۂ اخیرہ کے مطابق ہے پس معلوم ہوا کہ محض وہم اور قیاس پر اس کو عرضۂ اخیرہ کے مطابق سمجھ لیا گیا تھا۔ نہ یہ کہ واقع میں بھی ایسا ہی تھا پس جبتک رسول اللہؐ کی حدیثِ متواتر نہ دکھائی جائے گی۔ اُس وقت تک عرضۂ اخیرہ میں حروف منزلہ



کی قرآن میں ترمیم ایک یقینی بات نہ ہوگی۔ اِس روایت سے تو صرف اتنا معلوم ہوگیا۔ کہ لوگوں نے خواہ مخواہ مصحفِ عثمانی کو عرضۂ اخیرہ کے مطابق سمجھ لیا تھا۔ اب کتاب مذکور کے اُسی صفحہ میں نیا شگوفہ دیکھئے۔ کہ مصحف ابنِ مسعود عرضۂ اخیرہ کے مطابق تھا۔ (جو آگ میں جلایا گیا)

واخرج ابن الانباری عن مجاهد قال قال لنا ابن عباس ای القرائتین تعدون اول قلنا قرائة عبد الله قال فان رسول اللهؐ کان یعرض القرآن علی جبرئیل مرة وانه عرضه علیه فی آخر سنته مرتین فقرائة عبد الله آخر +

ابن الانباری نے مجاہد سے روایت کی ہے۔ اُس نے کہا ہم سے ابن عباس نے پوچھا تم لوگ دو قرائتوں میں سے کس کو اوّل گنتے ہو ہمنے کہا ابنِ مسعود کی قرائت کو فرمایا (نہیں) اسلئے کہ رسول اللہؐ جبرئیلؑ کے سامنے ایک مرتبہ قرآن پیش کیا کرتے تھے اور آپؐ نے اپنے آخری سنہ میں دو مرتبہ اُن کے سامنے قرآن عرض کیا تھا پس عبد اللہ کی قرائت آخری ہوئی +

آخرج ابن الانباری عن ابن مسعود قال کان جبرئیل یعارض النبیؐ بالقرآن فی کل سنة مرة وانه عارضه بالقرآن فی آخر سنته مرتین فاخذته من النبیؐ ذالک العام۔

ابن الانباری نے ابنِ مسعود سے روایت کی ہے اُنہوں نے فرمایا جبرئیلؑ ہر سال قرآن کا ایک مرتبہ رسول اللہؐ سے مقابلہ کراتے تھے اور اُنہوں نے آنحضرتؐ کے آخری سنہ میں دو مرتبہ مقابلہ کیا پس مَیں نے اُسی سال قرآن کو اُن جنابؐ سے لیا ہے + اور سنئیے:۔

عن ابن مسعود قال لو اعلم احدا احدث بالعرضة الاخیرة منی لرحلت الیه +

ابن مسعود سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا اگر مَیں جانتا کہ مجھ سے زیادہ کوئی صحابی عرضۂ اخیرہ میں شریک ہوا ہے تو مَیں (قرآن حاصل کرنے کیلئے) ضرور اُس کی طرف کوچ کرتا +

اِس حدیث میں حرف لوؔ استعمال ہوا ہے جو امتناعِ شرط پر دلالت کرتا ہے۔ پس مطلب حدیثِ مذکور یہ ہوا۔ کہ ابنِ مسعود سے زیادہ کوئی صحابی خواہ اصحابِ ثلثہ ہوں یا اور کوئی ہو۔ عرضۂ اخیرہ میں قرآن پیش ہوتے وقت رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر نہیں رہا تھا۔ الغرض ان ناقابلِ انکار حوالوں سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ ابنِ مسعود کا مصحف عرضۂ اخیرہ کے مطابق تھا۔ جو آگ میں جلایا گیا۔ نہ کہ مصحفِ عثمانی جو حسب فتوائے علمائے اہلسنت یقیناً محرف ہے۔ مَیں

انشاء اللہ مصحف ابن مسعود کا مفصل حال آیندہ لکھونگا اور تنبیہ الحائرین وغیرہ میں جو کچھ لن ترانیاں مولوی عبدالشکور صاحب نے مصحف ابن مسعود اور مصحف عثمانی کو متحد ثابت کرنے میں ہانکی ہیں۔ اُن کے قیامت خیز جوابات دونگا۔ ناظرین کچھ اور انتظار فرمائیں۔ دیر آید درست آید ۔

الحاصل مصحفِ عثمانی کے عرضۂ اخیرہ کے مطابق ہونے پر رسول اللہ صلعم کی نص صریح اور متواتر شکوری مذہب میں موجود نہیں ہے۔ پھر ابن سیرین کی روایت سے ثابت ہو چکا۔ کہ لوگوں نے فقط اپنے توہم سے اس کو عرضۂ اخیرہ کے مطابق سمجھ لیا تھا۔ بھلا کہیں توہم پر بھی مذہب کی بنا ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ قیامت تک نہیں ۔

**دوسرا لطیفہ** | یک نہ شُد دو شُد۔ اول تو کھلی نیو پر شکوری مذہب کی دیوار اُٹھائی گئی۔ پھر سیوطی صاحب فرماتے ہیں :-

ویجاب عن الاول بما ذکرہ ابن جریر ان القرائۃ علی الاحرف السبعۃ لم تکن واجبۃ علی الامۃ وانما کان جائزا ومرخصا لھم فیہ فلما رای الصحابۃ ان الامۃ تفترق وتختلف اذا لم یجمعوا علی حرف واحد اجتمعوا علی ذالک اجماعا شایعا وھم معصومون من الضلالۃ ولم یکن فی ذٰلک ترک واجب ولا فعل حرام ولا شک ان القرآن نسخ منہ فی العرضۃ الاخیرۃ بالفعل المبنی للمجھول فاتفق رای الصحابۃ علی ان کتبوا ما تحققوا انہ قرآن مستقر فی العرضۃ الاخیرۃ وترکوا ما سوی ذالک ۔

اور مذہب[1] اول کا جواب دیا جاتا ہے۔ جیسے ابن جریر نے بیان کیا ہے۔ کہ ساتوں[2] حرفوں کے مطابق قرائت قرآن صحابہ پر واجب[2] نہ تھی۔ بلکہ جائز تھی اور اُن کو رخصت[3] دیدی گئی تھی (کہ جس حروف کو چاہیں قرآن میں باقی رکھیں) پس جبکہ صحابہ[4] نے دیکھا کہ اگر ایک حرف پر اتفاق نہ کیا گیا تو اُمت متفرق اور مختلف ہو جائے گی۔ لہذا صحابہ[5] نے ایک حرف پر اتفاق کر لیا۔ جو مشہور[6] ہو گیا۔ درآنحالیکہ صحابہ گمراہی سے معصوم[7] تھے۔ اور قرآن کو حرف واحد پر کرنے سے ترکِ واجب اور فعل حرام کا صحابہ نے ارتکاب[8] نہیں کیا تھا اور اس[9] میں شک نہیں ہے۔ کہ قرآن کا کچھ حصہ عرضۂ اخیرہ میں کسی فعل[10] مجہول پر بنا کر کے منسوخ کیا گیا۔ پس صحابہ[11] کی رائے متفق ہو گئی۔ اس بات پر کہ اُن حضرات نے اتنا ہی قرآن لکھ[12] لیا کہ جتنا اُن کو عرضۂ اخیرہ میں برقرار و ثابت شدہ ملا تھا



اس کے ماسوا[13] کو اُنھوں نے چھوڑ دیا ہے ۔

یہ جواب اول سے آخر تک شاعرانہ تخیل ہے کہ اپنے کسی دعوے کو مجیب نے نص صریح و صحیح سے ثابت نہیں کیا ہے۔ اور خطوط کشیدہ دعاوی مہملہ پر رسول اللہ صلعم کی حدیث متواتر نہیں پیش کی ہے خیر اب ہم اس جواب کے ہر ہر جزو کو باطل قرار دیتے ہیں۔ ع[1] ان مہملات کو مذہب اول کا جواب کہنا ابن جریر کی عقلمندی ہے ع[2] قطعاً غلط ہے۔ ورنہ اگر حروفِ سبعہ کی قرائت واجب نہ ہوتی تو پھر فقہائے اہلسنت جامعین قرآن صحابہ کے فعل کو ناجائز کیوں فرماتے۔ ع[3] یہ بھی غلط ہے ورنہ رسول اللہ صلعم کی حدیثِ متواتر دکھایئے۔ ثانیاً کہ جب تم یہ کہتے ہو۔ کہ مصحفِ عثمانی عرضۂ اخیرہ کے مطابق لکھا گیا تھا تو اب رخصت کہاں رہی۔ رخصت تو جب تھی۔ کہ ساتوں حرف باقی رکھے جاتے۔ پھر صحابہ کو اُن میں سے انتخاب کا حق دیا جاتا۔ پس جبکہ شکوری زعم میں چھ حرف عرضۂ اخیرہ میں نسخ ہو چکے تھے تو پھر حروفِ سبعہ کے مطابق قرائت کو رخصت کہنا ایک لغو و مہمل بات ہے۔ ع[4] یہ بھی غلط ہے اسلئے کہ جب تمہارے زعم میں عرضۂ اخیرہ میں چھ حرف منسوخ ہو چکے تھے۔ اور صرف ایک حرف باقی رکھا گیا تھا۔ تو اس صورت میں اُمت کے افتراق و اختلاف کی کوئی وجہ ہی باقی نہیں رہی تھی۔ پھر اُمت کیسے متفرق ہو جاتی۔ نیز اگر اُمت کے افتراق کا اندیشہ ہوتا۔ تو خداوندِ عالم سات حرف نازل ہی کیوں فرماتا ع[5] جبتک رسول اللہ صلعم کا صریحی اور متواتر اجازت نامہ نہ دکھایا جائیگا صحابہ کیطرف جرم تحریف عائد رہیگا۔ ع[6] یہ بھی غلط ہے۔ نیز اگر باطل کی شہرت ہو بھی گئی تو اس سے تمکو کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ ہاں اگر اجماعِ باطل کی شہرت جرم تحریف کو مٹا دیتی تو البتہ اس شہرت پر ناز کرنا مناسب ہوتا۔ ع[7] قطعاً جھوٹ ہے۔ بلکہ صحابہ ہرگز گمراہی سے معصوم نہ تھے۔ اولاً اسلئے کہ آپکے زعم میں بکثرت صحابہ اسلئے مرتد ہو گئے تھے کہ اُنہوں نے حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ نہیں دی تھی لہذا وہ سب جناب ابوبکر کے حکم سے قتل کر دیئے گئے۔ پھر بکثرت صحابہ اس وقت گمراہ ہوئے کہ جب اُنھوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا تھا۔ علاوہ اس کے تنبیہ الحائرین ص[۶] میں مولوی عبدالشکور صاحب نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے۔ پھر مدیر صاحب ان صحابۂ کرام کو معصوم کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ پس ان کے نزدیک غیر معصوم صحابہ کا اتفاق ایک ناجائز چیز پر منصور ہونا چاہیے ع[8] یہ بھی غلط ہے ورنہ اہلسنت کے فقہاء

وغیرہ صحابہ کرام کے اس فعل تحریف کو ناجائز نہ کہتے۔ ع۹ یقیناً مشکوک ہے اور جبتک تم جناب رسول اللہؐ کی حدیث متواتر پیش نہ کروگے فسخ تلاوۃ مشکوک بلکہ باطل رہیگا ع۱۰ فعل مجہول پر عقیدہ کی بنا نہیں ہوتی ہے بلکہ عقیدہ کے لئے یقینی چیز ہونی چاہیئے ع۱۱ رائے صحابہ قطعاً باطل پر مبنی رہی ع۱۲ بلکہ اُنہوں نے اُتنا ہی لکھا کہ جتنا مناسب سمجھا۔ ع۱۳ اور جتنا چھوڑ دیا۔ پس یہی تحریف کہلاتی ہے۔ جو یقیناً آپکے مذہب سے ثابت ہے۔ الغرض جب اہلسنت کا دوسرا مذہب باطل قرار پایا تو پہلے مذہب کی صحت ثابت ہوگئی۔ جسکے صحیح ہونے سے تحریف قرآن کا مسئلہ مذہب اہلسنت سے بالکل واضح ہوگیا۔ الحمد للہ کہ شکوری مذہب سے قرآن میں پانچوں قسم کی تحریف کا ثبوت ہمنے دیدیا۔ لیکن سلسلہ اثبات تحریف ابھی قطع نہیں ہوا ہے ✦

**النجم** سورۂ توبہ کے تین حصّوں کا غائب ہوجانا آپکے الفاظ ہیں۔ درمنثور میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس کا ترجمہ یہ ہوسکے۔ اس کا بھی جو حصہ اب موجود نہیں ہے۔ اُس کا منسوخ ہونا روایت میں بالتصریح موجود ہے ✦

**الاعجاز** بیشک الفاظ میرے ہیں مگر مضمون کو اپنی روایت پر منطبق کرلیجئے۔ وہ روایت درمنثور میں بھی ہے لیکن ہم اُسکو اتقان جلد ۲ صـ۲۶ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے عن حذیفۃ قال ما تقرؤن ربعھا یعنی حذیفہ نے فرمایا تم لوگ سورۂ برائت کو چوتھائی نہیں پڑھتے ہو۔ اس روایت میں کہیں تصریح نہیں ہے۔ کہ برائت کے تین حصے نسخ تلاوت ہوگئے اوّل تو نسخ تلاوت ایک مصنوعی چیز ہے۔ دوسرے یہاں اُس کا تذکرہ بھی نہیں ہوا ہے پس لامحالہ یہی کہنا پڑیگا۔ کہ برائت کے تین حصے غائب ہوگئے۔ اچھا جناب اگر آپکو میرے یہ الفاظ بُرے لگتے ہیں تو میں دوسرے بدلے دیتا ہوں۔ یعنی سورۂ توبہ تین حصے تحریف کردی گئی۔ بس اب تو خوش ہوگئے۔ کہ میں نے آپکے دل کی بات کہدی ہے ✦

یہ بات ناظرین پر واضح ہونی چاہیئے۔ کہ میں نے اپنے مضمون میں لکھا تھا۔ کہ قرآن جمع کرتے وقت بڑی تلاش سے توبہ کی آخری آیت صرف خزیمہ انصاری کے پاس ملی تھی جس سے ظاہر ہوا کہ قرآن عہد نبویؐ میں مجموع و مرتب ہی نہیں ہوا تھا۔ ورنہ پھر اس آیت کے تلاش کی ضرورت ہی کیا تھی (بلکہ رسول اللہؐ کے بنائے ہوئے مجموعہ میں دیکھ لیجاتی) اس کا جواب میر النجم صاحب



نے جو کچھ دیا ہے۔ مع ردالجواب ملاحظہ ہو ✦

**النجم** یہ تلاش بھی صرف وقت نزول کی لکھی ہوئی آیت کی تھی۔ ع۱ ورنہ زبانی تو بہت سے لوگوں کو یاد تھی اور رسول اللہؐ نے متفرق چیزوں میں جو ع۲ سورتیں مرتب کرائی تھیں۔ اُن میں بھی یہ آیت ع۳ موجود تھی ✦

**الاعجاز** جبکہ آپکے خیال کے بموجب رسول اللہؐ نے قرآن مرتب کرایا تھا اور اُس میں یہ آیت بھی موجود تھی۔ تو پھر تلاش کی ضرورت بھی کیسے پیش آسکتی تھی۔ بلکہ اُسی مجموعہ میں وہ آیت دیکھ لیجاتی ع۱ وقت نزول کی لکھی ہوئی آیت کا تلاش ہونا یہ مضمون جناب کا طبعزاد ہے۔ حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے۔ جسکا یہ ترجمہ ہوسکے۔ اتقان جلد ۱ صـ۵۹ میں ہے۔ زید نے فرمایا تھا۔ فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب واللخاف وصدور الرجال یعنی پس میں قرآن کو خرمہ کی شاخوں اور پتھروں اور مردوں کے سینوں سے تلاش کرکے جمع کرنے لگا۔ اس حدیث سے تو یہی ظاہر ہوا کہ زید نے صرف لکھی ہوئی آیتوں کو تلاش نہیں کیا تھا۔ بلکہ صحابہ کے سینوں سے بھی قرآن کو لیا تھا۔ ع۲ بالکل غلط ہے بلکہ یہ بھی ایجاد بندہ ہے۔ اسلئے کہ حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جسکا ترجمہ یہ ہوسکے کہ ورنہ زبانی تو بہت سے لوگوں کو یاد تھی ع۳ بالکل غلط ہے ورنہ وہ مجموعہ کہاں چلا گیا تھا۔ اُسی میں وہ آیت کیوں نہ دیکھی گئی۔ ع۴ یہ بھی آپ کا طبعزاد مضمون ہے ✦

**النجم** لکھی ہوئی آیتوں کا تلاش ہونا میرا مضمون نہیں ہے۔ بلکہ علمائے سابقین لکھ گئے ہیں ملاحظہ ہو اتقان نوع ۱۸۔ قال ابن حجر وکان المراد بالشاھدین الحفظ والکتاب ابن حجر نے فرمایا دو گواہوں سے مُراد حفظ و کتابت ہے ✦

**الاعجاز** اس عبارت میں تو کہیں بھی یہ تذکرہ نہیں ہے کہ لکھی ہوئی آیتوں کی تلاش ہوتی تھی مولوی عبدالشکور صاحب کیا آپنے سچ نہ بولنے کا عہد کرلیا ہے۔ ورنہ پھر کیا سبب ہے کہ آپ اپنی قوم کے جہلا کو جھوٹی باتیں بنا کر دھوکا دیا کرتے ہیں۔ پس اگر تم جھوٹے نہیں ہو۔ تو بہت جلد تصریح دکھاؤ کہ وقت نزول کی لکھی ہوئی آیتوں کی تلاش ہوتی تھی۔ ایک تو آپ نے یہ جھوٹ بولا۔ دوسرا جھوٹ یہ ہوا کہ علمائے سابقین کی طرف ایک جھوٹی بات منسوب کردی۔ پھر

مکتبۃ العلوم
کراچی

تیسرا جھوٹ یہ ہوا کہ عبارت وہ پیش کی جس میں دعوے کا ثبوت نہیں ہے۔ چوتھا جھوٹ یہ ہوا کہ ابن حجر نے جو کچھ فرمایا ہے۔ یہ بھی غلط ہے اور غلط چیز کو پیش کرنا جھوٹ کی علامت ہے۔ پانچواں جھوٹ یہ ہوا کہ قول ابن حجر کا جس روایت سے تعلق ہے۔ اُسے آپ نے رُوپوش کر دیا ہے خیر میں آپ کی دروغ بافیوں کا پردہ چاک کرتا ہوں۔ ابن حجر کا فقرہ جس روایت سے متعلق ہے۔ وہ اتقان جلد اول ص ۶۰ میں یہ ہے:۔ ان ابا بکر قال لعمرو لزید اقعدا علی باب المسجد فمن جاکما بشاھدین من کتاب اللہ فاکتباہ۔ جناب ابوبکر نے عمر و زید کو حکم دیا تم دونوں باب مسجد پر جا بیٹھو پس جو کوئی شخص دو گواہوں کے ساتھ قرآن میں سے کچھ لائے تو اُسے تم دونوں لکھ لینا۔ اِس روایت میں کہیں بھی نہیں ہے۔ کہ دو گواہوں سے مُراد حفظ و کتابت ہے لیکن ابن حجر نے بے جوڑ ایک پتھر کھینچ مارا ہے۔ پھر آپ نے ناسمجھی سے اپنے دعوے کے ثبوت میں اسے پیش کر دیا ہے اور اتنا خیال نہ فرمایا کہ آپ نے دعوے تو یہ کیا تھا کہ وقتِ نزول کی لکھی ہوئی آیتیں تلاش کی جاتی تھیں اور ثبوت میں آپ نے ابن حجر کا فقرہ مذکورہ پیش کیا ہے جس کو آپکے دعوے سے بالکل تعلق نہیں ہے۔ یہ ہے آپ کی علمی قابلیت اُس پر آپ شیعہ علماء کا منہ چڑھاتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

**النجم** قال ابوشامۃ وکان غرضھم ان لا یکتب الا من عین ما کتب بین یدی رسول اللہ صلعم لا من مجرد الحفظ ولذالک قال فی اٰخر سورۃ التوبۃ لم اجدھا مع غیرہ ای لم اجدھا مکتوبۃ غیرہ لانہ کان لا یکتفی بالحفظ دون الکتابۃ۔

ابوشامہ کہتے ہیں صحابہ کی غرض یہ تھی۔ کہ جو مصحف نبی صلعم کے سامنے لکھے گئے تھے۔ خاص اُنہی کی نقل کی جائے نہ صرف حفظ سے اسی وجہ سے سورۂ توبہ کے آخری آیت کے متعلق کہا سوائے خزیمہ کے کسی کے پاس نہ ملی یعنی کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہ ملی۔ کیونکہ بغیر لکھے ہوئے کے صرف حفظ پر کفایت نہ کی جاتی تھی۔

**الاعجاز** حرف گیری سے میں اپنے قلم کو بہت بچاتا ہوں۔ ورنہ اہلِ علم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ مدیر صاحب نے ایک معمولی سی عبارت کے ترجمہ میں کتنی غلطیاں کی ہیں۔ بلکہ اگر مدیر صاحب خود بھی غور کریں گے۔ تو شرم سے گردن جھکا لیں گے۔ صرف ترجمہ کی غلطیاں ہی نہیں ہیں بلکہ آپنے تحریف کا بھی ارتکاب کیا ہے۔ جس کو میں ضرور ظاہر کرونگا۔



**مدیر النجم کی تحریف** آپ نے فقرہ ما کتب بین یدی رسول اللہ صلعم میں واحد کو جمع بنا دیا ہے۔ اور ترجمہ کیا ہے۔ جو مصحف نبی صلعم کے سامنے لکھے گئے تھے۔ حضرت والا جناب رسول اللہ صلعم کے عہد میں ایک مصحف کا لکھا جانا آپکے مذہب سے ثابت نہیں ہے تو یہ بہت سے مصحف کہاں سے اُس عہد میں پیدا ہو گئے تھے اور اگر ہم بفرض محال آپکے اِس ترجمہ کو سچا بھی مان لیں تو آپکے زید بن ثابت جھوٹے قرار پائینگے۔ اِسلئے کہ آپ تو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے سامنے (متعدد) مصحف لکھے گئے تھے۔ وہ سب موجود بھی ہونگے۔ مگر جناب زید نے یہ فرمایا کہ میں نے قرآن کو خرمہ کی چھڑیوں اور پتھروں اور صحابہ کے سینوں سے تلاش کر کے جمع کیا اور آیۂ برائت مجھے صرف خزیمہ کے پاس ملی۔ اب بتایئے کہ اُن مصاحف کی موجودگی میں زید کا یہ قول کھلا ہوا جھوٹ ہے کہ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ زید جھوٹے نہ تھے۔ بلکہ آپ اور آپکے ابوشامہ یاوہ گو ہیں۔ کس قدر تعجب بلکہ افسوس کی بات ہے کہ زید کو باوجود صحابی رسول صلعم اور کاتبِ وحی ہونے کے متعدد مصاحف کی خبر نہ ہو اور سینکڑوں برس کے بعد آپکو اُن مصاحف کا علم ہو جائے۔ بہ بین تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا۔ مدیر صاحب خوب یاد رکھئے کہ ایسی ملمع کاریوں سے آپ اپنے مصنوعی مذہب کی حقانیت ثابت نہیں کر سکتے اور نہ آپ تحریفِ قرآن کو چھپا سکتے ہیں۔ جو روزِ روشن کی طرح آپکے مذہب سے ثابت ہے۔ جس پر آپ کے فقہاء وغیرہ جلی حرفوں میں نص کر چکے ہیں۔

**قولِ ابوشامہ بچند وجوہ باطل ہے** پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ قول حدیث بخاری کے خلاف ہے۔ اسلئے کہ حدیث مذکورہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ زید نے چند چیزوں سے قرآن جمع کیا تھا منجملہ ان کے صحابہ کے حفظ سے بھی لیا تھا۔ مگر ابوشامہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ صحابہ کی غرض یہ تھی۔ کہ صرف اُسی مصحف کی نقل لی جائے۔ جو عہدِ نبوی صلعم میں لکھا گیا تھا۔ اب بتایئے کہ قول ابوشامہ حدیث بخاری کے مقابلہ میں غلط اور دروغ بے فروغ ثابت ہوا یا نہیں۔ دوسری وجہ ابوشامہ نے صحابہ پر کتنی بڑی جسارت کی ہے۔ کہ جس بات کی کہیں اصل نہیں ہے۔ وہ صحابہ کی طرف ان حضرت نے منسوب فرمائی ہے۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ابوشامہ کا یہ قول کہ فقط حفظ پر اکتفا نہ کی جاتی تھی۔ بلکہ لکھے ہوئے پر بنا ہوتی تھی۔ علامہ سیوطی کی تحقیق کے خلاف ہے۔ اسلئے کہ علامہ موصوف نے اتقان جلد ا

صفحہ ۶۰ میں عبدالرحمٰن بن حاطب کی روایت نقل کر کے فرمایا ہے:-

وھذا یدل علی ان زیدا لا یکتفی بمجرد وجدانہ مکتوبا حتی یشھد بہ من تلقاہ سماعاً مع کون زید کان یحفظ فکان یفعل ذالک مبالغۃ فی الاحتیاط۔

یہ روایت دلالت کرتی ہے۔ اس بات پر کہ زید صرف لکھی ہوئی آیت ملنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے۔ جبتک کہ گواہی نہ دیتا وہ شخص جس نے رسول اللہؐ سے اسکو سنا ہو۔ باوجودیکہ زید بھی قرآن حفظ کر رہے تھے۔ تاہم اُن کا یہ فعل احتیاط میں مبالغہ کے لئے تھا۔ میں کہتا ہوں۔ لیجئے مدیر صاحب این گل دیگر شگفت۔ نہ آپ سچے اور نہ ابوشامہ راست گو اور نہ ابن حجر کا قول صحیح کہ نہ صرف مکتوب پر بنا ہوتی تھی اور نہ فقط حفظ پر اکتفا کی جاتی تھی اور نہ صرف لکھی ہوئی آیتوں کی تلاش ہوتی تھی۔ اور نہ حفظ و کتابت پر شاہد گزرتے تھے بلکہ جمع قرآن کے وقت اس بات پر گواہیاں ہوتی تھیں کہ رسول اللہؐ سے یہ آیت یوں ہی سُنی ہے۔ اس طور سے قرآن عہد صدیق میں جمع ہوا۔ یہ کھلی ہوئی ناقابلِ انکار دلیل ہے۔ اس بات پر کہ رسول اللہؐ کے عہد میں ہرگز قرآن آپکے مذہب سے مجموع و مُرتّب نہیں ہوا تھا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ زید نے تو یہ فرمایا کہ مجھے برائت کی آیت خزیمہ انصاری کے سوا کہیں شاخوں میں نہ ملی اور نہ پتھروں میں ملی اور نہ حفظ صحابہ میں ملی اور ابوشامہ کہتے ہیں۔ زید نے فرمایا مجھے یہ آیت کہیں مکتوب نہیں ملی سبحان اللہ کیا یہی صداقت ہے۔ کہ زید کے قول کا مطلب اپنے دل سے تراش کے وہ بیان کیا جائے۔ جو ارشاد زید کے بالکل خلاف ہے۔

ناظرین میں نے لکھا تھا کہ عہد نبویؐ میں کوئی صحابی پورے قرآن کا حافظ نہ تھا۔ ورنہ جمع قرآن کے وقت زید کو یہ دشواریاں پیش نہ آتیں۔ کہ انہوں نے جمع قرآن کو پہاڑ کے اُٹھانے سے زیادہ ثقیل سمجھتا تھا۔ درحقیقت اگر ایک بھی حافظ ہوتا یا کل صحابہ یا بعض صحابہ بلکہ پورے قرآن کے حافظ ہوتے۔ تو بس انہی کے ذریعہ سے قرآن کی متعدد کاپیاں تیار کر لی جاتیں۔ مگر وہاں تو بدقسمتی سے ایک بھی پورا حافظ نہ تھا۔ بس میرے اس مضمون سے مدیر صاحب بے حد خفا ہوئے اور اپنی شرافت کا اظہار اور اپنی تہذیب و علمیت کا اعلان فرماتے ہوئے آپ نے کیسا مسکت جواب دیا ہے۔ کہ میں دم بخود ہو کے رہ گیا۔



**النجم** صحابہ کرام کی طرف انہی بدگمانیوں نے قرآن تمہارے ہاتھ سے چھین لیا جواب کبھی تم کو مل نہیں سکتا حتی یلج الجمل فی سم الخیاط۔ جنگ یمامہ میں جو چند ماہ بعد رسول اللہؐ سے ہوئی تھی: جو حفاظ قرآن شہید ہوئے۔ اُن کی تعداد ستر تھی اور زندہ لوگوں میں جسقدر تعداد حفاظ کی ہوگی۔ اُس کا اندازہ خدا کے سوا کون کر سکتا ہے۔ اگر یہ حفاظ عہد نبویؐ نہ تھے۔ تو جنگ یمامہ میں کہاں سے آگئے۔ کیا چھ سات ماہ میں حافظ ہو گئے تھے۔

**الاعجاز** صحابہ کرام کے متعلق جو آپکا مذہب کہلواتا ہے وہی ہم بھی کہتے ہیں۔ ہم لوگ بدگمانی پر لعنت کہتے ہیں۔ اے حضرت اگر بالفرض غاصبوں نے اب ہمارے ہاتھوں سے قرآن چھین بھی لیا تو ہم اُس کی زیارت سے مشرف تو ہو چکے لیکن آپکو اور آپ کے کل فرقہ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو کبھی قرآن کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اسلئے کہ آپکا مذہب قرآن کو قدیم اور خدا کی صفتِ ذاتیہ مانتا ہے۔ پھر بتایئے صفت اپنے موصوف سے جُدا ہو کر آپکے پاس کیسے آسکتی تھی! اور ایک قدیم چیز حادث کیونکر ہو سکتی تھی۔ اب سمجھے کہ آپ لوگ قرآن سے اور ایمان بالقرآن سے محروم ہیں۔ اور تا ابد محروم رہیں گے۔ اب بولو آیہ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط تمہارے لئے ہے یا مؤمنین بالقرآن کیلئے۔ بندۂ خدا جواب لکھتے وقت کچھ تو انجام بینی اور عقل و انسانیت سے کام لینا چاہیئے۔

ہاں جناب اگر آپ سچے ہیں کہ جو ستر صحابہ جنگ یمامہ میں کام آئے اُن کیلئے اپنی کسی روایت میں لفظ حفاظ دکھایئے۔ پھر یہ بھی ثبوت دیجئے گا کہ یہ حضرات اوّل سے آخر تک پورے قرآن کے حافظ تھے۔ چرب زبانی اور موٹے موٹے حرف لکھنے سے کام نہ چلیگا۔ زندہ لوگوں میں حفاظ کی جتنی تعداد ہوگی یہ کلام آپکا محض توہم اور خیال پر مبنی ہے۔ حضرت صرف ہوگا ہوگی سے کام نہ لیجئے۔ ایسے احتمالاتِ رکیکہ کو میدانِ مناظرہ میں پیش نہ کیجئے۔ بلکہ باقاعدہ نص صحیح و صریح کو سامنے لایئے اور زندوں میں مُردوں میں کوئی ایک ہی پورے قرآن کا حافظ عہد صدیق میں بوقت جمع قرآن اپنے مذہب سے دکھایئے تو ناظرین سمجھیں گے کہ آپ کا مذہب بھی کچھ جان رکھتا ہے۔

سُنئے حضرت عہد نبویؐ میں پورے قرآن کا حافظ ملنا ناممکن ہے۔ اسلئے کہ جبتک پورے قرآن کا نزول ختم نہیں ہوا تھا۔ اُس وقت تک پورے حافظ کا محال ہونا ظاہر ہے اور جب نزول قرآن بند ہو گیا۔ تو آپ کے مذہبی علماء کی تصریح کے مطابق (خواہ وہ صحیح ہے یا غلط) فسخ تلاوت کا انتظار

رہا۔ اور اس انتظار کا سلسلہ حضور سید عالم صلعم کی وفات پر ختم ہوا۔ اب بتایئے کہ صحابہ نے کس وقت عہدِ نبوی میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ دیکھو علمی مسئلہ کا حل یوں کرنا چاہیئے۔ نہ کہ بدزبانی سے کام لیا جائے اور دھوکہ پر دھوکہ دیا جائے۔ الغرض عہدِ نبوی صلعم میں نہ کوئی ایک صحابی پورے قرآن کا حافظ تھا اور نہ قرآن کے حصے تقسیم کر کے چند صحابہ نے پورا قرآن یاد فرمایا تھا اور نہ جنگ یمامہ میں پورے قرآن کے حفاظ مارے گئے۔ یہ آپ کی عقلمندی ہے کہ نیم حافظوں کو پورا حافظ دکھاتے ہیں۔ سنیئے نیم مُلا خطرۂ ایمان۔ نیم حکیم خطرۂ جان اب ایک اور اضافہ کر لیجیئے۔ نیم حافظ خطرۂ قرآن ✦

## شکوری روایات میں پورے حافظِ قرآن کی تفتیش

پورے حافظ کا معیار ہم لکھ چکے کہ عہدِ نبوی صلعم میں پورے حافظ کا ملنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اب ہم شکوری مذہب کی روایات میں پورے حافظ کو تلاش کرتے ہیں۔ ناظرین بغور ملاحظہ فرمائیں ✦

علامہ سیوطی نے اتقان جلد ۱ صفحہ ۷۳ میں بیسویں نوع لکھنی شروع کی ہے۔ جس میں حفاظ و رواۃ قرآن کا تذکرہ فرمایا ہے۔ سب سے پہلے بروایتِ بخاری ایک حدیث لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ نے اپنے چار صحابہ سے اخذ قرآن کا حکم دیا یعنی عبداللہ بن مسعود۔ سالم۔ معاذ۔ ابی بن کعب (مصحفِ عثمانی کے اخذ کا حکم نہیں دیا گیا ہے) پھر جنگ بیر معونہ میں جو ستر صحابہ قتل ہوئے اُن کیلئے لفظ قراء حدیث میں آیا ہے (لیکن قرار کو بمعنے حفاظ مُراد لینا قطعاً غلط ہے۔ اسلئے کہ قراء میں جناب عثمان کا نام بھی ہے مگر آپ ہرگز حافظ قرآن نہ تھے) پھر قتادہ کی حدیث لکھی ہے وہ یہ ہے:-

روی البخاری ایضًا عن قتادۃ قال سئلت انس بن مالک من جمع القران علی عھد رسول اللہ صلعم فقال اربعۃ کلھم من الانصار ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت وابوزید قلت من ابوزید قال احد عمومتی ✦

بخاری نے قتادہ سے روایت کی ہے اُسنے کہا میں نے انس بن مالک سے پوچھا۔ رسول اللہ صلعم کے عہد میں کس نے قرآن جمع کیا تھا۔ فرمایا چار شخصوں نے وہ سب انصار میں سے ہیں یعنی ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ ابوزید۔ میں نے کہا ابوزید کون ہے۔ فرمایا میرے اعمام میں سے میرا ایک چچا ہے ✦

وروی ایضًا من طریق ثابت عن انس قال مات النبی صلعم ولم یجمع القران غیر اربعۃ



ابوالدرداء و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابوزید ✦ نیز بخاری نے بطریق ثابت انس سے روایت کی ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے وفات پائی درآنحالیکہ چار صحابہ کے سوا کسی نے قرآن جمع نہیں کیا تھا یعنی ابوالدرداء۔ معاذ۔ زید۔ ابوزید ✦

ان دونوں حدیثوں میں حفاظ کا تذکرہ نہیں ہے۔ بلکہ فی الجملہ اختلاف کیساتھ چار صحابی جامع القرآن بتائے گئے ہیں۔ ہم آگے چلکر اسی اتقان سے ثابت کریں گے۔ کہ جامع القرآن سے مُراد حافظ قرآن نہیں ہو سکتا۔ پھر علامہ سیوطی فرماتے ہیں:-

وفیہ مخالفۃ لحدیث قتادۃ من وجھین احدھما التصریح بصیغۃ الحصر فی الاربعۃ والاخر ذکر ابی الدرداء بدل ابی بن کعب وقد استنکر جماعۃ من الائمۃ الحصر فی الاربعۃ ✦

ثابت کی روایت حدیث قتادہ کی دو وجہوں سے مخالف ہے۔ اوّل یہ کہ اس روایت میں بصیغۂ حصر کیساتھ چار صحابہ کی تصریح ہوئی ہے۔ دوم یہ کہ ابی بن کعب کی جگہ ابوالدرداء کا نام ہے اور آئمہ کی ایک جماعت نے ان چار صحابہ میں حصر کا انکار فرمایا ہے ✦

قال المازری لا یلزم من قول انس لم یجمعہ غیرھم ان یکون الواقع فی نفس الامر کذالک لان التقدیر انہ لا یعلم ان سواھم جمعہ والا فکیف الاحاطۃ بذالک مع کثرۃ الصحابۃ وتفرقھم فی البلاد وھذا لا یتم الا ان کان لقی کل واحد منھم علی انفرادہ واخبرہ عن نفسہ انہ لم یکمل لہ جمع فی عھد النبی صلعم وھذا فی غایۃ البعد فی العادۃ واذا کان المرجع الی ما فی علمہ لم یلزم ان یکون الواقع کذالک ✦

مازری نے فرمایا قول انس لم یجمعہ غیرھم سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ واقع میں ایسا ہی ہے۔ کہ ان چار کے سوا کسی نے قرآن جمع نہیں کیا تھا۔ اسلئے کہ مفروض ہو سکتی ہے یہ بات کہ انس کو ان چار کے سوا اور کسی کے جمع کرنے کا علم نہ ہوا ہو ورنہ پس چار میں اس کا کیونکر انحصار ہو سکتا ہے درآنحالیکہ صحابہ بکثرت تھے۔ اور وہ بستیوں میں متفرق تھے۔ یہ حصر اُسی وقت صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ انس ہر صحابی سے جدا جدا ملے ہوں اور ہر ایک نے اُن کو اپنے کامل قرآن کے عہدِ نبوی صلعم میں جمع نہ کرنے کی خبر دی ہو۔ حالانکہ اس طریقہ سے ہر ایک صحابی سے انس کا معلوم کرنا عادتاً بعید ہے۔ اور جبکہ حصر مذکور کا مرجع علم انس ٹھیرا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے۔ کہ واقع میں بھی جامع القرآن

صرف چار ہی صحابہ ہوں ۔

میں کہتا ہوں کہ انس بن مالک صحابی کی خبر اُن کے علم پر مبنی ہے جس سے صرف چار صحابہ کا عہدِ نبوی ؐ میں جامع القرآن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اب رہے مازری صاحب تو اُن کا استبعاد اُن کے فرض پر مبنی ہے۔ جو یقین کے مقابلہ میں کارآمد نہیں ہے۔ کہ یقین کو یقین ہی باطل کر سکتا ہے۔ یقین کا ازالہ شک اور توہم سے نہیں ہو سکتا ہے۔ ہاں جس طرح انس نے علم و یقین کیساتھ چار شخصوں میں جامع القرآن کو منحصر کیا ہے۔ اسی طرح کسی دوسرے صحابی کی حدیث دکھائی جائے جس نے اپنے علم و یقین کیساتھ اس سے زیادہ صحابہ کا جامعین قرآن ہونا بیان کیا ہو۔ مگر ایسی حدیث مازری صاحب کے امکان سے خارج ہے۔ اب رہا احتمالِ عقلی تو کل صحابہ میں سے ہر شخص جامع القرآن مفروض ہو سکتا ہے۔ مگر یہ فرضِ تقدیری مقام احتجاج میں مفید نہ ہوگا۔ اور نہ اس سے علمی مسئلہ حل ہو سکتا ہے اس کے علاوہ ہم تو یہ کہتے ہیں۔ کہ عہدِ نبوی ؐ میں کل قرآن کا جمع ہونا ممکن ہی نہ تھا۔ مگر یہ کہ جن آیات کو تم لوگ منسوخ التلاوۃ کہتے ہو وہ بھی قرآن میں لکھی گئی ہوں۔ لہٰذا ایسے قرآن اگر چار نہیں چار سو بھی جمع ہوئے ہوں گے۔ تو سب بیکار تھے جبکہ رسول اللہ ؐ کی آخری حیات تک نسخِ تلاوت کا انتظار بنایا جاتا ہے۔ تو عہدِ حضرت نبوی ؐ کا کوئی قرآن جمع کیا ہوا آیاتِ منسوخہ سے خالی نہیں ہو سکتا پھر ایسے قرآنوں سے مازری صاحب یا اُن کے اتباع کونسا فائدہ اُٹھائیں گے۔ درحقیقت اگر عہدِ نبوی ؐ میں کوئی ایک بھی ایسا قرآن جمع کیا ہوا ہوتا۔ جو آیاتِ منسوخہ سے خالی ہوتا۔ تو حضرت عمر کو صحابہ کے قتل سے قرآن کے ضائع جانے کا اندیشہ ہی کیوں ہوتا۔ اور زید بن ثابت جمع قرآن کے معاملہ کو پہاڑ اُٹھانے سے زیادہ کیوں دشوار سمجھتے۔ اور متفرق چیزوں اور صدورِ صحابہ سے تلاش کر کے کیوں جمع کرتے میں اس وقت مقامِ تحقیق میں ہوں میں ہرگز انس وغیرہ کی بات کو نہ مانوں گا میں تو شکوری مذہب سے یہی کہوں گا۔ کہ جناب رسول اللہ ؐ کے عہد میں آپ ؐ کے حکم سے قرآن جمع ہوا ہی نہ تھا۔ نہ بغیر آیاتِ منسوخہ کے جمع ہوا تھا۔ اور نہ آیاتِ منسوخہ کے ساتھ جمع ہوا تھا۔ کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ جب حضرت عمر نے صحابہ قرار کے قتل سے ضیاع قرآن کا اندیشہ کر کے جمع قرآن کا مرحلہ حضرت صدیق کے سامنے پیش کیا تھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا کیف نفعل مالم یفعلہ رسول اللہ ؐ یعنی ہم ایسا کام کیسے کریں جو رسول اللہ ؐ نے نہیں کیا ہے۔ یہ شکوری صدیق کا کلام ہے۔ کیا مجال کسی کی کہ جو اسے جھٹلا سکے۔ پھر جب صدیق بدقت



تمام راضی ہو گئے تو زید بن ثابت کو بلا کر جمع قرآن کی خدمت اُن کے سپرد کرنی چاہی۔ تو زید کے منہ سے بھی یہی کلمہ نکلا۔ کیف تفعلان مالم یفعلہ رسول اللہ ؐ تم دونوں کیونکر ایسا کام کرتے ہو۔ جو رسول اللہ ؐ نے نہیں کیا ہے۔ واعجباہ جب ایسی کھلی ہوئی دلیل شکوری مذہب میں بخاری کی روایت سے موجود ہے۔ تو اب کیوں شور مچایا جاتا ہے کہ رسول اللہ ؐ کے عہد میں چار صحابہ نے قرآن جمع کیا تھا۔ مازری کہتے ہیں۔ نہیں بلکہ سینکڑوں نے جمع کیا ہوگا۔ اجی حضرت چار نے جمع کیا ہو تو اور چار ہزار نے جمع کیا ہو۔ تو سب یکساں ہے۔ اوّل تو یہ خبر ہی قابلِ اعتماد نہیں۔ ثانیاً اگر بالفرض انس کی روایت ہم مان بھی لیں۔ تو یہ تمام مصاحف بغیر اذن رسول ؐ جمع ہوئے ہوں گے۔ جو ہرگز قابلِ اعتبار نہ تھے۔ جبھی تو مدیر النجم نے لکھا ہے۔ یہ تمام مصاحف موجبِ ضلالت تھے۔ اسی وجہ سے جناب عثمان نے اُن سب کو آگ میں جھونک دیا۔ مدیر النجم شاباش۔ واللہ بات تو مزہ کی نکالی ہے۔ مگر وہ تمام صحابہ کرام آپکے فتوے سے گمراہ قرار پا گئے۔ جن کے یہ شکوری ضلالت مآب مصاحف تھے حضرت عثمان تو قرآن سوزی کی طعن سے بچ گئے۔ اور خوب بچے۔ مگر آپ کی زد میں تمام صحابہ بلا استثناء آ گئے۔ حتّٰی کہ شیخین بھی نہ بچے کہ اُن کے لکھوائے صحف بھی نذرِ آتش کئے گئے تھے۔ اچھا ہوا پاپ کٹا روگ گیا۔ گمراہی کی چیزیں دُنیا سے مٹ گئیں۔

ہم فیض الباری پ ۲۰ ص ۲۱۴ سے حوالہ دے چکے ہیں۔ کہ عبداللہ بن عمر سے جناب عمر کے صحیفے لے کر مروان نے آگ میں جلائے تھے ۔ لہٰذا اس حوالہ کے بعد ہم پر جرم کذب نہ قائم کیا جائے۔ ورنہ یہ سب کتابیں بھی آگ میں جھونک دی جائیں۔ پھر مطاعن کا دروازہ بالکل چوپٹ ہو جائے گا ۔

قال وقد تمسک بقول انس ھذا جماعۃ من الملاحدۃ ولا متمسک لھم فیہ فانا لا نسلم حملہ علی ظاہرہ سلمناہ ولکن من این لھم الواقع فی نفس الامر کذالک سلمناہ لکن لا یلزم من کون کل من الجم الغفیر لم یحفظہ کلہ ان لا یکون حفظ مجموعہ الجم الغفیر ولیس من شرط التواتر ان یحفظ کل فرد جمیعہ بل اذا حفظ الکل الکل ولو علی التوزیع لکفی ۔

مازری نے فرمایا اور انس کے اس قول سے ملاحدہ کی ایک جماعت نے تمسک کیا ہے حالانکہ اُن کے لئے تو اس موقع میں تمسک کی وجہ نہیں ہے۔ کہ ہم قولِ انس کا ظاہر پر محمول ہونا تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ اچھا اسے بھی ہم نے مانا۔ تو انہیں کہاں سے علم ہوا کہ واقع میں ایسا ہی ہے۔ اچھا اسے بھی ہم نے تسلیم کیا لیکن یہ لازم نہیں ہے کہ اگر جماعتِ کثیرہ میں سے ہر ایک نے پورا قرآن حفظ نہیں کیا۔ تو کل صحابہ

نے ملکر بھی پورا قرآن یاد نہ کیا تھا اور تواتر کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ ہر ایک صحابی نے پورا قرآن یاد کیا ہو۔ بلکہ اگر تمام صحابہ نے حصّہ بانٹ کر کے پورا حفظ کر لیا ہو تو یہ (قرآنی) تواتر کیلئے کافی ہے +

مَیں کہتا ہوں حدیثِ انس سے بعض ملاحدہ کا قرآن کے چار حافظ سمجھنا کھُلی ہوئی غلطی ہے چہ جائیکہ چار کے عدد کو تواتر کے لئے کافی سمجھا جائے۔ کہ حدیث مذکور میں لفظِ جمع استعمال کیا گیا ہے۔ لفظ جمع بمعنی حفظ اگر کسی لغت میں یا استعمالاتِ عرب میں دِکھایا جائے۔ تو یہ مسئلہ قابلِ غور ہو جائیگا۔ لیکن ثبوتِ بیّن سے پہلے جمع قرآن سے اُس کا پورا پورا اوّل سے آخر تک یاد کر لینا مُراد لیا جائے۔ تو یہ ایک بے اصل بات ہوگی۔ جو مقامِ احتجاج میں پیش کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اور خوب یاد رہے۔ کہ یہ امر قطعاً محال ہے۔ کہ کسی نصِ صریح میں یہ دِکھایا جائے کہ اِن چاروں شخصوں نے یا مازری کے من سمجھونہ کی بنا پر کل صحابہ نے حصّہ رسد عہدِ نبوی ص میں پورا قرآن یاد کر لیا تھا۔ ہم اِس مسئلہ کو خوب واضح کر چکے ہیں۔ کہ اگر ایک یا چند صحابہ بوقتِ جمع قرآن پورے قرآن کے حافظ عہدِ صدیق میں موجود ہوتے۔ تو ہرگز زید کو جمع قرآن میں دِقت نہ ہوتی۔ اور نہ حضرت عمر اور زید کو بابِ مسجدِ نبوی پر بیٹھ کر ہر آیندہ اور روندہ سے قرآنی آیات دو صحابہ کی گواہی سے لینے کی ضرورت ہوتی۔ اور نہ آیۂ برائت کی تلاش میں کوشش کرنے کی حاجت پڑتی۔ یہ سب باتیں روزِ روشن کی طرح شکوری مذہب میں آشکار ہیں۔ اب لاکھ مازری صاحب زور لگائیں۔ تو عہدِ نبوی ص میں قرآنی تواتر بلکہ جمع عثمانی سے پہلے اور بعد ایک قرآن پر تمام صحابہ کا اتفاق قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے +

اَب لاکھ مولوی عبد الشکور صاحب کانوں میں اُنگلیاں دیکر آواز لگائیں مگر عہدِ نبوی ص میں پورے قرآن کا حافظ خصوصاً ترتیب عثمانی کے مطابق حافظ اپنے مذہب سے پیش نہیں کر سکتے +

اتقان جلد ا صلہ ۷۲ میں ہے:۔ عن محمد بن سیرین قال مات ابوبکر ولم یجمع القران وقتل عمر ولم یجمع القران قال ابن اشتة یعنی لم یقرء جمیع القران حفظا وقال بعضھم ھو جمع المصاحف +

محمد بن سیرین سے روایت ہے۔ اُس نے کہا جناب ابوبکر مر گئے اور قرآن اُنہوں نے جمع نہیں کیا عمر صاحب قتل ہو گئے اور قرآن اُنہوں نے بھی جمع نہیں کیا۔ ابن اشتہ نے فرمایا۔ یعنی پورا قرآن حفظ سے نہیں پڑھا۔ اور بعض نے کہا ہے۔ جمع قرآن سے مصاحف کا جمع کرنا مُراد ہے +

مَیں کہتا ہوں یہی قول اخیر صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کہ محمد بن سیرین نے صرف شیخین سے جمع قرآن



کی نفی کی ہے۔ اور پورا قرآن تو ان تینوں میں سے کسی ایک کو بھی حفظ نہ تھا اور کل صحابہ اِس سے واقف تھے۔ تابعین بھی اس کو جانتے تھے۔ ورنہ اگر ذرا سی بھی مشتبہ بات ہوتی۔ تو کسی نہ کسی روایت میں اِس فضیلت کا سہرا ضرور ان حضرات کے سروں پر دکھائی دیتا جناب عمر نے بارہ سال میں سورۂ بقر حفظ فرمائی تھی تو خوشی میں آ کر ایک اونٹ ولیمہ میں کھلایا تھا (شرح نہج البلاغہ معتزلی)

ہاں حضرت اوّل و ثانی کا جامع القرآن ہونا مشہور ہو چکا تھا لیکن پھر یہ بات مشتبہ ہو گئی تھی۔ کہ آیا ان دونوں بزرگواروں نے اپنے اپنے عہد میں پورا قرآن جمع کیا تھا یا ادھورا۔ تو اِس اشتباہ کو ابن سیرین تابعی نے دفع کر کے معاملہ صاف کر دیا +

**النجم** سورۂ حفد و خلع کا منسوخ[۱] ہونا بھی روایات[۲] میں صراحتہً مذکور ہے۔ دیکھو[۳] النجم کا مناظرۂ اوّل چونکہ یہ دونوں سورے قنوتِ وتر میں پڑھے جاتے تھے۔ اِس لئے حضرت[۱] اُبی بن کعب نے بطور یادداشت کے ان دونوں کو لکھ لیا تھا نہ بطورِ قرأت[۲] کے ورنہ حضرت اُبی بن کعب جن لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے یہ سورے بھی پڑھاتے۔ قراء سبعہ کی[۴] متواتر سندوں سے جو قرآن منقول ہے۔ وہ ہی قرآن ہے۔ نہ اُس میں سورۂ حفد ہے اور نہ خلع ہے +

**الاعجاز** [۱] حفد و خلع کا جزءِ قرآن ہونا آپ نے تسلیم کر لیا۔ جبھی تو آپ نے ان دونوں کے نسخ کا دعوےٰ کیا ہے۔ لہٰذا جب تک آپ نصِ قطعی سے یعنی رسول[۲] اللہ کی حدیثِ متواتر سے ان دونوں کا منسوخ ہونا ثابت نہ کریں گے آپ کا دعوےٰ لغو رہیگا۔ اور قرآن موجود میں ان دونوں کا نہ ہونا اُس کی تحریف کا مثبت ہوگا۔ اوّل تو ان دونوں کے نسخ کا تذکرہ کسی روایت میں نہیں دیکھا گیا۔ اور اگر بالفرض کوئی روایت ہوتی۔ تو اُسے آپ ضرور پیش کرتے اور النجم کے مناظرۂ اوّل کا حوالہ نہ دیتے۔ کیا صرف ایک روایت لکھنے میں کوئی پہاڑ ڈھونا پڑتا۔ کہ دعویٰ بے دلیل رکھا۔ ہاں اِس میں ایک تاجرانہ پیچ ضرور ہے۔ کہ اِس طور سے مضمون ناقص رکھنے میں ناظرین النجم کا شوق بڑھیگا۔ وہ روایت دیکھنے کے لئے مناظرۂ اوّل ضرور خریدیں گے۔ پس رسالہ کی بکری خوب ہوگی۔ لیکن یاد رہے کہ اَب دُنیا آپ کی حرفتوں سے خوب واقف ہو گئی ہے۔ بچّہ بچّہ آپ کی چالاکیوں سے واقف ہو چلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ النجم کے خریدار اتنے گھٹ گئے۔ کہ ابھی چھ ماہ تک النجم روپوش رہا تھا۔ دُنیا کے دکھانے کے لئے ہم سے کہتے ہو دیکھو النجم کا مناظرۂ اوّل۔ لیکن اُس وقت کیا ہو گیا تھا۔ جب ہم نے تنبیہ الحائرین تم سے بقیمت

مانگی. اور دونی قیمت تمہارے پاس بھیجی تھی. مگر تم نے شیر کے پنجہ میں شکار دینے سے قطعاً انکار کر دیا. اور اُس وقت کیا ہو گیا تھا جب ہم نے النجم کی تیسری جلد سال ختم ہونے کے بعد نصف قیمت پر تم سے طلب کی مگر تم نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ پانچ روپیہ سے کم نہ لیں گے. پھر میں نے چار روپیے بھیجے کہ لیجیے یہ اصلی قیمت حاضر ہے. مگر آپ نے جواب دیا کہ ختم سال کے بعد میرے یہاں ہر جلد سابق پانچ روپیہ میں فروخت ہوتی ہے. آخر تم کو مجھ سے اندیشہ تھا. لہذا میرے ہاتھ نہ تم نے تنبیہ الحائرین فروخت کی. اور نہ النجم کی جلد سوم بیچی میں جانتا ہوں کہ تم ان دونوں باتوں کا انکار کر و گے. مگر جو حضرات درمیانی واسطہ تھے وہ جھوٹے پر لعنت کریں گے۔

ع۴ بالکل غلط ہے کہ حضرت ابی نے ان دونوں کو بطور یادداشت رکھا تھا. یہ آپکا محض توہم ہے. ورنہ کلامِ ابی میں اس کی تصریح دکھائیے. اگر یادداشت سے مقصود ہوتی. تو مصحف کے علاوہ کسی اور کاغذ وغیرہ میں لکھ لیتے. پس قرآن میں لکھنا دلیلِ قرآنیت ہے. اور علمائے سابقین نے ان دونوں سوروں کو مصحفِ ابی کا جزو ہی قرار دیا ہے. دیکھو اتقان جلد ا صـ۶۷ نقل جماعۃ عن مصحف ابی انہ ست عشر سورۃ والصواب انہ خمس عشر سورۃ الفیل ولایلاف فیہ سورۃ واحدۃ۔

علما کی ایک جماعت نے مصحفِ ابی کے متعلق نقل کیا ہے کہ وہ ایک سو سولہ سورت ہے اور حق یہ ہے وہ ایک سو پندرہ سورت ہے کہ اُس میں الفیل اور لایلاف ایک سورت ہے۔

مَیں کہتا ہوں کہ قرآن موجود میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں. سورۂ فیل اور لایلاف کو دو الگ الگ سمجھتے ہوئے سورۂ حفد اور سورہ خلع کو اور ملایئے. تو مصحفِ ابی کا مجموعہ ایک سو سولہ سوروں کا جماعت اہلسنّت کے نزدیک پورا ہو جائے گا. مگر علامہ سیوطی کی تحقیق کی بنا پر فیل و قریش کو ایک مانکر دونوں مذکورہ سورے اور بڑھائیے تب ایک سو پندرہ کا عدد پورا ہوگا. بہر طور دونوں قولوں کے لحاظ سے حفد و خلع مصحف ابی کے جزو قرار پاتے ہیں. اور آپ کہتے ہیں کہ یہ دونوں سورے ابی نے بطور یادداشت کے لکھے تھے. اب بتایئے ہم آپ کی بے دلیل بات کو سچا سمجھیں یا آپ کے اکابر کے قول کو. اور سنیئے:۔

واخرج محمد بن نصر المروزی فی کتاب الصلوٰۃ عن ابی بن کعب انہ کان یقنت بالسورتین فذکرھما وانہ کان یکتبھما فی مصحفہ۔

محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ آپ ان دونوں کو قنوت میں پڑھتے تھے. پھر محمد نے اُن دونوں کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ ابی ان دونوں کو اپنے قرآن میں لکھتے تھے۔



مَیں کہتا ہوں کہ اہلسنّت کی جماعت علما اور تحقیق سیوطی اور روایت مروزی میں تصریح کیسی وہم بھی نہیں ہو سکتا. کہ حضرت ابی نے ان دونوں کو اپنے مصحف میں بطور یادداشت لکھا تھا. الغرض ان حضرات کے مقابلہ میں آپکا توہم بالکل لغو ہے۔

ع۵ کیا آپ نے کسی روایت میں دیکھا ہے کہ حضرت ابی قرآن پڑھاتے وقت ان دونوں سوروں کی تعلیم نہ دیتے تھے. لایئے وہ روایت لایئے تاکہ آپ کے کلام کی صداقت ظاہر ہو. ورنہ محض توہم پر بنا کر کے اٹکل پر غلہ لگانا عقلمندی سے دور ہے. اب ہم سے سُنیئے کہ حضرت ابی یہ دونوں سورے اپنے شاگردوں کو ضرور پڑھایا کرتے تھے. اسلیئے کہ آپکے تلامذہ میں سے سب سے بہتر شاگرد حضرت ابن عباس تھے. اُن کے مصحف میں یہ دونوں سورے موجود تھے. پس اگر ابی نے نہیں پڑھائے تھے. تو بتاؤ کہ ابن عباس نے کہاں سے ان دونوں کو اپنے مصحف میں درج کر لیا تھا. بہر طور ابن عباس کے مصحف میں ان دونوں کا ہونا ان دونوں کے قرآن ہونے کی دلیلِ بیّن ہے. ملاحظہ ہو اتقان جلد ا صـ۶۷

قال فی مصحف ابن عباس قرأۃ ابی وابی موسیٰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللھم انا نستعینک الخ

عبدالرحمٰن نے فرمایا ابن عباس کے مصحف میں ابی بن کعب اور ابوموسےٰ کی قرأت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللھم انا نستعینک الخ

ع۶ قرا سبعہ کی قرأتوں کا متواتر ہونا خود محلِ کلام ہے. انشاء اللہ مصحف ابن مسعود کے ذیل میں ان کے تواتر کی قلعی کھولی جائے گی. تاہم آپ کو ان کی سندوں پر بڑا ناز ہے. ہر جگہ جا اور بیجا ان سندوں کو آپ پیش کیا کرتے ہیں. حالانکہ اگر آپ تعصب اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لیں اور صداقت کیساتھ علمی مناظرہ میں قدم رکھیں. تو ان سندوں سے اگرچہ متواتر بھی ہوں آپ کا مطلب پورا نہ ہوگا. اس لئے کہ ساتوں قاری اُس زمانہ میں ہوئے ہیں. کہ جب محرف مصحفِ عثمانی کی نقلیں دُنیا میں پھیل چکی تھیں. اور ابی بن کعب وغیرہ کے مصاحف دُنیا سے معدوم ہو چکے تھے. پھر بتایئے کہ ابی کے شاگرد اپنے تلامذہ کو ابی کا مصحف کیسے پڑھاتے. ہاں اُن میں سے بعض نے تعلیم تو اسی محرف مصحفِ عثمانی کی دی تھی لیکن اپنے اُستاد کے مصحف کی یاد بھی تازہ کرتے رہے جن کے گہرے نقش اب تک آپ کی الواحِ کتب میں ابھرے ہوئے موجود ہیں۔

ع۷ قرا سبعہ کی سندوں میں ہرگز کہیں یہ تصریح نہیں ہے کہ مصحف ابی بعینہ مصحفِ عثمانی

ہے۔ اس کے علاوہ آپ مصحف ابی بن کعب کو قراء سبعہ کے پاس کہاں پاسکتے ہیں۔ کہ اُن کے پاس یہی محرف مصحف تھا۔ ہاں ابی کے خاص شاگردوں سے دریافت کیجئے۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ مصحفِ ابی میں سورہ حفد و خلع دونوں بیشک موجود تھے۔ ابنِ عباس کے مصحف کا حال ہم لکھ چکے۔ اب آبی کے دوسرے شاگرد محمد بن سیرین کی روایت وگواہی اتقان جلد ۱ صفحہ ۶۷ میں دیکھئے۔ اور سورہ حفد و خلع کی قرائت ملاحظہ فرمایئے :۔ عن ابن سیرین قال کتب ابی بن کعب فی مصحف فاتحۃ الکتاب المعوذتین واللھم انا نستعینک واللھم انا نعبدک وترکھن ابن مسعود وکتب عثمان منھن فاتحۃ الکتاب والمعوذتین ۔

ابن سیرین سے روایت ہے۔ اُس نے کہا کہ حضرت ابی نے اپنے مصحف میں فاتحۃ الکتاب اور معوذتین اور سورہ حفد و خلع بھی لکھی تھیں۔ اور ابنِ مسعود نے ان سب کو چھوڑ دیا۔ اور عثمان نے اُن میں سے فاتحۃ الکتاب اور معوذتین کو لکھ لیا ۔

**النجم** آنحضرتؐ نے ابی کے قرآن کو واجب التمسک بنایا تھا آپکا مضمون طبعزاد ہے۔ یہ مضمون کسی حدیث میں نہیں ہے۔ اور عند التحقیق ابی کا قرآن ہمارے قرآن کے علاوہ نہیں ہے ۔

**الاعجاز** بیشک وہ مضمون میرا ہی ہے لیکن حدیث نبویؐ سے ماخوذ ہے۔ اچھا آپ ہی بتلایئے کہیں آپ کی حدیث میں آیا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے قرآن کو واجب التمسک بنایا تھا یا نہیں پس اگر آنحضرتؐ نے قرآن کو واجب التمسک بنایا ہے تو ہر ایک قرآن واجب التمسک ہے خواہ بصورت مصحف ابی یا بصورت مصحف عثمانی ہو یا بصورت مصحف ابن مسعود ہو۔ اور اگر رسول اللہؐ نے آپ کے نزدیک قرآن کو واجب التمسک نہیں بنایا ہے۔ تو اَب آپ مصحفِ عثمانی کو بھی واجب التمسک نہیں کہہ سکتے ہیں۔ چونکہ آپ نے میرے مضمونِ حدیث کا مضحکہ اُڑایا ہے۔ لہٰذا اس کی سزا یہ ہے کہ یا مصحفِ ابی کو تم بھی واجب التمسک مانو یا قرآن کے واجب التمسک ہونے سے بالکلیہ ہاتھ اُٹھاؤ اور حدیثِ ثقلین کے منکر ہو جاؤ۔ قول جناب عمر حسبنا کتاب اللہ کا استخفاف کرو۔

اعوذ باللہ من سوء الکلمتی ۔

آپکی تحقیق بالکل غلط ہے یہ تحقیق نہیں ہے بلکہ ایک فرضی توہم ہے جسکی اصلیت کچھ بھی نہیں ہے ۔

**قرآن موجود میں غلطیاں** ناظرین میں نے لکھا تھا۔ کہ بقول جناب عثمان اس قرآن موجود میں کچھ غلطیاں بھی ہیں (جو اس کے محرف ہونے پر دلالت کرتی ہیں) دیکھو تفسیر درمنشور جلد ۲ صفحہ ۲۴۶۔ اتقان جلد ۱ صفحہ ۱۸۲ وغیرہ۔ اسکا جواب مدیر صاحب نے جو کچھ دیا ہے مع رد ملاحظہ ہو ۔



**النجم** افسوس اس میں بھی آپ نے خیانت[ع۱] سے کام لیا ہے۔ خود تفسیر اتقان میں ان روایتوں کا غیر معتبر[ع۲] ہونا اچھی طرح ظاہر کر دیا گیا ہے۔ آپ نے اتقان کا حوالہ تو دیدیا۔ لیکن جرح کا ذکر بھی نہ کیا۔ دیکھئے صاحب اتقان ان روایات کو نقل کر کے فرماتے ہیں :۔ وقد اجاب العلماء عن ذالک بثلاثۃ اوجہ احدھا ان ذالک لا یصح عن عثمان فان اسنادہ ضعیف مضطرب منقطع ۔

علماء نے اس کا جواب تین طریقہ سے دیا ہے ایک طریقہ یہ ہے کہ حضرت عثمان سے ان روایتوں[ع۳] کا ثبوت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ سند اس کی ضعیف اور مضطرب اور منقطع ہے ۔

**الاعجاز** ع۱ ہم لوگ خائن سے بیزار ہیں، ہاں آپنے خیانت فرمائی ہے کہ تینوں جوابوں میں سے صرف ایک لکھا ہے۔ اور دو جوابوں کو پوشیدہ کر دیا ہے جس کی وجہ آگے آئے گی۔

ع۲ بالکل جھوٹ ہے کہ علامہ سیوطی نے تمام روایاتِ معہودہ کا غیر معتبر ہونا لکھا ہے۔ بلکہ اسی اتقان سے بعض روایاتِ معہودہ کے صحیح ہونے کا ثبوت ہم دیں گے۔ ع۳ یہ جرح اولاً کل روایات سے متعلق نہیں ہے۔ ثانیاً وہ خود بھی مجروح ہے۔ اس لئے ہم نے اسکا تذکرہ نہیں کیا۔ اور جبکہ آپ ہمارے مذہب کی صرف روایات لیکر تمسخر اور استہزاء اور اکاذیب کا پُل باندھ دیتے ہیں۔ اور ہمارے علماء کی جرح پر کان تک نہیں دھرتے اس پر ہمکو تم مجبور کرتے ہو۔ کہ ہم تمہارے مجہول الاسم علماء کی جرح مجروح کو دیکھیں۔ اور اگر ایسی پوچ اور لچر چیز کو نہ دیکھیں تو خائن کہلائیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیسی بیہودہ جسارت ہے میں بھی آج تمہارے مصنوعی مذہب کے بخیے جھاڑونگا۔ اور تمہاری خیانتِ مجرمانہ کے پردے چاک کرونگا۔ تاکہ مبحث تحریف کا چہرۂ داغدار تمہارے مذہب میں بالکل نمایاں ہو جائے۔ اَب ہم اتقان جلد ۱ صفحہ ۱۸۳ و ۱۸۴ سے وہ

ع۵ مدیر النجم نے اس جگہ بڑی تدلیس سے کام لیا ہے۔ کہ روایت کی جگہ روایتوں لکھ مارا ہے۔ اور دھوکا دینے کے لئے واحد کو جمع کی صورت میں دکھایا ہے۔ حالانکہ در اصل ایک ہی روایت ہے جس کو ضعیف مضطرب منقطع (یہاں مدیر صاحب نے دو جگہ لفظ اور کہا ہے یہ بھی آپ کی حرفت ہے) کہا گیا ہے۔ وہ صرف زبیر بن حریث کی روایت ہے۔ اسی سے علماء اہلسنت کا جواب متعلق ہے۔ کلمہ اسنادہ میں ضمیر واحد ہے جس کا مرجع ایک ہی روایت ہے۔ ورنہ مدیر النجم صاحب سوائے اس روایت کے دوسری روایت میں تینوں عیب یعنی ضعیف و اضطراب و انقطاع ثابت کر دیں۔ تو بے شک وہ خائن اور تلبیس کنندہ نہ کہلائیں گے ۔ اعجاز

روایات نقل کرتے ہیں جن کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے ۔

**پہلی روایت** قال ابو عبید فی فضائل القرآن حدثنا ابو معاویۃ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ قال سئلت عائشۃ عن لحن القرآن عن قولہ تعالیٰ والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ وعن قولہ تعالیٰ ان ھذان لساحران وعن قولہ تعالیٰ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون فقالت یا بن اختی ھذا عمل الکتاب اخطئوا فی الکتاب ۔

ابو عبید نے فضائل القرآن میں فرمایا ہے۔ ہم سے ابو معاویہ نے ہشام بن عروہ کی حدیث بیان کی بعروہ کہتے تھے میں نے حضرت عائشہ سے قرآنی غلطیوں کے متعلق سوال کیا یعنی قولِ خدائے تعالیٰ میں المقیمین کیوں ہے (بلکہ المقیمون ہونا چاہیئے) اور دوسرے قول میں ان ھٰذان کیوں ہے (بلکہ ان ھٰذین ہوتا) اور تیسرے قولِ باری عزاسمہ میں الصابئون کیوں ہے۔ (بلکہ الصابئین ہوتا) حضرت عائشہ نے فرمایا اے میرے بھانجے یہ عمل کاتبین کا ہے جنہوں نے لکھنے میں غلطی کی ہے ۔

سیوطی صاحب فرماتے ہیں ھذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین۔ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق یہ اسناد صحیح ہے ۔

مدیر صاحب دیکھیے ایک جھوٹ آپکا کھلگیا۔ کہ اتقان میں اس روایت کا صحیح ہونا تسلیم کر لیا گیا ہے۔ آگے کچھ اور ملاحظہ کیجیے گا۔ درحقیقت آپ کے مذہب سے قرآن موجود میں غلطیاں ثابت کرنے کے لئے صرف یہی ایک حدیث صحیح کافی ہے جس کا جواب نہ آج تک ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکیگا۔ ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے کہ مدیر النجم صاحب کہدیں۔ کہ جنابِ معظمہ نے جھوٹ بولا تھا مگر مجھے امید نہیں ہے کہ وہ اپنے مذہب کی صدیقہ عالمہ کو جھوٹا کہینگے۔ خیر جانے دیجئے جب معظمہ سچی ہیں۔ تو قرآن کو غلط سمجھئے ۔

**دوسری روایت** قال حدثنا حجاج عن ھارون بن موسیٰ اخبرنی الزبیر بن الحریث عن عکرمۃ۔ قال لما کتبت المصاحف عرضت علی عثمان فوجد فیھا حروفا من اللحن فقال لا تغیروھا فان العرب ستغیرھا او قال ستعربھا بالسنتھا۔ لو کان الکاتب من ثقیف والمملی من ھذیل لم توجد فیہ ھذہ الحروف ۔

ابو عبید نے فرمایا ہم سے حجاج نے ہارون بن موسیٰ کی حدیث بیان فرمائی۔ وہ کہتے تھے۔ مجھے زبیر بن حریث نے عکرمہ کی زبانی خبر دی ہے۔ اُس نے کہا جبکہ مصاحف مکتوب ہونے کے بعد جناب



عثمان کے سامنے پیش ہوئے۔ تو آپ نے اُن مصاحف میں کچھ غلطیاں پائیں۔ تو فرمایا انہیں نہ بدلنا کہ عرب ان کو ٹھیک کر لیں گے۔ یا فرمایا اپنی زبانوں میں ان کو بنا لیں گے۔ اگر کاتب ثقفی۔ اور املا بتانے والا ہذیلی ہوتا تو یہ غلطیاں اس میں نہ پائی جاتیں ۔

اس روایت کو ابن الانباری نے کتاب الرد علی من خالف مصحفِ عثمان میں اور ابن اشتہ نے المصاحف میں لکھا ہے۔ پھر ابن الانباری نے اس روایت کے مانند کو بطریق عبد الاعلی بن عبد اللہ بن عامر اور ابن اشتہ نے ابن معمر سے نقل کیا ہے ۔

**تیسری روایت** واخرج من طریق ابی بشر عن سعید بن جبیر انہ کان یقرء والمقیمین الصلوٰۃ ویقول ھو لحن من الکتاب ۔

نیز ابن الانباری نے بطریق ابو بشر سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ وہ تلاوت کرتے تھے والمقیمین الصلوٰۃ اور کہتے تھے یہ بات کہ قرآن میں کاتبوں سے یہ غلطی ہوئی ہے ۔

یہ روایات نقل کر کے ابن الانباری نے ان روایتوں پر خوب غصہ فرمایا ہے۔ مگر مدیر النجم نے اس جگہ تحریفِ باطل کا ارتکاب ناجائز کیا ہے۔ خدا کی لعنت ہو اس چوری اور سرزوری پر۔ واہ یہی عالم مذہب اور مناظر کی شان ہوتی ہے۔ کہ خیانت کر کے ادھر کی عبارت اُدھر کر دی ہے۔ جس کو ہم ابھی آگے بیان کرینگے الغرض علمائے اہلسنت کا یہ جواب لغو ہے۔ اس لئے کہ روایات کی سند کو بے وجہ ضعیف وغیرہ کہدینے سے روایات کالعدم نہیں ہو سکتی ہیں۔ بلکہ کہنے میں یہ بات آئے گی۔ کہ اہلسنت میں ایسے بھی اشخاص گزرے ہیں۔ جو حضرت عثمان کی زبانی قرآن میں غلطیوں کے معترف تھے۔ اور لطیفہ یہ ہے۔ کہ ابن الانباری نے عبد الاعلے کی ایک روایت پر غصہ فرمایا ہے۔ اور دوسری روایت جسے ہم آئندہ لکھیں گے ابن اشتہ نے بیان کی ہے۔ حالانکہ وہ بھی مقطوع الاسناد ہے ۔

بالفرض ان علمائے اہلسنت کا یہ جواب اگر رد کر سکتا ہے تو صرف زبیر بن حریث کی روایت کو جو بقول عکرمہ حضرت عثمان کی زبانی نقل کی گئی ہے۔ مگر اس جواب کو دیگر روایات سے اور حدیث ام المومنین سے کوئی ربط نہیں ہے۔ کہ اُس کی اسناد بھی صحیح ہے۔ اور مضطرب و منقطع بھی نہیں ہے۔ نیز علامہ سیوطی نے حدیثِ معظمہ کی صحت کو تسلیم کر لیا ہے۔ ہاں مدیر صاحب یہ تو بتایئے کہ آپ نے اپنے علما کے پہلے جواب کو ناقص کیوں نقل کیا ہے۔ اس سے تو کچھ دال میں کالا معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی یہ حرفت کوئی نئی بات نہیں ہے۔

مگر میں اِس جواب کے بقیہ کو نقل کرکے آپکی خیانت بالائے خیانت دکھاتا ہوں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

ولان عثمان جعل للناس اماما یقتدون وبہ فکیف یری فیہ لحنا ویترکہ لتقیمہ العرب بالسنتھا فاذا کان الذین تولوا جمعہ وکتابتہ ولم یقیموا ذالک وھم الخیار فکیف لیقیمہ غیرھم وایضا فانہ لم یکتب مصحفا واحدا بل کتب عدۃ مصاحف۔ وان قیل ان اللحن وقع فی جمیعھا فبعید اتفاقھا علی ذالک اوفی لبعضھا فھو اعتراف لصحۃ البعض ولم یذکر احد من الناس ان اللحن کان فی مصحف دون مصحف ولم تات المصاحف قط مختلفۃ الا فیما ھو من وجوہ القرائۃ ولیس ذالک بلحن ✤

اور اس لئے کہ جناب عثمان نے صحابہ کے لئے امامؑ بنایا تھا۔ کہ یہ لوگ اس کی اقتدا کریں۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ جناب موصوف اس امام میں غلطی دیکھتے اور اسے چھوڑ دیتے تاکہ عرب اُسے اپنی زبانوں میں ٹھیک کرلیں گے۔ پس جبکہ اُن لوگوں نے جو اِس امام کی جمع اور کتابت کے متولی تھے اس غلطی کو درست نہ کیا۔ درآنحالیکہ وہ چیدہ اشخاص تھے۔ تو اُن کا غیر اس امام کو کیسے صحیح کرسکتا تھا۔ نیز حضرت عثمان نے صرف ایک ہی مصحف نہیں لکھا تھا بلکہ چند مصاحف تحریر کئے تھے (غلط ہے بلکہ لکھوائے تھے) اور اگر کہا جائے کہ غلطی سب میں واقع ہوئی تھی پس اُن سب کا اس غلطی پر متفق ہونا بعید ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ غلطی بعض میں واقع ہوئی تھی۔ تو یہ اقرار ہوگا اس بات کا کہ بعض مصاحف صحیح تھے۔ حالانکہ یہ کسی نے بیان نہیں کیا ہے کہ غلطی بعض مصاحف میں تھی اور بعض میں نہ تھی حالانکہ ان مصاحف میں کسی قسم کا اختلاف آیا ہی نہیں ہے مگر وجوہ قرائت مختلف ہیں۔ تو یہ لحن نہیں ہے ✤

مولوی عبدالشکور صاحب نے جس وجہ سے اِس عبارت کو جو پہلے جواب کی جزو اعظم اور دعوے کی دوسری دلیل ہے۔ روپوش رکھا۔ اور اپنے رسالہ میں درج نہ کرکے تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ میں بیان کرتا ہوں۔ اُس کے بعد اِس عبارت کا بھی جواب دوں گا۔ سنیئے اور غور سے پڑھیئے۔ لیکن غصہ کو روکے رہیئے گا ✤

عبارت بالا میں علمائے اہلسنت کے قلم سے قدرت نے وہ چیز لکھوائی ہے۔ جو شکوری اکابر کے ایمان کو بے نقاب کرنے والی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جناب عثمان نے صحابہ کے لئے ایک امام بنایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کے پہلے کل صحابہ بے امام تھے۔ جتنے کہ جناب عثمان کے لئے بھی کوئی امام نہ تھا۔ پس جتنے صحابہ زندہ تھے۔ تو وہ بے امام کے گمراہ تھے۔ اور جتنے مرگئے سب جاہلیت کی موت مرے۔ اس لئے



کہ حدیث صحیح و متفق علیہ میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ۔ یعنی جو شخص مرگیا اور اُس نے اپنے امام زمانہ کی معرفت حاصل نہ کی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور ظاہر ہے یہ بات کہ جبتک خلیفہ وقت نے امام کو بنا نہیں لیا۔ تو صحابہ کس کی معرفت حاصل کرتے۔ لہذا وہ مرنے والے سب کے سب بے امام مرے اور جس دین پر مرے وہ ظاہر ہے ✤

مرگ انبوہ جشنے دارد مثل مشہور ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اس انبوہ میں جناب شیخین بھی داخل ہوئے جاتے ہیں چونکہ عبارت مذکورہ میں یہ قیامت خیز اور شکوری مذہب کی بنیاد ہلادینے والا مضمون درج تھا جسے دیکھتے ہی مولوی عبدالشکور صاحب فوراً تاڑگئے ہوں گے۔ پھر کیا تھا۔ فوراً ہی گول کرگئے۔ وہ عبارت ہی نقل نہ فرمائی۔ کیوں مدیر النجم صاحب قبلہ یہی وجہ ہے نا۔ یا کوئی اور بات ہے۔ اچھا تو پھر خود ہی اپنی اِس تحریف کی وجہ وجیہ لکھیئے ✤

اَب رہی بقیہ عبارت وہ بالکل مہمل ہے۔ آیئے حضرت ہمیں کیا خفیہ روایتوں میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے بنائے ہوئے امام میں غلطیاں دیکھیں اور بے اصلاح چھوڑ دیں۔ آپ ان سب روایتوں کو غلط موضوع و دروغ بے فروغ سمجھئے کہ آپکے گھر کی باتیں ہیں۔ ان کے نقال آپکے مذہبی اکابر ہیں۔ مگر میں اُس حدیث صحیح کو مضبوط پکڑتا ہوں۔ جو ام المومنین نے ارشاد فرمائی ہے۔ جس کی صحت لاکلام ہے۔ اور علامہ سیوطی جس کی صحت کو مان چکے ہیں ✤

اِس حدیث شریف۔ کے مطالعہ کے بعد یقینی طور سے یہی کہا جائیگا۔ کہ جناب خلافت مآب کو اپنے خودساختہ امام کی غلطیاں محسوس ہی نہیں ہوئیں۔ اُن کی طرف ذہن عالی ملتفت ہوا ہی نہیں۔ مگر جناب صدیقہ فوراً تاڑگئیں۔ کہ معظمہ نے قرآن کی حرف بحرف منزل وحی ربانی سے تعلیم پائی تھی گو جناب عثمان نے بھی حضرت رسالت مآبؐ سے قرآن پڑھا ہوگا لیکن صدیقہ کے برابر آپکا علم نہیں تھا۔ کہ خود جناب ملا وح کا اقرار ہم نے سابق میں اسی اتقان سے نقل کیا ہے۔ شومئے قسمت تو دیکھیئے۔ کہ وہاں بھی مدیر النجم نے خیانت و پردہ پوشی سے کام لیا تھا۔ الغرض جناب موصوف کو رسول اللہؐ کی آخری حیات تک معلوم ہی نہیں ہوا تھا۔ کہ انفال و برائت دو سورے ہیں۔ یا ایک اور اُن کے درمیان میں بسم اللہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی یا نہیں پس جبکہ آپ کے علم قرآنی کا یہ عالم ہو تو لحون قرآنیہ کا سمجھ میں نہ آنا کوئی محال بات نہ تھی ✤

اب یہ غلطیاں کل مصاحفِ عثمانیہ میں ہوں تو اور بعض میں ہوں تو دونوں صورتیں یکساں ہیں۔ کہ آپ کو ان غلطیوں کا ادراک ہی نہیں ہوا۔ اب رہی یہ بات کہ اُم المومنین کے اطلاع دینے کے بعد تو حضرت صاحب کو خبر پہنچ گئی ہوگی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مدعی کو ثابت کرنا پڑیگا۔ کہ جناب موصوف کی حیات میں جناب معظمہ نے ایسا فرمایا تھا۔ ہاں اگر مدیر النجم صاحب ہمت کر کے اسکا ثبوت دیدیں تو اسکا بھی پہلے جواب یہ ہے کہ جناب موصوف نے اُم المومنین کی بات کا اسلئے یقین نہ کیا ہوگا۔ کہ ان دونوں ماں بیٹے کے درمیان اس درجہ کشش اور رنجش تھی۔ کہ توبہ توبہ جس کی دلیل محکم جناب معظمہ کا وہ خطاب لاجواب ہے۔ جو خلافت مآب کیلئے دہن صدیقہ سے نکلا تھا جو صفحاتِ تاریخ میں نمایاں اور فلکِ لغات میں ستارہ کیطرح روشن ہے۔ کم سے کم مجمع البحار گجراتی کو ملاحظہ فرمایئے۔ اب ہم علمائے اہلسنت کے وہ دو جواب جن کو مدیر النجم نے ازراہِ خیانت روپوش فرمایا ہے۔ اتقان سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

## علمائے اہلسنت کا دوسرا جواب

الوجہ الثانی علی تقدیر صحۃ الروایۃ ان ذالک محمول علی الرمز والاشارۃ و مواضع الحذف نحو الکتاب والصابرین وما اشبہ ذالک

دوسرا جواب روایت کی صحت ماننے کے بعد یہ ہے کہ یہ روایت محمول ہے۔ رمز اور اشارہ اور مواضع حذف پر۔ جیسے الکتاب اور الصابرین اور اس کے امثال۔

میں کہتا ہوں اس جواب کو حدیث ام المومنین سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ خود علامہ سیوطی نے اس کا اقرار کیا ہے۔ جو آگے آتا ہے۔ علاوہ اس کے کلام اللہ میں بے دلیل حذف ماننا صحیح نہیں ہے۔ کتب معانی بیان میں تصریح ہو چکی ہے۔ کہ ہر ایک چیز کی اصل ذکر ہے۔ اب جہاں کہیں خلافِ اصل ذکر کو چھوڑ کر حذف کا ارتکاب کیا جائے گا۔ تو اس کے لئے کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔ لہذا حذف کی وجہ مترجم وحی کی زبانی بتانی لازم ہے۔

## علمائے اہلسنت کا تیسرا جواب

الثالث انہ مائل علی اشیاء خالف لفظہا و سمہا کما کتبوا لا اوضعو ولا اذبحنہ بالالف بعد لا و جزاء الظلمین بواو والالف وبایید بیائین فلوقری ذالک بظاہر الخط لکان لحنا

تیسرا جواب یہ ہے کہ لحن قرآن کی تاویل کی جائیگی۔ ان کلمات پر جن کی رسم کتابت مخالف تلفظ ہے۔ مثلاً لا اوضعو اور لا اذبحنہ میں حرف لا کے بعد الف اور جزاؤ الظلمین میں واؤ اور الف اور بایید میں حرف ی مکرر لکھی ہوئی ہے۔ پس اگر یہ الفاظ ظاہر خط کے مطابق پڑھے جائینگے تو البتہ غلطی کہلائیگی



میں کہتا ہوں۔ حدیث اُم المومنین سے اس جواب کو بھی ربط نہیں ہے۔ اسلئے کہ جن الفاظ کے متعلق عروہ نے اپنی محترمہ خالہ سے دریافت کیا تھا۔ ان میں اس تاویل رکیک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ان الفاظ کی قرائت رسم الخط کے مطابق ہے۔ اور تاویل مذکور ان الفاظ کے لئے ہے۔ جن کا رسم الخط اور ہو اور تلفظ اور ہو۔ لہذا دونوں قسم کے لفظوں میں زمین و آسمان کا فرق ہو گیا پس عروہ کے الفاظ مسئولہ کو ان الفاظ مذکورہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ جو ہر حیثیت سے ناجائز ہے علاوہ اسکے میں تو یہ کہتا ہوں۔ کہ جتنے الفاظ مجیب نے پیش کئے ہیں۔ ان کا رسم الخط بھی غلط ہے۔ جو کاتبین قرآن کی جہالت پر دلیل واضح ہے۔ پھر جب ایسے بد املا لوگوں نے قرآن جمع کیا ہو اور لکھا ہو تو ان سے المقیمین وغیرہ کی غلطی کا ہونا کیونکر محال ہو سکتا ہے۔ ان لفظوں کے غلط املا کا باقی رہ جانا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ یا حضرت عثمان ان غلطیوں کو سمجھے نہیں یا آپ نے مصاحف مکتوبہ پر نظر ثانی نہیں فرمائی اور محض کاتبین سے حسن ظن متعلق کر کے وہ مصاحف اطراف و جوانب میں بھیجدیئے پھر ان مصاحف کا غلط تلفظ اور غلط رسم الخط محض خلافت مآب پر اچھا عقیدہ کرنے سے متواتر ہو گیا اور نسلاً بعد نسلٍ انہیں غلط مصاحف کی نقول ہوتی چلی آئیں۔ یہ ہے قرآن محرف کا تواتر جسپر مدیر النجم کو بڑا ناز ہے۔

تیسرے جواب کے بعد علامہ سیوطی صاحب فرماتے ہیں:۔

وبھذا الجواب وما قبلہ جزم ابن اشتۃ فی کتاب المصاحف۔

اس تیسرے اور اس سے پہلے دوسرے جواب کا ابن اشتہ نے کتاب المصاحف میں جزم کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اگر ان دونوں جوابوں کا جزم حدیث اُم المومنین کے مقابلہ میں ہے۔ تو قطعاً غلط اور باطل ہے۔ دوسرا جواب تو اس لئے مہمل ہے۔ کہ سیوطی صاحب خود اس کی تغلیط کر چکے ہیں۔ جیسا کہ آگے آتا ہے۔ تیسرے جواب کا لغو ہونا ہم بیان کر چکے۔

پھر علامہ سیوطی نے ابن الانباری کی ایک طول لاطائل تقریر نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ غلطی روایتیں حضرت عثمان سے لحن قرآنی کے متعلق مروی ہیں۔ وہ سب قابل حجت نہیں ہیں۔ کہ ان کی سند متصل نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں بہت اچھا حضرت آپ اپنے خلافت مآب سے حسن ظن کے بعد جو چاہیں کہیں لیکن قرآن میں غلطیاں ضرور رہ گئیں۔ رسم الخط کی غلطیوں کا رہ جانا آپکے نزدیک مسلم ہے۔ پھر کیوں نہیں قائل ہو جاتے کہ حضرت عثمان نے مصاحف پر نظر ثانی نہیں فرمائی تھی۔ اور ان

غلطیوں کے باقی رہنے کے بعد ان روایات سے تمسک کرتا جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب عثمان کے سامنے مصاحف پیش کیے گئے تھے۔ اوّل تو یہ روایات بھی قابل تسلیم نہیں ہیں۔ ثانیاً بالفرض اگر ہم مان بھی لیں تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائیگا کہ جو غلطیاں موصوف کی سمجھ میں آگئیں۔ اُن کی اصلاح ہو گئی اور جو بشریت وعدم عصمت سے یا قرآن پر پوری طرح عبور نہ ہونے سے رہ گئیں وہ رہ گئیں۔ اتنی سی بات کے اقرار میں آپکا کچھ بھی نہ بگڑیگا۔ مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ جہل مُرکّب بُری چیز ہے ✦

اچھا جناب آپ نے اُن سب روایات کو جو حضرت عثمان کی زبانی منقول تھیں سندوں کے متصل نہ ہونے سے خواہ مخواہ رد فرما دیا۔ لیکن حدیث اُم المومنین کو کونسی تاویل سے رد کیجیگا۔ یہاں شکوری عقل چکر میں ہے۔ جو قیامت تک اسی میں رہے گی ✦

پھر علامہ سیوطی نے ابن اشتہ کی منقول روایت لکھی ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت عثمان جمع مصاحف سے فرصت کر چکے تو آپ نے اُم المومنین عائشہ کا مصحف منگا کر اپنے مصاحف اُس سے مطابق کیے ✦

مَیں کہتا ہوں یہ روایت بھی خود ساختہ ہے۔ اس لیے کہ معظمہ نے خود مصحف عثمانی میں غلطیاں پکڑیں تھیں پس اگر معظمہ کے مصحف سے مصاحف عثمانیہ کی تطبیق کر لیجاتی تو پھر معظمہ اُن میں غلطیاں کیوں بتاتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یاروں نے بعد میں یہ کاروائی کی تھی۔ غرض حدیث محترمہ بحال خود بے جواب باقی ہے۔ اس کے بعد علامہ سیوطی نے ابن اشتہ کی زبانی عجیب وغریب روایت لکھی ہے۔ جس کو ہم اتقان جلد ۱ صفحہ ۱۸۵ سے نقل کرتے ہیں :۔

عن عبد الاعلی بن عبد اللہ بن عامر قال فلما فرغ من المصحف اتی بہ عثمان فنظر فیہ فقال احسنتم و اجملتم اری شیئا سنقیمہ بالسنتنا ✦

عبد الاعلیٰ بن عبد اللہ بن عامر سے روایت ہے اُس نے کہا جب مصحف کے لکھنے سے فرصت ہوئی۔ تو اُسے جناب عثمان کے سامنے لائے۔ آپ نے اُسے دیکھ کر فرمایا احسنتم و اجملتم (خوب لکھا ہے) میں اس میں کچھ فی دیکھتا ہوں۔ تو اسے ہم اپنی زبان میں ٹھیک کر لیں گے ✦

فھذا الاثر لا اشکال فیہ وبہ یتضح معنی ما تقدم فکانہ عرض علیہ عقب الفراغ من کتابتہ فرای فیہ شیئا کتب علی غیر لسان قریش کما وقع لھم فی التابوہ والتابوت فوعد بانہ سیقیمہ علی لسان قریش ثم وفی بذالک عند العرض والتقویم ولم یترک فیہ شیئا



ولعل من روی تلک الاثار السابقۃ عنہ حرفھا ولم یتقن اللفظ الذی صدر من عثمان فلزم ما لزم من الاشکال وھذا اقوی ما یجاب بہ عن ذالک وللہ الحمد ✦

اس حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اور اسی سے واضح ہوتا ہے مطلب اُس روایت کا اس راوی کی زبانی جو پہلے گذری پس گویا حضرت عثمان کے سامنے کتابت کے بعد مصحف پیش کیا گیا۔ تو اُس میں آپنے ایک چیز دیکھی جو زبان قریش کے خلاف لکھی گئی تھی جس طرح کہ صحابہ کے مابین تابوہ اور تابوت کے متعلق قضیہ واقع ہوا تھا۔ تو حضرت عثمان نے وعدہ[ع] فرمایا تھا۔ کہ وہ اس لفظ کو زبان قریش کے مطابق ٹھیک کر دینگے۔ پھر آپنے اس وعدہ کو عرض مصحف اور تصحیح کے وقت پورا کر دیا اور وعدہ میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی اور شاید جس شخص نے اخبار سابقہ کی حضرت عثمان سے روایت کی ہے اُس نے ان روایات میں تحریف کر دی ہے۔ اور جو الفاظ جناب عثمان کی زبان سے نکلے تھے۔ اُن کو اچھی طرح راوی نے یاد نہیں رکھا ہے۔ جبھی تو وہ اشکال لازم آیا جو بیان کیا گیا۔ جتنے جوابات اس اعتراض کے دیئے گئے ہیں۔ اُن سب سے الحمد للہ یہ جواب قوی تر ہے ✦

مَیں کہتا ہوں سبحان اللہ کیا انصاف ہے۔ کہ ایک ہی راوی عبد الاعلےٰ ہے۔ اُس نے دو روایتیں جناب عثمان کی زبانی نقل کی ہیں۔ پہلی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عثمان نے مصحف میں غلطیاں دیکھ کر فرمایا لا تغیروھا فان العرب ستغیرھا اور دوسری میں آپ نے فرمایا اری شیئا سنقیمہ بالسنتنا۔ پس پہلی روایت کو منقطع اور مضطرب کہہ کر رد کر دیا گیا۔ کہ اس سے جناب عثمان پر اعتراض قائم ہوا جاتا تھا۔ اور دوسری روایت کی جھٹ تاویل کر کے صحیح مان لیا۔ حالانکہ اس روایت میں صرف اتنا ہے۔ کہ جناب عثمان نے مصحف کی غلطیاں دُور کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس روایت میں یہ کہیں بھی تصریح نہیں ہے۔ کہ وہ غلطیاں دُور بھی کر دی گئیں۔ مگر یاروں نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے۔ کہ حضرت نے اپنا وعدہ وفا فرمایا اور کوئی غلطی بغیر اصلاح کے نہیں چھوڑی۔ حالانکہ یہ اضافہ

[ع] یعنی جمع ہونے کے بعد جب مصحف آپ کے سامنے پیش ہوا۔ تو آپنے اصلاح کا وعدہ فرمایا۔ پھر دوبارہ مصحف پیش ہوا۔ تو آپ نے اُس کی اصلاح فرمائی۔ سبحان اللہ پس معلوم ہوا کہ دو دفعہ عرض مصحف کا معاملہ پیش آیا تھا۔ مدیر النجم صاحب ایسی روایت دکھائیں۔ جس سے اس کلام کی صداقت معلوم ہو جائے ✦

بالکل ہی مہمل اور لغو ہے۔ اسلئے کہ غلطیاں اب تک باقی ہیں۔ پھر اصلاح کہاں ہوئی۔ اور وعدہ عثمانی کہاں پورا ہوا۔ زیادہ سے زیادہ اگر ہم اس حاشیہ اور اضافہ کا محمل صحیح نکالیں۔ اور اس کلام کو سچا سمجھیں۔ تو صرف یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ جناب عثمان نے صرف اُتنی ہی غلطیاں مٹادی ہوں گی۔ کہ جو آپ کی سمجھ میں آگئی ہوں گی لیکن وہ غلطیاں جن کی طرف آپکا اور آپکے ارکان دولت کا ذہن ملتفت نہیں ہوا۔ جن کو اُم المومنین سی عالمہ اور شکوری صدیقہ نے واضح فرمایا۔ یا رسم الخط کی غلطیاں جو شکوری گروہ کے نزدیک مُسلّم ہیں۔ اصلاح عثمانی سے رہ گئیں۔ اور رہینگی۔ اسلئے کہ اُم المومنین کا ارشاد جو پتھر کی لکیر سے زیادہ مضبوط ہے آجتک شکوری تبادل میں موجود ہے۔ اور کسی کے ہلانے نہ ہلا۔ پھر کیسے تسلیم کر لیا جائے۔ کہ شکوری مذہب سے قرآن موجود غلطیوں سے پاک ہے۔ اچھا اب ہم زیادہ اپنے ناظرین کو منتظر نہ رکھیں گے۔ لہٰذا علّامہ سیوطی کا ناطق فیصلہ سُناتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ۱ صفحہ ۱۸۵

**اغلاط مصحف عثمانی کے متعلق علّامہ سیوطی کا ناطق فیصلہ**

ولعد فهذه الاجوبة لا يصلح منها شيئ عن حديث عائشة۔ اما الجواب بالتضعيف فلان اسناده صحيح كما ترى واما الجواب بالرمز وما بعده فلان سوال عروة عن الاحرف المذكورة لا يطابقه ✤

سب کے بعد میں کہتا ہوں کہ ان کل جوابوں میں سے ایک بھی حدیث اُم المومنین کے جواب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔ اسلئے کہ اس حدیث کی سند کو ضعیف نہیں کہہ سکتے۔ کہ سند اس کی صحیح ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو (کہ شیخین کی شرط پر ہے) لیکن رمز وغیرہ سے بھی جواب نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ عروہ کا سوال حرف مذکورہ کے متعلق تھا جن سے رمز وغیرہ کو ربط نہیں ہے ✤

میں کہتا ہوں مولوی عبدالشکور صاحب تعصب و رہٹ دھرمی اور ضد سے کنارہ کش ہو کر ملاحظہ فرمائیں۔ کہ حدیث اُم المومنین ایسی لاجواب ہے۔ کہ علّامہ سیوطی کو بھی آخر اسے تسلیم کرنا پڑا۔ اور صاف صاف لکھدیا کہ اسکا جواب نہیں ہو سکتا۔ اب کہیئے یہ حدیثِ صحیح جو بلند آواز سے مصحفِ عثمانی میں غلطیاں ثابت کر رہی ہے۔ بدون جرح کے باقی رہ گئی یا نہیں۔ اب بتایئے آپ کا یہ جواب کہ اتقان میں ان روایات کا غیر معتبر ہونا اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے۔ سراسر جھوٹ اور کھلا ہوا افترا قرار پایا یا نہیں میرے خیال میں اب آپ کو سیوطی کے مانند خاموشی کیساتھ حدیث اُم المومنین کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے بغیر کان ہلائے ہوئے مصحفِ عثمانی میں غلطیاں مان لینی چاہئیں۔ ورنہ یاد رکھئے۔ کہ علّامہ سیوطی بھی آپ سے ناظرین ہو جائیں گے۔ اور



اور اُم المومنین بھی روزِ قیامت آپکی گردن دبائینگی ✤

اور سُنئے علّامہ سیوطی اتقان صفحہ مذکورہ میں حدیث اُم المومنین کا جواب ابن اشتہ کی طرف سے نقل فرماتے ہیں:- فقد اجاب عنه ابن اشتة وتبعه ابن جبارة في شرح الرائية بان معنى قولها اخطؤا اي في اختيار الاولى من الاحرف السبعة لجمع الناس عليه لا ان الذي كتبوا من ذلك خطأ لا يجوز (۱۸۶)

پس بہ تحقیق ابن اشتہ نے حدیث اُم المومنین کا جواب دیا ہے۔ اور ابن جبارہ نے شرح الرائیہ میں اُس کی پیروی فرمائی ہے۔ جواب یہ ہے۔ کہ قولِ معظّمہ اخطؤا کا مطلب یہ ہے کہ قرآن لکھنے والوں نے حروفِ سبعہ میں سے بہتر حرف کو اُمت کے اتفاق کے لئے منتخب کرنے میں خطا کی ہے۔ نہ یہ کہ جو کچھ اُنھوں نے لکھا ہے۔ وہ خطاء ناجائز ہے ✤

میں کہتا ہوں چشم بد دُور غلطیات کو سچ کرنے میں آدمی کو اُتنا ہی مجبور ہونا چاہئے۔ کہ جتنا ابن اشتہ اور اُس کا مطیع ابن جبارہ۔ چاہے کتنے ہی اعتراضات اور نئے پیدا ہو جائیں مگر اُم المومنین کی صداقت کو مٹا ہی دینگے۔ اور مصحفِ عثمانی کی غلطیوں کو دبا کے مانینگے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کس قدر غلط خیال ہے بھلا شیشہ میں جب بال پڑجاتا ہے۔ تو لاکھ اُس کی اصلاح کرو۔ مگر سب تدبیریں خاک میں مل جاتی ہیں۔ دُنیا اُلٹ جائے مگر صدیقہ نے جو غلطیاں پکڑی ہیں۔ وہ ایسی کمزور نہیں ہیں۔ جو ان خرافاتِ سخیفہ اور تاویلاتِ رکیکہ سے دب جائیں گی۔ لو اب ہم سے ابن اشتہ کے جواب باصواب کی رکاکت سُنو۔ اور زندگی بھر یاد رکھو۔ دیکھو جواب مذکور بچند وجوہ باطل ہے۔ اوّل اسلئے کہ حدیث معظّمہ میں فقرہ اخطؤا في الكتاب ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ کاتبین قرآن نے لکھنے میں غلطی کی ہے یعنی غلط لکھا ہے پس ابن اشتہ کا مطلب اُس صورت میں پورا ہو سکتا تھا۔ کہ اگر عبارت یوں ہوتی اخطؤا في الانتخاب یعنی انتخاب (حرف) میں اُنھوں نے خطا کی ہے۔ کیا مولوی عبدالشکور صاحب اپنی عالمانہ قابلیت سے کہیں محاوراتِ عرب یا لغاتِ عرب میں اس کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ کہ فقرہ اخطؤا في الكتاب بولا گیا ہو۔ اور اس سے اخطؤا في الانتخاب مُراد لیا گیا ہو۔ مولوی صاحب کی بڑی عنایت ہوگی۔ اور ابن اشتہ کی روح خوش ہو جائے گی۔ اگر بحوالہ کتاب و نقل عبارت اس معمّہ کو حل فرمائیں گے ✤

دوم۔ اس لئے کہ قرآن میں ساتوں حرف جو خدا کی طرف سے نازل ہوئے وہ سب کے سب بہتر تھے۔ اب ابن اشتہ کا یہ کہنا کہ اُمت کے اتفاق کے لئے بہتر حرف منتخب ہونا چاہئے تھا

جس میں غلطی ہوگئی۔ بالکل غلط ہے۔ ورنہ حضور سیّد عالمؐ کی حدیث متواتر سے سات حرفوں میں سے بہتر اور ادنیٰ حرف کا ثبوت دیا جائے۔ سوم۔ اسلئے جبکہ ساتوں حرف خدا کی طرف سے نازل ہوئے۔ تو ان تمام حرفوں پر اُمت کو متفق ہو جانا لازم تھا۔ لہذا صدر اوّل میں جو اختلاف رونما ہوا۔ یا اختلاف ہی باعثِ تخریب دین و تحریفِ قرآن ہوا ہے۔ پھر ایسے لوگوں کو گمراہی سے معصوم بتانا بڑی جسارت ہے چہارم۔ اس لئے جب خدا نے سات حرف نازل فرمائے۔ جو بتواتر ثابت ہے۔ رسول اللہؐ نے اُن سب کو قرآن میں چھوڑا نہ خود ترمیم فرمائی۔ نہ صحابہ کو اس کی وصیت فرمائی۔ ورنہ آنحضرتؐ کا متواتر اجازت نامہ دکھایا جائے۔ نیز صحابہ کا اختلاف خود بتلا رہا ہے۔ کہ بعدِ رسولؐ قرآن میں ساتوں حرف موجود تھے پھر کسی ایک حرف کا انتخاب کیسے جائز ہو سکتا تھا یہی وجہ ہے کہ اہلسنت کے فقہاء و غیرہ صحابہ کے اس انتخاب کو ناجائز کہتے ہیں۔ جیسا کہ ہم بیشتر لکھ چکے۔ تو تخنتنی کی پانچویں ضرب جو دشمن کے دل و جگر میں ناسور ڈالیگی اور یہ زخم کبھی مندمل نہ ہوگا عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ ہاں میاں ابن اشتہ واللہ خوب کہی۔ ہمکو تم نے ایسا تیز حربہ دیدیا ہے۔ کہ اب ہم اس کے ذریعہ سے باطل کی رگیں اشارہ میں اڑا دونگا۔ ہاں مولوی عبدالشکور صاحب فقرہ مختصرہ اخطؤا فی الکتاب کا یہ مطلب ہوا کہ قرآن کے کاتبوں نے انتخابِ حرف میں خطا کی ہے۔ لہذا اب آپ کو ابن اشتہ کے اقرار سے ماننا پڑے گا۔ کہ سات حرفوں میں سے جو حرف منتخب کیا گیا۔ تھا۔ اس کے انتخاب میں خطا ہوئی پس جبکہ انتخاب حرف میں خطا ہو چکی۔ تو اب مصحفِ عثمانی کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اُم المومنین کی زبانی اور ابن اشتہ اور ابن جبارہ کی مطلب بیانی اور علامہ سیوطی کے اس مطلب کو بغیر جرح نقل کرنے سے ثابت ہو گیا۔ کہ آپ کے پاس غلط قرآن موجود ہے۔ جو صحابہ کے غلط انتخاب کا نتیجہ ہے ۔

سُنو یہ قہرِ خدا ہے۔ جو خود تمہارے ہاتھوں تمہارے مصنوعی مذہب پر نازل ہوا ہے خدایا قربان تیری قدرت کے کہ تو باطل کو اسی کے دستِ شکستہ سے فنا کرتا ہے۔ وحقیقت جبکہ تم نے قرآن میں سات حرف نازل فرمائے۔ اور تیرے آخری رسولؐ نے ساتوں حرف قرآن میں چھوڑے۔ پھر تیرے نظام میں رسولؐ کی اُمت نے رخنہ ڈالا۔ بغیر تیری اجازت کے چھ حرف قرآن سے غائب کر دیئے۔ تیرے رسولؐ کے متفرق مسودوں کو آگ میں جلایا۔ تاکہ تیرے نازل کئے ہوئے سات حرفوں کا نشان دنیا سے اٹھ جائے۔ مگر واہ تیری قدرت کے کرشمے کہ تو نے اپنے حروفِ منزلہ کو صفحۂ ہستی سے محو نہ ہونے دیا۔ کہ پہلے تو نے



سبعہ احرف کی حدیث کو متواتر بنایا۔ گو اس کے حلِ معانی میں اُمت کے چالیس قولوں تک نوبت پہنچ گئی۔ صرف اس لئے کہ سات حرفوں کی اصلیت روپوش رہے۔ مگر پھر تو نے ان قولوں میں اپنا مطلب اس طور سے ملایا۔ کہ حروفِ منزلہ کی یاد تازہ ہوتی رہے۔ نورانی آنکھیں اُن کے جمالِ جہاں آرا سے جلا حاصل کرتی رہیں۔ اور دشمنوں کو پتہ بھی نہ چلے۔ اس پر بھی تو نے اکتفا نہیں فرمائی۔ بلکہ اتمامِ حجت کے لئے اپنے رسولؐ کی زوجہ محترمہ کو مسلط فرمایا۔ کہ آپ نے پتہ کی بات بتائی۔ دشمنوں نے بہت کچھ زور لگایا۔ کہ اُم المومنین کے ارشاد پر جہالت کی چادر پڑ جائے۔ مگر تجھے گوارا نہ ہوا۔ کہ تو اپنے دین کی تائید و نصرت کے لئے جس کو چاہتا ہے۔ آمادہ کر دیتا ہے۔ گو ابن اشتہ نے تیرے نظام میں رخنہ اندازی چاہی۔ مگر اس کی توجیہ خود اس کے گلے کا ہار بن گئی۔ چاہ کن را چاہ در پیش۔ خدایا میں سرِ عجز و نیاز تیری درگاہ میں بتضرع و زاری جھکا کر تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ تو نے اعجاز کو جادو کش بنایا ہے۔ لک الحمد و الشکر۔

تتمہ | علامہ سیوطی نے آخر مجبور ہو کر ان ھذان اور المقیمین وغیرہ کے متعلق نحویوں کے توجیہات نقل فرمائی ہیں۔ میں ان سب کا ایک فقرہ میں جواب دیتا ہوں۔ یہ توجیہات نحویہ ہم اگر تسلیم کریں۔ تو ہیجانہ ہوگا کہ علم نحو کے بانی ہمارے امام اوّل صاحبِ علمِ لدنی ہیں۔ نیز نہ ہمارے یہاں حدیث اُم المومنین کی حدیثِ صحیح منقول ہے۔ اور نہ ابو المومنین و ابو الائمہ کی نصِ صریح و متواتر تغلیطِ قرآنی کے متعلق ماثور ہے۔ کہ قواعدِ نحویہ سے الفاظ مذکورہ کی تصحیح کر کے ان حضرات کی تکذیب کے مرتکب ہوں۔ لیکن آپ حضرات قواعدِ نحویہ سے ان غلطیوں کو دور نہیں کر سکتے۔ ورنہ حضرت اُم المومنین آپ کی مسلّمہ عالمہ اور صدیقہ کے قولِ صحیح کی تکذیب لازم آئے گی جس کا نتیجہ آپ کے لئے عقوق ہوگا ۔

غور تو فرمایئے۔ کہ معظمہ تو یہ فرمائیں۔ کہ الفاظ مذکورہ کاتب نے غلط لکھے ہیں۔ اور آپ جواباً بلکہ کلامِ محترمہ کو یوں رد کریں۔ نہیں اماں جان تم جھوٹ بولتی ہو۔ یا تم کو نحوی قاعدوں کا علم نہیں ہے ہمارے علمائے نحو فرماتے ہیں۔ کہ لفظ المقیمین کا عطف بما انزل کے حرفِ ما پر ہے۔ جب معطوف علیہ مجرور رہا۔ تو المقیمین ٹھیک ہو گیا۔ کہ یہ بھی مجرور ہے۔ اسی طرح دیگر الفاظ میں بھی قواعدِ نحویہ جاری کئے جائیں گے ۔

کیوں اہلِ انصاف کیا شکوری مذہب والے اپنی معظمہ کے قول کا معصوم گلا ان قواعد کے پنجوں سے دبا سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ فوراً معظمہ کی طرف سے جواب دیا جائیگا۔ بدبختو۔ بیوقوفو۔ کیا بکتے ہو۔ یہ

تمہارے قاعدے سب کے سب بعد میں وضع ہوئے ہیں۔ اکثر قاعدے قرآن کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں۔ اور میں نے ان قواعد کی ایجاد سے مدتوں پہلے خود منزل وحی سے قرآن کی تعلیم پائی ہے۔ لہٰذا میں جو کہتی ہوں۔ وہ ٹھیک ہے۔ مجھے جھوٹا نہ بناؤ۔ بلکہ ان غلطیوں کو تسلیم کرلو +

الغرض شکوری مذہب میں مصحف عثمانی کے غلط ہونے پر جبکہ ایسی زبردست تصدیق موجود ہے تو اب اُس کے مقابلہ میں نہ کوئی نحوی قاعدہ چل سکتا ہے۔ اور نہ بنی کنانہ یا بنی حارث کے لغت کیطرف انتساب ہوسکتا ہے۔ کہ جو صدیقہ کی زبان سے غلط ہو گیا۔ وہ غلط ہی رہیگا۔ علاوہ اسکے جبکہ جامع القرآن نے صرف زبان قریش میں قرآن کو رکھا ہے۔ اور خدا کے چھ حروف منزلہ اُس میں سے خارج کر دیئے۔ تو بنی حارث یا ہذیل وغیرہ کے الفاظ اس محرف مصحف عثمانی میں بتانا بنا ر فاسد علی الفاسد ہے۔ دیکھو مدیر النجم علمی مسئلہ کی تحقیق یوں ہوتی ہے +

ناظرین پر یہ بات واضح ہونی چاہیئے۔ کہ مولوی عبدالشکور صاحب نے اتقان میں ایک زبردست تحریف اور خیانت کی ہے۔ کہ آپ نے اتقان جلد ۱ صفحہ ۱۸۴ سے اوّل یہ عبارت نقل کی ہے۔ وقد اجاب العلماء عن ذالک الخ۔ اس کے بعد یہ عبارت لکھی ہے۔ وھذہ الاثار مشکلۃ جداً الخ۔ اس عبارت کو آپ نے علامہ سیوطی کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی خیانت ہے پہلی خیانت وتحریف کی دلیل یہ ہے۔ کہ یہ دوسری عبارت مقدم ہے۔ اور علمار کا جواب مؤخر ہے۔ دوسری خیانت کی وجہ یہ ہے۔ کہ خط کشیدہ فقرہ قول ابن الانباری کا تتمہ ہے۔ نہ کہ علامہ سیوطی کا یہ ارشاد ہے۔ اِس عبارت کے شروع میں کوئی علامت ایسی اتقان میں موجود نہیں ہے جس سے اس عبارت کو سیوطی کا کلام سمجھا جائے +

الغرض اب مدیر النجم کا صرف ترجمہ بجنسہٖ نقل کرتا ہوں اور اختصار کیلئے اصل عبارت عربیہ کو چھوڑتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی خطوط قوسانیہ میں جواب بھی دیتا چلوں گا +

**النجم مع رد**

وھذہ الاثار مشکلۃ جداً الخ یہ روایات نہایت قابل اعتراض ہیں (غلط ہے بلکہ کسی روایت پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اور حدیث اُم المومنین تو ان خرافات سے بالکل بری ہے) اوّلاً صحابہ کی طرف یہ گمان کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ وہ معمولی بات چیت میں غلطی کرتے ہوں۔ چہ جائیکہ قرآن میں (لوہے کو فولاد ہی خوب کاٹتا ہے صحابہ کی غلطی پکڑنے والی نزول وحی کی زوجہ آپ کی صدیقہ اور عالمہ ہے۔ خیال رہے) حالانکہ وہ بڑے مشاق فصیح تھے (غلط ہے ہاں ذرا ان مشاق فصحار کے



خصوصاً جامع القرآن کے دو ایک فصیح وبلیغ خطبے دکھا دینا) ثانیاً پھر یہ گمان کیسے کیا جائے۔ کہ جس قرآن کو انہوں نے نبی صلعم سے لیا تھا جیسا کہ وہ نازل ہوا۔ (جھوٹ ہے بلکہ ایسا لیا تھا کہ رسول اللہ صلعم کی حیات تک معلوم ہی نہ ہوا۔ کہ انفال و برائت الگ الگ دو سورے ہیں یا ایک۔ اور اُن کے درمیان میں بسم اللہ نازل ہوئی ہے یا نہیں۔ اور ایسا لیا تھا کہ منسوخ پر ناسخ کو مقدم کر دیا۔ دونوں باتوں کا ثبوت سابق میں گذر گیا) اور اُسے حفظ کیا تھا۔ اُس میں وہ غلطی کرتے (غلط ہے۔ ورنہ جمع قرآن میں دقت کیوں ہوتی۔ نیز صدیقہ کا غلطی پکڑنا دلیل ہے کہ ان جامعین کو قرآن حفظ نہیں تھا۔ یا غلط یاد تھا) ثالثاً پھر یہ گمان کیسے کیا جائے۔ کہ سب کے سب اس غلطی پر اور اُس کے لکھنے پر متفق ہو گئے (سب کے سب کہاں متفق ہو گئے ورنہ جناب عروہ اپنی خالہ محترمہ سے سوال ہی کیوں کرتے اور معظمہ یہ غلطیاں کیوں پکڑتیں۔ چند صحابہ کے اقوال آئندہ آئیں گے۔ جن سے خوب واضح ہو جائیگا۔ کہ سب کا اتفاق ان غلطیوں پر نہیں ہوا تھا) رابعاً یہ گمان اُن کی طرف کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ اُن کو اس غلطی پر تنبیہ نہ ہو۔ اور انہوں نے اس سے رجوع نہ کیا۔ (یہ کوئی بات نہیں ہے۔ جامعین قرآن ہرگز قرآن کے ماہر نہ تھے۔ حسن ظن دوسری چیز ہے۔ لیکن قرآن کی مسلمہ عالمہ نے یہ غلطیاں بتائیں۔ جامع القرآن اور اُم المومنین کی باہمی نقیض اسکا باعث ہوئی ہوگی۔ کہ معظمہ کی بات نہ مانی گئی۔ اور قرآن میں غلطیاں رہ گئیں۔ اور املا کی غلطیاں تم بھی تسلیم کرتے ہو۔ پھر ایسے غلط نویسوں سے لفظی غلطی کا ہونا محال نہیں ہے۔ بعید نہیں ہے۔ بدگمانی نہیں ہے خصوصاً جبکہ صدیقہ کی ناقابل انکار تصدیق موجود ہے۔) خامساً پھر حضرت عثمان کی طرف یہ کیسے خیال کیا جائے۔ کہ وہ اس غلطی کی اصلاح سے رکتے تھے۔ (جانے دیجئے ایسا خیال نہ کیجئے۔ مگر یہ ضرور ہے۔ کہ غلطیوں کی اصلاح فرمائی نہیں) اور کس طرح خیال ہوسکتا ہے کہ قرآن میں وہ غلطی برابر قائم رہی (آپ کو خیال نہ ہو تو نہ ہو۔ مگر جناب معظمہ کو فوراً ہو گیا۔ اور جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ وہ اب تک باقی بھی ہے۔) حالانکہ یہ قرآن سلفاً عن خلف بتواتر نقل ہو رہا ہے (غلطیاں بھی ساتھ ساتھ نقل ہو رہی ہیں۔ وہی معظمہ کا بتایا ہوا غلط قرآن متواتر ہو گیا) غرضیکہ یہ باتیں شرعاً عقلاً۔ عادتاً محال ہیں (محال شرعی کہنا اُم المومنین کی صداقت پر جارحانہ حملہ ہے۔ اب رہا محال عقلی وعادی تو یہ ایک آپ کا فرضی منصوبہ ہے جمع قرآن کا قیامت خیز ہنگامہ۔ عہد صحابہ میں مختلف مصاحف کا ہونا چھ حرفوں کا قرآن سے اخراج نہ محال عقلی ہے۔ نہ محال عادی ہے پھر غلطیوں کا باقی رہ جانا کیسے محال ہوسکتا ہے؟)

**النجم مع رد**

اِس عبارت میں علامہ سیوطی نے ایسی زبردست اِن روایات پر جرح کی ہے۔ جس کی خوبی علمِ حدیث کے جاننے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ (علامہ سیوطی نے حدیثِ معظمہ پر ایک بھی جرح نہیں کی ہے۔ اِس عبارت کو علامہ موصوف کی طرف منسوب کرنا آپ کا فہمِ رسا ہے۔ تیرو اقعاً جس کی بھی عبارت ہو۔ مگر اس قائل کے جرح پر ہماری جرح کا لطف صاحبانِ علم و عقل اُٹھائیں گے) اصولِ احادیث میں یہ بات طے ہو چکی ہے۔ کہ جو روایت کسی محال عقلی یا شرعی یا عادی پر شامل ہو۔ وہ جھوٹی سمجھی جائے گی۔ اگرچہ سند میں کوئی راوی جھوٹا معلوم نہ ہو (یہ آپکا طبعزاد مضمون ہے۔ ورنہ بحوالہ کتاب و نقلِ عبارت ثبوت دیجئے۔ علمارِ اہلسنّت کا فتوےٰ دیکھنے کے بعد صداقت آپسے دُور ہو گئی۔ علاوہ اِس کے اس منصوبہ کی بِنا پر آپ کا مصنوعی مذہب بھی رفوچکر ہوا۔ کہ آپ کی اکثر روایتیں اِن تینوں محالوں میں سے کسی ایک محال کو ضرور شامل ہیں۔ ہمارے مقابلہ میں میدانِ مناظرہ میں آؤ۔ اور پھر ہم سے زلزلہ افگن ثبوت لو۔ علاوہ اس کے یہ قانون اُن چیزوں سے متعلق ہو سکتا ہے۔ جو فی الواقع کسی قسم کی محال ہوں۔ نہ کہ اُن چیزوں سے جن کا محال ہونا فرض کر لیا گیا ہے۔ غرض ایسی فضول اور خود ساختہ ملچربات کو مقامِ احتجاج میں دشمن کے سامنے پیش کرنا اصولِ مناظرہ سے بیخبری اور جہالت ہے) پس علامہ ممدوح کا یہ کہنا کہ یہ روایتیں محالِ شرعی و عقلی و عادی کو شامل ہیں۔ اِن روایات کے موضوع ہونے کو مدلل کرتا ہے (اوّل تو یہ علامہ موصوف کا قول نہیں ہے۔ کہ وہ حدیثِ معظمہ کی صحت کو تسلیم کر چکے۔ اپنے علمار کے تینوں جوابوں کو اُس سے بے تعلق بتا چکے۔ ثانیاً اگر ہم بفرضِ محال مان بھی لیں۔ تو ہم اِن واہیات کا جواب بھی دے چکے۔ علاوہ اِس کے ابنِ اشتہ نے حدیثِ محترمہ کو نہ محالِ شرعی بتایا ہے۔ اور نہ عقلی و عادی لکھا ہے۔ اور نہ اُس کو موضوع و کاذب تجویز کیا ہے۔ بلکہ صحیح مان کر اُس کی تاویل کی ہے۔ جس کا جواب ہم دے چکے۔ مگر آپ ایسے جسور و دبندار ہیں۔ کہ آپ نے قولِ صدیقہ کو بے دھڑک جھوٹا اور موضوع لکھ مارا ہے۔ جس نے آپ کے باطنی مذہب کے پردے چاک کر دیئے۔ اگر ہم جناب معظمہ کے قول کو جھٹلاتے۔ تو آپ کے ہر سوراخِ بدن سے آگ کے شعلے برآمد ہونے لگتے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ — ہاں جناب دوسروں کے الفاظ بہت پکڑا کرتے ہیں۔ آج مَیں بھی آپ کی گرفت کرتا ہوں۔ یہ آپ نے لفظ مدلل کہاں سے لیا ہے۔ اس کا مصدر اور ماضی و مضارع کیا ہے۔ بحوالہ کتاب مع نقلِ عبارت ثبوت دیجئے۔ مگر شکوری لغت کا حوالہ نہ دیجئے گا۔



اب ہم اِن غلطیوں کے متعلق مولوی عبدالشکور صاحب کی مایۂ ناز کتاب تنبیہ الحائرین سے موصوف کے شگوفے لیکر ناظرین کے سامنے اُن کے پردے کھولتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب مذکور صفحہ ۱۰۹ کا حاشیہ ع۲۔

**الحائر**

قرآن شریف کی آیتوں میں نحوی[۱] غلطی نکالکر حائری صاحب نے اپنا علم کا راز فاش کر دیا۔ کہ حائری صاحب نے نحو کی کتابیں نہیں پڑھیں۔ شعرائے عرب کا کلام بھی نہیں پڑھا۔ تفسیریں بھی نہیں دیکھیں۔ اور عقل سے بھی ایسے بے بہرہ ہیں۔ کہ اتنا بھی نہ سمجھے۔ کہ بخیال اُن کے قرآن کلامِ خدا نہ سہی۔ صحابہ کا کلام سہی صحابہ[۲] بھی تو عرب خالص تھے۔ اُن کے کلام میں نحوی غلطی ناممکن ہے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ نحو[۳] کا قاعدہ اُن کے کلام کی مخالفت سے غلط ہو سکتا ہے۔

**الاعجاز**

ع۱۔ یہ آپ بالکل غلط کہتے ہیں۔ کہ علامہ حائری صاحب نے قرآن میں غلطیاں نکالی ہیں۔ بلکہ اِن غلطیوں کا افشار مصحفِ عثمانی میں سب سے پہلے حضرت اُم المومنین عائشہ نے کیا تھا۔ اُم المومنین کی تغلیط کو آپکے اکابر کسی طرح رد نہیں کر سکے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے۔ اب آپ کی دیدہ دہنی کی انتہا جناب معظمہ کی طرف ہو گئی جس کا حاصل یہ ہوا۔ کہ آپ کے زعمِ ناقص میں جناب محترمہ اُن مطاعن کی مستحق ہو گئیں۔ جو آپنے علامہ حائری صاحب پر اپنی جہالت اور تعصب سے وارد کئے ہیں۔

ع۲۔ حائری صاحب کے عقیدے میں یہ قرآن کلامِ خدا ہے۔ مگر آپ کے عقیدہ سے یہ کلامِ خدا نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ اِس لئے کہ آپ کے باطل مذہب میں کلامِ خدا قدیم ہے۔ اُس کی صفتِ ذاتیہ ہے۔ صحابہ کا دسترس وہاں تک محال ہے۔ آیۂ لا یمسہ الا المطہرون کی تفسیریں دیکھئے۔ آپ کے اکابر کو اور آپ کو قرآن کی کبھی ہوا بھی نہیں لگی۔ وہ قدیم ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی غلطی سے اور انسانی تحریف سے مبرا ہے۔ جس کو تم اپنے مذہب کے خلاف قرآن اور کلام اللہ کہتے ہو۔ بہ حقیقت تمہارے مذہب سے قرآن نہیں ہو سکتا ہے۔ اِس لئے کہ اس میں جناب معظمہ نے غلطیاں پکڑی تھیں۔ اور ہم بیان کر چکے۔ کہ قرآنِ حقیقی بوجہ قدیم ہونے کے غلطی سے منزہ ہے۔ نہ یہ مصحفِ عثمانی۔ ع۳۔ صحابہ خالص عرب تھے مگر ایسے عرب تھے۔ کہ عرصہ دراز تک لفظِ اَب اور کلالہ کے معنی نہیں سمجھے۔ ہم سابقاً اس لفظ کلالہ کی بحث لکھ چکے ہیں۔ اُسے دیکھو اور شرم سے گردن جھکاؤ۔ اگر صحابہ خالص عرب تھے۔ تو اُم المومنین بھی خالص عرب تھیں۔ بلکہ تمام صحابہ سے بہتر اور علم میں زیادہ تھیں۔ کہ آپ نے قرآن کی حرف بحرف رسول اللہ سے تعلیم پائی تھی۔ آخر لوہے کو تو لادنے کا تاکہ صحابہ کی غلطیاں معظمہ نے پکڑیں صحابہ سے غلطیوں کا ہونا

محال نہ تھا بلکہ ایسا ممکن تھا۔ کہ غلطیاں ہوئیں اور پکڑی بھی گئیں۔ ع۴ جب آپ قائل ہو گئے۔ کہ نحوی قاعدہ کلام صحابہ کی مخالفت سے غلط ہو سکتا ہے۔ تو اب تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔ کہ حدیث معظمہ کے مقابلہ میں کوئی نحوی قاعدہ پیش کر کے کلام صحابیہ بلکہ کلام عالمہ اور اپنی مسلّمہ صدیقہ کو باطل کر و تم کو شرم نہیں آتی۔ کہ معظمہ تو یہ فرماتی ہیں۔ کہ مصحفِ عثمانی میں کاتب نے غلطیاں کی ہیں۔ اور تم ایک جاہل کاتب کی جس کا اِملا بھی دُرست نہ تھا۔ کہ لفظ لا اوضعوا وغیرہ کا بداِملا ہونا تمہارے اکابر تسلیم کر چکے۔ اس درجہ جنبہ داری کرتے ہو۔ کہ اُم المومنین کو جھٹلاتے ہو۔ اور نحوی قاعدے اُور جہلائے عرب کے اشعار پیش کرتے ہو۔ شرم۔ شرم ✦

آپ نے مرزا احمد علی صاحب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ اُس کے جواب میں آپ ہی کا فقرہ بعد اصلاح پیش کیا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ھذیانک وکفرک۔ لفظ ہذیان آپ نے استعمال کیا ہے۔ یہ بھی اکابر کی یاد تازہ رکھنے کا ایک طریقہ ہے ✦

**الحائر** اَب سُنئیے وہ چار آیتیں کون ہیں۔ اور اُن میں غلطی کیا بیان کیجاتی ہے۔ اور اُس کا جواب کیا ہے۔ حائری صاحب نے تو تقلیدانہ مضمون لکھا ہے۔ وہ خود اُس غلطی کو سمجھ نہیں سکے۔ اَب مَیں اس کو صاف کئے دیتا ہوں۔ پہلی آیت سورۂ مائدہ ان الذین اٰمنوا الذین ھادوا والصابئون والنصاریٰ غلطی یہ کہی جاتی ہے کہ الصابئون معطوف ہے۔ اِنّ کے اِسم پر۔ اِن کے اِسم کو نصب ہوتا ہے۔ لہٰذا الصابئین ہونا چاہئیے۔ جواب یہ ہے۔ کہ الصابئون اِنّ کے اِسم پر معطوف نہیں ہے بلکہ مبتدا ہے خبر اسکی محذوف ہے۔ لہٰذا الصابئون ہی ہونا چاہئیے۔ تفسیر کشاف جلد اوّل ص ۲۲۸

**الاعجاز** علامہ حائری پر تفسیریں نہ دیکھنے کا اور تقلید کا الزام لگایا ہے لیکن مَیں یہ کہتا ہوں۔ کہ آپ نے اپنی تفسیریں ضرور دیکھی ہوں گی لیکن اُن میں اپنے مذہب کی بیخکنی کرنے والے حربے دیکھ کر سہم گئے ہوں گے۔ کہ خوفزدہ ہو کر اُن ڈراؤنی صورتوں کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ اور جھٹ پٹ زمخشری کے دامنِ تقلید و عافیت میں پناہ لے لی۔ مگر مَیں آپ کے سامنے اُن ہتوں کو لاتا ہوں۔ کہ اچھی طرح سے آپ کا دل لرزے۔ اور آپ بدزبانی چھوڑ دیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ زمخشری کی بھی چادر آپ کے چہرہ سے ہٹا کر آپ کا زرد اور خوفزدہ چہرہ دُنیا کو دکھاؤں گا۔ اوّل مَیں آپ کی تفاسیر کھولتا ہوں۔ سب سے پہلے ملاحظہ ہو تفسیر خازن بغدادی مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۶۲



عبارت دیکھئیے۔ اور حوالہ ملایئے :-

وقولہ تعالےٰ والصابئون ظاھر الاعراب یقتضی ان یقال والصابئین وکذا قرأئۃ ابی بن کعب وابن مسعود وابن کثیر من السبعۃ وقرء الجمھور بالرفع ومذھب الخلیل وسیبویہ انہ ارتفع الصابئون بالابتداء علی نیۃ التاخیر کانہ قیل ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والصابئون کذالک فحذف خبرہ ✦

اُور قولِ باری تعالےٰ والصابئون ظاہر اعرب کا تقاضا یہی ہے۔ کہ والصابئین کہا جائے۔ اِسی طرح اُبی بن کعب اور ابن مسعود اور ابن کثیر کی جو سات قاریوں میں سے ہے۔ قرائت ہے۔ اُور جمہور نے اس کو مرفوع پڑھا ہے خلیل وسیبویہ (نحوی) کا مذہب یہ ہے۔ کہ الصابئون بوجہ مبتدا ہونے کے مرفوع ہے۔ مؤخر ہونے کی نیت سے گویا کہ کہا گیا ان الذین اٰمنوا والذین ھادو والنصاریٰ من اٰمن الخ والصابئون کذالک پس الصابئون مبتدا ہے اور خبر اُس کی حذف کر دی گئی ہے ✦

مَیں کہتا ہوں اِس مفسّر جلیل کے قول سے معلوم ہو گیا۔ کہ اعراب کا ظاہر یہی ہے کہ الصابئین پڑھا جائے۔ اہلِ علم خوب جانتے ہیں۔ کہ ظاہر کو چھوڑ کر تاویل پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر ہمیں کیا پڑی ہے۔ کہ ہم ظاہر کو چھوڑ کر تاویلِ ناجائز کے درپئے ہوں خصوصاً ایسے حال میں۔ کہ مذہب اہلسنت کی عالمہ صدیقہ الصابئون کو غلط بتا چکیں۔ اور بقول مفسّر خازن رسول اللہ صلعم کے دو بزرگ صحابی شاگردانِ خاص یعنی ابی بن کعب اور عبد اللہ بن مسعود کی قرائت بھی الصابئین ہو۔ یہ دونوں وہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جن سے رسول اللہ ص نے صحابہ کو قرآن پڑھنے کا حکم دیا تھا جس کو مدیر النجم صاحب تنبیہ الحائرین ص ۹۲ میں تسلیم کر چکے ہیں۔ پھر ابن کثیر قاری کی قرائت بھی یہی ہے۔ یہ وہ جلیل الشان قاری ہے۔ جو اُن سات قاریوں میں محسوب ہے۔ جن کی قرائت متواتر سمجھی جاتی ہے۔ جیسا کہ خود مدیر النجم نے تنبیہ الحائرین ص ۸۹ میں تسلیم کیا ہے۔ ان قاریوں کی متواتر سندوں پر آپ کو بڑا ناز ہے۔ ایسے متواتر السند قاری کی قرائت کو چھوڑ دینا۔ اور سیبویہ اور خلیل نحوی کی تاویلِ ناجائز کو ماننا مولوی عبد الشکور صاحب کے لئے اگر جائز ہو سکتا ہے۔ تو آیندہ کبھی ان قرار سبعہ کی قرائتوں کو کسی شیعہ عالم کے سامنے پیش نہ کریں۔ کہ یہ سب مہمل اور فضول چیزیں قرار پائیں گے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ اُم المومنین عائشہ اور ابی بن کعب اور ابن مسعود اور عبد اللہ بن کثیر کی ایسے بزرگوں کا کلام غلط سمجھا

جائے۔ درآنحالیکہ خازن سا معتبر منبجر بھی لکھ رہا ہے۔ کہ ظاہر اعراب اسی کو چاہتا ہے۔ کہ الصابئین پڑھا جائے۔ مگر آپ ہیں۔ کہ زمخشری کے قول کی تقلید کر کے پھولے نہیں سماتے ہیں۔ استغفر اللہ۔ ع۴ تاخیر کی نیت کا حال آیندہ واضح ہوگا ع۵ گویا کہا گیا۔ اے سبحان اللہ کیا کہنا اس گویا کا بندہ خدا کہیں اٹکل پر بھی غلہ لگایا جاتا ہے۔ خود ہی حذف مانو۔ خود ہی موخر مانو۔ خود ہی گویا کہدو۔ آیہ میں لفظ النصاریٰ سے کلمۂ الصابئون مقدم ہے۔ مگر سیبویہ وغیرہ نے خدا کی نیت کو معلوم کر کے جھٹ سے لکھ مارا۔ کہ یہ کلمہ ساری آیت کے جامع القرآن کا ذہن خدا کی نیت کیطرف ملتفت نہ ہوا خلیل صاحب (معاذ اللہ) وحی آگئی۔ ع۶ ہاں جناب الصابئون مبتدا ہے۔ اور خبر اس کی محذوف ہے۔ بہت خوب۔ لیکن یہ تو بتایئے۔ کہ پہلے پارہ میں بذیل آیۂ ان الذین امنوا الذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین الخ یہ لفظ موجود ہے۔ یہاں کس لئے آپنے اس لفظ کو مبتدا مان کر مرفوع کیوں نہیں پڑھا اور یہاں خبر کس کیلئے محذوف نہیں مانی۔ حالانکہ اس آیت میں اور سورۂ مائدہ والی آیت میں کوئی تفرقہ نہیں ہے۔ جتنے وجوہ حذف خبر کے آپ کی تفسیروں میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ سب بلا استثنار اس آیت پر صادق آتی ہیں۔ لہذا حلق جواب دیجئے۔ علاوہ اس کے اس خبر کو آپ نے یا جامع القرآن نے حذف کیا ہے۔ یا خدا و رسول نے۔ پہلی صورت میں تحریف ثابت ہے۔ دوسری صورت پر خدا و رسول کی طرف سے تصدیق متواتر لایئے۔ تب آپ کی بات سچی اور ظاہر کے خلاف تاویل حمل جائز ہو سکتی ہے۔ ورنہ اپنی تاویل باطل اپنے پاس رکھئے۔ میدانِ مناظرہ میں کبھی اس کو پیش نہ کرنا چاہیئے۔ لیجئے آپ کے سیبویہ خلیل۔ زمخشری بلکہ جمہور علمار سب کے اقوال کو ہم نے رو کر دیا۔ اب آگے چلو۔ دیکھو کیسا سبز باغ تم کو دکھاتا ہوں ٭

اسی تفسیر خازن کے حاشیہ پر امام بغوی کی تفسیر چھپی ہوئی ہے۔ لہذا خازن جلد ۲ ص ۶۲ کا حاشیہ دیکھئے:۔ وکان حقہ والصابئین وقد ذکرنا فی سورۃ البقرۃ وجہ ارتفاعہ وقال سیبویہ فیہ تقدیم وتاخیر تقدیرہ ان الذین امنو ...... والصابئون کذالک ٭

اور حق یہ ہے کہ یہ کلمہ الصابئین تھا اور ہم نے اس کے مرفوع ہونے کی وجہ سورۂ بقرہ میں بیان کی اور سیبویہ نے فرمایا ہے اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہے۔ تقدیر آیت یوں ہے۔ اِن الذین امنو ...... والصابئون کذالک ٭

میں کہتا ہوں۔ کہ اتنا تو امام بغوی صاحب نے مان لیا۔ کہ الصابئین برحق ہے۔ مگر سیبویہ نحوی



کا یہ ارشاد کہ آیت میں تقدیم وتاخیر ہے۔ اس کے متعلق میں جناب مولوی عبدالشکور صاحب سے جو سیبویہ کے مقلد ہیں سوال کرتا ہوں۔ مہربانی کر کے اپنے جیتے جاگتے مذہب سے جواب دیں۔ میرے سبھی مفسر کا قول پیش نہ فرمائیں۔ وہ سوال یہ ہے بتایئے کہ اس تقدیم وتاخیر کا سبب کیا ہے۔ آیا ترتیب نزولی اس آیت کی یہ تھی۔ کہ لفظ والصابئون بعد میں تھا۔ پھر ترتیب جمعی کے وقت الٹ پھیر ہو گیا پہلی صورت تو آپ اختیار کر نہیں سکتے۔ کہ آپ مصحفِ عثمانی کی ترتیب کو نزول کے خلاف سمجھتے ہیں۔ پس لامحالہ آپ کو دوسری صورت ماننی پڑے گی۔ لہذا اب فرمایئے کہ اس تقدیم وتاخیر کا سبب حضرت جامع القرآن کا ذہنِ رسا تھا۔ یا حضور سید عالم کی تعلیم اس کا باعث ہوئی۔ پہلی صورت میں تحریف مانئے۔ اور دوسری صورت کو رسول اللہ کی حدیث صحیح سے ثابت کیجئے جس میں تصریح ہو اس بات کی۔ کہ لفظ الصابئون اگرچہ پوری آیت کے بعد نازل ہوا ہے۔ لیکن تم اس کی خبر کذالک کو حذف کر کے لفظ والنصاریٰ سے پہلے لکھ دو۔ بس مولوی عبدالشکور صاحب یہ فیصلہ ہے۔ رسول اللہ کے ارشاد میں یہ تصریح دکھا دیجئے۔ اور کسی کے قول کو ہم نہ مانیں گے۔ اس لئے کہ آپ تنبیہ الحائرین ص ۶ میں لکھ چکے ہیں۔ کہ رسول اللہ کے سوا سب کے سب غیر معصوم ہیں۔ اُن سے خطا ممکن ہے۔ پس سمجھ لیجئے۔ کہ سیبویہ خلیل جمہور اہلسنت یہ سب کے سب خاطی ہیں۔ اُن کا قول قرآنی معاملہ میں ہرگز قابل اعتماد نہ ہوگا۔ خدا کے لئے ذرا انصاف تو کیجئے۔ کہ جب آپ نے خاص رسول اللہ کی زوجہ محترمہ اور خاص صحابی وشاگرد حضرت ابی اور ابن مسعود اور متواتر سند والے قاری ابن کثیر کی قرائت کو ٹھکرا دیا۔ تو اب ہم سے کیونکر آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ نحویوں کی بات مانو۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ٭

بغوی صاحب کا یہ ارشاد کہ لفظ الصابئین کے مرفوع ہونے کی وجہ میں نے سورہ بقر میں بیان کی ہے۔ پس جس وقت مولوی عبدالشکور صاحب تفسیر بغوی کی سورۂ بقرہ میں یہ وجہ دکھائینگے۔ اور بحوالہ الصفحہ عبارت نقل کریں گے۔ اُس وقت تک ہم بغوی صاحب کے اس قول کان حقہ والصابئین کو پیش نظر رکھتے ہوئے عرض کریں گے۔ مولوی صاحب اس حق بات کے مقابلہ میں کیوں جھوٹی بات کہتے ہو۔ کیوں حق کے گلے پر باطل کی چھری پھیرتے ہو ٭

اگرچہ ہمارے جواب کے لئے صرف دو تفسیروں کا حوالہ کافی ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں۔ کہ مولوی

عبدالشکور صاحب کے لئے یہ کہنے کا موقع نہ رہے۔ کہ ہماری تفسیر کبیر مجیب نے نہیں دیکھی۔ کہ اُس میں خوب شرح و بسط کے ساتھ ان فرضی اور اختراعی غلطیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔ لہذا اب میں فخر رازی کی تفسیر کھولتا ہوں اور اُس کا حاصل مطلب لکھکر جوابات دیتا ہوں۔ اگرچہ اس تفسیر میں اس مسئلہ کے متعلق طول الاطائل بحث چھیڑی گئی ہے۔ مگر سر دست ایسا مختصر جواب دونگا۔ جو انشاء اللہ کافی اور شافی ہوگا۔ وعلی اللہ توکلی۔ وھو معتمدی ✦

تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۳۷ میں لکھا ہے۔ ظاہر اعراب کے اقتضار سے والصائبین ہونا چاہئے۔ ابی بن کعب اور ابن مسعود (صحابی) اور ابن کثیر (معتبر قاری) کی قرائت بھی یہی ہے۔ اس کے بعد وہ عبارت لکھی ہے۔ جو میں خازن سے نقل کرکے جواب دے چکا۔ پھر آپنے مذہب خلیل وسیبویہ لکھا ہے اُس کا بھی جواب ہو چکا۔ پھر آپنے فرا نحوی کا قول لکھا ہے۔ کہ اِنّ اس جگہ عامل ضعیف ہے۔ اور انّ کا عمل اُن اسماء میں نہیں ہو سکتا۔ کہ جو متغیر نہیں ہوتے ہیں۔ (یعنی مبنی سے مشابہت رکھتے ہیں) جیسے الذین وغیرہ۔ پس جبکہ انّ کا عمل اُس کے اسم یعنی الذین میں نہ ہو۔ تو اس کلمہ پر جس کا عطف ہوگا یعنی والصائبون کا تو اس میں بھی اِنّ کا عمل یقینی طور سے محقق نہ ہوگا۔ بلکہ جائز ہوگا کہ اس حرف کا عمل اس میں، مان کر الصائبین پڑھیں اور یہ بھی جائز ہے۔ کہ اس کے عمل کو ساقط قرار دیکر والصائبون پڑھا جائے۔ میں کہتا ہوں یہ قول یقیناً مردود ہے۔ اوّل اس لئے کہ جب حضرت اُم المومنین اس لفظ الصائبون کی غلطی پر نص فرما چکیں۔ تو آپ کی یہ تدبیر چل نہیں سکتی۔ اور کلمہ الصائبون صحیح نہیں ہو سکتا۔ دوم اس لئے کہ اگر یہ تاویل صحیح ہو۔ تو آپ کو جائز ہوگا۔ کہ آپ اپنے بیان کئے ہوئے قاعدہ کی بنا پر اس آیت میں الصائبین اور سورۂ بقرہ کی آیت میں الصائبون تلاوت فرمائیں۔ میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ مدیر النجم صاحب اس قرائت کے جواز کا ہرگز فتویٰ نہ دیں گے یقین نہ آئے۔ تو اُن سے دریافت کرکے دیکھ لیجئے ✦

پھر رازی صاحب لکھتے ہیں۔ فرا نحوی کا مذہب بصریوں کے مذہب سے اولیٰ اور احسن ہے۔ وجہ اولویت یہ ہے:۔ الذی قالوہ یقتضی ان کلام اللہ علی الترتیب الذی ورد علیہ لیس بصحیح وانما تحصل الصحۃ عند تفکیک ھذا النظم۔ واما علی قول الفراء فلا حاجۃ الیہ فکان اولیٰ۔ علمائے بصرہ نے جو بات کہی ہے۔ اُس کا تقاضا یہ ہے۔ کہ جس ترتیب پر کلام اللہ وارد ہوا ہے۔



صحیح نہیں ہے۔ اور صحتِ ترتیب جبھی حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ اس نظم کو بگاڑ دیا جائے لیکن قولِ فرا کے لحاظ سے اِس ترتیب کے بگاڑنے کی حاجت نہیں ہے۔ لہذا قولِ فرا اولیٰ ہوا۔ (جو شخص آپکے دل لگتی بات کہے وہ اولےٰ اور انسب ہے، باقی تمام اہلسنت باطل پر ہیں، سبحان اللہ) ✦

اچھا مولوی عبدالشکور صاحب آپ پر فیصلہ ہے بتایئے یہ بصریین جو مصحفِ عثمانی کی ترتیب کو غیر صحیح جانتے ہیں شیعہ ہیں یا پکے اہلسنت والجماعت۔ بحوالہ کتاب جواب دیجئےگا۔ اور اگر یہ لوگ سُنی ثابت ہو جائیں (اور یقیناً ایسا ہی ہے) تو قائل ہو جایئے گا۔ کہ اہلسنت بھی اِس ترتیب کو غلط سمجھتے ہیں (ہم آگے چل کر کلام رازی سے دکھائیں گے کہ آپ نے بصریوں کا مذہب صحیح مانا ہے)

اس کے بعد رازی نے بعض نحویین کا مسلک لکھا ہے۔ کہ حرف اِنّ حقیقۃً عامل ہے۔ اس کے داخل ہونے سے مبتدا کا مبتدا اور خبر کا خبر ہونا حقیقی طور سے ثابت ہوتا ہے۔ اس مذہب کی بنا پر الصائبون میں دونوں اعراب جائز ہیں۔ یعنی اسم اِن (الذین) پر عطف مانتے ہوئے الصائبین پڑھنا۔ اور اُس کو خفیفۃً ابتدا سمجھتے ہوئے الصائبون پڑھنا اس مذہب پر زمخشری کا اعتراض نقل کرکے اُس کے تین جواب رازی نے دیئے ہیں۔ کلام رازی ختم ہوا ✦ اب میں کہتا ہوں۔ کہ رازی کی تصریح سے مذہب فرا اولیٰ ہے۔ اور بعض نحویوں کا مسلک بھی آپ کے نزدیک غلط نہیں ہے۔ لیکن فرا کے مذہب پر ہم نے گہرا زخم لگا دیا ہے۔ جو کبھی مندمل نہ ہوگا۔ لہذا اُس کے ساتھ رازی صاحب کا مسلک بھی زخمی ہو گیا۔ الغرض خلاصہ تحقیق یہ ہوا کہ ابن مسعود اور ابی بن کعب اور عبداللہ بن کثیر کی قرائت سے الصائبین صحیح ہے اور حضرت اُم المومنین عائشہ کی حدیث صحیح اور ناقابلِ انکار کے لحاظ سے الصائبون غلط ہے۔ لہذا مصحفِ عثمانی میں شکوری مذہب سے نہایت قوت کے ساتھ یہاں سر دست ایک لفظی غلطی ثابت ہوئی۔ اور املا کی چند غلطیاں تو اس مذہب میں پہلے ہی سے تسلیم شدہ ہیں۔

### الحاجز

دوسری آیت سورۂ نسا لکن الراسخون فی العلم منھم والمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ غلطی یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ والمقیمین محل رفع میں ہے۔ لہذا والمقیمون ہونا چاہئے تھا۔ جواب یہ ہے کہ والمقیمین محل رفع میں نہیں ہے بلکہ بنا بر مدح منصوب ہے۔ علامہ زمخشری سے جو اس فن کے امام ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

والمقیمین نصب علی المدح لبیان فضل الصلوٰۃ وھو باب واسع وقد کسرہ سیبویہ علی

امثلۃ وشواھد۔ عٰ۲ لا یلتفت الی ما زعموا من وقوعہ لحنا فی الخط وربما التفت الیہ من لم ینظر فی الکتاب ولم یعرف مذاھب العرب وما لھم فی النصب علی الاختصاص من الافتنان عٰ۳ وغبی علیہ ان السابقین الاولین الذین مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کانوا ابعد ھمۃ فی الغیرۃ علی الاسلام وذب المطاعن عنہ من ان عٰ۴ یترکوا فی کتاب اللہ ثلمۃ لیسدھا من بعدھم وخرقا یرفوہ من یلحق بھم۔ دیکھو علامہ نے کیسا جاہل عٰ۵ غبی اور بے عقل بنایا ہے۔ اُن لوگونکو جو اس آیت کو بقاعدہ نحو غلط کہتے ہیں اور قرآن میں غلطی ہونے کو کسطرح ناممکن کہا ہے۔

**الاعجاز**

عٰ۱ یہ جواب تمہاری طرف سے صحیح ہے لیکن شکوری مذہب والے کس مُنہ سے یہ جواب دے سکتے ہیں۔ درآنحالیکہ اُن کی صدیقہ عالمہ لفظ المقیمین کو غلط عٰ۲ بتا چکی ہیں۔ جسے علم قرآن بھی تھا جس نے خود رسول اللہ صلعم سے تعلیم قرآن پائی تھی جو خود اہل زبان سے تھی۔ عٰ۳ یہ معظمہ خوب واقف تھیں۔ کہ جن سابقین اولین کی مثل توریت وانجیل میں بیان کی گئی ہے بیشک وہ اسلامی غیرت رکھتے تھے۔ وہ ہمیشہ اسلام سے مطاعن کو دور کرتے تھے۔ وہ کبھی رسول اللہ صلعم کے جہاد سے نہیں بھاگے۔ اُنھوں نے کبھی اسلام کو نرغۂ اعدا میں گھرا ہوا نہیں چھوڑا۔ وہ حیات رسول صلعم میں کفار پر بڑے سخت تھے۔ اور آپس میں بڑے رحمدل تھے۔ اُنھوں نے کبھی عمار صحابی رسول صلعم کو منبر سے نہیں پٹوایا۔ اُنھوں نے کبھی ابن مسعود کی پسلی نہیں توڑی۔ اور ابوذر کو مدینہ سے نہیں نکالا۔ اُنھوں نے کتاب اللہ کو آگ میں جلا کر ہمیشہ کے لئے دین کی دیوار میں رخنہ نہیں ڈالا۔ لیکن معظمہ نے المقیمین کو غلط ہی بتایا۔ اور کوئی شکوری بنا رہ حدیث معظمہ کی تضعیف نہیں کر سکا آخر علامہ سیوطی نے اس کی صحت تسلیم کر کے خاموشی اختیار کر لی۔ اور مسئلہ حل نہ کر سکے۔ عٰ۴ اس فقرہ سے فقط زبیر بن حارث کی روایت رد ہوتی ہے جو عکرمہ سے منقول ہے جس کا مضمون کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان نے غلطیاں یہ کہہ کر چھوڑ دیں۔ کہ عرب خود انہیں ٹھیک کر لیں گے۔ عٰ۵ اب آپ کو اختیار ہے۔ کہ عکرمہ کو جاہل غبی اور بے عقل کندۂ ناتراشیدہ اور جھوٹا کہہ دیجئے جس نے آپ کے خیال میں حضرت عثمان پر تہمت لگائی ہے۔ اور اس نے سیبویہ کی کتاب نہیں دیکھی تھی۔ اسی جھوٹے کے سامنے نحوی قاعدہ پیش کر کے آیت کی تصحیح کر دیجئے۔ بیشک عکرمہ و زبیر وغیرہ اس جواب سے لاجواب ہو جائیں گے لیکن غلطی کا پھر بھی ازالہ نہ ہو گا۔ کہ اس غلطی کی پکڑنے والی عالمہ اور صدیقہ



بھی ہے۔ گل جائے شکوری زباں جو اس محترمہ کو جاہل غبی اور بے عقل کہے۔ ہاں مولوی عبدالشکور صاحب آپ بڑے طمطراق سے بولے تھے۔ دیکھو علامہ نے کیسا جاہل غبی وغیرہ بنایا ہے اُن لوگوں کو الخ۔ اب بولو مصحف عثمانی میں غلطی پکڑنے والی اُم المومنین عائشہ کی شان میں کیا کہتے ہو۔ خدا ہوش میں آکر جواب دینا۔ زبان درازی کرو گے۔ تو ایک کے جواب میں دس سُننے کے لئے تیار رہنا۔ کہ اب تمہارا اعجاز حسن سے پالا پڑا ہے۔ جادو سے اعجاز کا مقابلہ ہے۔ عٰ۶ بالکل غلط ہے۔ کہ علامہ زمخشری نے قرآن میں غلطی ہونے کو ناممکن کہا ہے۔ یہ آپ کا طبعزاد مضمون ہے۔ زمخشری کی عبارت میں کوئی ایسا فقرہ نہیں ہے جس کا یہ ترجمہ ہو سکے جس کا آپ نے پھر دعویٰ کیا ہے۔ سچے ہو۔ تو اس فقرہ کو لکھکر ترجمہ کر کے اپنی صداقت کا ثبوت دو۔ یہاں تک ہم نے زمخشری کی عبارت کا حل کیا ہے۔ اب ہم دیگر تفاسیر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس وقت میرے سامنے چار شکوری معتبر تفسیریں موجود ہیں۔ خازن۔ بغوی۔ تفسیر کبیر۔ کشاف جلد اول۔ ماہ صیام کا زمانہ ہے۔ ایکماہ کیلئے مظفرپور میں ہمارا عارضی قیام ہے۔ عالم مسافرت میں ان تفسیروں کا مہیا ہو جانا غنیمت ہے۔

اول ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد اول ص۵۱۷ و ۵۱۸ سورۂ نسا کلمہ والمقیمین الصلوٰۃ کے ذیل میں لکھا ہے:۔ اختلف العلماء فی وجہ نصبہ فحکی عن عائشۃ وابان بن عثمان انہ غلط من الکتاب ینبغی ان یکتب والمقیمون الصلوٰۃ۔ وقال عثمان بن عفان ان فی المصحف لحنا ستقیمہ العرب بالسنتھم فقیل لہ افلا تغیرہ فقال دعوہ فانہ لا یحل حراما ولا یحرم حلالا و ذھب عامۃ الصحابۃ وسائر العلماء من بعدھم الی انہ لفظ صحیح لیس فیہ خطأ من کاتب ولا غیرہ۔ واجیب عما روی عن عثمان بن عفان وعن عائشۃ وابان بن عثمان بان ھذا بعید جدا۔ لان الذین جمعوا القرآن ھم اھل اللغۃ والفصاحۃ والقدرۃ علی ذالک فکیف یترکون فی کتاب اللہ لحنا یصلحہ غیرھم فلا ینبغی ان ینسب ھذا الیھم۔ قال ابن الانباری ما روی عن عثمان لا یصح لانہ غیر متصل فکیف یحکی ثبوت اللحن فیہ۔

المقیمین کے منصوب ہونے کی وجہ میں علمائے اہلسنت عٰ۱ نے اختلاف کیا۔ پس جناب عائشہ و ابان بن عثمان سے روایت کی گئی ہے۔ کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ والمقیمون الصلوٰۃ لکھنا چاہئے تھا حضرت عثمان نے فرمایا مصحف میں غلطی ہے۔ عرب اسے اپنی زبانوں میں ٹھیک کر لینگے۔ عرض کیا گیا۔ کہ آپ

اسے کیوں نہیں درست فرماتے۔ جو آپ دیا اسے چھوڑ دو۔ کہ غلطی حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں بنا ئیگی۔ اور عموماً صحابہ اور اُن کے بعد تمام علماء اس بات کی طرف گئے ہیں۔ کہ یہ لفظ صحیح ہے۔ اس میں کاتب وغیرہ کی غلطی نہیں ہے۔ اور عثمان وعائشہ اور ابان کی روایت کا یہ جواب دیا گیا ہے۔ کہ یہ غلطی بہت دُور ہے۔ اس لئے کہ جن لوگوں نے قرآن جمع کیا تھا۔ وہ اہلِ زبان وفصاحت تھے اُنہیں اس غلطی کے دُور کرنے پر قدرت تھی پس وہ لوگ کتاب اللہ میں غلطی کیسے چھوڑ دیتے۔ کہ اُن کا غیر اُس کی اِصلاح کریگا۔ پس ان کی طرف اِس ترکِ غلطی کو منسوب نہ کرنا چاہیئے۔ ابن الانباری نے کہا حضرت عثمان سے جو روایت کی گئی ہے۔ وہ صحیح نہیں ہے۔ کہ سند اس کی غیر متصل ہے۔ پس غلطی کا ثبوت قرآن میں کیونکر ہو سکتا ہے ۞

مَیں کہتا ہوں جناب عائشہ کا غلطی پکڑنا ایسی صحیح حدیث ہے جس کو بُخاری صاحب نے اپنی شرط پر نقل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ علامہ سیوطی سے عالم خبیر نے اس کی صحت کو تسلیم کر لیا۔ ورنہ یاد رہے۔ کہ اگر بخاری کی اِس حدیثِ صحیح کو چھوڑ دیا گیا یا موضوع بنایا گیا۔ تو پھر ہرگز بخاری کی کوئی حدیثِ صحیح اِس قابل نہ رہے گی۔ کہ اُسے لیا جائے۔ پھر یہ ساری کتاب دریا بُرد یا نذرِ آتش کرنی پڑے گی ۞

اور جبکہ اہلسنّت کے زبردست عالم نے حدیث مذکور کو تسلیم کر لیا اور جتنے جوابات دیگر علمائے اہلسنّت نے اُسکے دیئے تھے۔ اُن سب کو رد کر دیا بقیہ جوابوں کا ہم نے ابطال کیا۔ تو کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ ہم ایسی لاجواب حدیث کو چھوڑ دیں۔ سبحان اللہ۔ ہاں اگر کسی نے باقاعدہ مسلّمہ اُس کی رد کی ہوتی۔ تو ہم بھی خاموش ہو کر بیٹھ رہتے۔ لیکن اَب تو تم ٹھوک کر کہتے ہیں۔ کہ تم سب غلط کہتے ہو۔ جناب معظمہ نے بالکل ٹھیک فرمایا ہے۔ کہ المقیمین کاتب نے غلط لکھا ہے اور یہ غلطی اب تک موجود ہے۔ بھلا معظمہ کی پکڑی ہوئی چوری کسی قانون نحوی سے دب سکتی ہے۔ ہرگز نہیں کہ یہ سب قاعدے بعد میں بنائے گئے ہیں۔ اور قرآن کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ بھلا اس غلطی کا ازالہ اشعارِ عرب کی تمثیلا سے ہو سکتا ہے۔ کہ شعری ضروریات ایک میدان وسیع ہے۔ یہاں وہ باتیں جائز ہو جاتی ہیں جو نثر میں جائز نہیں ہیں۔ پھر تم کیسے شعرِ عرب پر آیہ نثریہ کا قیاس مع الفارق کر سکتے ہو ۞

ع۲ حضرت عثمان سے جو روایت منقول ہے۔ اسے آپ رد کیجیئے۔ کہ اُس کی سند غیر متصل ہے۔



اگرچہ اُس کی واقعیت کو آپ نہیں مٹا سکتے ہیں تاہم آپ کا عُذر قاعدہ کے اندر ہوگا۔ کہ حدیث مقطوع الاسناد حجّت نہیں ہے۔ جیسا کہ ابن الانباری نے لکھا ہے۔ تو اب نتیجہ کلام یہ ہوگا۔ کہ خود جناب عثمان نے ہرگز ایسا نہیں فرمایا! در حقیقت اُنکو ایسا کہنا جائز بھی نہ تھا ہم مانے لیتے ہیں۔ لہذا آپ کو قرآن میں غلطیاں معلوم ہی نہیں ہوئیں۔ زیادہ سے زیادہ اتنا ہی آپ کہہ سکتے ہیں یہ منظور بسر و چشم منظور۔ لیکن آپ کے مطلع نہ ہونے سے کوئی شخص یہ نتیجہ برآمد نہیں کر سکتا۔ کہ قرآن میں فی الواقع غلطیاں ہوئی بھی نہیں۔ معاف فرمائیے گا ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ جناب عثمان کا علم پُورے نکات قرآنیہ کو حاوی نہ تھا۔ ناسخ کو منسوخ پہ مقدم کر دینا۔ اکثر مقامات میں بے جوڑ آیات لگا دینا۔ انفال و برائت کو دو یا ایک سُورہ سمجھنے میں قاصر رہنا۔ اسی وجہ سے برائت کے پہلے بسم اللہ کا نہ لکھنا وغیرہ وغیرہ کھلی ہوئی دلائلِ قاطعہ ہیں۔ آپ کے قصورِ علمی پر یہی سبب ہے۔ کہ المقیمین وغیرہ کی غلطی کی طرف آپ کا ذہن شریف ملتفت نہ ہوا۔ جناب عائشہ چونکہ آپ سے زیادہ عالمہ تھیں۔ وہ فوراً اِن غلطیوں کو سمجھ گئیں ۞

اور بھی آپ بُرا کیوں مانتے ہیں۔ ایک لفظی غلطی نہیں ہے۔ جو حضرت عثمان کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔ بلکہ املا کی غلطیاں آپ بھی تسلیم کرتے ہیں جیسے لا اوضعوا۔ لا اذبحنہ۔ بایید وغیرہ۔ آپ خود کہتے ہیں۔ کہ رسم الخط کے مطابق تلاوت جائز نہیں ہے۔ اَب بولو یہ مُسلّم غلطیاں حضرت عثمان کو کہاں نظر آئیں۔ پس اسی طرح المقیمین کی غلطی نگاہ تلے نہیں آئی۔ تو اِس میں کیا مضائقہ ہے۔ خواہ مخواہ آپ بگڑتے ہیں۔ ع۱ بالکل غلط ہے کہ عموماً صحابہ اِس طرف گئے ہیں۔ کہ یہ لفظ صحیح ہے۔ اگر سچے ہو۔ تو زیادہ نہیں تین چار صحابہ کی توثیق دکھا دیجئے۔ ہم ہنیئر الصابئون کے غلط ہونے کے متعلق ابن مسعود ابی اور ابن کثیر کی تصدیق پیش کر چکے۔ ایسے ہی آپ بھی تین صحابہ کی سند لائیے۔ کہ المقیمین صحیح ہے لیکن صحابہ اُس صنف کے ہوں جن کی قرآن دانی کے متعلق رسول اللہ نے توثیق فرمائی ہو۔ ابو ہریرہ وغیرہ کی گواہی معتبر نہ ہوگی ۞ ع۲ جن لوگوں نے قرآن جمع کیا تھا۔ وہ ہرگز نہ اہلِ فصاحت تھے۔ اور نہ زبانِ عرب کی باریکیوں پر مطلع تھے۔ ورنہ یہ کھلی ہوئی غلطیاں لفظاً اور املا کی اُن سے سرزد ہی نہ ہوتیں۔ اُن کو باخبر عالم فرض کر کے اُن کے عمل کو خود اُن کی وجاہتِ مفروضہ سے ثابت کرنا اسی کو دعوے عین دلیل کہتے ہیں۔ جو باطل ہے ۞

لیجیے ایک تفسیر کا بیان ختم ہو گیا۔ اب تفسیر بغوی کھولیے۔ اسی خازن کے جلد ا صفحہ ۵۱۷ کا

حاشیہ دیکھئے تو یہی مضمون آپکو نظر آئیگا۔ صرف جزوی فرق ہے۔ وہ ایسا نہیں ہے۔ جو آپکے مفید مطلب ہو اور ہم اُسکو رد کریں۔ خازن نے قول زمخشری بھی لکھا ہے۔ اُسے ہم پہلے ہی رد کر چکے ✚

اب ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۵۰۶ قول باری عزاسمہ۔ والمقیمین الصلوٰۃ کے متعلق چند قول ہیں۔ الاوّل روی عن عثمان وعائشۃ انہما قالا ان فی المصحف لحنا وستقیمہ العرب بالسنتہا واعلم ان ھذا بعید لان ھذا المصحف منقول بالنقل المتواتر عن رسول اللہ صلعم فکیف یمکن ثبوت اللحن فیہ

پہلا قول عثمان اور عائشہ سے مروی ہے۔ کہ ان دونوں نے فرمایا مصحف میں غلطی ہے۔ عنقریب عرب اُسے اپنی زبان میں ٹھیک کرلیں گے۔ جان لو کہ یہ قول بعید ہے۔ اسلئے کہ یہ مصحف بنقل متواتر رسول اللہ صلعم سے منقول ہے پس غلطی کا ثبوت اس میں کیونکر ممکن ہے ✚

میں کہتا ہوں رازی نے اس بیان میں تین زبردست دھوکے دیئے ہیں پہلا دھوکا یہ ہے کہ سابقاً ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ جملہ ان فی المصحف لحنا الخ حضرت عثمان سے مروی ہے۔ اس جملہ کو کسی ایک راوی نے بھی جناب عائشہ سے نقل نہیں کیا ہے۔ ورنہ مولوی عبد الشکور صاحب رازی کی وکالت میں معظمہ سے اس قول کی روایت اپنی کتابوں سے ثابت کرکے اپنے امام کی صداقت اور دیانت دکھائیں دوسرا دھوکا یہ دیا ہے۔ کہ جناب معظمہ کی روایت صحیحہ کو عثمانی روایت کیساتھ ملتبس کرکے بعید لکھ مارا ہے حالانکہ جناب عائشہ کی حدیث کی صحت اور لاجواب صحت کو علامہ سیوطی نے تسلیم کرلیا ہے اور کسی طرح سے علامہ اُسے رد نہیں کرسکے پس رازی صاحب کا یہ قول خود بعید از عقل و نقل ہے۔ تیسرا دھوکا یہ دیا گیا ہے۔ اور یہ دھوکا اوّل نمبر کا ہے۔ کہ مصحف عثمانی کو رسول اللہ صلعم سے متواتر منقول مانا ہے۔ جو سراسر غلط اور بے اصل دعویٰ ہے۔ اسلئے کہ رسول اللہ صلعم کے پاس جو قرآن لوح محفوظ سے آیا تھا۔ متواتر اُس میں سات حرف تھے اور فقہاء وغیرہ اہلسنت کے متفقہ فتوے سے ثابت ہو چکا کہ مصحف عثمانی میں پورے حرف نقل نہیں کیئے گئے بلکہ صرف ایک حرف باقی رکھ کے قرآن کو محرف بنایا ہے۔ پھر اس قول کی موجودگی میں رازی کا یہ لکھنا کہ یہ مصحف رسول اللہ صلعم سے متواتر نقل ہوا ہے۔ کھلا ہوا دھوکا ہے ✚

الثانی ھو قول البصریین انہ نصب علی المدح لبیان فضل الصلاۃ ۔۔۔۔ تقدیر الآیۃ اعنی المقیمین الصلوٰۃ وھم المؤتون الزکوٰۃ ✚

دوسرا قول بصریوں کا ہے یعنی فضیلت نماز کے بیان کے لئے مدح کی پر المقیمین



منصوب ہے ۔۔۔۔۔ پس عبارت کی اصل یوں ہوگی اعنی المقیمین الخ

میں کہتا ہوں۔ کہ جناب عائشہ نے رسول اللہ صلعم سے قرآن کی تعلیم پاکر المقیمین کو غلط کہا تھا۔ لہذا جب تک رسول اللہ صلعم کی حدیث صحیح میں صراحتہ یہ نہ دکھایا جائیگا۔ کہ مدح کی بنا پر لفظ مذکور منصوب ہے۔ اور لفظ اعنی یہاں سے محذوف ہے۔ یہ قول سراسر تک بندی سمجھا جائے گا۔ جو معظمہ عالمہ صدیقہ کے سامنے چل نہیں سکتی ہے۔ علاوہ اس کے کسائی نحوی نے خود بصریوں کی تقدیر پر جرح وارد کی ہے۔ جسے رازی صاحب نقل کرتے ہیں:۔ طعن الکسائی فی ھذا القول وقال النصب علی المدح انما یکون بعد تمام الکلام وھھنا لم یتم الکلام لان قولہ لکن الراسخون فی العلم منتظر للخبر والخبر ھو قولہ اولئک سنؤتیہم اجرا عظیما ✚ والجواب لا نسلم ان الکلام لا یتم الا عند قولہ اولئک لانا بینا ان الخبر ھو قولہ یؤمنون۔ وایضاً لم لا یجوز الاعتراض بالمدح بین الاسم والخبر وما الدلیل علی امتناعہ فھذا القول ھو المعتمد فی ھذہ الآیۃ ✚

کسائی نے بصریوں کے قول پر ایک برچھا مارا ہے اور کہا ہے کہ ختم کلام کے بعد مدح کے لحاظ سے نصب ہوسکتا ہے۔ حالانکہ یہاں کلام ختم نہیں ہوا ہے۔ اس لئے کہ قول خدا لکن الراسخون فی العلم خبر کا منتظر ہے اور خبر اُس کی قول باری اولئک سنؤتیہم اجرا عظیما ہے۔ کسائی کی طعن کا جواب یہ ہے۔ ہم تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ یہ جملہ قول باری اولئک پر ختم ہوتا ہے کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ الراسخون کی خبر یؤمنون ہے۔ نیز کیوں نہیں جائز ہے۔ کہ اسم و خبر کے درمیان مدح کے لئے المقیمین کلمہ معترضہ ہو۔ اور تمہارے پاس اس کے معترضہ ہونے کے امتناع پر کیا دلیل ہے۔ الغرض اس آیت میں قول بصریین ہی معتمد علیہ ہے (لیجئے یہاں بصریوں کا قول مان لیا گیا۔)

میں کہتا ہوں رازی کا جواب بچند وجوہ مخدوش اور باطل ہے۔ اوّل اسلئے کہ آپ تسلیم کریں یا نہ کریں۔ الراسخون کی خبر اولئک الخ ہے۔ آپ نے یؤمنون کو خبر قرار دیا ہے اور زمخشری نے کشاف جلد ۱ صفحہ ۳۳۶ مطبوعہ کلکتہ میں بھی یہی لکھا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ اسلئے کہ یؤمنون الراسخون کی خبر نہیں ہے۔ بلکہ المومنون کی خبر ہے اور مبتدا و خبر ملکر الراسخون پر عطف ہوگا۔ پھر بذریعہ عطف المقیمین اور المؤتون سب ملکر مبتدا قرار پائینگے۔ اور اولئک سنؤتیہم الخ خبر ہوگی۔ یہاں کلام ختم ہوگا۔ لہذا بصریوں کے قول کی بنا پر جملہ تمام ہونے سے پہلے مدح لازم آئیگی۔ اور یہ جائز نہیں ہے

اَب مَیں اپنے قول کی تائید میں خازن جلد ا صـ۵۱۷ و ۵۱۸ کو پیش کرتا ہوں۔ مفسّر خازن نے بیان کیا ہے۔ کہ المومنون سے کون لوگ مُراد ہیں۔ اسکے متعلق دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے۔ کہ ان سے اہلِ کتاب مُراد ہیں۔ اِس صورت میں معنی یہ ہوں گے لکن الراسخون فی العلم منھم وھم المومنون. اور دوسرا قول یہ ہے کہ اِس اُمت کے مہاجرین و انصار مُراد ہیں۔ پس اِس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ والمومنون کلام مستانف کا مبتدا اور یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک اُس کی خبر قرار پائے گا۔ الغرض المومنون کی دونوں تعبیروں کی صورت میں المومنون اپنی خبر سے مِلکر الراسخون کا معطوف ہوگا۔ پھر اسی الراسخون سے بذریعہ عطف المقیمین اور المؤتون اور المومنون باللہ و الیوم الاٰخر مربط ہوگا۔ پھر اُن سب کی خبر اولٰئک ہوگی۔ جیسا کہ ہم اِس سے پہلے لکھ چکے۔ اَب تائید بھی خازن جلد ا صـ۵۱۸ میں ملاحظہ کرتے لیجئے۔ مفسّر مذکور فرماتے ہیں:-

والمؤتون الزکوٰۃ عطف علی والمومنون لانہ من صفتھم والمومنون باللہ والیوم الاٰخر یعنی والمصدقون لوحدانیۃ اللہ وبالبعث بعد الموت وبالثواب والعقاب اولٰئک یعنی من ھذہ الاوصاف صفۃ سنؤتیھم اجرا عظیما ؛

اور المؤتون الزکوٰۃ کا عطف المومنون پر ہے کہ زکوٰۃ دینا مومنین کی صفت میں سے ہے اور المومنون باللہ والیوم الاٰخر سے مُراد وہ لوگ ہیں۔ جو خدا کی وحدانیت اور حشر بعد موت اور ثواب و عذاب کی تصدیق کرتے ہیں۔ اولٰئک یعنی جن لوگوں کے یہ اوصاف (علم میں رسوخ رکھنا اور مَا انزل الیک اور مَا انزل من قبلک پر ایمان لانا۔ نماز کو قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ وحدانیت خدا اور حشر بعد الموت اور جزا و سزا کی تصدیق کرنا) جن اشخاص کے ہیں۔ اُن کو ہم اجرِ عظیم دینگے۔ دیکھیئے یہاں آکر کلام خدا ختم ہُوا ؛ الغرض منصوبہ زمخشری و رازی باطل ہوگیا۔ اُن کی تقلید میں جس جس نے اِس خرافات کو قلم سے نکالا تھا۔ اُن کی فضول بکواس بھی ایں ہم بالائے علم کا مصداق قرار پاگئی ؛

آپ رازی صاحب یہ ارشاد کیوں نہیں جائز ہے۔ کہ اثنارِ کلام میں مدح بطور جملہ معترضہ کے کسلئے نہیں آسکتی۔ اور اِس کے امتناع پر کیا دلیل ہے۔ مَیں عرض کرتا ہوں۔ جی ہاں جُملہ معترضہ ہونے کا احتمال اُس صورت میں قابلِ تسلیم ہو سکتا ہے۔ کہ جب آپ رسول اللہ کی نص صحیح و صریح و متواتر اِس معترضہ کی تائید میں پیش کردیں گے۔ ورنہ عطار نویہ نقار تو۔ اِس کے امتناع پر دلیل یہ ہے کہ اس



متعلق رسول اللہ کی نص صریح نہیں ہے اور مفسّر غیر معصوم کے قول پر خصوصاً خاطی کے قول پر مولوی عبدالشکور صاحب کو اعتماد نہیں ہے۔ نیز یہ تاویل جناب اُم المومنین عائشہ صدیقہ کو جھوٹا بتاتی ہے۔ کہ معظمہ تو فرمائیں کہ المقیمین کاتب نے غلط لکھا ہے۔ بُخاری نے اپنی شرط پر اِس حدیث شریف کو نقل فرمایا ہے کہ علامہ سیوطی نے اِس حدیث کی صحت کو مان لیا اور اپنے علماء کے جوابوں کو اس کے مقابلہ میں بیکار سمجھا۔ ابن اشتہ کے جواب کو ہم نے باطل ثابت کردیا۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ المقیمین صحیح ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پھر تفسیر کبیر ملاحظہ ہو۔ جلد و صفحہ وہی ہے:-

والقول الثالث وھو اختیار الکسائی وھو ان المقیمین خفض بالعطف علی مافی قولہ بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ والمعنی والمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالمقیمین الصلوٰۃ ثم عطف علی قولہ والمومنون قولہ والمؤتون الزکوٰۃ ؛

تیسرا قول مختار کسائی نحوی کا ہے کہ المقیمین مجرور ہے۔ اس کا عطف قول باری مَا انزل الخ کے لفظ مَا پر ہے۔ اور آیت کے معنی یہ ہیں۔ اور مومنین ایمان رکھتے ہیں۔ مَا انزل الیک اور مَا انزل من قبلک پر اور المقیمین الصلوٰۃ پر۔ پھر المومنون معطوف علیہ ہے۔ اور کلمہ المؤتون الزکوٰۃ اُس کا معطوف ہے ؛

مَیں کہتا ہوں یہ قول بھی غلط ہے۔ اِسلئے کہ اوّل تو یہ رسول اللہ معصوم کا قول نہیں ہے۔ لہذا قولِ خاطی مولوی عبدالشکور صاحب کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو تنبیہ الحائرین صـ۱ ثانیاً اِس قول سے حدیثِ معظمہ کی تکذیب ہوتی ہے۔ پھر کیسے عقلِ شکوری اِس کو صحیح مان سکتی ہے۔ کسائی کے معطوف علیہ اور معطوف کو غور سے دیکھیئے ؛

الرابع جاء فی مصحف عبداللہ ابن مسعود والمقیمون الصلوٰۃ وھی قرائۃ مالک بن دینار والجحدری وعیسی الثقفی ؛

چوتھا قول عبداللہ بن مسعود کے مصحف و المقیمون الصلوٰۃ آیا ہے۔ اور مالک بن دینار اور جحدری اور عیسٰے الثقفی کی یہی قرائت ہے ؛

تفسیر کشاف جلد ا صـ۳۳۶ میں بھی یہی مضمون ہے۔ اور لطیفہ یہ ہے۔ کہ دونوں مفسّروں نے کوئی جرح اِس قول پر نہیں کی ہے۔ لہذا یہ قولِ حق ہے۔ کہ حضرت اُم المومنین عائشہ کے کلام

کی اس قول سے تائید ہوتی ہے۔ الغرض معظمہ کے کلام حق الیتام سے اور قول ابن مسعود سے اور مالک بن دینار اور حجدری اور عیسٰے ثقفی کی قرائت سے ثابت ہوگیا۔ کہ المقیمون صحیح ہے۔ پس المقیمین غلط ہوا۔ لہٰذا مولوی عبدالشکور صاحب کا جواب لغو اور باطل ہوگیا ۔

**الحائری** تیسری آیت سورۂ طٰہٰ ان ھٰذان لساحران۔ غلطی یہ کہی جاتی ہے کہ ھذان اسم انّ کا ہے۔ اس کو نصب ہونا چاہیئے۔ یعنی ھٰذین ہونا چاہیئے۔ حائری صاحب کو یہ خبر نہیں کہ قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ کس طرح ہماری قرائت میں انّ نہیں ہے۔ بلکہ اِنْ بسکون نون البتہ ایک دوسری قرائت میں ہے۔ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل صحیح ہے کہ انّ کا اسم جب تثنیہ ہو۔ تو اُس کو الف کے ساتھ بھی اعراب دیتے ہیں۔ تفسیر کبیر دیکھو کتنے اشعار عرب کے نقل کیے ہیں۔ فراء کا قول ہے۔ ذالک وان کان قلیلا اقیس ۔

**الاعجاز** مولوی عبدالشکور صاحب نے نہایت متکبرانہ انداز میں لکھا ہے۔ کہ علّامہ حائری صاحب کو یہ خبر نہیں ہے۔ کہ یہ آیت قرآن شریف میں کس طرح ہے۔ بھٹکار اپنے منحنز پر کہ دوسرے پر عامیانہ اعتراض اور خود بھی آیت کو حل نہیں کیا۔ اور صرف اتنا لکھ کر چھوڑ دیا۔ کہ ہماری قرائت میں انّ نہیں ہے۔ بلکہ اِنْ بسکون نون ہے۔ مگر انّ کے نہ ہونے کی اور اِن بسکون نون ہونے کی وجہ نہیں بتائی۔ میں کہتا ہوں۔ وجہ معلوم نہیں ہے ورنہ آپ بتا دیں واہ رے صاحب جب آپ بھی قرائت والے ہوگئے۔ سبحان اللہ چشم بد دور۔ خیر بالفرض آپ بھی آٹھویں قاری سہی۔ لیکن یہ قرائت قطعاً غلط ہے۔ نہ صرف اسلئے کہ یہ حرف انّ ہے۔ اور ان کا اسم جبکہ تثنیہ ہو۔ تو یائے ماقبل مفتوح کے ساتھ اُس کا اعراب ہوتا ہے۔ بلکہ اس لئے غلط ہے۔ کہ حضرت اُم المومنین عائشہ آپ کی عالمہ صدیقہ نے اس کو غلط بتایا ہے۔ وجہ اس کی جو کچھ بھی ہو۔ مگر غلط بتایا ہے ہم بحوالہ اتقان ناقابل انکار ثبوت دے چکے۔ کہ یہ حدیث معظمہ اسد بجہ صحیح ہے کہ علّامہ سیوطی نے اسکی صحت کو تسلیم کر لیا ہے اور کسی حیثیت سے موصوف اسے رد نہیں کر سکے۔ پس معظمہ کے مقابلہ میں آپکی غلط قرائت کبھی مُسلّم نہیں ہو سکتی ہے ۔

اب ہم ناظرین کو شکوری تفسیر کبیر کی سیر کراتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر مذکور جلد ششم ص ۶۸

وفی الآیۃ مسائل المسئلۃ الاولی القراءۃ المشھورۃ ان ھٰذان لساحران ومنھم من ترک ھذہ القرائۃ وذکروا وجوھا اخر۔ احدھا قرا ابو عمرو وعیسٰی بن عمران ھٰذین لساحران



وقالوا ھی قرائۃ عثمان وعائشۃ وابن الزبیر وسعید بن جبیر والحسن رضی اللہ عنھم واحتج ابو عمرو وعیسٰی علی ذالک بما روی ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا انھا سئلت عن قولہ ان ھٰذان لساحران۔ وعن قولہ ان الذین اٰمنو والذین ھادوا والصابئون والنصاریٰ فی المائدۃ وعن قولہ لکن الراسخون فی العلم منھم الی قولہ والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ فقالت یا ابن اخی (اختی) ھذا الخطاء من الکاتب ۔

اس آیہ میں چند مسئلے ہیں۔ پہلا مسئلہ قرائت مشہورہ ہے۔ ان ھٰذان لساحران۔ اور علمائے اہلسنّت میں سے وہ لوگ بھی ہیں۔ جنہوں نے اس قرائت کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اُنہوں نے دوسری قرائتیں بیان کی ہیں۔ پہلی قرائت۔ ابو عمرو اور عیسٰے ابن عمر سُنی نے پڑھا ہے۔ ان ھٰذین لساحران اور ان حضرات نے فرمایا ہے۔ یہ قرائت جناب عثمانؓ اور حضرت عائشہ اور ابن زبیر اور سعید بن جبیر اور حسن بصری رضی اللہ عنہم کی ہے۔ ابو عمرو اور عیسٰے نے اس قرائت پر دلیل قائم کی ہے۔ اُس روایت سے جو ہشام نے اپنے والد عروہ سے اُنہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل فرمائی ہے کہ اُن معظمہ سے آیہ ان ھٰذان لساحران اور الصائبون سے جو سورۂ مائدہ میں ہے۔ اور المقیمین سے سوال کیا تھا۔ تو معظمہ نے فرمایا تھا اے میرے بھانجے یہ سب کاتب کی غلطی ہے ۔

میں کہتا ہوں۔ اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت عثمانؓ اور جناب عائشہ اور عروہ بن الزبیر اور سعید بن جبیر حسن بصری اور ابو عمر اور عیسٰی بن عمر یہ سات بزرگوار آیۂ بالا کو ان ھٰذین لساحران پڑھتے اور جناب معظمہ نے ھذان کو صاف لفظوں میں غلط بتایا تھا۔ یہ یہی روایت ہے۔ جس کی صحت علّامہ سیوطی نے تسلیم کر لی ہے۔ اتنا ثابت ہوگیا کہ اہلسنت میں بھی ایسے فرقے ہیں جو مشہور قرائت کے خلاف آیہ مذکورہ پڑھتے ہیں۔ اگرچہ مولوی عبدالشکور صاحب اپنے مذہبی اکابر کو دروغگو قرار دیکر اُن کے قول کو باطل مانیں۔ تو اس سے کیا ہوگا۔ واقع میں یہ قرات اپنے مقام پر قائم رہے گی اور کہنے میں بات آئے گی۔ کہ اہلسنت بھی قرائت مشہورہ کے خلاف پڑھتے تھے۔ اور جناب عائشہ نے اس کو غلط بتایا ہے۔ جنہوں نے بلا شرکت غیرے رسول اللہ سے قرآن کی تعلیم پائی تھی۔ یقیناً معظمہ نے ان ھٰذین لساحران ہی پڑھا تھا۔ الغرض مذہب اہلسنت سے ھذان کا غلط ہونا ثابت ہے۔ یہ غلطی مٹ نہیں سکتی۔ لاکھ نحوی قاعدے بنا کے اس کی تصحیح کی جائے۔

مگر جو غلط ہے۔ وہ غلط ہی رہیگا۔ اِس کے بعد رازی نے پانچ قرائتیں اور لکھی ہیں جنکو ہم خارج از بحث سمجھ کے چھوڑتے ہیں۔ اگرچہ قرائت کا اختلاف قرآن کے عدم تواتر کی دلیل ہوسکتا ہے۔ تاہم ہمیں اختصار بھی مدِنظر ہے۔ اِس کے بعد رازی صاحب فرماتے ہیں۔ جلد ششم کا ص۶۹ دیکھیے:۔

اعلم ان المحققين قالوا هذه القرآت لا يجوز تصحيحها لانها منقولة لبطريق الاحاد والقرآن يجب ان يكون منقولة بالتواتر اذ لو جوزنا اثبات زيادة في القرآن بطريق الاحاد لما امكننا القطع بان هذا الذي هو عندنا كل القرآن لانه لما جاز في هذه القرآت انها مع كونها من القرآن ما نقلت بالتواتر جاز في غيرها ذالك فثبت ان نجويز كون هذه القرآن عن القرآن لبطريق جواز الزيادة والنقصان والتغير الى القرآن وذالك يخرج القرآن عن كونه حجة ولما كان ذالك باطلا فكذالك ما ادى اليه ۔

واضح ہو کہ محققین نے فرمایا ہے کہ ان قرائتوں کو صحیح قرار دینا جائز[1] نہیں ہے۔ کہ یہ سب بطریق آحاد منقول ہیں اور قرآن کا بتواتر منقول ہونا واجب[2] ہے۔ اِسلئے کہ اگر ہم روایاتِ آحاد کی وجہ سے یہ تجویز بنا کریں کہ قرآن اِس سے[3] زیادہ تھا۔ تو البتہ ہمکو یقین[4] حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ کہ جو کتاب ہمارے پاس ہے یہ پورا[5] قرآن ہے۔ جب اِن قرائتوں کے متعلق یہ بات جائز ہو کہ باوجود متواتر نہ ہونے[6] کے بھی قرآنی قرآت ہیں۔ تو غیر قرآت میں بھی یہی بات جائز ہوجائے گی۔ پس ثابت[7] ہوا کہ اِن قرائتوں کا باوجود غیر متواتر ہونے کے قرآن میں تجویز کرنا ایسا ہے جیسے قرآن میں زیادتی ونقصان وتغیر کو جائز سمجھنا۔ حالانکہ یہ باطل ہے، قرآن کو حجیت[8] سے خارج کردے گا۔ اور جبکہ قرآن کا حجیت سے خروج باطل ہے تو وہ بھی باطل ہے۔ جو اِس کا سبب ہو۔

میں کہتا ہوں کلام رازی از سرتاپا مہمل اور لغو ہے۔ کہ خود ہی اپنے دل سے چند مقدمے تراشے۔ پھر اُن کو خود ہی محال اور باطل فرض کیا۔ پھر اُس کے بعد جھٹ پٹ اپنے مدعا کو اُس سے ملادیا۔ خیر اب ہم نمبروار امام المتشککین کی تشکیک کا ازالہ کرتے ہیں۔ اُن کے مقلد خاص النخاص مدیر النجم ملاحظہ فرمائیں۔ کہ آپ نے تفسیر کبیر دیکھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ مدیر صاحب آپ نے تفسیر کبیر کو مقلدانہ نظر سے دیکھا ہے۔ اور ہم نے سوزنِ تحقیق سے اُس کے بخیے اُدھیڑے ہیں۔ آپ کا دل ہمارا لوہا مان چکا ہے۔ کہ ہمارے ابتدائی مختصر مضمون کے سوا کسی دوسرے استدلالی



مضمون کا آپ نے کبھی جواب دیا ہو تو بتا دیجئے۔ میرے تقریباً پچاس زلزلہ افگن سوالات آپ پر قرض چلے آتے ہیں کبھی اُن کے جواب کی توفیق ہوئی ہو تو النجم کا حوالہ دیجئے۔ اب یہ کوہ گراں آپ کے بالائے سر رکھا جاتا ہے۔ اپنی آخر زندگی تک اس کا ازالہ کردیجئے گا۔ تو دنیا آپ کے مذہب کا زور دیکھ لے گی ۔

ع۱ رازی صاحب نے اِن قرائتوں کو اِسلئے ناجائز مانا ہے۔ کہ آپ کے نزدیک یہ تینیں آحاد ہیں تو میں کہتا ہوں۔ اولاً اگرچہ آحاد ہی سہی لیکن آپ کے مذہب سے اُن کو گہرا تعلق ہے۔ یہ آپ کے مذہب کی ہی قرائتیں کہلائیں گی۔ ثانیاً آپکا مذہب اوّل سے آخر تک آحاد پر مبنی ہے۔ ذرا بتائیے تو کتنی باتیں آپکے مذہب میں متواتر ہیں۔ خدا کے فضل سے تواتر سے آپکا مذہب خالی نظر آئے گا۔ پھر کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ اِن قرائتوں کو آحاد کہکر ناجائز مانا جائے۔ ع۲ قرآن کا بتواتر منقول ہونا واجب ہے۔ یہ خوب کہی لیکن بے تکی کہی۔ اِسلئے کہ عہدِ نبوی میں آپکے مذہب سے قرآن متواتر نہیں۔ اور بالفرض اگر متواتر تھا تو وہ سات حرفوں والا متواتر تھا جو آگ میں جھونک دیا گیا۔ عہدِ صحابہ میں قرآن متواتر نہ تھا۔ اِسلئے کہ اس زمانہ میں مختلف الانواع مصاحف تھے۔ جو سب کے سب آگ میں جلائے گئے۔ اب رہا مصحف عثمانی یہ محرف متواتر ہوا ہے۔ اس کی قرائت کو آپ خواہ مخواہ متواتر بنالیں لیکن اِن قرائتوں کی سند ہرگز رسول اللہؐ تک متصل نہیں ہے۔ ورنہ جناب عائشہ۔ اُبی ابن مسعود وغیرہم کی قرائت اس کے خلاف کیوں ہوتی۔ اسے بھی جانے دیجئے۔ آپ اِس قرائت کو نصِ متواتر سے رسول اللہؐ کی ثابت کردیجئے۔ تو ہم جانیں۔ ع۳ آپ روایاتِ آحاد سے قرآن منزل کا اس مصحفِ عثمانی سے زائد ہونا ہرگز تسلیم نہ کریں۔ بلکہ حدیثِ متواتر سے مانئے۔ کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا تھا۔ ہم پیشتر اِس حدیث کا متواتر ہونا ثابت کرچکے۔ اب بتائیے کہ یہ مصحف عثمانی حروفِ سبعہ کو مشتمل ہے۔ ہرگز نہیں۔ ورنہ آپکے فقہاء وغیرہ کیوں قائل ہوجاتے کہ اس مصحف میں ساتوں حرف نہیں لکھے گئے۔ بلکہ صحابہ نے بہت سے حرف گھٹا دیئے اور یہ فعل اُن کا ناجائز تھا کیا صرف زبانِ قریش میں مصحف کو رکھنا باقی چھ حرف نکال دینا آپکے مذہب سے ثابت نہیں ہے۔ ضرور ثابت ہے۔ لہذا مانئے۔ کہ یہ مصحف ناقص ہے۔ ع۴ آپکو ہرگز یقین حاصل نہیں ہوسکتا۔ کہ جو مصحف آپکے پاس ہے۔ یہ پورا قرآن ہے۔ اِس لئے کہ آپ کے مذہبی فقہاء وغیرہ اسے

ناقص جانتے ہیں۔ پھر یہ مصحف یقینی طور ع۵ سے پورا کیونکر متصوّر ہو سکتا ہے۔ ع۶ اگر آپ ان قرأتوں کو متواتر نہ مانینگے۔ تو کیا ہوگا جو ان قرائتوں کو مانتے ہیں اُن کے نزدیک یہ ضرور متواتر ہیں۔ اور یہ سب کے سب سُنّی المذہب ہیں۔ اور یہ بات ممکن ہے کہ ایک چیز ایک قوم کے نزدیک متواتر ہو۔ اور دوسری قوم کے نزدیک وہ متواتر نہ ہو۔ آپ توریت و انجیل کو محرف کہتے ہیں۔ لیکن یہود و نصاریٰ سے تو پوچھئے وہ ہرگز اپنی کتابوں کو محرف نہ کہینگے۔ اُس کی قرأتوں کو آحاد نہ کہینگے۔ درآنحالیکہ آپ اُن کی کتابوں سے اُن کے اقوال سے توریت و انجیل کو محرف ثابت کرتے ہیں۔ اِسی طرح ہم بھی آپکے مقابلہ میں آپ کے مذہب سے مصحفِ عثمانی کے محرف ہونے کا ناقابلِ انکار ثبوت دے کر آپکے دہنوں پر لجام خاموشی چڑھاتے ہیں ✤ ع۷ پس ثابت ہوا کہ جس طرح یہ قرائتیں اُس گروہ اہلسنّت میں متواتر مانی گئی ہیں۔ جو ان کے قائل ہیں۔ اُسی طرح مصحف عثمانی میں کمی اور تغیر بھی اہلسنّت کے فقہا اور قرار اور متکلمین کے نزدیک مسلم ہے۔ ع۸ ان حضرات کے نزدیک مصحفِ عثمانی کی حُجیّت ثابت اور مُسلّم ہی نہیں ہے۔ تاکہ حُجیّت سے اُس کا خروج لازم آئے پس نہ مصحف عثمانی کا آپ کے مذہب سے حُجت نہ ہونا باطل ہے اور نہ وہ قرائتیں باطل ہیں۔ جس کی وجہ سے اس مصحف کا حُجیّت سے خارج ہونا لازم آتا ہے ✤

**رازی صاحب فرماتے ہیں** اما الطعن فی القرائۃ المشہورۃ فہو اسوء مما تقدم من وجوہ احدھا انہ لما کان نقل ہذہ القرائۃ فی الشہرۃ لنقل جمیع القران وذالک فلو حکمنا ببطلانہا جاز مثلہ فی جمیع القران وذالک یفضی الی القدح فی التواتر فی کل القران وانہ باطل واذا ثبت ذالک امتنع صیرورتہ معارضا بخبر الواحد المنقول عن بعض الصحابۃ ✤

لیکن قرأت مشہورہ میں طعن کرنا پس وہ بدتر ہے اُس چیز سے جو سابقاً مذکور ہوئی بچند وجوہ باطل ہے۔ اولاً اسلئے کہ جس طرح پورا قرآن نقل ہوتا ہوا چلا آتا ہے۔ اُسی طرح یہ مشہور قرائتیں بھی نقل ہو رہی ہیں۔ پس اگر ہم ان قرائتوں کے بطلان کا حکم لگائیں گے۔ تو کل قرآن کے بطلان کا بھی ہم کو حکم لگانا پڑے گا۔ اور اُس سے کل قرآن کے تواتر میں قدح جائز ہو جائے گی۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ پس جب یہ ثابت ہوگیا۔ تو اب محال ہے۔ کہ جو خبر واحد بعض صحابہ سے منقول ہے۔ وہ قرآن متواتر کی معارض ہو سکے ✤



مَیں کہتا ہوں۔ رازی صاحب کی یہ دلیل باطل ہے۔ اِس لئے کہ مصحفِ عثمانی اور مشہور قرائتوں کا منقول ہوتا ہوا آنا ان کی حقانیت کا سبب نہیں ہو سکتا ہے۔ ورنہ یہود و نصاریٰ کی کتابیں اُن کے یہاں بتواتر منقول ہو رہی ہیں پس اگر نقل بتواتر موجب حقانیت ہو سکتی ہے۔ تو اِن کتابوں کی بھی حقانیت تسلیم کیجئے۔ مَیں یقین کرتا ہوں کہ آپ ہرگز ان کی حقانیت کو تسلیم نہیں کریں گے اور یہی جواب دیں گے۔ کہ یہ کتابیں محرف متواتر ہو گئی ہیں پس یہی جواب ہم بھی دیتے ہیں۔ کہ مصحفِ عثمانی محرفِ متواتر ہو گیا ہے۔ اور وہی محرف سلفاً عن خلف نقل ہو رہا ہے۔ اب بتلائیے آپکا خانگی تواتر مقامِ مناظرہ میں کیا مفید ہو سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ اُس کی تحریف و تنقیص کا آپکے گھر میں ایک جم غفیر قائل ہے۔ جیسا کہ ہم چند مرتبہ اس کو لکھ چکے۔ آپ اِن مشہور قرائتوں کے بطلان کا حکم لگائیں یا نہ لگائیں۔ لیکن جو حضرات الملفقین وغیرہ کو غلط سمجھتے ہیں۔ اُن کے دل سے پوچھے وہ بھی آپ کے بزرگانِ ملت ہیں۔ قرآن کا تواتر کس دن مقدوح نہیں ہوا کہ اب آپ اُس میں قدح کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ یاد رکھیے کہ محرف گو متواتر بھی ہو جائے۔ مگر وہ محرف ہی رہیگا۔ پس جبکہ آپکے مذہبی فقہا وغیرہم کے فتوے سے مصحفِ عثمانی ناقص و محرف تسلیم ہو چکا پس اب اگرچہ وہ متواتر ہو گیا ہے۔ لیکن اُس کی تحریف و تنقیص بھی آپ کے فقہا وغیرہم کی صنف میں متواتر ہے۔ لہذا اب اِس محرف متواتر کا معارضہ اُن اخبار سے ہو سکتا ہے۔ کہ جنکو رازی صاحب نے آحاد فرض کر لیا ہے۔ کہ اُن کی تائید میں بھی تواتر موجود ہے۔ خصوصاً حدیث اُم المومنین مصحف عثمانی پر ایسی زبردست جرح ہے۔ جسے آپ کے علما کسی طرح رد نہیں کر سکے۔ دیکھو اتقان جیسا کہ ہم بیشتر پوری وضاحت سے اِس بیان کو لکھ چکے ہیں۔ رازی صاحب فرماتے ہیں:-

ثانیھا ان المسلمین اجمعوا علی ان ما بین الدفتین کلام اللہ تعالیٰ وکلام اللہ تعالیٰ لا یجوز ان یکون لحنا وغلطا فثبت فساد ما نقل عن عثمان وعائشۃ رضی اللہ عنہما ان فیہ لحنا وغلطا ✤

دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اتفاق کیا ہے اِس بات پر کہ مابین الدفتین کلام اللہ ہے۔ اور کلام اللہ میں لحن و غلطی جائز نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا فساد اُن روایات کا جو حضرت عثمان اور جناب عائشہ سے منقول ہیں۔ کہ اِس کلام اللہ میں لحن و غلطی ہے ✤

مَیں کہتا ہوں۔ آپ کو اجماع مسلمین سے کیا تعلق ہے۔ آپ اپنے مذہب کی بات کہیئے۔ کہ آپ

کے مذہب میں کلام اللہ قدیم ہے۔ وہ خدا کی صفتِ ذاتیہ ہے۔ وہ حروف و الفاظ کا مجموعہ نہیں ہے نہ وہ تلفظ میں آسکتا ہے۔ نہ وہ لکھنے میں آسکتا ہے۔ اب بتایئے۔ وہ بین الدفتین کہاں سے اور کیونکر آگیا۔ آپکے مذہب سے مابین الدفتین کلام اللہ نہیں ہے کہ اس میں غلطی جائز نہ ہو۔ بلکہ یہ تو مصحفِ عثمانی ہے جس میں غلطی کیسی بلکہ اس میں خوب دل کھول کے تحریف ہوئی ہے۔ ورنہ آپ کے مذہبی پیشوا فقہاء وغیرہم کا مسلک وہ نہ ہوتا۔ جو ہم پیشتر لکھ چکے۔ لہٰذا ہرگز ثابت نہیں ہوا کہ جناب عائشہ سے جو حدیثِ صحیح منقول ہے۔ وہ فاسد ہے۔ بلکہ اُسے فاسد کہنے والا خود فاسد الرائے ہے ✽

وثالثها قال ابن الانباری ان الصحابة هم الائمة والقدوة فلو وجدوا فی المصحف لحنا لما فوضوا اصلاحه الی غیرهم من بعدهم مع تحذیرهم من الابتداع وترغیبهم فی الاتباع حتی قال بعضهم اتبعوا ولا تبتدعوا فقد کفیتم فثبت انه لابد من تصحیح القرائة المشهورة ✽

تیسری وجہ یہ ہے۔ ابن الانباری نے فرمایا ہے۔ کہ صحابہ امام ع۱ اور مقتدا تھے۔ پس اگر یہ حضرات مصحف میں غلطی ع۲ پاتے۔ تو ہرگز اُس کی اصلاح اپنے بعد والوں ع۳ کے سر نہ رکھتے باوجودیکہ یہ حضرات بدعت ع۴ سے ڈراتے تھے اور اتباع کی طرف رغبت دلاتے تھے۔ یہاں تک کہ اُن میں سے بعض ع۵ نے فرمایا تم لوگ پیروی کرو بدعت نہ پھیلاؤ ع۶۔ کہ کفایت تمہاری کردی گئی ہے پس ثابت ہوگیا کہ قرائتہ مشہورہ کا صحیح جاننا ضروری ہے ✽

میں کہتا ہوں حدیث اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم قطعاً موضوع ہے۔ پھر صحابہ ع۱ کو امام اور مقتدے کس نے بنایا ہے۔ ع۲ جناب عائشہ نے یقیناً مصحفِ عثمانی میں غلطیاں پائیں۔ ع۳ یہ تو عکرمہ کی روایت کا مضمون ہے۔ اسی نے جناب عثمان کی طرف سے بیان کیا تھا ستغیرها العرب بالسنتها۔ آپ اس خارجی کو جھوٹا اور مفتری کہہ دیجئے لیکن جناب عائشہ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا۔ کہ اہلِ عرب خود ان غلطیوں کی اصلاح کر لینگے۔ لہٰذا ابن الانباری کے کلام سے قولِ عکرمہ مردود ہوگیا نہ کہ جناب معظمہ کا ارشاد۔ بلکہ وہ اپنے مقام پر صحیح رہا۔ کہ اُس کو بخاری و مسلم نے اپنی شرط پر نقل فرمایا ہے۔ جیسا کہ ہم اتقان سے اس حدیث کو پیشتر لکھ چکے۔ ع۴ یہ بالکل غلط اور کذب محض ہے۔ جن صحابہ کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے۔ اُن کی بدعات و اولیات سے آپکی کتابیں پُر ہیں۔ ہماری یہ کتاب مطاعن میں نہیں ہے۔ ورنہ بدعات صحابہ کے نمونے ہم دکھلاتے۔ قرآن



میں تحریف کرنا۔ سات حرفوں میں سے ایک حرف باقی رکھنا اور چھ حرف قرآن مجید سے خارج کر دینا سب سے بڑی بدعت ہے۔ ع۵ ان بعض صحابہ کا نام نہیں لکھا غرض شکوری صحابہ میں سے کوئی ایک بھی تم ایسا بزرگ صحابی ثابت نہیں کر سکتے۔ جس نے دین میں بدعات نہ پھیلائی ہوں۔ اور دیگر صحابہ کو بدعات سے ڈرایا ہو۔ ع۶ اس جملہ سے ظاہر ہوگیا۔ کہ صحابہ میں وہ لوگ بھی تھے۔ جو بدعات پھیلاتے تھے۔ اور کسی ناصح مشفق نے اُن کو بدعات سے منع کیا تھا۔ درحقیقت ایسے ہی بدعتی صحابہ بروایت بخاری و مسلم وغیرہ روزِ قیامت حوض کوثر سے خارشتی اونٹوں کے مانند ہنکائے جائیں گے۔ ع۷ ہرگز ثابت نہیں ہوا۔ اور نہ ہوسکتا ہے۔ کہ قرائتہ مشہورہ کو صحیح جاننا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اس قرائت کی صحت پر رسول اللہؐ کی نص صریح شکوری مذہب میں موجود نہیں ہے۔ ورنہ المقیمین اور الصابئون اور ان هذان کی صحت پر رسول اللہؐ کی حدیثِ صحیح و صریح دکھائی جائے لیکن میں پیشگی کہے دیتا ہوں کہ حضور سید عالمؐ نے اپنے چار صحابہ کو قرآن مجید کا معلم بنایا تھا۔ اُن میں سے حضرت ابی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود ہیں۔ ان دونوں کی قرائت اس قرائتِ مشہورہ کے خلاف تھی۔ جیسا کہ پیشتر ثبوت دیا گیا۔ پس جن اکابر صحابہ سے قرآن پڑھنے کا دیگر صحابہ کو حکم دیا گیا ہو۔ اُن کی قرائت غلط اور جن سے قرآن پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اُن کی قرائت صحیح سمجھی جائے کس قدر جہالت کی بات ہے۔ حالانکہ جس قرائت کو صحیح بتایا جاتا ہے۔ اُس کے غلط ہونے پر رسول اللہ کی زوجۂ محترمہ حضرت اُم المومنین جناب عائشہ بھی نص فرما چکیں۔ پھر عروہ بن الزبیر عبیداللہ بن کثیر۔ سعید بن جبیر۔ ابو عمرو۔ عیسےٰ ابن عمر۔ حسن البصری۔ مالک بن دینار۔ حجدری۔ عیسےٰ ثقفی وغیرہم اس قرائتِ مشہورہ کے خلاف قرائت کرتے تھے۔ یہ سب کے سب اکابر اہلسنت ہیں۔ پس ان کی موجودگی میں رازی صاحب کا یہ فرمانا فثبت انه لابد من تصحیح القرائة المشهورة بالکل غلط ہے ✽

**شکوری بانگ**

ان کا اسم جب تثنیہ ہو تو اُس کو الف کے ساتھ بھی اعراب دیتے ہیں۔ دیکھو تفسیر کبیر ✽

میں کہتا ہوں۔ آپ کو اس اعراب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اوّل اس لئے کہ یہ اعراب اِنّ کا ہے۔ جس کا نون مشدد ہے۔ اور قرآن کی موجودہ قرائت میں اِنْ بسکون نون ہے۔ جسے آپ نے اپنی قرائت میں لکھا ہے۔ دوم اس لئے کہ یہ اعراب زبانِ قریش میں معتبر نہیں ہے۔

ورنہ کسی قریشی کی زبان سے اس اعراب کی توثیق وسند دکھائی جائے۔ رازی صاحب نے جتنے اشعار پیش کئے ہیں۔ اوّل تو اُن میں ان ھذان مستعمل نہیں ہوا ہے۔ ثانیاً اُن شعروں میں سے کوئی شعر کسی قریشی کا نہیں ہے۔ پھر کیسے اس اعراب کو تسلیم کیا جائے۔ فخر رازی نے ان ھذان کے متعلق ایک ہنگامہ برپا کیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشکال اور زیادہ پختہ ہوگیا۔ اس لئے کہ جب رازی صاحب نے چند اقوالِ مختلفہ پیش فرمائے۔ تو حق اُن میں مشتبہ ہو کے رہ گیا۔ ہر شخص اپنی اپنی کہتا ہے۔ اب نہ معلوم اُن میں زجاج نحوی سچا ہے۔ یا قطرب یا ابن جنی نے ٹھیک فرمایا ہے۔ اور رازی صاحب نے اس لُغت کو بعض عرب کی طرف منسوب کرکے بالکل اٹکل پر غلہ لگایا ہے۔ بھلا ان فضول باتوں سے پتھر کی لکیر یعنی تغلیط حضرت عائشہ مٹ سکتی ہے۔ ہرگز نہیں +

فرار نحوی کا فقرہ وذالك وان كان قليلا اقيس فقرہ بازی ہے۔ علاوہ بریں جس چیز کو خود فرا نے قلیل لکھا ہو۔ اس کو دعوے کے ثبوت میں پیش کرنا شکوری عقلمندی ہے۔ ہاں مولوی عبدالشکور صاحب جناب والا نے فقرہ مذکورہ شاید ناسمجھی کے عالم میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ اُس کی دلیل کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن مَیں آپ کی یہ حرفت طشت از بام کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔ فخر رازی نے تفسیر کبیر جلد ۶ صـ۷ میں فقرہ مذکورہ کے بعد لکھا ہے:۔ لان ما قبل حرف التثنية مفتوح فينبغي ان يكون ما بعده الفا۔ ولو كان ما بعده يا فينبغي ان تنقلب الفا لانفتاح ما قبلها +

(ھذان میں) حرف تثنیہ سے پہلا حرف مفتوح ہے پس حرف مفتوح کے بعد الف ہونا چاہیئے اور اگر حرف مفتوح کے بعد ی ہو۔ تو اس کو بوجہ فتح ماقبل کے الف سے بدل دینا چاہیئے +

مَیں کہتا ہوں کہ فرار نحوی نے تثنیہ کے لئے قانون مذکور بنایا ہے۔ مگر اس قانون کے صورت میں تثنیہ میں ہمیشہ الف ہی رہیگا۔ حالتِ رفعی اور نصبی اور جری تینوں حالتوں میں تثنیہ الف کیساتھ پڑھا جائے گا۔ خود رازی صاحب نے آگے اس کو واضح کر دیا ہے +

مولوی عبدالشکور صاحب چونکہ آپ نے قولِ فرار کو پیش کیا ہے۔ لہذا اُس کے بیان کئے ہوئے قاعدہ کو بھی مانئے۔ اور مصحف عثمانی میں جہاں کہیں آپ کو تثنیہ نظر آئے۔ وہاں آپ اُس تثنیہ کو ہر حال میں الف کے ساتھ پڑھیں۔ اور جس تثنیہ میں آپ کو ی ملے۔ اُس کو آپ فتح ماقبل کی وجہ سے الف سے بدل دیں اور مشہور قرائت کو ہمیشہ کے لئے سلام وداعی کریں مثلاً مصحف عثمانی



میں مُسلِمَینِ۔ رَجُلَینِ۔ جَنَّتَینِ۔ بِجَنَّتَیهِمْ۔ من بین یدیہ وغیرہ ہے۔ آپ اُن کو مُسلِمَانِ۔ رَجُلَانِ۔ جَنَّتَانِ۔ بجنتاهم من بين يداه پڑھیے۔ ورنہ فرا وغیرہ کے قول کو اپنی عالمہ اور عبدلقہ کے مقابلہ میں پیش کرنے سے توبہ کریجیے۔ مولوی عبدالشکور صاحب ارشاد معظمہ محترمہ جناب عائشہ کے باطل کرنے کی آپ ہزار تدبیریں بھی کرینگے۔ تب بھی کامیابی کا چہرہ آپ کو دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ لیجیے اور نئی سنئیے۔ آپکے مفسر جلیل علامہ ابی سعود فرماتے ہیں۔ وقرئ ان هذين لساحران وهي قرائة واضحة۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ششم صـ۱۷ کا حاشیہ۔ مفسر موصوف نے عثمانی قرائت کے برخلاف قرائت کو واضح لکھا ہے۔ نہ معلوم مفتی بے بدل مولوی عبدالشکور صاحب نے اپنے ہم مذہب مفسر مذکور کو فتوائے کُفر دیا یا نہیں +

**الحائرہ** چوتھی آیت سورہ منافقون فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ غلطی یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ اَكُنْ محلِ نصب میں ہے۔ لہذا اَكُونَ ہونا چاہیئے تھا۔ جواب یہ ہے۔ کہ معترض نے علم نحو نہیں پڑھا ہے۔ عطف کبھی لفظ پر ہوتا ہے اور کبھی محل پر۔ یہاں محل پر عطف ہے اور محلِ جزم ہے لہذا اَكُنْ بالکل صحیح ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے۔ والجزم على موضع الفاء وانشد سيبويه ابياتا كثيرة في الحمل على الموضع منها فلسنا بالجبال ولا الحديدا فنصب الحديد عطفا على المحل +

**الاعجاز** عـ۱ معترض کی طرف علم نحو نہ پڑھنے کا انتساب سوءِ ظن ہے لیکن مجیب کا اپنی مذہبی کتبِ تفاسیر سے جاہل ہونا ایک واقعی اور سچی بات ہے۔ دعوائے علمیت میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ لیکن اتنی بھی خبر نہیں۔ کہ خانگی تفسیریں کیا کہہ رہی ہیں خیر ہم بھی مجیب کی جہالت کا پردہ چاک کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۷ صـ۸۵ میں مفسر بغدادی نے قولِ خدا (واكون) کو قوسین میں لکھا ہے۔ مفسر نے جہاں کہیں آیہ قرآنی یا کوئی لفظ قرآنی لکھا ہے۔ وہ خطوں میں اُس کو پہچان کے لئے گھیر دیا ہے۔ یہاں قوسین میں واكن نہیں ہے۔ جس سے ثابت ہوگیا۔ کہ مفسر موصوف کے نزدیک لفظ مذکور خدا کی طرف سے واكون نازل ہوا تھا۔ لیکن صحیح لفظ لکھنے کے بعد تحریر فرمایا ہے اور بصیغہ مجہول جو ضعف کی علامت ہے۔ لفظ مذکور کو قرائتِ مشہورہ کی صورت میں وارد کیا ہے یعنی قرئ واكن۔ جس سے ظاہر ہوگیا۔ کہ یہ قرائت مجہول اور ضعیف ہے۔ اب مولوی عبدالشکور صاحب گردنِ جہالت جھکا کے تفسیر خازن بغور ملاحظہ کرکے

بتائیں۔ کہ معترض نے علمِ نحو نہیں پڑھا ہے۔ یا آپ کا امام ملت اس علم سے بے بہرہ ہے۔ یا آپ کا دماغ متکبر نورِ علم سے تاریک ہے +

اور دوسرا لطیفہ دیکھیئے۔ آپ ذرا خازن کے صفحہ مذکورہ کے حاشیہ پر اپنے امام بغوی کی تفسیر چشمِ بصیرت سے ملاحظہ کر کے شرم کیجئے۔ اور بدزبانی چھوڑ دیجئے۔ ادب سیکھیئے۔ کہ جوان سے اب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ بغوی صاحب لکھتے ہیں۔ قرء ابو عمرو واکون بالواؤ ولنصب النون علی جواب التمنی وعلی لفظ فاصدق۔ قال انما حذفت الواؤ من المصحف اختصارا +

اور ابو عمرو نے واکون کو واؤ کے ساتھ اور نون کو منصوب پڑھا ہے۔ اس بنا پر کہ یہ تمنی کا جواب اور کلمۂ فاصدق پر اس کا لفظی عطف ہے۔ اور انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ مصحفِ عثمانی میں اس کلمہ سے واؤ اختصار کے لئے حذف کیا گیا ہے (اور واکن لکھا گیا ہے)

میں کہتا ہوں ابو عمرو سنی المذہب کے قول و قرائت سے ثابت ہو گیا ہے۔ کہ خدا کی طرف سے صحیح لفظ واکون نازل ہوا تھا۔ اور اسی طرح رسول اللہؐ نے اس کو چھوڑا تھا۔ مگر جامع القرآن نے اپنے اختیار سے اس کو مختصر کر دیا۔ یہ کھلی ہوئی تحریف ہے۔ کیا مولوی عبدالشکور صاحب یہ ابھرا ہوا نقشِ تحریف دیکھنے کے بعد بھی آپ کو شرم نہ آئے گی۔ اور سنیئے۔ اچھا جناب اگر جامع القرآن نے قولِ خدا میں ترمیم فرمائی۔ اور اس میں سے اختصار کے لئے واؤ حرفِ علت گرا دیا۔ اور اپنے زعم میں بیمار کو صحت بخشی لیکن اس کے نون کا زیر بحال خود باقی رہ گیا۔ تاکہ یہ زیر اس بات کی علامت قرار پائے۔ کہ یہ کلمہ واکن تمنی کا جواب اور فعل منصوب فاصدق کے لفظ پر اس کا عطف ہے۔ اور علمِ صرف کا مشہور کلیہ ہے۔ والعلامۃ لا تحذف یعنی علامت حذف نہیں کی جاتی ہے۔ پس قول امام بغوی اور قرائتِ ابو عمرو کی بنا پر اس کلمہ کا تلفظ یوں ہونا چاہیئے۔ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُوْنَ +

ہاں مولوی عبدالشکور صاحب اب آپ کو لازم ہے۔ کہ آپ بھی اپنے مذہبی قاری کی تقلید میں کلمۂ مذکورہ کو واکون واؤ اور نصب کے ساتھ پڑھئے اور اگر اختصارِ عثمانی کا لحاظ۔ اور اگر اختصارِ عثمانی کا لحاظ کیجئے۔ تو وَاَکُنَ تلاوت کیجئے۔ اور واکُنْ پڑھنا چھوڑ دیجئے۔ اور اگر آپکے زعم میں لفظ مذکور کو یوں ہی خدا نے نازل فرمایا تھا۔ کہ جس طرح اب مصحفِ عثمانی میں لکھا ہوا ہے۔ تو اپنے بزرگ ابو عمرو کو جعلساز اور جھوٹا اور قرآن میں اپنی طرف سے تراش خراش کرنے والا سمجھ کے اس کو کفر کا فتوے



دیجئے۔ اور یہ بھی سمجھ لیجئے۔ کہ ابو عمرو نے بھی علمِ نحو نہیں پڑھا تھا۔ میں دیکھوں گا۔ اور آپ کے اہلِ مذہب دیکھیں گے۔ کہ آپ اپنے اس مذہبی معمہ کو کیونکر حل فرمائیں گے۔ پھر بغوی صاحب فرماتے ہیں:-

وقرء آخرون وَاکُنْ بالجزم عطفا علی قولہ فاصدق لو لم یکن فیہ الفا لانہ لو لم یکن فیہ الفا لکان جزما یعنی ان اخرتنی اصدق واکن ولانہ مکتوب فی المصحف بحذف الواؤ +

اور دوسروں نے واکن کو جزم سے پڑھا ہے عطف کرتے ہوئے کلمۂ فاصدق پر اگر اس میں ف نہ ہوتی۔ اسلئے کہ اگر لفظ اصدق میں ف نہ ہوتی تو یہ کلمہ جزم سے پڑھا جاتا یعنی اس طور سے کہ ان اخرتنی اصدق واکن اور اسلئے کہ مصحفِ عثمانی میں واکن بحذفِ واؤ لکھا ہوا ہے +

سبحان اللہ جواہر میں تولنے کے قابل یہ بیان ہے۔ اس کی خوبی کو شکوری دماغ بخوبی سمجھ سکتا ہے لیکن ظاہر حالت کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جائے گا۔ کہ اگر صیغۂ فاصدق میں ف نہ ہوتی۔ تو یہ مجزوم پڑھا جاتا۔ مگر ف نے جزم پڑھنے سے اس کو روک دیا۔ پس میں کہتا ہوں۔ جبکہ معطوف علیہ بوجہ مانع کے مجزوم نہ پڑھا گیا۔ تو اس کا معطوف کس قاعدہ سے مجزوم پڑھا جائے گا۔ اور لفظی عطف کس دلیل سے چھوڑا جائے گا۔ اس کا جواب صرف یہی ہو سکتا ہے۔ کہ مصحفِ عثمانی میں یوں ہی لکھا ہوا ہے۔ لہٰذا اسی طرح پڑھنا لازم ہو گا۔ میں کہوں گا مہربانِ من۔ لکیر کا فقیر بننا اچھی بات نہیں ہے۔ کچھ عقل سے بھی کام لینا چاہیئے۔ دعوے اور دلیل کو ایک مت کرو۔ مصحفِ عثمانی کی تحریر کو مصحفِ عثمانی سے ثابت نہ کرو۔ بلکہ مصحفِ عثمانی کی قرائت کو جنابِ سیدِ عالم کی نصِ صریح سے ثابت کرو۔ اور آنحضرتؐ کی کسی حدیث میں یہ صراحتاً دکھاؤ۔ کہ آنجنابؐ اس لفظ کو اسی طرح پڑھتے تھے۔ کہ جس طرح مصحفِ عثمانی میں لکھا ہوا ہے۔ تب جا کر یہ عقدہ حل ہو گا۔ ورنہ بقول ابو عمرو یہ ترمیمِ عثمانی منصور ہو کر تحریفِ ناجائز سمجھی جائے گی۔ جس کا انکار جہالت کہلائے گا۔ عطفِ لفظی اور محلی دو قسم کا ضرور ہوتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آیا دونوں قسم کا عطف یکساں حیثیت رکھتا ہے۔ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دی گئی ہے۔ دونوں باتوں کو بحوالۂ کتاب معتبر مع نقلِ عبارت حل فرمائیے۔ ع۳ پھر اس کی وجہ وجیہ بتائیے۔ کہ اس جگہ عطفِ محلی کس لئے اختیار کیا گیا ہے۔ اور جن علمارِ اہلسنت نے لفظی عطف کا لحاظ کیا ہے۔ تو ان کا یہ قول کس لئے غلط ہے۔ ع۴ پھر یہ بھی ارشاد ہو کہ اکن بالکل صحیح کیوں ہے۔ درآنحالیکہ مفسر خازن نے واکون لکھا ہے اور

ابوعمرو نے وا کون پڑھا ہے۔ کیا ان دونوں نے غلطی کی ہے۔ اور کیوں؟ عـ۵ سیبویہ نحوی نے جو شعر پیش کیا ہے۔ اس سے شکوری مدعا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ شعر مذکور میں الحدید کا عطف لفظی الجبال پر بدون اعادہ حرف جار ممکن ہی نہیں ہے۔ اور اعادۂ حرفِ جار کی صورت میں وزن شعر باطل ہو جائیگا پس ضرورت شعریہ اس بات کی مقتضی ہوئی۔ کہ الحدید کا عطف الجبال کے محل پر کیا جائے۔ اور الحدید کو منصوب پڑھا جائے۔ برخلاف آیت کے کہ یہاں عطف لفظی کا کوئی مانع نہیں ہے۔ پس اکن کا قیاس الحدید پر صحیح نہ ہوا۔ لہٰذا شعر مذکور کو سند میں پیش کرنے سے لفظ اکن کا جزم ثابت نہیں ہوا ہے۔ الغرض سیبویہ اور رازی کا دعوے اہمل ہے۔ اور ان دونوں کی تقلید میں شکوری قول بھی لغو ہو گیا۔ اور معترض کا اعتراض مصحفِ عثمانی پر قائم رہ گیا۔

**الحائر** اب رہا یہ امر کہ جو اقوال بعض صحابہ کے ان آیات کے غلط ہونے کے متعلق نقل کئے ہیں وہ اقوال جعلی ہیں۔ بڑے بڑے محدثین و مفسرین نے ان روایات کو جعلی مانا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے بھی ان روایات کے خلاف عقل و نقل ہونے کی تصریح اتقان میں کی ہے۔ مناظرہ حصہ دوم میں وہ اقوال نقل کئے ہیں۔ اور تفسیر کبیر کی عبارت آیندہ حاشیہ میں نقل ہوگی۔

**الاعجاز** عـ۱ جو اقوالِ صحابہ مصحفِ عثمانی کی قرائت کے برخلاف آپ کی کتابوں سے مخفی خزانہ کی طرح لگائے گئے ہیں۔ جن کے ناقل آپ کے اکابر ہیں۔ آپ اُن کو جعلساز کہیئے۔ بیدین لکھئے۔ جھوٹا بنایئے۔ ہمیں کیا۔ آپ جھوٹے جعلسازوں پر نفرین کریں ہم آمین کہیں گے۔ آپ کی چھری آپ کے مجسمہ مذہب کو زخمی کر دے گی۔ ہم اُس پر نمک چھڑکیں گے لیکن ناظرین اہلسنت آپکا مضحکہ اڑائیں گے۔ کہ عبدالشکور کیسا مجبور ہے کہ اپنی ہی روایتوں کو جعلی بتاتا ہے۔ درآنحالیکہ کسی صاحبِ عقل سُنّی عالم نے ان کو جعلی نہیں بتایا ہے۔ عـ۲ جن منکروں کے دماغوں پر جہالت و تعصب کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اُن کو چھوڑیئے۔ علامہ خازن بغدادی اور امام بغوی اور ابوالسعود سے علمائے متبحرین کو دیکھئے۔ آخر یہ حضرات بھی تو فرقۂ اہلسنت کے مُسلّم الثبوت عالم ہیں۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی ان روایات کو جعلی لکھا ہو تو بتا دیجئے۔ آپ ایسے نرم بازخال دُنیا سے انوکھے پیدا ہوئے ہیں کہ زبان میں لگام ہی نہیں ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ عـ۳ علامہ سیوطی سا انصاف پسند شکوری مذہب میں بہت کم ملیگا۔ ہم ان کی تحقیق شرح و بسط کے ساتھ اتقان سے نقل کر چکے۔ لہٰذا بالکل جھوٹ ہے۔ کہ موصوف نے جناب عائشہ کی



حدیث کو خلافِ عقل و نقل لکھا ہے۔ بلکہ اُس کی صحت کو تسلیم کر لیا ہے۔ آپ اپنے زعم ناقص میں دُنیا کو اندھا سمجھتے ہوں گے۔ مگر با فہم اہلسنت ہرگز اندھے نہیں ہیں۔ وہ اتقان کو دیکھ کر علامہ کے نام پر فاتحہ پڑھینگے۔ کہ ممدوح نے اُم المومنین صدیقہ کی بات رکھ لی اور بخاری و مُسلم سے اکابر محدثین کے قول کی لاج رکھی۔ کہ ان دونوں کی شرط پر متفقہ کی جو حدیث صحیح منقول تھی۔ اُس کی تکذیب نہ فرمائی۔ اور اپنے علماء کے تینوں جوابوں کے متعلق صاف صاف لکھدیا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی حدیث مسلمہ کو رد نہیں کر سکتا۔ ہاں امام المشککین فخر رازی نے چوٹ کی ہے۔ تو ایسے شکی شخص کی بات ہرگز قابل اعتماد نہیں ہے۔ تو پھر آپ کس کھیت کے بتھوا ہیں جو کوئی عاقل آپ کی خرافات سُنے گا۔

عـ۴ مناظرہ دوم کا حوالہ دیدیا پھر وہی تاجرانہ چال چل گئے۔ کہ اس بہانہ سے رسالہ خوب بکے۔ واہ حضرت خوب کہی۔ ہم نے وہ کل روایات اور اقوال ناظرین کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اب اُن کو آپ کا مناظرہ دوم دیکھنے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ جو گھاس پھوس اُس میں بھرا ہوگا۔ وہ ہم نے اچھی طرح رونا دیا ہے۔ آپ کی مایہ ناز تنبیہ الحائرین کا جب ہمنے زلزلہ افگن جواب دے دیا ہے۔ تو اب کیا رہا ہے۔ جس پہ رقیبوں کا ڈر کریں۔ ہم تو روان کی جان کو پہلے ہی رو چکے۔ عـ۵ تفسیر کبیر کی جو عبارت آپ آیندہ نقل کریں گے۔ اُس پر ہم کاری ضربیں پہلے ہی لگا چکے ہیں۔ جو ہمیشہ آپ کو سوتے میں ڈراؤنی خوابیں دکھائیں گی۔ اور جاگتے میں ہوا بن کے آپکے سامنے ہر وقت موجود رہیں گی۔ کاش کہ آپ ہمارے مقابلہ میں میدان مناظرہ میں ایک ہی مرتبہ آجاتے تو دُنیا اپنی آنکھوں سے تماشا دیکھ لیتی۔ ہم کیا کریں۔ ہم نے آپ کو بہت کچھ غیرت دلائی۔ اشتہار پر اشتہار دیئے۔ پیغام پر پیغام آپ کے پاس بھیجے۔ مگر آہن سرد کو فتن کا مضمون ہوا۔ آخر ہم نے دو ہفتے کی مہلت دے کر مدت معینہ گذرنے کے بعد آپ کا فرار شائع کر دیا۔ لکھنؤ۔ جونپور۔ بنارس وغیرہ کی گلیوں میں ہمارے اشتہارات چسپاں ہوئے۔ ان اشتہاروں کے دیکھنے والے خوب واقف ہیں۔ مدتوں وہابیوں کی ایمان کی ارتھی والا اشتہار پاٹانالہ میں آویزاں رہا۔ آپ کے دفتر میں وہ بھیجا گیا۔ کیا آپنے جواب دیا ہے تو بتایئے۔ اب ایک نظر تفسیر کبیر جلد ۸ صـ ۲۱۴ کے حاشیہ پر تفسیر ابی السعود ملاحظہ ہو۔ کہ مفسر موصوف نے اوّل مصحف عثمانی کی کتابت کے مطابق لفظ اکن جزم کیساتھ لکھا ہے۔ پھر فرمایا ہے:۔ وقرئ واکون بالنصب عطفا علی لفظہ وقرئ

وَاکُوْنُ بالرفع ای وانا اکون الخ اور لفظ فاصدق پر عطف قرار دیکر و اکون زبر کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اور اکون مرفوع بھی یعنی وانا اکون الخ

مَیں کہتا ہوں۔ کہ مفسّر موصوف نے قرأتہ مشہورہ کے علاوہ دو قول اور نقل فرماتے ہیں۔ ان اقوال سے کم سے کم اتنا معلوم ہو گیا۔ کہ مصحف عثمانی کی قرائت پر تمام اہلسنت کا اجماع و اتفاق نہیں ہے تنبیہ الحائرین کا اتنا حصّہ رد کرکے اب پھر النجم کی خبر لیتے ہیں ✤

**النجم** حکیم ترمذی صاحب ان روایات کے متعلق نوادر الاصول میں لکھتے ہیں (ہم صرف شکوری ترجمہ النجم سے نقل کرتے ہیں) ان راویوں سے تعجب ہے۔ کوئی ان میں سے روایت کرتا ہے۔ کہ ابن عباس نے حتیٰ تستانسوا و تسلموا کو کاتب کی غلطی بنایا اور کہا صحیح تستاذنوا ہے مَیں ان روایات کو سوائے اسکے اور کچھ خیال نہیں کرتا۔ کہ یہ زندیقوں کی ساختہ باختہ ہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ ایسی روایات بنا کر اسلام کے ساتھ فریب کریں سبحان اللہ خدا کی کتاب اصحاب رسول کے سامنے کھیل ہو گئی تھی۔ کہ کاتبوں نے جو چاہا اُس میں لکھدیا۔ بڑھا دیا۔ گھٹا دیا ✤

**الاعجاز** حکیم صاحب کی تشخیص مدقوق سے روایات کی پانچ بیماریاں ثابت ہوئیں (۱) ان روایات کے راوی زندیق ہیں۔ (۲) یہ روایات ساختہ باختہ ہیں (۳) ان کے راویوں نے اسلام سے فریب کیا ہے (۴) اصحاب نے قرآن کو کھیل بنایا تھا۔ (۵) کاتبوں نے کچھ بڑھایا گھٹایا ہے۔ مدیر النجم صاحب نے ان مرویات زنادقہ میں سے صرف ایک ہی روایت لکھی ہے۔ بقیہ کو چادر خیانت میں لپیٹ کر رکھ چھوڑا ہے۔ مگر مَیں اُن کو اتقان جلد اصفحہ ۱۸۶ سے نقل کرتا ہوں

**پہلی روایت** یقرب مما تقدم عن عائشۃ ما اخرجہ الامام احمد فی مسندہ وابن اشتۃ فی المصاحف من طریق اسماعیل المکی عن ابی خلف مولی بنی جمح انہ دخل مع عبید بن عمیر علی عائشۃ فقال جئت اسئلک عن اٰیۃ فی کتاب اللّٰہ تعالیٰ کیف کان رسول اللّٰہ صلعم یقرءھا قالت اٰیۃ اٰیۃ قال الذین یاتون ما اتوا۔ او الذین یؤتون ما اتوا فقالت ایتھما احب الیک قلت والذی نفسی بیدہ لاحدھما احب الی من الدنیا جمیعا قالت ایھما قلت الذین یاتون ما اتوا فقالت اشھد ان رسول اللّٰہ صلعم کذالک کان یقرءھا وکذالک انزلت ولکن الھجا حرف ✤

یہ روایت عائشہ سابق میں (بروایت شیخین) گذری۔ اسی کے قریب دعمت ہیں۔ وہ



حدیث ہے جس کو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور ابن اشتہ نے المصاحف میں بروایت اسماعیل مکی نقل کیا ہے۔ اُس نے ابی خلف مولائی بنی جمح سے روایت کی ہے۔ کہ ابی خلف بہمراہی عبید بن عمیر جناب عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عبید نے عرض کیا مَیں آیا ہوں۔ کہ آپ سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق سوال کروں۔ کہ رسول اللہ صلعم اُسے کیونکر پڑھتے تھے۔ معظمہ نے فرمایا وہ کونسی آیت ہے۔ اُس نے عرض کیا الذین یاتون ما اتوا یا الذین یؤتون ما اتوا ہے۔ محترمہ نے جوابدیا کہ تم کو ان دونوں میں کونسی زیادہ پسند ہے۔ مَیں نے عرض کیا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ مجھے اُن دونوں میں سے ساری دنیا سے ایک زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا وہ کونسی ہے مَیں نے کہا الذین یاتون ما اتوا۔ فرمایا مَیں گواہی دیتی ہوں۔ کہ رسول اللہ صلعم اس آیہ کو یوں ہی پڑھتے تھے۔ اور اسی طرح (خدا کی طرف سے) نازل ہوئی تھی۔ لیکن ہجا، حرف ہے ✤

مَیں کہتا ہوں یہ حدیث بقول علامہ سیوطی صحیح ہے۔ اور اہلسنت کے امام احمد بن حنبل نے اور ابن اشتہ نے اُس کو نقل کیا ہے۔ اور اسماعیل مکی۔ ابی خلف۔ عبید بن عمیر اس کے راوی ہیں پس کون وہابی مردود کہے گا۔ کہ یہ حضرات زنادقہ ہیں۔ اسلام سے انہوں نے فریب کیا ہے۔ اور یہ روایت وضع کی ہے۔ بڑا جسور ہے حکیم ترمذی کہ اُس نے ایک کھُلی ہوئی جھوٹی بات لکھی ہے اور اپنے بزرگان ملت پر تہمت لگائی ہے۔ مولوی عبدالشکور صاحب کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ کہ آپ جہالت کی وجہ سے آنکھ بند کرکے جو جی میں آتا ہے۔ لکھ دیتے ہیں ✤

**دوسری روایت** ابن جریر و سعید بن منصور فی سننہ من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قولہ حتی تستانسوا و تسلموا قال انما ھی خطاء من الکاتب حتی تستاذنوا و تسلموا ✤

ابن جریر اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بطریق سعید بن جبیر ابن عباس سے قول باری حتی تستانسوا و تسلموا کے متعلق روایت کی ہے۔ ابن عباس نے فرمایا۔ بلکہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ حتی تستاذنوا و تسلموا صحیح ہے ✤

مَیں کہتا ہوں یہ وہی روایت ہے۔ جسے دیکھ کر حکیم ترمذی صاحب کو حرارت آگئی اور پارہ آپ کا چڑھ گیا۔ اُن کے زعم ناقص میں ابن جریر۔ سعید بن منصور۔ سعید بن جبیر۔ ابن عباس بھی

زندیق تھے۔ معاذ اللہ

**لطیفہ** سُنئیے علاّمہ سیوطی لکھتے ہیں:۔

واخرجہ ابن ابی حاتم بلفظ ھو فیما احسب مما اخطات بہ الکتابۃ ✦

حدیث مذکور کی روایت ابنِ ابی حاتم نے اِس لفظوں سے کی ہے۔ میرا گمان یہ ہے۔ کہ یہ روایت اُن چیزوں سے متعلق ہے۔ جس میں کتابت کی غلطی ہوئی ہے ✦

ابن ابی حاتم نے مصحفِ عثمانی میں کتابت کی غلطی کو تسلیم کر لیا ہے۔ مگر ترمذی صاحب اپنے اُن علمائے مِلت کو زندیق اور فریبی لکھتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ اِلّا باللہ۔ یہ تو کھلی ہوئی جہالت اور بے دینی ہے ✦

**تیسری روایت** وما اخرجہ ابن الانباری من طریق عکرمہ عن ابن عباس انہ قرء افلم یتبین الذین امنوا ان لو یشاء اللّٰہ لھدی الناس جمیعا فقیل لہ انھا فی المصحف افلم ییاس فقال اظن الکاتب کتبھا وھو ناعس ✦

اور وہ روایت جس کو ابن الانباری نے بطریق عکرمہ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ یہ ہے کہ ابن عباسؓ نے پڑھا تھا۔ افلم یتبین الذین امنوا ان لو یشاء اللہ لھدی الناس جمیعا۔ کسی نے ابنِ عباسؓ سے عرض کیا۔ کہ یہ آیت مصحفِ عثمانیؓ میں یوں ہے افلم ییاس الخ فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ کاتب نے اسکو ایسے حال ہی میں لکھا تھا کہ اُسے اونگھ آگئی تھی ✦

میں کہتا ہوں حد ہوگئی کہ وہابیوں کا امام عکرمہ بھی حسبِ فتوائے حکیم ترمذی زندیق ہوگیا ✦

**چوتھی روایت** وما اخرجہ سعید بن منصور من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس انہ کان یقول فی قولہ تعالیٰ وقضی ربک انما ھی ووصی ربک التزقت الواو بالصاد ✦

اور وہ روایت جس کا اخراج سعید بن منصور نے بطریق سعید بن جبیر ابن عباسؓ سے کیا ہے۔ یہ ہے۔ کہ ابنِ عباسؓ نے قولِ باری تعالیٰ وقضی ربک کے بارے میں فرمایا ہے۔ کہ اصل میں یہ آیت ووصی ربک تھی۔ کہ صاد سے واؤ مل گیا ✦

واخرجہ ابن اشتۃ بلفظ استمد الکاتب مدادا کثیرا فالتزقت الواو بالصاد ✦

ابن اشتہ نے اس روایت کو ان لفظوں میں نقل کیا ہے۔ کہ کاتب نے بہت سی روشنائی



قلم میں لی تھی۔ کہ واؤ صاد سے مل گیا ✦

**پانچویں روایت** واخرجہ من طریق الضحاک عن ابن عباس انہ کان یقرء ووصی ربک ویقول امر ربک۔ انھما واوان التصقت احدھما بالصاد ✦

اور روایت مذکورہ کو سعید بن منصور نے بطریق ضحاک ابنِ عباس سے نقل کیا ہے کہ وہ پڑھتے تھے ووصی ربک اور معنے کہتے تھے تمہارے ربّ نے حکم دیا ہے۔ یہ دو واؤ تھیں۔ اُن میں سے ایک واؤ حرفِ صاد سے مل گئی ✦

**چھٹی روایت** واخرجہ من طریق اخری عن الضحاک انہ قال کیف تقرء ھذا الحرف قال وقضی ربک قال لیس کذالک نقرءھا نحن ولا ابن عباس انما ھی ووصی ربک وکذالک کانت تقرء وتکتب فاستمد کاتبکم فاحتمل القلم مدادا کثیرا فالتزقت الواو بالصاد ثم قرء ولقد وصینا الذین اوتو الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ ولو کانت تقضی من الرب لم یستطع احد رد قضاء الرب ولکنہ وصیۃ اوصی بھا العباد ✦

اور حدیث مذکور کو سعید نے بطریق آخر ضحاک سے نقل کیا ہے۔ ضحاک نے کہا۔ تو آیت کیونکر پڑھتا ہے۔ اُس نے کہا وقضی ربک۔ فرمایا۔ نہ ہم اس طور پڑھتے ہیں۔ اور ابنِ عباسؓ بلکہ یہ آیت یوں ہے۔ ووصی ربک۔ اور اسی طرح یہ آیت پڑھی اور لکھی جاتی تھی پس تمہارے کاتب نے قلم روشنائی میں ڈبویا۔ کہ بہت سی روشنائی قلم نے اُٹھائی۔ پس واؤ صاد سے مل گیا پھر ضحاک نے یہ آیت پڑھی ولقد وصینا الذین اوتو الکتاب الخ اور فرمایا اگر قضاءِ ربّ ہوتی۔ تو اُس کے فیصلہ جزوی کو کوئی شخص رد نہیں کر سکتا تھا لیکن یہ ایک نصیحت تھی جو خدا نے اپنے بندوں کو فرمائی تھی ✦

میں کہتا ہوں۔ آیہ وقضی ربک کے غلط ہونے کی یہ روایت شکوری مذہب میں چار طریقوں سے منقول ہوئی ہے۔ پھر ضحاک نے لفظ قضی کے غلط ہونے کی دلیل قاطع بھی بیان کی ہے۔ مگر حکیم ترمذی نے اِن ناقلان آثارِ صحیحہ کو زنادقہ تجویز کر دیا ہے۔ اور مدیر النجم نے بے سوچے سمجھے اِس قولِ زبون کو اپنا ناخدا بنا لیا ہے۔ بس آپ کی علمیت اتنی ہے جو نہایت محقرانہ صورت میں ناظرین کے سامنے موجود ہے۔ اُس پر آپ کا دعوے متکبرانہ یہ ہے۔ کہ شیعوں کے امام غائب میرے مقابلہ کے لئے غار سے نکلکر آئیں۔ توبہ توبہ کس قدر بیباک و جسور ہے۔ یہ شخص حالانکہ خوب

جانتا ہے۔ کہ امام عصر کے ادنےٰ غلام بڑے بڑے تنومند متکبروں کی ناک رگڑنے کے لئے کافی ہیں۔ اُن میں سے ایک اعجازِ حسن ہے ✦

**ساتویں روایت** وما اخرجہ سعید بن منصور وغیرہ من طریق عمرو بن دینار عن عکرمۃ عن ابن عباس انہ کان یقرءُ ولقد آتینا موسیٰ وھارون الفرقان ضیاء ویقول خذوا ھذہ الواو وجعلوھا ھھنا ء الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم الخ

اور وہ روایت جس کو سعید بن منصور وغیرہ نے بطریق عمرو بن دینار عکرمہ سے نقل کیا ہے یہ ہے۔ کہ ابنِ عباس پڑھتے تھے ولقد آتینا موسیٰ وھارون الفرقان ضیاء اور کہتے تھے۔ اس واو کو لو اور اسے یہاں یعنی آیۂ الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم الخ سے پہلے لکھدو

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آیۂ ولقد آتینا میں سے ابن عباس نے واؤ کو اٹھوا کر آیۂ الذین قال لھم الناس۔ کے پہلے رکھوایا تھا۔ یہ بھی مصحفِ عثمانی کی ایک غلطی ہے۔ جو بروایت عمرو بن دینار حضرت ابن عباس سے منقول ہے لیکن حکیم ترمذی کے فتوے سے عمرو بن دینار بھی زندیق ہوگئے ✦

**آٹھویں روایت** واخرجہ ابن ابی حاتم من طریق الزبیر بن حریث عن عکرمۃ عن ابن عباس قال انزعوا ھذہ الواو فاجعلوھا فی الذین یحملون العرش ومن حولہ ✦

اور اس روایت کو ابن ابی حاتم نے بطریق زبیر بن حریث عکرمہ سے اخراج کیا ہے۔ کہ ابنِ عباس نے فرمایا۔ کہ ولقد اٰتینا کی واؤ کو جدا کر کے آیۂ الذین یحملون العرش ومن حولہ کے شروع میں لکھ دو ✦

لیجئے زبیر بن حریث بھی فتوائے ترمذی سے زندیق ہوگئے۔ مگر مصحفِ عثمانی کی ایک غلطی اور ثابت ہوگئی ✦

**نویں روایت** وما اخرجہ ابن اشتۃ وابن ابی حاتم من طریق عطاء عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ مثل نورہ کمشکوٰۃ قال ھی خطاء من الکاتب ھو اعظم من ان یکون نورہ مثل نور المشکوٰۃ انما ھی مثل نور المؤمن کمشکوٰۃ

اور وہ حدیث جسے ابن اشتہ اور ابن ابی حاتم نے بطریق عطاء ابنِ عباس سے قول باری مثل نورہ کمشکوٰۃ کے بارے میں نقل کیا ہے۔ یہ ہے۔ کہ ابن عباس نے فرمایا۔ یہ کاتب کی



غلطی ہے۔ خدا اس سے بزرگ ہے۔ کہ اُس کے نور کی مثل مشکوٰۃ ہو۔ بلکہ یہ آیت یوں ہے۔ ومثل نور المومن کمشکوٰۃ ✦ مَیں کہتا ہوں دربارِ سیوطی کے یہ نورتن تمام ہوئے ✦

وقد اجاب ابن الاشتۃ من ھذہ الآثار کلھا بان المراد اخطؤا فی الاختیار و ماھو الاولی لجمع الناس علیہ من الاحرف السبعۃ لا ان الذی کتب خطاء خارج عن القرآن۔ قال فمعنی قول عائشۃ حرف الھجاء القی الی الکاتب ھجاء غیر ما کان الاولی ان یلقی الیہ من الاحرف السبعۃ۔ قال وکذا معنی قول ابن عباس کتبھا وھو ناعس یعنی لم یتدبر الوجہ الذی ھو اولی من الاخر وکذا سائرھا ✦

ابنِ اشتہ نے اِن کل روایات کا جواب دیا ہے۔ مُراد یہ ہے۔ کہ جامعینِ قرآن نے انتخابِ[1] حرف میں خطا کی ہے۔ اور حروفِ سبعہ میں سے لوگوں کے اتفاق[2] کے لئے اولےٰ حرف کے منتخب کرنے میں غلطی کی ہے۔ نہ یہ کہ جو کچھ[3] لکھا گیا غلط ہے قرآن سے خارج ہے۔ فرمایا قول[4] عائشہ کے معنی یہ ہیں کہ جو حرف کاتب کو لکھنے کے لئے دیا گیا تھا وہ حرفِ سبعہ میں اولےٰ اور بہتر[5] نہ تھا ✦ اور فرمایا ایسا ہی مطلب قول ابنِ عباس کتبھا وھو ناعس کا ہے یعنی کاتب نے غور سے کام نہیں لیا اُس حرف میں جو دوسرے حروف سے اولےٰ تھا۔ اسی طرح تمام روایتوں کا جواب دیا ہے ✦

مَیں کہتا ہوں ابنِ اشتہ نے اِن تمام روایات کو تسلیم کر لیا۔ نہ ان کے راویوں کو زندیق کہا اور نہ فریبی بنایا اور نہ کتاب اللہ سے کھیلنے والا بتایا ہے۔ غرض حکیم ترمذی اور عبد الشکور لکھنوی کی طرح ان اکابرِ اہلسنت کی شان میں خرافات وکفریات دہن دریدہ سے نہیں نکالی ہیں۔ بلکہ اُن سب کو صحیح مان کر جوابات دیئے ہیں۔ مگر ہم ان جوابات کو رد کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں۔ کہ تاویلاتِ ابنِ اشتہ بالکل رکیک ہیں۔ ان ملمع کاریوں سے مصحفِ عثمانی کی مسلم الثبوت غلطیاں کسی طرح مٹ نہیں سکتی ہیں۔ وباللہ اعتمد ✦

ع[1] جبکہ خدا نے قرآن میں سات حرف نازل فرمائے تھے۔ اور رسول اللہؐ نے بھی ساتوں حرف چھوڑے اور آپ نے اُن میں سے کوئی ایک حرف خاص طور سے منتخب نہیں فرمایا تھا۔ اور نہ اپنے صحابہ کو اِس انتخاب کا اختیار دیا تھا۔ تو صحابہ کو اس انتخاب کا حق کہاں سے حاصل ہوگیا۔ ورنہ ان دونوں باتوں پر آنحضرتؐ کی نص صریح ومتواتر دکھائی جائے سبحان اللہ جس طرح اُمت نے قرآن تا لق

کے معاملہ میں اپنے سوء اختیار سے برہمی پیدا کردی۔ تو قرآن عہ امت کو بھی اپنے انتخاب پر خدا نے اچھوتا نہ چھوڑا۔ واہ صحابہ نے کیا ثقلین کی خدمت کی ہے + ع۲ کیا خدا نے حروفِ سبعہ قرآن میں اس لئے نازل نہیں فرمائے تھے۔ کہ ساری امت ان ساتوں حرف پر متفق ہو جائے۔ تو اس کا ثبوت حدیثِ صریح متواتر سے رسول اللہ صلعم کی دیجئے۔ ورنہ مانیئے اور رغماً للانف مانیئے۔ کہ حروف منزل من اللہ میں سے ایک حرف منتخب کر لینا باقی حروف کو چھوڑ دینا کھلی ہوئی تحریف باطل ہے۔ جو صحابہ سے عمل میں آئی۔ اچھا جناب جبکہ انتخاب ناجائز میں غلطی ہو گئی۔ اور اس انتخابی غلطی کو آپ تسلیم بھی کرتے ہیں۔ تو مصحفِ عثمانی میں غلطیاں آپکے قول سے ثابت ہو گئیں۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ ع۳ جبکہ انتخابِ حرف غلط ہوا تو اب جو کچھ لکھا گیا وہ غلط ہی کہلائے گا۔ اور قرآن سے خارج بھی متصور ہو گا۔ اس لئے کہ سات حرفوں میں سے ایک حرف کا انتخاب دلیل ہے اس بات کی کہ ایک حرف کے سوا باقی حروف قرآن سے خارج کر دیئے تھے۔ ورنہ پھر انتخاب بے معنی ہو گا۔ اور جو منتخب کیا گیا وہ غلط منتخب ہوا یعنی اگر انتخاب میں غلطی نہ ہوتی۔ تو یہ حرف ہرگز قرآن میں نہ لکھا جاتا۔ بلکہ خارج مانا جاتا۔ لہذا انتخاب کے غلط ہونے کے بعد بھی وہ حرف خارج از قرآن ہی متصور ہو گا۔ ع۴ حدیث ام المومنین کی یہ توضیح جواہر میں تولنے کے قابل ہے۔ کہ اس سے ہمارا دعوےٰ بے کھٹکے ڈگری ہو گیا۔ کہ خود مدعا علیہ نے تسلیم کر لیا۔ کہ قرآن میں جو حرف کاتب کو لکھنے کے لئے دیا گیا تھا۔ وہ حروفِ سبعہ میں سے اولیٰ نہ تھا۔ بلکہ ایسا تھا۔ کہ جسے ام المومنین نے غلطی سے تعبیر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو حرف جناب عثمان نے مصحف میں لکھنے کے لئے دیا تھا۔ وہ حروف سبعہ ع۵ میں سے نہیں تھا۔ اس لئے کہ حروفِ سبعہ سب کے سب اولےٰ تھے اور سب کے سب منزل من اللہ تھے۔ ورنہ بعض حروف کی اولیت پر رسول اللہ صلعم کی نص صریح و متواتر دکھائی جائے۔ ع۶ قول ابن عباس میں لفظ ناعس کے جو معنے بتائے گئے ہیں۔ وہ غلط ہیں اوّل اس لئے کہ ساتوں حرف یکساں حیثیت رکھتے تھے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اولےٰ نہ تھا۔ کہ کاتبین پر عدم تدبر کا جرم عائد کیا جائے۔ دوم یہ مطلب تو ہمارے مدعا کو ثابت کرے گا۔ اس لئے کہ جب کاتبوں نے تدبر نہ کیا۔ تو مصحفِ عثمانی میں غیر اولےٰ یعنے غلط حرف لکھ دیا۔ لہذا اب مصحفِ عثمانی میں غلطیوں کے ہونے کا کون انکار کر سکتا ہے +



الغرض علامہ سیوطی نے جواب ابن اشتہ کے بعد قول ابن الانباری نقل کیا ہے۔ پھر اپنا فیصلہ بھی دیا ہے۔ وہ یہ ہے :-

ع۱ اما ابن الانباری فانہ جنح الی تضعیف الروایات ومعارضتھا بروایات اخر عن ابن عباس وغیرہ بثبوت ھذہ الحرف فی القرائۃ والجواب الاول اولی واقعد +

اور لیکن ابن الانباری پس وہ جھکے ہیں ان روایات کے ضعیف ماننے اور ان کے معارضہ میں دوسری روایات پیش کرنے کی طرف جو ابن عباس وغیرہ سے قرائت میں ان حروف کے ثابت ہونے کے متعلق منقول ہیں اور پہلا جواب اولےٰ ہے اور ٹھیک بیٹھتا ہے +

میں کہتا ہوں ابن الانباری کا ان روایات کو ضعیف سمجھنا اور ان کے معارضہ میں دوسری روایات پیش کرنا علامہ سیوطی نے پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ ابنِ اشتہ کے جواب کو بہتر بتایا۔ کہ اس غریب نے ان روایات کی صحت کو مان لیا ہے۔ اور کیسے نہ مانتے۔ درآنحالیکہ اُن روایات میں حضرت ام المومنین کی حدیث بھی ہے جس کی سند قریب قریب ویسی ہی صحیح ہے۔ کہ جیسی سابق والی حدیث معظمہ کی ہے۔ جو مذکور ہوئی۔ اتنا لکھنے کے بعد اب ہم یہ بھی بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ابن اشتہ کے جواب سے کئی روایتیں لاجواب رہ گئیں۔ وہ ہمارے دیئے ہوئے نمبر سے چوتھی۔ پانچویں چھٹی ساتویں آٹھویں روایت ہے۔ ناظرین غور فرمائیں +

**مصحفِ عثمانی میں غلطیوں کے تسلیم کرنے والے ناقلین قائلین اور رواۃ**

جناب[1] ام المومنین حضرت عائشہ۔ ابو معاویہ[2]۔ عروہ ابن الزبیر[3]۔ ہشام[4] بن عروہ۔ حجاج[5]۔ ہارون بن[6] موسیٰ۔ زبیر[7] بن الحریث۔ عکرمہ[8]۔ عبد الاعلیٰ[9]۔ یحییٰ[10] ابن معمر۔ ابو بشیر[11]۔ سعید[12] بن جبیر۔ ابن عباس[13]۔ اسماعیل[14] مکی۔ ابو خلف[15] عبید[16] ابن عمر۔ ضحاک[17]۔ عمرو بن[18] دینار۔ عطاء[19]۔ ابی[20] بن کعب۔ عبد اللہ[21] بن مسعود۔ عبد اللہ[22] بن کثیر قاری[23]۔ ابو عمر[24]۔ عیسےٰ[25] ابن عمر۔ حسن بصری[26]۔ مالک[27] بن دینار۔ حجدری[28]۔ عیسےٰ[29] الثقفی۔ آخر میں علامہ سیوطی اور ابن[30] اشتہ کو بھی ان میں شامل کر لیجئے۔ کہ ان دونوں نے غلطیوں کی روایات کو مان لیا لیکن اوّل الذکر جواب نہ دے سکے۔ اور دوسرے نے جواب تو دیا مگر مہمل دیا۔ لہذا یہ تیس[31] بزرگوار مذہب اہلسنت کے اکابر اور علمائے ملت ہیں پس ایسے جلیل القدر ارباب مذہب کی موجودگی میں بیچارہ حکیم ترمذی کس شمار و قطار میں ہیں مجھے افسوس ہے۔ کہ ان ذاتِ شریف نے نبض و قارورہ کو چھوڑ کر اس علمی

میدان میں جہاں بڑوں بڑوں کے ناطقے بند اور پائے رفتار لنگ ہو جاتے ہیں۔ کیوں قدمِ ضعیف رکھا ہے ٭

## بسم اللہ کا بیان

ناظرین میں نے لکھا تھا کہ تمہارے مذہب میں بسم اللہ کسی سورہ کا جزو نہیں ہے۔ ورنہ تمہاری نماز بے بسم اللہ کے نہ ہوتی (پس معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ آیت خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ یا صحابہ نے دو سورتوں میں امتیاز دینے کے لئے اس کو بطورِ خود لکھدیا ہے) اس کا جواب مدیر النجم نے جو کچھ دیا ہے وہ مع رد ملاحظہ ہو ٭

**النجم** بسم اللہ جو ہر سورہ کے شروع میں لکھی ہوئی ہے بیشک حنفیہ[ع] کے نزدیک سورہ کا جزو نہیں ہے۔ بلکہ مستقل آیت ہے۔ جو ہر سورہ کے شروع میں اس لئے نازل ہوئی ہے۔ کہ جدید سورہ کا آغاز معلوم ہو جائے۔ لہٰذا بسم اللہ کا ہر سورہ کے آغاز میں ہونا قرآن میں زیادتی نہ ہوئی۔ زیادتی تو جب ہوتی۔ کہ کسی انسان کا کلام اُس میں لکھدیا جاتا ٭

**الاعجاز** بسم اللہ کے متعلق اہلسنّت کے باہم اختلافِ عظیم ہے۔ حنفیہ کا مسلک تو آپ کو معلوم ہو چکا۔ فرقہ مالکیہ کہتا ہے۔ کہ بسم اللہ آیۂ قرآن ہی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں جن کو ہم اتقان سے نقل کرتے ہیں۔ سب سے پہلے فرقہ مالکیہ کا مذہب اتقان جلد ۱ ص۸۲ میں ملاحظہ فرمائیے :۔

وقد بنی المالکیة وغیرهم ممن قال بانکار البسملة قولهم علی هذا الاصل وقرروه بانها لم تتواتر فی اوائل السور وما لم یتواتر فلیس بقرآن ٭

فرقہ مالکیہ وغیرہ اہلسنّت نے جو بسم اللہ کے منکر ہیں۔ اپنے قول کی بنا اسی اصل پر رکھی ہے (کہ قرآن کے لئے تواتر شرط ہے۔) اور انہوں نے یہ ثابت کر لیا ہے۔ کہ سورتوں کے شروع میں بسم اللہ متواتر نہیں ہے۔ اور جو آیت متواتر نہیں ہے۔ وہ قرآن نہیں ہے۔ (نتیجہ یہ ہوا کہ بسم اللہ قرآنی آیت نہیں ہے) علامہ سیوطی نے اُس کا ضعیف جواب لکھا ہے۔ جو ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے ٭

واجیب من قبلنا بمنع کونها لم تتواتر فرب متواتر عند قوم دون آخرین وفی وقت دون آخر ویکفی فی تواترها اثباتها فی مصاحف الصحابة فمن بعدهم بخط المصحف مع منعهم ان یکتب فی المصحف ما لیس منه کاسماء السور وآمین والاعشار فلو لم تکن قرآنا لما استجازوا



اثباتها بخطه من غیر تمییز لان ذالک یحمل علی اعتقادها قرآنا فیکونون مغررین بالمسلمین حاملین لهم علی اعتقاد ما لیس بقرآن قرآنا وهذا مما لا یجوز اعتقاده فی الصحابة فان قیل لعلها اثبتت للفصل بین السور اجیب بان هذا فیه تغریر ولا یجوز ارتکابه لمجرد الفصل ولو کانت له لکتبت بین براءة والانفال ٭

اور ہماری طرف سے جواب دیا گیا ہے کہ بسم اللہ کا متواتر نہ ہونا ممنوع ہے۔ اس لئے کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں۔ جو ایک گروہ[ع۱] کے نزدیک متواتر ہیں۔ دوسری قوم کے نزدیک وہ متواتر نہیں ہیں[ع۲]۔ اور ایک وقت میں متواتر ہیں۔ دوسرے وقت میں متواتر نہیں ہیں۔ اور بسم اللہ کے متواتر ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ صحابہ[ع۳] اور اُن کے بعد والے حضرات کے مصاحف میں وہ مصحف کے خط میں لکھی ہوئی تھی۔ اور یہ حضرات مصحف میں ایسی[ع۴] چیز لکھنے سے منع کرتے تھے۔ جو قرآن نہ ہو۔ مثلاً سوروں کے نام اور لفظ آمین اور دس آیتوں کے عدد کی علامت پس اگر بسم اللہ قرآن نہ ہوتی تو ہرگز صحابہ[ع۵] اور بعد والے حضرات بسم اللہ کو بخطِ مصحف بغیر کسی شناخت کے لکھنے کو جائز نہ سمجھتے۔ کہ اس طور سے لکھنا اس عقیدہ کا[ع۶] موجب ہوتا کہ بسم اللہ قرآن ہے پس یہ لوگ مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنے والے قرار پاتے کہ جو چیز قرآن نہ تھی۔ اُسے اُن لوگوں[ع۷] نے قرآن بنا دیا۔ اور ایسا عقیدہ صحابہ کے بارے میں جائز نہیں ہے۔ پس اگر کہا جائے۔ کہ سورتوں میں فصل دینے کے لئے بسم اللہ لکھی گئی تھی۔ تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا۔ کہ یہ بھی[ع۸] دھوکہ دہی ہے۔ اور صرف[ع۹] فصل کے لئے اس کا ارتکاب جائز نہیں ہے اور اگر فصل کے لئے لکھی گئی ہوتی۔ تو برائت[ع۱۰] و انفال کے مابین بھی لکھی جاتی ٭

میں کہتا ہوں جواب مذکور اوّل سے آخر تک دھوکے کی ٹٹی ہے اور محض توہم و تخیل پر مبنی ہے۔ اور بے دلیل دعاوی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ اب میں ہر ایک دعوے کو رد کرتا ہوں۔ ع۱ اے حضرت اوّل تو بسم اللہ کی قرآنیت نہ رسول اللہؐ کے عہد میں متواتر ہوئی اور نہ عہدِ صحابہ میں ورنہ اس کی قرآنیت میں فرقہ مالکیہ اختلاف نہ کرتا۔ امام شافعی نے بسم اللہ کو بنقلِ آحاد جزو سورہ سمجھا تھا۔ دیکھو اتقان جلد ۱ ص۷۹ سطر آخر۔ ع۲ ایک وقت میں متواتر نہ ہونا یعنی عہدِ صحابہ میں اور دوسرے وقت میں متواتر ہو جانا یعنی جبکہ مصحفِ عثمانی کی نقلیں منتشر ہو گئیں۔ تو یہ تواتر دلیل قرآنیت بسم اللہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ خود مصحفِ عثمانی خود محرف متواتر ہوا ہے۔ تو شکوری مذہب سے اس کی ترتیب اور تعداد آیات

اور بسم اللہ پر کیسے اعتماد ہو سکتا ہے۔ علاوہ اس کے بسم اللہ کا قرآن میں سورہ کے اوپر لکھا جانا متواتر ہے نہ کہ اس کی قرآنیت متواتر ہے۔ ع۳ مصحف صحابہ میں بسم اللہ کا لکھا ہوا ہونا بھی دلیل قرآنیت بسم اللہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ صحابہ نے اس کو دو سوروں میں فصل دینے کے لئے ہر سورہ کے اوپر لکھا تھا یہی وجہ ہے۔ کہ اب بھی بسم اللہ قرآن میں ہر سورہ کے اوپر لکھی جاتی ہے پس اگر یہ جزو سورہ ہوتی۔ تو آیات سورہ کے ساتھ لکھی جاتی۔ حالانکہ اس طور سے نہ کسی قرآن میں لکھی ہوئی ملے گی۔ اور نہ شکوری مذہب سے اس کو آیات سے ملا کر لکھنا جائز ہے۔ علاوہ اس کے مولوی عبدالشکور صاحب لکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت ابی بن کعب نے سورہ حفد و خلع قرآن میں بطور یادداشت کے لکھ لئے تھے۔ تو ہو سکتا ہے کہ صحابہ نے بسم اللہ کو بطور فصل لکھا ہو۔ ع۴ بالکل غلط ہے ورنہ کسی صحابی کی حدیث صریح اس مضمون کی دکھائی جائے۔ اے حضرت یہ اعشار وغیرہ سب بعد میں وضع ہوئے ہیں۔ صحابہ کے زمانہ میں ان رموز قرآنیہ کا نشان بھی نہ تھا ورنہ ثبوت بذمہ مدعی ہوگا۔ قرآنی سوروں کے نام سوروں کے اوپر لکھے جاتے ہیں۔ وہیں بسم اللہ بھی لکھی جاتی ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ دونوں چیزیں قرآن سے خارج ہیں۔ ع۵ صحابہ اور بعد والے طبقہ نے بسم اللہ کو بخط مصحف ضرور لکھا تھا لیکن شناخت کے لئے قرآن کو سیاہی سے اور بسم اللہ کو شنجرف سے لکھا تھا کہ پہچان رہے کہ بسم اللہ قرآن سے خارج ہے۔ قدیم الایام کے جتنے قرآن قلمی لکھے ہوئے ملیں گے۔ ان میں بسم اللہ سرخ یا اور کسی رنگ کی لکھی ہوئی ملے گی۔ اسی طرح یہ لوگ رموز قرآنیہ کو اور اسامی سور کو بھی شنجرف وغیرہ سے لکھتے تھے۔ ع۶و۷ ان حضرات نے تو دھوکا نہیں دیا تھا مگر بعد والے اہلسنت نے خود دھوکا کھایا۔ اور بسم اللہ کو قرآن سمجھ لیا۔ بلکہ اس کے تواتر کے قائل ہو گئے۔ ع۸و۹ بالکل غلط ہے ان لوگوں نے ہرگز دھوکا نہیں دیا۔ بلکہ علامت فصل قرار دینے کے لئے بسم اللہ کو سرخ لکھا تھا۔ ع۱۰ برائت و انفال کے درمیان بسم اللہ اس لئے نہیں لکھی گئی تھی۔ کہ حضرت عثمان کو معلوم ہی نہیں ہوا تھا کہ یہ دو سورے ہیں یا ایک ہے۔ ہم سابق میں اتقان جلد ۱ ص ۶۲ سے ابن عباس اور جناب عثمان کا سوال وجواب نقل کر چکے جس کو آپ کے امام احمد بن حنبل اور ترمذی اور نسائی اور ابو داؤد اور ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ الغرض ان فضولیات سے بسم اللہ کا شکوری مذہب میں قرآن ہونا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہے +



ہاں مولوی عبدالشکور صاحب آپ فرماتے ہیں۔ کہ حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ جزو سورہ نہیں ہے بلکہ مستقل آیت ہے۔ جو ہر سورہ کے شروع میں نازل ہوئی تھی الخ۔ میں کہتا ہوں۔ اگر آپ کا یہ کلام سچا ہے۔ تو اس کی تصدیق میں اپنے امام اعظم کا قول صریح پیش فرمایئے جس سے صاف صاف معلوم ہو جائے۔ کہ بسم اللہ ہر سورہ کے شروع میں نازل ہوئی تھی +

پس جبتک آپ آنحضرتؐ کی سند صریح نہ دکھائیں گے۔ قرآن میں ہر سورہ سے پہلے بسم اللہ زائد اور غیر منزل من اللہ متصور ہو گی۔ اور یہ زیادتیاں انسانی تصرف سے سمجھی جائیں گی۔ اگرچہ بسم اللہ انسانی کلام نہ ہو۔ تب بھی انسان کو یہ کہاں جائز ہے کہ وہ خدا کے کسی کلام کو قرآن میں جہاں اس کا جی چاہے بڑھا دے۔ ہم نہایت زور کے ساتھ کہتے ہیں۔ کہ آپ کے مذہب میں حضور سید عالم کی کوئی حدیث متواتر نہیں ہے جس میں صراحت ہو۔ کہ بسم اللہ ہر سورہ کے شروع میں نازل ہوئی تھی۔ اگر آپ سچے ہیں۔ تو حدیث صریح و متواتر لایئے۔ وذالک محال +

اب ہم اتقان جلد ۱ ص ۸۰ و ۸۱ سے وہ حدیثیں نقل کرتے ہیں جو بسم اللہ کے بارے میں منقول ہوئی ہیں۔ تاکہ یہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو کر شکوری مذہب کے چہرے کو نمایاں کر دے +

**پہلی حدیث** ما اخرجہ احمد و ابو داؤد والحاکم وغیرہم عن ام سلمۃ ان النبی صلعم کان یقرء بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین الحدیث +

وہ حدیث ہے جس کو امام احمد اور ابو داؤد اور حاکم وغیرہم نے حضرت ام المومنین ام سلمہ سے نقل کیا ہے۔ کہ نبی صلعم پڑھتے تھے بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین الحدیث +

اس حدیث سے اتنا ظاہر ہوا کہ الحمد کے ساتھ حضور سید عالم بسم اللہ پڑھتے تھے۔ مگر علامہ سیوطی لکھتے ہیں :- وفیہ وعد بسم اللہ الرحمن الرحیم آیۃ ولم یعد علیہم + اس میں یہ اعتراض ہے کہ بسم اللہ ایک آیت شمار کیگئی ہے۔ حالانکہ ان حضرات نے اسکو آیات میں شمار نہیں کیا ہے +

**دوسری حدیث** واخرجہ ابن خزیمۃ والبیہقی فی المعرفۃ بسند صحیح من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس قال استرق الشیطان من الناس اعظم آیۃ من القران بسم اللہ الرحمن الرحیم +

ابن خزیمہ نے اور بیہقی نے المعرفہ میں بسند صحیح بطریق سعید بن جبیر ابن عباس سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا لوگوں سے شیطان قرآن کی بڑی آیت یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم چرا لے گیا +

ہم عرصۂ دراز سے اس فکر میں تھے۔ آخر اس کا سبب کیا ہے۔ کہ شکوری مذہب والے بے بسم اللہ کے نماز اُوڑاتے ہیں۔ لیکن جب سے ہمنے یہ حدیث صحیح دیکھی ہے۔ ہماری فکر جاتی رہی۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اور معلوم ہوگیا۔ کہ شکوری مذہب پر اوّل دن سے شیطان مسلّط ہے۔ یہی حضرت ان کی نمازوں میں دخیل ہوتے ہیں۔ اور بسم اللہ چورالیجاتے ہیں۔ زمانۂ صحابہ سے آج تک اور آج سے قیامت تک انکی نمازوں میں شیطان نے چوری کی ہے اور کرتا رہے گا ÷

**تیسری حدیث** واخرج البیہقی فی الشعب وابن مردویہ بسند حسن من طریق مجاھد عن ابن عباس. قال اغفل الناس اٰیۃ من کتاب اللہ لم تنزل علی احد سوی النبی صلعم الا ان یکون سلیمان بن داؤد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ÷

بیہقی نے الشعب میں اور ابن مردویہ نے بسند حسن بطریق مجاہد ابن عباس سے روایت کی ہے۔ آپنے فرمایا کیوں غافل ہوگئے۔ لوگ کتاب اللہ کی ایک آیت سے جو رسول اللہ صلعم کے سوا کسی پر نازل نہیں ہوئی۔ مگر سلیمان بن داؤد پر وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے ÷

اس حدیث حسن سے اتنا معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم کے پاس بسم اللہ نازل ہوئی تھی۔ جس سے لوگ غافل ہوگئے۔ مگر اس حدیث میں یہ کہیں بھی نہیں ہے۔ کہ قرآن مجید کے ہر ایک سورہ کے شروع میں وہ نازل ہوئی تھی ÷

**چوتھی حدیث** اخرج دارقطنی والطبرانی فی الاوسط بسند ضعیف عن بریدۃ قال النبی صلعم لا اخرج من المسجد حتی اخبرک بایۃ لم تنزل علی نبی بعد سلیمان غیری۔ ثم قال بای شیئ تفتتح القراٰن اذا افتتحت الصلوٰۃ قلت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قال ھی۔

دارقطنی نے اور طبرانی نے الاوسط میں بسند ضعیف بریدہ سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلعم نے میں اس مسجد سے باہر نہ جاؤنگا۔ تا اینکہ تجھے اس آیت کی خبر دونگا جو سلیمان کے بعد میرے سوا کسی نبی پر نازل نہیں ہوئی ہے۔ پھر فرمایا جب تم نماز پڑھتے ہو۔ تو کونسی آیت سے قرآن شروع کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے۔ آپنے فرمایا وہ آیت یہی ہے ÷

اس حدیث ضعیف سے بھی بسم اللہ کا ہر سورہ کے شروع میں ہونا ثابت نہیں ہوا ÷

**پانچویں حدیث** واخرج ابوداؤد والحاکم والبیہقی والبزار من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کان



النبی صلعم لا یعرف فصل السورۃ حتی تنزل علیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زاد البزار فاذا انزلت عرف ان السورۃ قد ختمت واستقبلت وابتدات سورۃ اخری ÷ ابوداؤد اور حاکم اور بیہقی اور بزار نے بطریق سعید بن جبیر ابن عباس سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا نبی صلعم کسی سورہ کا خاتمہ نہیں پہچانتے تھے۔ یہانتک کہ آپکے پاس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوتی تھی۔ بزار نے اتنا اور زیادہ کہا ہے کہ جب بسم اللہ نازل ہوتی تھی تب معلوم ہوتا تھا کہ سورہ ختم ہوگیا اور شروع ہوا یا دوسرے سورے کی ابتدا ہوئی۔

میں کہتا ہوں اس حدیث سے جو ابن عباس کا قول کہا جاتا ہے۔ اتنا ظاہر ہوا کہ سورہ کے آخر میں بسم اللہ آتی تھی۔ یہ لیجیے معاملہ اُلٹ گیا۔ لہذا اس سے شکوری دعوی ثابت نہیں ہوسکتا کہ اس روایت میں یہ تذکرہ نہیں ہے کہ ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ نازل ہوتی ہے۔ اب یہی بزار کی زیادتی و مضطرب ہونیکی وجہ سے مہمل ہے۔ کہ اُس سے یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ بسم اللہ پر سورہ ختم ہوتا تھا یا شروع ہوتا تھا۔ لہذا اس کا قول سند میں پیش نہیں ہوسکتا ÷

**چھٹی حدیث** واخرج الحاکم من وجہ اخر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کان المسلمون لا یعلمون انقضاء السورۃ حتی تنزل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فاذا انزلت علموا ان السورۃ قد انقضت اسنادہ علی شرط الشیخین ÷ اور حاکم نے دوسری وجہ پر سعید بن جبیر سے اُس نے ابن عباس سے روایت کی ہے اُنہوں نے فرمایا مسلمانوں کو سورہ کا خاتمہ معلوم نہیں ہوتا تھا یہانتک کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوتی تھی یعنی آیت آجاتی تھی تو اہلِ اسلام جان لیتے تھے۔ کہ اب سورہ ختم ہوا۔ اس روایت کی اسناد شیخین کی شرط کے مطابق ہے ÷ میں کہتا ہوں کہ اس طرح یہ غیر روایت ہے جو ابن عباس کا قول ہے یہ ثابت ہوا کہ سورہ کے خاتمہ پر بسم اللہ نازل ہوتی تھی۔ اس سے بھی شکوری مدعا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ کہ ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ نازل ہوتی تھی ÷

**ساتویں حدیث** واخرج الحاکم ایضاً من وجہ اخر عن سعید عن ابن عباس ان النبی صلعم کان اذا جاءہ جبرئیل فقرء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم علم انھا سورۃ اسنادہ صحیح۔ اور نیز حاکم نے دوسری وجہ سے سعید کی زبانی ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ جب نبی صلعم کے پاس جبرئیل آتے تھے پس پڑھتے تھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تو حضرت کو معلوم ہوتا تھا کہ وہ سورہ ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں ابن عباس کے اس قول میں بھی اجمال ہے۔ کہ اس سے صاف صاف معلوم نہیں ہوتا کہ بسم اللہ کی وجہ سے سورہ کا خاتمہ معلوم ہوتا تھا یا آغاز۔ کلمہ انھا کی ضمیر میں دو احتمال ہیں اوّل یہ کہ انکا مرجع بسم اللہ ہو تو یہ غلط ہے اسلیے کہ صرف بسم اللہ کو سورہ نہیں کہتے تھے۔ دوم یہ کہ یہ ضمیر قصہ ہو۔ جس کے لیے مرجع نہیں ہوتا ہے لیکن ضمیر کے مابعد اس کی تفسیر کیا کرتا ہے مگر یہاں ضمیر کے بعد صرف لفظ سورۃ ہے جس سے ثابت نہیں ہوسکتا کہ اس سے کونسی سورۃ مراد ہے یعنی وہ سورت جو سابقاً آچکی یا وہ سورت جو بعد میں آئیگی۔ الغرض جب دو احتمال پیدا ہوگئے تو معاملہ یکسو نہ ہوا۔ تاہم یہ روایت قابل حجت نہیں ہے ÷

**آٹھویں حدیث** واخرج البیہقی فی الشعب وغیرہ عن ابن مسعود قال کنا لا نعلم فصلا بین السورتین حتی تنزل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال ابوشامة یحتمل ان یکون وقت عرضه صلعم علی جبرئیل کان لا یزال یقرء فی السورة الی ان یامره جبرئیل بالتسمیة فیعلم ان السورة قد انقضت وعبر صلعم بلفظ النزول اشعارا بانها قران فی جمیع اوائل السور ویحتمل ان یکون المراد ان جمیع ایات کل سورة کانت تنزل قبل نزول البسملة فاذا کملت ایاتها نزل جبرئیل بالبسملة واستعرض السورة فی علم النبی صلعم انها قد ختمت ولا یلحق بها شیئا ✤

اور بیہقی نے الشعب میں اور دوسروں نے ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ فرمایا ہمکو دو سورتوں کے مابین فاصلہ کا علم ہی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ بسم اللہ الخ نازل ہوتی تھی۔ ابو شامہ نے کہا ہے۔ کہ محتمل ہے یہ بات کہ عرض قرآن کے وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ قرآنی سورہ پڑھتے تھے۔ تو جبرئیل آنجنابؐ کو بسم اللہ کا حکم دیتے تھے۔ تو اُس وقت آنحضرتؐ کو علم ہوتا تھا کہ اب سورہ ختم ہوگیا۔ اور وہ جناب بسم اللہ کی نزول سے تعبیر فرماتے تھے۔ اسلئے کہ سمجھ میں آجائے یہ بات کہ بسم اللہ کل سورتوں کے اوّل میں قرآن ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مُراد یہ ہو کہ ہر سورہ کی آیتیں بسم اللہ کے نازل ہونے سے پہلے آجاتی تھیں پس جب سورہ کی آیات پوری ہوجاتی تھیں۔ تو جبرئیل بسم اللہ لاتے تھے۔ اور سورہ کی مطابقت کرتے تھے۔ اُسوقت رسول اللہؐ کو علم ہوتا تھا۔ کہ اب سورہ ختم ہوگیا۔ اور اس کے ساتھ اب کوئی آیت جبرئیل نہ ملائیں گے ✤

مَیں کہتا ہوں اس طول لاطائل کا حاصل صرف ابوشامہ کا ضعیف واہمہ ہے جبھی تو اس کے کلام میں اضطراب ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ وقتِ عرض قرآن جبرئیل حضرت کو بسم اللہ کا حکم دیتے تھے۔ اِس سے ظاہر ہوا۔ کہ نزولِ سورہ بسم اللہ سے خالی ہوتا تھا۔ لہذا رسول اللہؐ اور صحابہ ہر سورہ کو عرض سے پہلے بغیر بسم اللہ کے پڑھتے تھے۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ بوقتِ عرض ہی رسول اللہؐ کو علم ہوتا تھا کہ یہاں سورہ ختم ہوا۔ کبھی کہتا ہے کہ بسم اللہ ہر سورہ کے شروع میں ہوتی تھی کبھی کہتا ہے۔ کہ سورہ کی کل آیتیں پہلے آجاتی تھیں پھر بسم اللہ نازل ہوتی تھی۔ اگر یہ سچ ہے تو بسم اللہ ہر سورہ کے بعد لکھنی چاہئے تھی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے جبھی تو ہم کہتے ہیں۔ کہ مصحفِ عثمانی رسول اللہ کی تعلیم کے مطابق مُرتب نہیں ہے۔ ابن مسعود کی روایت سے بھی یہی ظاہر ہوا۔ کہ سورہ کے بعد بسم اللہ آتی تھی ✤

**نویں حدیث** | واخرج ابن خزیمة والبیهقی بسند صحیح عن ابن عباس قال السبع المثانی فاتحة الکتاب قیل فاین السابعة قال بسم الله الرحمن الرحیم ✤



ابن خزیمہ اور بیہقی نے بسند صحیح ابن عباس سے اخراج کیا ہے۔ آپنے فرمایا۔ سبع مثانی فاتحۃ الکتاب ہے۔ عرض کیا گیا۔ ساتویں آیت کہاں ہے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ اس قولِ صحیح سے فقط سورہ حمد میں بسم اللہ کا ہونا ثابت ہوا۔ مگر حنفیہ دوسری رکعت وغیرہ میں حمد کو بے بسم اللہ پڑھتے ہیں ✤

**دسویں حدیث** | اخرج الدارقطنی بسند صحیح عن علیؑ انه سئل عن السبع المثانی فقال الحمد لله رب العالمین فقیل له انما هی ست ایات فقال بسم الله الرحمن الرحیم آیة ✤

دارقطنی نے بسند صحیح حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے۔ کسی نے حضرت سے سبع مثانی کے متعلق سوال کیا آپنے فرمایا وہ سورہ حمد ہے۔ عرض کیا گیا وہ تو چھ آیتیں ہیں۔ فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک آیت ہے ✤

اِس حدیثِ صحیح سے فقط سورہ حمد میں بسم اللہ کا ہونا ثابت ہُوا اور یہ بھی ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوگیا۔ کہ بسم اللہ متواتر نہ تھی۔ ورنہ سوال نہ کیا جاتا۔ صرف سبع مثانی نام سنتے ہی بسم اللہ کا جزو ہونا سائل کی سمجھ میں آجاتا ✤

**گیارہویں حدیث** | اخرج دارقطنی وابو نعیم والحاکم فی تاریخه بسند ضعیف عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلعم قال کان جبرئیل اذا جاءنی بالوحی اول ما یلقی علی بسم الله الخ

دارقطنی اور ابو نعیم اور حاکم نے اپنی تاریخ میں بسند ضعیف نافع سے ابن عمر کی زبانی اخراج کیا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جبرئیل جب میرے پاس وحی لاتے تھے تو پہلے بسم اللہ القا کرتے تھے ✤

اِس ضعیف روایت سے عجیب بات ظاہر ہوئی۔ کہ ہر وحی سے پہلے خواہ وہ قرآن ہو۔ یا غیر قرآن حضرت جبرئیلؑ بسم اللہ کا القا کیا کرتے تھے۔ لہذا قرآن کے ساتھ بسم اللہ کی خصوصیت نہ رہی ✤

**بارہویں حدیث** | واخرج الواحدی من وجه اخر عن نافع عن ابن عمر قال نزلت بسم الله الرحمن الرحیم فی کل سورة

واحدی نے دوسری وجہ سے نافع سے بزبانی ابنِ عمر اخراج کیا ہے۔ کہ ہر سورہ میں بسم اللہ نازل ہوتی تھی ✤

اِس روایت منقطعہ سے مجملاً یہ معلوم ہوا۔ کہ ہر سورہ میں بسم اللہ آتی تھی۔ نہ معلوم شروع میں یا درمیان میں یا آخر میں۔ نیز یہ قول ابن عمر کا ہے۔ جس کی سند کا اتصال نامعلوم ہے۔ رسول اللہ صلعم کی حدیث نہیں ہے +

**تیرہویں حدیث** واخرج البیھقی من وجہ ثابت عن نافع عن ابن عمر انہ کان یقرء فی الصلوٰۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم واذا ختم السورۃ قراھا ولیقول ما کتبت فی المصحف الا لتقرء +

اور بیہقی نے بوجہ ثابت نافع سے ابن عمر کی روایت کا اخراج کیا ہے۔ کہ وہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔ اور سورہ کے خاتمہ پر بسم اللہ پڑھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ مصحفِ عثمانی میں بسم اللہ اس لئے لکھی گئی ہے۔ کہ پڑھی جائے +

اِس روایت سے چار باتیں ثابت ہوئیں۔ اوّل یہ کہ ابن عمر نماز میں بسم اللہ پڑھتے تھے۔ مگر یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ ابتدا میں پڑھتے تھے یا دوسری جگہ نیز شکوری مذہب کی نماز ابن عمر کی نماز کے برخلاف ہوتی ہے۔ کہ یہ لوگ نماز میں ہر سورہ کے ساتھ بسم اللہ نہیں پڑھتے ہیں۔ دوم یہ کہ ابن عمر سورہ کے آخر میں بسم اللہ کی تلاوت کرتے تھے لیکن مصحف میں اس کے خلاف ہے۔ کہ جو کوئی اس مصحف میں سورہ پڑھے گا۔ تو بسم اللہ اوّل ہو جائے گی۔ سوم یہ کہ مصحفِ عثمانی میں بسم اللہ قرائت ابن عمر کے خلاف لکھی ہے۔ چہارم یہ کہ اس مصحف میں بسم اللہ کاتبوں نے لکھی ہے۔ نہ یہ کہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ ورنہ ابن عمر بسم اللہ کو کتابت کی طرف منسوب نہ کرتے۔ بلکہ یوں فرماتے۔ کہ ما نزلت فی المصحف الا لتقرء +

**چودہویں حدیث** واخرج الدارقطنی بسند صحیح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم اذا قرأتم الحمد فاقرؤا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فانھا ام القرآن ام الکتاب والسبع المثانی و بسم اللہ الرحمٰن الرحیم احدی ایاتھا +

اور دارقطنی نے بسند صحیح ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ جب الحمد پڑھا کرو۔ تو بسم اللہ کی بھی تلاوت کر لینا۔ کہ الحمد ام القرآن اور ام الکتاب اور سبع مثانی ہے۔ اور بسم اللہ اُس کی ایک آیت ہے +

اِس حدیثِ صحیح سے صرف الحمد کا بسم اللہ کو مشتمل ہونا ثابت ہوا۔ مگر شکوری مذہب والے اِس حدیثِ صحیح کی مخالفت کرتے ہیں کہ نماز میں ہر دفعہ الحمد کے ساتھ بسم اللہ نہیں پڑھتے ہیں بلکہ



حکمِ صریحِ رسول اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اُس پر غضب یہ ہے۔ کہ نماز سی رکنِ مذہب عبادت میں قرآن میں تحریف کرتے ہیں۔ مولوی عبدالشکور صاحب سُنئے آپکے مذہب سے تحریفِ قرآن اِس درجہ ثابت ہے۔ کہ آپ کی نمازیں اُس پر گواہ ہیں۔ خیر اور کسی سورہ میں بسم اللہ نہ پڑھتے۔ کہ آپ کے مذہب سے کسی سورہ کے ابتدا میں بسم اللہ کا ہونا ثابت نہیں ہے۔ نیز آپ اقرار بھی کر چکے ہیں کہ حنفی مذہب میں بسم اللہ جزو سورہ نہیں ہے۔ لیکن حمد کا جزو ہونا تو ثابت ہے پھر کیوں تحریفِ باطل کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ وہ بھی نمازوں میں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اُس پر چوری و سرزوری کہتے ہو۔ کہ ہمارے مذہب میں تحریف نہیں ہے ہم تحریف کے قائلین کو کافر جانتے ہیں۔ مہربان من یہ کونسی عقل ہے۔ کہ خود تحریف کرتے ہو۔ قرآن میں چوری کرتے ہو۔ اور اپنے کو کافر نہیں کہتے ہو۔ مگر جو شخص بتائے کہ تم نے تحریف کی۔ جو جھٹ اُسے کافر بنا دیتے ہو۔ یہ تمہارا کُفریانہ فتوے خود تمہارے گلے کا ہار ہو جائیگا۔ بلکہ ہو چکا۔ سرنگوں ہو کر شرم سے غور کرو۔ انّی تؤفکون +

**پندرہویں حدیث** میں ہے کہ سورہ کوثر کے ساتھ رسول اللہ نے بسم اللہ پڑھی تھی +

یہ کل پندرہ روایتیں اتقان میں بسم اللہ کے متعلق درج تھیں۔ جنکو ہم نے مع جرح ناظرین کے سامنے دھر دیا ہے۔ اب انصاف اہلِ عقل و دیانت کے ہاتھ ہے +

**پندرہ روایتوں کا خلاصہ** پہلی حدیث سے صرف الحمد کے ساتھ بسم اللہ کا پڑھنا ظاہر ہوا دوسری حدیث صحیح سے شیطان کا بسم اللہ چُرانا ثابت ہوا تیسری حدیثِ حسن سے صرف بسم اللہ کا جناب سلیمانؑ اور خاتم انبیاءؐ پر نزول ظاہر ہوتا۔ اس بسم اللہ کو کسی سورے سے تعلق نہیں ہے۔ چوتھی حدیث ضعیف سے اتنا ظاہر ہوا کہ بسم اللہ سے قرآن اور نماز کا افتتاح ہوتا ہے۔ پانچویں حدیث سے بسم اللہ کا فاصلہ سورہ کے لئے ہونا ظاہر ہوا۔ مگر بزار نے بسم اللہ کو خاتمہ سورت قرار دیا ہے۔ چھٹی حدیث سے ظاہر ہوا بسم اللہ کے نزول سے پہلے سورہ کا خاتمہ معلوم نہ ہوتا تھا یعنی سورہ کے ختم پر بسم اللہ آتی تھی۔ ساتویں حدیثِ صحیح سے ظاہر ہوا کہ بسم اللہ جب آتی تھی تو معلوم ہوتا تھا کہ یہ سورہ ہے۔ مگر حدیث مجمل ہے۔ آٹھویں حدیث میں ہے کہ بسم اللہ کے ذریعہ سے دو سوروں کا فاصلہ معلوم ہو جاتا تھا۔ (مگر ابن مسعود کو نہ کہ تمام صحابہ کو) نویں حدیثِ صحیح سے ظاہر ہوا فاتحہ کی ایک آیت بسم اللہ ہے۔ دسویں حدیث صحیح سے بھی معلوم ہوا کہ فاتحہ کی ایک

آیت بسم اللہ ہے۔ گیارھویں حدیث ضعیف سے ظاہر ہوا کہ ہر دفعہ وحی کے ساتھ بسم اللہ آتی تھی۔ بارھویں حدیث سے ظاہر ہوا کہ ہر سورہ میں بسم اللہ آتی تھی۔ مگر یہ پتہ نہیں کہ شروع میں یا کہاں۔ اس حدیث کی بنا پر برائت میں بھی بسم اللہ آئی ہوگی۔ تیرھویں حدیث سے ظاہر ہوا کہ ابن عمر سورہ کے خاتمہ پر بسم اللہ پڑھتے تھے۔ چودھویں حدیث صحیح سے ظاہر ہوا کہ سورۂ حمد کے ساتھ بسم اللہ بھی ہے۔ پندرھویں حدیث سے فقط سورۂ کوثر کے ساتھ بسم اللہ کا آنا ثابت ہوا۔ الغرض چار صحیح حدیثوں سے حمد کے ساتھ بسم اللہ ثابت ہوتی ہے اور ایک حدیث سے کوثر کے ساتھ۔ مگر علامہ سیوطی صاحب نے ان پندرہ حدیثوں کے بعد عجیب مضمون تحریر فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے۔ فھذہ الاحادیث تعطی لتواتر المعنوی بکونھا قرانا منزلا فی اوائل السور ٭

پس یہ حدیثیں تواتر معنوی عطا کرتی ہیں بسم اللہ کو کہ وہ سورتوں کے اوائل میں قرآن منزل ہے ٭

میں کہتا ہوں ہرگز ان احادیث سے ظاہر نہیں ہوا کہ تمام سورتوں کے شروع میں بسم اللہ نازل ہوئی تھی ہم نے آخری حدیث کے سوا وہ تمام حدیثیں بجنسہٖ نقل کردی ہیں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے۔ کہ شکوری دعوئے تواتر بسم اللہ بالکل ہی پوچ اور لچر بلکہ جھوٹا دعوے ہے۔ فرقہ مالکیہ جس کا مذہبی مدار احادیث پر ہے۔ وہ بسم اللہ کی قرآنیت کا منکر ہے۔ اس کے نزدیک بسم اللہ بتواتر ثابت نہیں ہے۔ اکثر شکوری متکلمین اور امام شافعی بسم اللہ کو خبر آحاد سے مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی بسم اللہ متواتر نہیں ہے۔ مگر سیوطی صاحب نے لکھ مارا ہے کہ سورتوں کے اوائل میں بسم اللہ معنے متواتر ہے۔ نہ معلوم پہلے پہل کس شخص کے منہ سے یہ بات نکلی تھی۔ مگر پھر پڑھے لکھے بھی وہی کہنے لگے۔ بلکہ یہاں تک خود رفتہ ہو گئے کہ حدیثیں بھی نقل کرتے ہیں جن میں مدعا کا تذکرہ بھی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ تواتر معنوی۔ مولوی عبدالشکور صاحب ہرگز اس تواتر کو نہ مانیں گے۔ کہ اول تو یہ ایک فرضی چیز ہے۔ دوم خطاکاروں کی روایات ہیں جن پر اعتماد نہیں ہو سکتا ہے جن آیتوں میں یہ ہے کہ ہر سورہ کے ساتھ بسم اللہ آئی تھی۔ ان میں سے کوئی بھی رسولِ معصومؑ کی حدیث نہیں ہے پس بالفرض محال اگرچہ تواتر ہو جب بھی قابل تسلیم نہیں ہے۔ الحاصل بسم اللہ کا سورۂ حمد کے سوا خدا کی طرف سے اوائل سوَر میں نازل ہونا شکوری مذہب میں یقینی طور سے ثابت نہیں ہے



اب ہم حسب وعدہ سقوطِ بسم اللہ سے بحث کرتے ہیں۔ ہم پیشتر اتقان جلد ا صفحہ ۷۵ سے قولِ مکی نقل کر چکے ہیں۔ کہ سورۂ برائت کے شروع میں چونکہ رسول اللہؐ نے بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس لئے اس میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ اس کے مقابلہ میں اسی اتقان سے ہم نے ابن عباس و جناب عثمان کا مکالمہ بھی نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جناب عثمان کو معلوم ہی نہیں ہوا تھا۔ کہ انفال و برائت دو سورے ہیں یا ایک۔ اسی لئے آپ نے برائت سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھی تھی۔ نہ یہ کہ رسول اللہؐ نے حکم نہیں دیا تھا۔ اب یہاں اتقان جلد ا صفحہ ۶۷ سے تیسرا قول نقل کیا جاتا ہے۔ جو ان دونوں باتوں کے خلاف ہے۔ وہ امام مالک کا قول ہے جسکو علامہ سیوطی نے بدون جرح اتقان میں لکھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ عن مالک ان اولھا لما سقط سقط معہ البسملۃ فقد ثبت انھا کانت تعدل البقرۃ لطولھا ٭

مالک سے منقول ہے کہ جب برائتہ کا ابتدائی حصہ ساقط ہو گیا۔ تو اس کے ساتھ بسم اللہ بھی ساقط ہو گئی۔ اسلئے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ برائت طول میں سورۂ بقرہ کے برابر تھی ٭

اس قول سے اتنا تو ثابت ہوا۔ کہ سورۂ برائت مثل سورۂ بقرہ کے طولانی تھی۔ لیکن اس کا ابتدائی حصہ یعنی ایکسو ستاون ۱۵۷ آیتیں ساقط ہو گئیں۔ تو بسم اللہ بھی ان کے ساتھ ساقط ہو گئی۔ سورۂ بقرہ میں اس وقت ۲۸۶ اور برائت میں ۱۲۹ آیتیں ہیں۔ اور جبکہ برائت مثل بقرہ تھی تو برائت سے ۱۵۷ آیات کم ہو گئیں۔ اب دیکھنا چاہئے۔ کہ اس جگہ لفظ سقوط کے جو مصدر لازم ہے کیا معنی ہیں۔ پس ہم تتبع احادیث و اقوال شکوریہ کی بنا پر لفظ سقوط کے تین معنے لکھکر ہر ایک کی نقادی کرتے ہیں۔ وہ تین معنی یہ ہیں۔ ۱ سقوط بمعنی نسخ تلاوت۔ ۲ سقوط بمعنی نسیان۔ ۳ سقوط بمعنے گم ہو جانا ٭

**پہلے معنے کی نقادی**

اگر اس جگہ سقوط سے نسخ تلاوت مراد لیا جائے گا تو مدیر النجم صاحب کو امور ذیل کا ثبوت لازم ہوگا۔ اوّل اس معنے کا لغت عرب یا محاورات عرب میں ثبوت دیں دوم نسخ تلاوت کو رسول اللہؐ کی حدیث متواتر سے ثابت کر کے ان آیتوں کے منسوخ التلاوۃ ہونے کی تصریح حضور کی نص صحیح میں دکھائیں۔ صرف شکوری علما کا نسخ تلاوت مراد لینا قابل اعتماد نہ ہوگا۔ سوم بقول محدث بھوپالی وغیرہ ان ایکسو ستاون ۱۵۷ آیتوں کا بدل قرآن موجود میں

دکھائیں۔ جبتک مدیر موصوف ہماری جروح کا اندمال نہ فرمائیں۔ نسخ تلاوت سی وضعی چیز کا ہمارے سامنے نام نہ لیں +

**دوسرے معنے کا نقد**

سقوط بمعنے نسیان اگرچہ آپ کی حدیثوں میں آیا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی آیات کے متعلق یہ معنی مُراد لینا قطعاً باطل ہے۔ اسلئے کہ آیات کے بھول جانے کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں۔ اور وہ دونوں ٹھیک نہیں اُترتے ہیں۔ اوّل یہ کہ خود خدا نے آیات اپنے بندوں سے بھلائیں۔ دوم یہ کہ تمام بندے اپنے سوء اختیار اور بے پرواہی کی وجہ سے آیات کو بھول گئے۔ پہلی صورت میں لازم ہوگا۔ کہ خدا نے جن آیات کو بھلایا تو اُن کا بدل بھی قرآن میں نازل فرمایا ہوگا کہ اُس نے فرمایا ہے مَا ننسخ من اٰیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها۔ اِس آیت سے ظاہر ہوا کہ نسخ حکم کی صورت میں دوسرے حکم کا آنا اور انساء کی صورت میں دوسری آیات کا نازل ہونا ضروری ہے۔ پس اگر سورۂ توبہ کی ۵۷ آیتیں خدا نے بھلائی تھیں تو آیۂ مرقومہ کے لحاظ سے اُن سب کا بدل قرآن موجود میں متواتراً ثابت کیا جائے۔ ورنہ دعوائے انساء لغو اور مہمل ہے۔ علاوہ اسکے جب آپ یہ کہتے ہیں۔ کہ خدا نے آیۂ انا له لحافظون میں خبر دے کر حفاظتِ قرآنی کا محکم وعدہ فرمایا ہے۔ بنا بریں آپ سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہ جس قرآن کی حفاظت کا خدا نے حتمی وعدہ فرمایا تھا۔ اُس میں یہ آیات منسوخ التلاوۃ اور آیاتِ منسیہ داخل تھیں یا نہیں پہلی صورت میں اُن کا بدل یقینی طور سے اِس قرآن میں دکھانا لازم ہوگا۔ ورنہ خدا کا وعدۂ حفاظت غلط ہو جائے گا۔ کہ اوّل خدا نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا۔ پھر اُس میں سے بہت سی آیتوں کی تلاوت منسوخ کر دی یا بھلا دی اور بدل اُن کا نازل نہیں فرمایا۔ تو پھر قرآن پورا کہاں محفوظ رہا۔ لہذا وعدۂ حتمی وفا نہ ہُوا۔ دوسری صورت میں قرآن سے نسخ تلاوت اور انساء کو متعلق ماننا ایک فضول بات ہے۔ کہ جو آیتیں منسوخ یا منسا ہوئیں اُن کو قرآن سے کوئی ربط اور تعلق ہی نہ تھا حالانکہ یہ دوسرا احتمال قطعاً غلط ہے۔ ورنہ پھر تو تحریفِ قرآن اور تنقیصِ قرآن واضح طور سے ثابت ہو جائیگی اور اگر بندے یعنی کل اصحابِ نبیؐ خود ہی بوجہ لاپرواہی کے قرآنی آیات کو بھول گئے۔ تو اس صورت میں یہ حضرات مجرم قرار پائیں گے۔ کہ جن کے ذمہ قرآن کی حفاظت سپرد کی گئی تھی انہوں نے امانت کی حفاظت میں سہل انگاری و غفلت سے کام لیا۔ پس یہ بھی تحریف ہے۔ جو غنا للانف



شکوری مذہب سے ثابت ہے۔ الغرض اگر خدا نے وہ آیتیں بھلائیں اور پھر اُنکا بدل نہ بھیجا تو قرآن محفوظ نہ رہا۔ اور اگر صحابہ خود بھول گئے۔ تو بھی قرآن محفوظ نہ رہا۔ اور ارتکابِ تحریف بھی ہُوا +

مولوی عبدالشکور صاحب یہ آپکے خود ساختہ مذہب کی بھول بھلیاں ہیں۔ جن میں سے آپ زندگی بھر نہیں نکل سکتے۔ مگر یہ کہہ دیجئے۔ کہ سقوط بمعنی تبیان غلط ہے اور جتنی شکوری حدیثوں میں سقوط بمعنی نسیان مُراد لیا گیا ہے۔ وہ سب کی سب مہمل اور جعلی ہیں لیکن اگر آپ اس معنے کے مردود ہونے کا اقرار بھی کر لیں گے۔ تو پھر آپ سورۂ برائت وغیرہ کی اُن آیات کے متعلق کیا جواب دینگے۔ جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں۔ مگر مصحفِ عثمانی کا دامن اُن سے خالی ہے۔ ہاں ایک صورت جواب کی یہ ہو سکتی ہے کہ آپ تحریفِ عثمانی کے قائل ہو جائیں۔ فھو المراد +

**تیسرے معنے پر تبصرہ**

جبکہ سقوط کے دو معنے غلط ثابت ہوئے تو اب یہ لفظ تیسرے معنی میں منحصر ہو گیا یعنی برائت سے ۵۷ آیتیں گم ہو گئیں۔ خواہ اس وجہ سے کہ جن صحابہ کو وہ زبانی یاد تھیں وہ لڑائیوں میں مارے گئے۔ خواہ اِس وجہ سے کہ جن پتوں پر لکھی ہوئی تھیں۔ اُنہیں کوئی بکری یا اونٹ چر گیا۔ خواہ کسی اور سبب سے گم ہو گئیں۔ بہر طور گم ہو گئیں۔ اب بتایئے پورا قرآن آپکے یہاں کہاں محفوظ رہا۔ اور آپکے اکابرِ مذہب نے فریضۂ حفاظت جو آپکے قول سے اُن کی گردنوں پر لدا ہوا تھا کہاں ادا کیا۔ یہی قرآن کی خدمت آپکے بزرگانِ ملت نے انجام دی ہے کہ جس پر آپ کو خواہ مخواہ کا ناز بلکہ غرہ ہے۔ کہ آپنے ایک شور مچا رکھا ہے جس کے بدنما دھبے سے تنبیہ الحائرین کا چہرہ آپ نے سیاہ کیا ہے۔ لاحول ولا قوۃ اِلّا باللہ۔ اے حضرت یہ بھی سمجھے یہ آیتیں گم کیسے ہوئیں سُنیئے اسلئے گُم ہوئیں۔ کہ قرآن آپکے مذہب سے مجموع و مُرتب نہ تھا بلکہ متفرق و پراگندہ تھا۔ الغرض اگر آپ سقوط کے تینوں معنے قبول نہ فرمائیں گے۔ تو آپ کو اِن کے علاوہ چوتھے معنے تراش خراش کرکے بیان کرنا پڑیں گے۔ اور پھر قرآنی آیات پر اُن کی تطبیق کرنی لازم ہوگی۔ مگر یاد رہے حتےٰ یلج الجمل فی سم الخیاط +

اور اگر آپ لفظ سقوط کے یہ تینوں معنے بھی نہ مانیں اور چوتھے صحیح معنی پیش بھی نہ کر سکیں۔ تو اپنے امام مالک کا قول لغو اور مہمل بلکہ خود تراشیدہ سمجھ لیجئے گا۔ مگر اتنا یاد رہے کہ اگر آپنے اس قول کو لغو سمجھا تو پھر میں آپ کی گردن دباؤں گا۔ کہ جن جن حدیثوں میں لفظ سقوط

یا اسقاط ہے اُن سب کو جعلی مانئیے لیکن یہ بھی یاد رکھئے کہ میرا مطلب ہر صورت میں بنا ہوا رہیگا سقوط کو ماننے کی صورت میں تو میرا مطلب واضح ہو چکا۔ اور نہ ماننے کی صورت میں آپکے نسخ تلاوت کا پردہ چاک ہو جائے گا۔ اور تحریف قرآن اُس میں سے نکل پڑے گی۔

ناظرین میں نے لکھا تھا کہ لوح محفوظ سے اُترے ہوئے قرآن کے نہ سورے مرتب ہوئے تھے۔ اور نہ آیات۔ دیکھو ازالۃ الخفا۔ اسکا جو کچھ شافی جواب مدیر النجم نے دیا ہے وہ مع رد ملاحظہ ہو۔

**النجم**

ازالۃ الخفا ہماری دیکھی ہوئی ہے ہم اوپر بروایات معتبرہ ثابت کر چکے کہ آیات قرآنیہ کی ترتیب خود رسول اللہ صلعم دے گئے تھے۔ ازالۃ الخفار کی عبارت اُسکے خلاف نہیں ہے۔

**الاعجاز**

اگر آپنے ازالۃ الخفا دیکھی ہے۔ تو یقیناً آپنے جھوٹ بولا ہے۔ جسکو ابھی ہم طشت از بام کریں گے۔ حضور سید عالمؐ کی کوئی ایک حدیث بھی پیش نہیں فرمائی ہے جس سے ثابت ہوتا کہ خود حضورؐ نے قرآن کو مرتب فرمایا تھا۔ جو خرافات آپ نے ہمارے جواب میں اپنی کتابوں سے چن چن کر پیش کی تھیں۔ اُس پر ہم نے ایسی کاری ضربیں لگائی ہیں جن کے گہرے زخموں کا اندمال کسی جراح کے امکان میں نہیں ہے۔ اگر غیرت اور شرم آپکے دماغ میں ہوگی۔ تو پھر کبھی آپ ان مزخرافات کا نام بھی نہ لیں گے۔

اب ہم ازالۃ الخفار مطبوعہ صدیقی بریلی مقصد دوم صفحہ ۲۰۹ سے وہ عبارت نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے۔ کہ وہ عبارت آپکے بالکل خلاف ہے۔ اور آپنے اُسے غیر مخالف لکھ کر عمداً جھوٹ بولا ہے۔ ملاحظہ ہو آپکے بخاری ثانی جنید زمانی قطب الدین احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں "چوں آنحضرت از دار دُنیا برفیق اعلےٰ انتقال فرمود قرآن عظیم مجموع در مصحف نبود و سور و آیات در اوراق نوشتہ ... متفرق یافتہ می شد۔ چشم ہوش سے اس عبارت کو دیکھئے۔ اور بتایئے کونسے لفظ سے آپنے سمجھا ہے۔ کہ قرآن مجید کو آنحضرت صلعم نے مرتب فرمایا تھا۔ بلکہ اس میں تو صاف صاف یہ لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ایسے حال میں ارتحال فرمایا۔ کہ قرآن مجموع نہیں ہوا تھا۔ اور اُس کی سورتیں اور آیات متفرق طور سے صحابہ کے پاس پائی جاتی تھیں۔ یعنی کسی ایک صحابی کے پاس پورا قرآن لکھا ہوا موجود نہ تھا۔ اب کتاب مذکور کا صفحہ ۲۱۰ کھولیئے اور حضرت بخاری اول کی منقول روایت دیکھئے جسکو ہم ابتدا میں لکھ چکے ہیں۔



جس میں جنگ یمامہ میں قرار صحابہ کے قتل ہونے اور حضرت عمر صاحب کے ضیاع قرآن کا طرف اندیشہ کرنا اور پھر جناب ابوبکر کو جمع قرآن پر ابھارنے کا تذکرہ موجود ہے۔ آخر حضرت ابوبکر کا یہ جواب کیف افعل شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ جو آپکے مذہب کے لئے سم قاتل ہے۔ پھر زید کا بلایا جانا جمع قرآن کی خدمت اُن کے سپرد ہونا۔ اُن کا بھی یہی جواب کیف تفعلان شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ نہایت واضح طور سے موجود ہے۔ پھر زید کا جمع قرآن کو پہاڑ کے اُٹھانے سے زیادہ ثقیل و دشوار سمجھنا بالآخر مجبور ہو کر آمادہ ہو جانا اور قرآن کو پتھروں اور خرمے کی شاخوں اور صدور صحابہ سے جمع کرنا۔ آپ کے لئے دلشکن عبارت میں لکھا ہوا ہے۔ کیا یہ حدیث جو آپکے بخاری ثانی نے درج فرمائی ہے آپکے خلاف نہیں ہے۔ یقیناً آپکے مذہب کو باطل کرنے کے لئے یہی ایک حدیث صحیح کافی ہے۔ اب ذرا اپنے پیر صاحب کی جسارت اور عقلمندی ملاحظہ کیجئے۔ اور ذہانت کی داد دیجئے۔ کہ خود ہی صفحہ ۲۱۰ میں لکھا ہے۔ سور و آیات در اوراق نوشتہ پھر خود ہی صفحہ ۲۱ میں یہ حدیث بخاری تحریر فرماتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوا کہ زید نے قرآن کو تین چیزوں یعنی پتھروں۔ خرمہ کی شاخوں اور صحابہ کے سینوں سے جمع کیا تھا۔ اس میں اوراق کا تذکرہ کہیں بھی نہیں ہے پس جبکہ پیروں کی ذہانت اور سمجھ ایسی ہے۔ کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ تو آپ ایسے مرید کیوں عمداً جھوٹ نہ بولیں گے۔ اس پر تم جھوٹ بول کر لکھا کرتے ہو۔ کہ شیعوں کے مذہب میں نو حصے جھوٹ ہے۔ تمہارے کذب صریح پر قہر خدا کی بجلی گرے۔ کہ اول تم نے تقیہ کے معنے جھوٹ بتائے۔ پھر ہمارے مذہب کو نو حصے جھوٹ بتا دیا۔ بندۂ خدا اپنی خبر لو کہ تمہارا مذہب دسوں حصے جھوٹ پر مبنی ہے۔ انبیاء کو جھوٹا تم سمجھتے ہو۔ ابو الانبیاء حضرت خلیل الرحمٰنؑ کے تین جھوٹ تمہاری کتابوں میں موجود ہیں۔ خدا کو جھوٹا تم سمجھتے ہو کہ اُس پر ایفاء وعدہ واجب نہیں جانتے ہو جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ تمہارے عقیدہ باطلہ میں خدا اپنے وعدوں کو جھوٹا کرے گا۔ اچھا تو پھر یاد رکھو کہ خدا نے تمہارے قول کے بموجب تمہارے اکابر صحابہ کرام کو جنت میں بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ تو سمجھ لو کہ یہ وعدہ ہرگز پورا نہ ہوگا۔ اور خدا تمہارے عقیدہ کے بموجب وعدہ خلافی کر کے ان سب کو جہنم میں جھونکے گا۔ دیکھو ہماری گرفت کے جواب میں یہ نہ کہدینا کہ خدا پر ایفائے وعدہ واجب ہے۔ اس کے جواب میں پیشگی سن لو۔ کہ تم نے اپنے رسالہ "ارتداد شیعہ" میں شیعوں کے مرتد ہونے کی دلائل میں جو درحقیقت کفریات ہیں۔ جن کا روح فرسا جواب

دُرِ نجف میں دیا جاچکا ہے۔ تم نے لکھا ہے۔ کہ شیعہ اِسلئے کافر ہیں۔ کہ خدا پر عدل واجب جانتے ہیں۔ خدا پر کوئی چیز واجب کہنا اُس کو مجبور بنانا ہے۔ لہٰذا اپنے اِس زٹل قافیہ کے ہوتے ہوئے تم خدا پر ہرگز ایفادِ وعدہ واجب نہیں کر سکتے ہو۔ ورنہ تم بھی خدا کو مجبور بنانیوالے کہلاؤ گے۔ اور اپنے ہی خلاف مَا انزل اللہ فتوے سے کافر و مرتد قرار پاؤ گے ✤

الغرض اب آپ ازالۃ الخفا مقصد دوم کا صفہ ۲۱ کھولئے اور چشم بینا سے یہ عبارت پڑھئے

بعد از انکہ قرآن عظیم در مصحف مجموع شد فاروق اعظم سالہا در فکر تصحیح او صرف نمود ومناظرہا با اصحاب می کرد۔ گاہے حق بر وفق مکتوب ظاہر می شد پس آں را باقی میگزاشت ومردماں را از خلاف وے بازمی داشت وگاہے حق برخلاف مکتوب ظاہر می شد۔ دریں صورت مکتوب را حک می فرمود وبجائے وے انچہ متحقق می شد می نوشت ✤

یعنی اس کے بعد کہ قرآن عظیم بصورتِ کتاب مجموع ہو چکا تو فاروق اعظم نے بہت سے برس اُس کی تصحیح کی فکر میں صرف کئے۔ اور وہ صحابہ سے مناظرے کرتے تھے۔ کبھی حق موافق مکتوب ظاہر ہوتا تھا تو اُسے باقی رکھتے تھے۔ اور لوگوں کو اس کی مخالفت سے روکتے تھے۔ اور کبھی حق برخلاف مکتوب ظاہر ہوتا تھا۔ اس صورت میں مکتوب کو چھیل دیتے تھے۔ اور جو کچھ ثابت ہوتا اُس کی جگہ لکھ دیتے تھے ✤

اِس عبارت سے چند باتیں ظاہر اور ثابت ہوئیں۔ جو شکوری مذہب کے لئے سمِ قاتل اور زہرِ ہلاہل ہیں۔ اوّل یہ کہ اِس مصحف کے جمع ہونے سے پہلے صحابہ کے پاس قرآن موجود نہ تھا۔ لہٰذا وہ حضرات مومن بالقرآن نہ تھے۔ اور جو صحابہ اُس زمانہ میں دُنیا سے اُٹھے۔ وہ ہرگز مومن بالقرآن نہ اُٹھے۔ اور چونکہ شکوری مذہب میں قرآن کو امام کہتے ہیں۔ لہٰذا اُس وقت امام صحابہ کا وجود ہی نہ تھا۔ کہ جس کی معرفت حاصل کرتے۔ اب یاد کیجئے حدیثِ متفق علیہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ۔ دوم یہ کہ جو مصحف پہلے پہل جمع ہوا تھا اُس میں خلافِ حق چیزیں بھی زید نے لکھدی تھیں۔ اور اُنہی مسودوں سے لکھی تھیں۔ جو متفرق طور سے صحابہ کے پاس تھے اور صدورِ صحابہ سے لکھی تھیں۔ اِس سے دو باتیں ثابت ہوئیں اوّل یہ کہ زید کو قرآن حفظ نہ تھا۔ ورنہ وہ ہرگز خلافِ حق چیزیں مصحف میں نہ لکھتے۔ دوسرے



یہ کہ اون مسودوں میں غلطیاں تھیں۔ جو شکوری زعم میں رسول اللہ صلعم نے لکھوائے تھے۔ اور صحابہ کے نیم حافظہ میں بھی غلطیاں تھیں جن سے زید نے قرآن لیا تھا۔ سوم یہ کہ اِس مصحف کی تصحیح برسوں میں ختم ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جناب ابوبکر تصحیحِ قرآن سے پہلے رحلت فرما گئے۔ کہ آپ بعدِ رسول صلعم کل دو برس اور چند ماہ زندہ رہے تھے۔ اب مولوی عبدالشکور صاحب ایمانِ ابوبکر صاحب کے متعلق فیصلہ دیں کہ قرآنِ صحیح پر آپ کا ایمان تھا یا نہیں اور کیوں۔ چہارم یہ کہ اِس مصحف سے پہلے قرآن مجموع اور مرتب موجود نہ تھا۔ ورنہ جناب عمر اُسی کی نقل لے لیتے۔ اتنے جھگڑے اور قضئے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ اور اگر بالفرض کفرضِ المحالات کسی مرتب مجموعہ سے نقل لی گئی تھی۔ تو اُس میں حق و ناحق دونوں باتیں تھیں۔ کہ صحابہ سے مناظرے کرکے غلطیاں چھیلی گئیں۔ پنجم یہ کہ ایک مصحف پر تمام صحابہ کا اجماع اور اتفاق نہ تھا ورنہ مناظروں کی نوبت نہ آتی۔ بلکہ کچھ صحابہ کو غلط یاد تھا اور کچھ جناب عمر کو۔ ششم یہ کہ جامع القرآن علمِ قرآنی سے بالکل کورا تھا۔ ورنہ وہ قرآن میں ناحق چیزیں نہ لکھتا ✤

الغرض برسوں کے بعد مصحفِ عمری ٹھیک ہوا لیکن دورِ عثمانی یعنی سنہ ۲۵ھ میں جناب عمر کی محنتِ شاقہ برباد ہوئی۔ حضرت عثمان نے مصحفِ عمری میں تغیر دیا۔ خدا کے نازل کئے سات حرفوں میں سے صرف ایک حرف باقی رکھا۔ جمعِ عثمانی کا تذکرہ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مقصد دوم صفہ ۲۱ میں فرمایا ہے جسے ہم بجنسہٖ اس کتاب کے اوائل میں اتقان سے نقل کرکے اُس پر اعجازی ضربیں لگا چکے ہیں ✤

ہاں مدیر النجم صاحب اب تو ذرا آنکھ ملایئے۔ اور بتایئے کہ یہ عبارت شاہ صاحب کی آپ کے خلاف ہے یا نہیں؟

**النجم** یہ تو ہم سب مانتے ہیں۔ کہ ترتیب قرآن موافق نزول نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلعم کی تعلیم و تلاوت کے مطابق ہے۔ جیسا کہ اوپر واضح ہو چکا ✤

**الاعجاز** ہم بھی بیشتر ناقابلِ انکار حوالوں سے بخوبی ثابت کر چکے ہیں۔ کہ جس وقت جو سورہ یا آیت نازل ہوتی تھیں۔ رسول اللہ صلعم انکو یاد فرمالیتے تھے صحابہ میں سے بعضے اُن کو لکھ لیتے تھے۔ اور بعضے زبانی یاد کر لیتے تھے۔ لہٰذا جو کام ہوا وہ نزول کے مطابق ہوا۔ اُسی ترتیب سے نماز وغیرہ میں

تلاوت ہوتی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ و ابن مسعود و ابی بن کعب نے قرآن مجید کو نزولی ترتیب کے مطابق لکھا تھا۔ جیسا کہ آپ کی کتابوں سے ثبوت دیا گیا۔ اور آیندہ بھی اسکا تذکرہ آئیگا جس سے ثابت ہو گیا کہ ترتیب نزول اور ترتیب تلاوت و تعلیم رسولؐ میں کوئی فرق نہ تھا۔ اب آپ اسکے خلاف دعویٰ کرتے ہیں۔ لہذا اس تفرقہ کو جناب رسالتمآبؐ کی حدیث متواتر سے ثابت کیجئے جبکہ آپ قرآن کو آنحضرتؐ کی حدیث متواتر سے یقینی جانتے ہیں۔ تو اس کی ترتیب کو بھی آنحضرتؐ کی حدیث متواتر سے ثابت کیجئے۔ ہم آپ کے مسلمہ کی بنا پر جو تنبیہ الحائرین ص۶۰ میں آپ لکھ چکے ہیں۔ ہرگز خطاکاروں کا نہ اجماع تسلیم کریں گے۔ اور نہ ان خاطیوں کا تواتر مانیں گے پس رسول اللہؐ کی حدیث متواتر لائیے ✤

جتنی روایات آحاد اور آپکے تسلیم شدہ خاطیوں کے اقوال سخیفہ آپنے سابقاً تحریر فرمائے اُن سب کے ہم اچھی طرح پرخچے اُڑا چکے۔ اب کوئی بات لکھیے ✤

ناظرین ہم نے لکھا تھا اگر آیہ انا لہ لحافظون کے ذریعہ سے اصلی اور غیر مجموع قرآن کی حفاظت کا وعدہ خدا نے فرمایا تھا تو وہ کہاں محفوظ رہا۔ اس میں بہت سی آیات اور سورے موجود نہیں ہیں۔ آیہ رضاع کبیر نہیں ہے۔ جسے بقول حضرت عائشہ بکری کھا گئی۔ دیکھو محاضرات راغب"۔ نیز آیہ رجم بھی اس کا جزو تھی۔ دیکھو اتقان وغیرہ۔ اس کا جواب مدیر النجم صاحب نے جو کچھ دیا ہے۔ وہ مع رد ملاحظہ ہو ✤

**النجم** آیہ انا لہ لحافظون میں اسی قرآن کی حفاظت کا وعدہ ہے۔ جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا جس ع۱ کو حضور نے لکھوایا جس ع۲ کی آیتوں کو مرتب کیا جس ع۳ کو اُمت کے لئے رہنما بنایا۔ اور فرمایا انی تارک فیکم الثقلین۔ اب رہا یہ امر کہ جب وعدہ حفاظت تھا۔ تو اُس کی کچھ آیتیں منسوخ کیوں ہوئیں۔ تو معلوم رہے کہ نسخ ع۵ منافی حفاظت نہیں۔ حفاظت ع۶ کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ غیر اس میں تصرف نہ کر سکے۔ نہ یہ کہ خدا بھی تصرف نہ کر سکے۔ ان ع۷ آیتوں کو خدا نے منسوخ کیا نہ یہ کہ کسی نے نکال ڈالا ✤

**الاعجاز** ع۱ خدا نے قرآن سات حرفوں والا نازل فرمایا تھا۔ جس ترتیب سے نازل ہوا تھا اُسی ترتیب سے حضور نے کچھ لکھوایا اور کچھ زبانی یاد کرایا تھا۔ ع۲ ہرگز ثابت نہیں ہے



کہ مصحف عثمانی پر ترتیب دیا تھا۔ اور نہ اُس کی تائید میں حضورؐ کی حدیث متواتر ع۳ آپکے پاس موجود ہے۔ اُسی ع۴ سات حرفوں والے قرآن کو اُمت کے دو رہنماؤں میں سے ایک رہنما بنایا تھا۔ جیسا کہ حدیث ثقلین یعنی عترت رسولؐ و قرآن سے تمسک واجب کرنے والی حدیث متواتر اس پر دلیل ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ صدر اول کی ایک جماعت صحابہ و تابعین نے ثقلین سے تمسک نہ کیا۔ بلکہ ان دونوں میں تحریف کر ڈالی۔ قرآن میں ساتوں حرف باقی نہ رکھے۔ اور عترت النبی کو اُن کے رتبہ خداداد سے گرایا۔ درحقیقت اگر قرآن میں تحریف نہ کی گئی ہوتی۔ تو ہمارے اور مولوی عبدالشکور کے درمیان مناظرہ ہی کیوں ہوتا۔ نسخ ع۵ تلاوت یقیناً منافی حفاظت ہے۔ مگر یہ کہ آپ جن آیات کے نسخ تلاوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اُن کا بدل قرآن میں دکھاویں۔ حفاظت ع۶ کا مطلب آپ غلط سمجھے ہیں۔ اسلئے کہ ہمارے نزدیک خدا کا وعدہ سچا ہے وہ اپنے وعدہ کو ضرور پورا کریگا پس جبکہ خدا نے لوح محفوظ سے اُترے ہوئے سات حرفوں والے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا۔ تو اب نسخ تلاوت کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ مگر یہ کہ جتنی آیتیں منسوخ کی ہوں۔ اتنی ہی اُن کے بدل میں اور نازل فرمائی ہوں۔ تو بیشک کہنے میں بات آسکتی ہے۔ کہ خدا نے قرآن کو محفوظ رکھا۔ اور اگر معاذ اللہ اُس نے خود ہی کچھ آیتیں نکال ڈالیں۔ اور بدل اُن کا نہ بھیجا۔ تو کون کہیگا۔ کہ خدا نے قرآن محفوظ رکھا۔ ہاں وہ لوگ ایسا کہہ سکتے ہیں۔ جو شکوری مذہب رکھتے ہیں۔ جو خدا کو جھوٹا اور مخلف وعد سمجھتے ہیں۔ اور ایفاء وعد اُس پر واجب نہیں جانتے ہیں ✤

ہم سابق میں اچھی طرح آپ کی تفسیروں اور حدیثوں سے واضح اور ثابت کر چکے کہ خدا نے اپنے رسول اکرمؐ کے سینہ مقدس میں حفاظت قرآن کا وعدہ فرمایا تھا۔ تو اُسے پورا بھی کر دیا۔ اُمت کے ہاتھوں کاغذ وغیرہ میں اُس نے حفظ قرآن کا ہرگز وعدہ نہیں فرمایا تھا۔ ورنہ رسول اللہؐ کی حدیث متواتر سے اس کا ثبوت دیجئے۔ خالی خولی لفاظی اور تقلید سلف غیر معصومین و خاطئین کا وہمی و خیالی ٹٹو میدان مناظرہ میں نہ دوڑانا چاہیئے۔ علاوہ اس کے ایک بات اور ہم کہتے ہیں۔ اچھی طرح سے غور کر کے جواب دیجئے گا ✤

جبکہ اس قرآن میں آیہ لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین موجود ہے۔ اس قرآن کا یہ دعویٰ یقیناً سچا ہے۔ تو اب بتائیے کہ اگر خدا نے کچھ آیتیں منسوخ کر دیں۔ اور اُن کا بدل قرآن میں نہیں بھیجا

تلاوت ہوتی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ وابن مسعود و ابی بن کعب نے قرآن مجید کو نزولی ترتیب کے مطابق لکھا تھا۔ جیسا کہ آپ کی کتابوں سے ثبوت دیا گیا۔ اور آیندہ بھی اسکا تذکرہ آئیگا جس سے ثابت ہوگیا کہ ترتیب نزول اور ترتیب تلاوت و تعلیم رسولؐ میں کوئی فرق نہ تھا۔ اب آپ اسکے خلاف دعویٰ کرتے ہیں۔ لہٰذا اس تفرقہ کو جناب رسالت مآبؐ کی حدیث متواتر سے ثابت کیجئے۔ جبکہ آپ قرآن کو آنحضرتؐ کی حدیث متواتر سے یقینی جانتے ہیں۔ تو اس کی ترتیب کو بھی آنحضرتؐ کی حدیث متواتر سے ثابت کیجئے۔ ہم آپ کے مسلمہ کی بناء پر جو تنبیہ الحائرین ص۶۰ میں آپ لکھ چکے ہیں۔ ہرگز خطاکاروں کا نہ اجماع تسلیم کریں گے۔ اور نہ ان خاطیوں کا تواتر مانیں گے۔ پس رسول اللہؐ کی حدیث متواتر لایئے ✦

جتنی روایات آحاد اور آپکے تسلیم شدہ خاطیوں کے اقوال سخیفہ آپنے سابقاً تحریر فرمائے اُن سب کے ہم اچھی طرح پرخچے اُڑا چکے۔ اب کوئی بات لکھیے ✦

ناظرین ہیں نے لکھا تھا اگر آیہ انا لہ لحافظون کے ذریعہ سے اصلی اور غیر مجموع قرآن کی حفاظت کا وعدہ خدا نے فرمایا تھا تو وہ کہاں محفوظ رہا۔ اس میں بہت سی آیات اور سورے موجود نہیں ہیں۔ آیہ رضاع کبیر نہیں ہے۔ جسے بقول حضرت عائشہ بکری کھا گئی۔ دیکھو محاضرات راغب"۔ نیز آیہ رجم بھی اس کا جزو تھی۔ دیکھو اتقان وغیرہ۔ اس کا جواب مدیر النجم صاحب نے جو کچھ دیا ہے۔ وہ مع رد ملاحظہ ہو ✦

**النجم** | آیہ انا لہ لحافظون میں اسی قرآن کی حفاظت کا وعدہ ہے۔ جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر[۱] نازل ہوا جس[۲] کو حضور نے لکھوایا۔ جس[۳] کی آیتوں کو مرتب کیا جس[۴] کو اُمت کے لئے رہنما بنایا۔ اور فرمایا انی تارک فیکم الثقلین۔ اب رہا یہ امر کہ جب وعدۂ حفاظت[۵] تھا۔ تو اُس کی کچھ آیتیں منسوخ کیوں ہوئیں۔ تو معلوم رہے کہ نسخ[۶] منافی حفاظت نہیں۔ حفاظت[۷] کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ غیر اس میں تصرف نہ کرسکے۔ نہ یہ کہ خدا بھی تصرف نہ کرسکے۔ اُن[۸] آیتوں کو خدا نے منسوخ کیا نہ یہ کہ کسی نے نکال ڈالا ✦

**الاعجاز** | ع۱ خدا نے قرآن سات حرفوں والا نازل فرمایا تھا جس[۲] ترتیب سے نازل ہوا تھا اُسی ترتیب سے حضور نے کچھ لکھوایا اور کچھ زبانی یاد کرایا تھا۔ ع۳ ہرگز ثابت نہیں ہے



کہ مصحف عثمانی پر ترتیب دیا تھا۔ اور نہ اُس کی تائید میں حضورؐ کی حدیث متواتر آپکے پاس موجود ہے۔ ع۴ اُسی سات حرفوں والے قرآن کو اُمت کے دو رہنماؤں میں سے ایک رہنما بنایا تھا۔ جیسا کہ حدیث ثقلین یعنی عترت رسولؐ و قرآن سے تمسک واجب کرنے والی حدیث متواتر اس پر دلیل ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ صدر اول کی ایک جماعت صحابہ و تابعین نے ثقلین سے تمسک نہ کیا۔ بلکہ ان دونوں میں تحریف کر ڈالی۔ قرآن میں ساتوں حرف باقی نہ رکھے۔ اور عترت النبیؐ کو اُن کے رتبہ خداداد سے گرایا۔ درحقیقت اگر قرآن میں تحریف نہ کی گئی ہوتی۔ تو ہمارے اور مولوی عبدالشکور کے درمیان مناظرہ ہی کیوں ہوتا۔ نسخ[۵] تلاوت یقیناً منافی حفاظت ہے۔ مگر یہ کہ آپ جن آیات کے نسخ تلاوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اُن کا بدل قرآن میں دکھاویں۔ حفاظت[۶] کا مطلب آپ غلط سمجھے ہیں۔ اسلئے کہ ہمارے نزدیک خدا کا وعدہ سچا ہے وہ اپنے وعدہ کو ضرور پورا کریگا۔ پس جبکہ خدا نے لوح محفوظ سے اُترے ہوئے سات حرفوں والے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا۔ تو اب نسخ تلاوت کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ مگر یہ کہ جتنی آیتیں منسوخ کی ہوں۔ اُتنی ہی اُن کے بدل میں اور نازل فرمائی ہوں۔ تو بیشک کہنے میں بات آسکتی ہے۔ کہ خدا نے قرآن کو محفوظ رکھا۔ اور اگر معاذ اللہ اُس نے خود ہی کچھ آیتیں نکال ڈالیں۔ اور بدل اُن کا نہ بھیجا۔ تو کون کہیگا۔ کہ خدا نے قرآن محفوظ رکھا۔ ہاں وہ لوگ ایسا کہہ سکتے ہیں۔ جو شکوری مذہب رکھتے ہیں۔ جو خدا کو جھوٹا اور مخلف وعد سمجھتے ہیں۔ اور ایفاء وعد اُس پر واجب نہیں جانتے ہیں ✦

ہم سابق میں اچھی طرح آپ کی تفسیروں اور حدیثوں سے واضح اور ثابت کرچکے کہ خدا نے اپنے رسول اکرمؐ کے سینہ مقدس میں حفاظت قرآن کا وعدہ فرمایا تھا۔ تو اُسے پورا بھی کردیا۔ اُمت کے ہاتھوں کا غذ وغیرہ میں اُس نے حفظ قرآن کا ہرگز وعدہ نہیں فرمایا تھا۔ ورنہ رسول اللہؐ کی حدیث متواتر سے اس کا ثبوت دیجئے۔ خالی خولی لفاظی اور تقلید سلف غیر معصومین و خاطیین کا وہمی و خیالی ٹٹو میدان مناظرہ میں نہ دوڑانا چاہیئے۔ علاوہ اس کے ایک بات اور ہم کہتے ہیں۔ اچھی طرح سے غور کرکے جواب دیجئے گا ✦

جبکہ اس قرآن میں آیہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین موجود ہے۔ اس قرآن کا یہ دعوےٰ یقیناً سچا ہے۔ تو اب بتایئے کہ اگر خدا نے کچھ آیتیں منسوخ کردیں۔ اور اُن کا بدل قرآن میں نہیں بھیجا

تو اس آیت کا مطلب کیونکر درست رہ سکتا ہے۔ وہ چیزیں جو نکالدی گئیں۔ اس قرآن میں کہاں موجود رہیں۔ تو اب لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین کا دعوے کہاں صحیح رہا۔ پس اگر تم اس آیت کو سچا ثابت کرنا چاہتے ہو تو یا نسخ تلاوت کا انکار کرو یا آیاتِ منسوخہ کا بدل قرآن میں دکھاؤ یا تحریفِ عثمانی کے قائل ہو جاؤ۔ اِن تین باتوں میں سے ایک بات کا اقرار تم کو لازم ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ تم نسخِ تلاوت کا انکار نہ کروگے۔ اور آیاتِ منسوخہ کا بدل بھی اِس قرآن میں ثابت کرنا تمہارے امکان سے خارج ہے۔ اب ایک ہی صورت رہ گئی کہ آیت مذکورہ بیشک سچی ہے۔ اور خدا نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ بھی کیا تھا۔ مگر یاروں نے اُس کا وعدہ چلنے نہ دیا۔ بلکہ اُس محفوظ کتاب میں جو لوح محفوظ سے آئی تھی۔ تحریف کر ہی دی۔ یہ تمہاری ساتویں شق کا جواب ہے۔ لو اب خدائی وعدہ میں خلل اندازی کی مثال بھی سُن لو۔ کہ اچھی طرح سے یہ مطلب تمہارے ذہن میں اُتر جائے۔ اور نقش الحجر سے زیادہ راسخ ہو جائے ✦

سُنو خدا نے اپنے رسولؐ سے وعدہ کیا تھا۔ کہ تم امن و امان کیساتھ مسجد الحرام میں داخل ہو جاؤ گے۔ مگر کفارِ مکہ حائل ہو گئے۔ اور رسول اللہؐ مشرکین سے صلح کر کے بغیر داخلہ مسجد الحرام مدینہ واپس آ گئے۔ اب بولو خدا کا وعدہ کفار نے کہاں پورا ہونے دیا یہی معاملہ حفاظتِ قرآن کا بھی ہوا۔ کہ خدا نے بربنائے تسلیم حفاظتِ قرآن کا وعدہ تو کیا تھا۔ مگر امت نے پورا نہ ہونے دیا ✦

اب اگر تم یہ کہو کہ آیت میں یہ کہاں ہے کہ اُسی سال رسول اللہؐ مسجد الحرام میں داخل ہو جائیں گے۔ اور اُسی سال کے متعلق خدا نے داخلۂ مسجد کا وعدہ فرمایا تھا۔ تو اس کا جواب بھی یاد رکھو۔ سُنو تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ اسلئے کہ جناب عمرؓ نے اُسی سال کے داخلہ کا وعدہ سمجھا تھا یہی وجہ ہے کہ جب حدیبیہ میں صلح ہو گئی۔ تو آپ بیحد غضبناک اور برہم ہوئے آخر اُس برہمی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آپ کو رسول اللہؐ کی رسالت میں گہرا شک ہو گیا۔ اور ایسا شک کہ اسکے مثل اس سے پیشتر کبھی نہیں ہوا تھا۔ کیا کریں ہماری یہ کتاب مطاعن میں نہیں ہے۔ ورنہ اس مسئلہ کو خوب دل کھول کے بیان کرتے۔ مجبوراً ہمکو بطورِ مثال یہ واقعہ لکھنا پڑا ہے۔ المختصر ناظرین ہم کو معاف رکھینگے کہ مدیر النجم نے ہمارے دل و جگر کو خوب برمایا ہے جس کی تڑپ میں ہم کبھی از خود رفتہ ہو جاتے ہیں۔ ہم سچ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے اپنی قلم کی رفتار کو آپ حضرات کی وجہ سے بہت دھیما کر دیا ہے۔ ورنہ مولوی عبدالشکور



کے میدان میں ہمارے اسپ تیز گام کی دوڑ ناظرین نے خوب دیکھی ہے ✦

**النجم** کسی کاغذ کو بکری کا کھا جانا ایک معمولی واقعہ ہے۔ آج روزانہ سینکڑوں نسخے قرآن کے تلف ہوتے رہتے ہیں۔ اس سے قرآن پر کیا اثر پڑتا ہے۔ روایت کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ بکری کے کھا جانے سے آیت درجِ مصحف ہونے سے رہ گئی ✦

**الاعجاز** بکری کا کھا جانا معمولی واقعہ اُس صورت میں ہے کہ جب کاغذ کا مضمون کسی دوسری جگہ لکھا ہوا موجود ہوتا یا کسی کو زبانی یاد ہوتا۔ لیکن اگر وہ مضمون صرف اُسی کاغذ میں تھا۔ اور دُنیا میں کہیں اُس کا وجود نہیں تھا۔ تو بکری کا کھا جانا ایک قباحت خیز واقعہ ہو جائیگا۔ اُسے حضرت وہ کاغذ نہ تھا بلکہ درخت کا پتہ تھا جس پر آیہ رضاع کبیر لکھی ہوئی تھی۔ جسے بکری چٹ کر گئی۔ مصیبت تو یہ تھی کہ وہ آیت نہ کہیں دوسری جگہ لکھی ہوئی تھی۔ اور نہ کسی صحابی کو زبانی یاد تھی۔ ورنہ دونوں باتوں کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ ذرا الماری کھولئے اور کتب احادیث نکالئے۔ اور اُن کی ورق گردانی میں مغز زنی کیجئے۔ اور ایک معمولی سی ہی حدیث نکالئے۔ جس میں یہ مضمون ہو کہ جس آیت کو بکری نے کھایا تھا وہ فلاں صحابی کو یاد تھی یا اُس کے پاس لکھی ہوئی موجود تھی خالی ڈھول بجانے سے فائدہ نہ ہوگا۔ باقاعدہ راگ الاپئے تب میں دیکھوں گا۔ کہ آپ کی تُمر میں کتنا دم ہے۔ میاں خیریت ہو گئی۔ کہ آیہ برائت صرف جناب خزیمہ کے پاس نکل آئی۔ ورنہ آیہ رضاع کی طرح اُسے بھی تم زندگی بھر ڈھونڈا ہی کرتے ✦

قرآنی نسخوں کے تلف ہونے کی مثال ابلہ فریبی ہے۔ کہ قرآن دُنیا میں بکثرت موجود ہے۔ اِس لئے اثر نہیں پڑتا۔ ہاں وہ مسودے جو آگ میں جلائے گئے تھے۔ اُن کی مثال دیجئے۔ تو معاملہ ٹھیک ہوگا۔ کہ وہ دُنیا سے اُٹھ گئے اور اُن کے مفقود ہونے سے قرآن پر گہرا اثر پڑ گیا۔ باقی توضیح آیندہ آتی ہے ✦

بھئی روایت کا مطلب خوب سمجھے۔ مگر اتنا تو بتا دیجئے۔ کہ وہ آیہ رضاعِ کبیر جسے بکری نے کھایا تھا۔ جو آپکے زعم میں درجِ مصحف ہونے سے نہیں رہی تھی وہ مصحفِ عثمانی میں کس جگہ ہے۔ ذرا اپنے حافظوں سے اُس کا پتہ دریافت کر کے جواب دیجئے۔ اور مصحف میں اُسے دکھلایئے۔ انعام میں پانچ ٹکے ہم سے لیجئے۔ ناظرین نے مدیر النجم کا فریب ملاحظہ فرمایا۔ یاد رکھنے کی چیز ہے ✦

**تنبیہ** میں نے لکھا تھا تم کونسے قرآن کو غیر مخلوق اور قدیم کہتے ہو۔ اور بعض حنابلہ کس قرآن کی جلد و غلاف کو قدیم کہتے ہیں تعدد قدما کے عقیدہ رکھنے والو سمجھ کر جواب دینا۔ پس اگر عہدِ رسولؐ والا قرآن قدیم تھا۔ تو اُس کا وجود نہیں رہا۔ اور اگر یہ قرآن مراد ہے تو اسکے خالق جناب عثمان ہیں۔ پھر کیسے قدیم ہوسکتا ہے۔ اسکا جواب مدیر شرافت مآب و مجسّم تہذیب نے جو کچھ دیا ہے۔ مع جواب ملاحظہ ہو:

**النجم** اوّل[۱] تو اس مسئلہ کو اس مبحث سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرے[۲] نہایت افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ مضمون نگار کو اب تک علم کلام کا یہ مشہور مسئلہ بھی معلوم نہیں۔ سنئے[۳] ہم اُس قرآن کو غیر مخلوق و قدیم کہتے ہیں۔ جو خدا کا کلام ہے۔ کیونکہ وہ خدا کی صفت ہے۔ ہر کلام[۴] اپنے متکلم کی صفت ہوتا ہے۔ خدا[۵] کی ذات جس طرح قدیم ہے۔ اسی طرح اُس کی صفات بھی قدیم ہیں۔ باقی[۶] رہا یہ کہ ہم جو تلاوت قرآن کی کرتے ہیں۔ یہ ہمارے الفاظ ہیں۔ جنکے ذریعہ سے اصل کلام الٰہی کی حکایت[۷] ہوتی ہے۔ تو ہم اپنے الفاظِ تلاوت کو قدیم نہیں کہتے۔ جلد[۸] و غلاف کیا معنے اُن نقوش کو بھی قدیم نہیں کہتے۔ جو قرآن پر دلالت کرتے ہیں۔ خواہ وہ نقوش آج لکھے جائیں یا زمانہ رسول صلعم کے لکھے ہوئے ہوں۔ استغفر اللہ[۹] تعدد و قدما رکیسا۔ خدا[۱۰] کی صفات کو قدیم کہا گیا ہے نہ کسی اور چیز کو۔ اپنی[۱۱] خبر لیجئے۔ کہ معتزلہ کی زلہ ربائی کرکے آپ لوگوں نے صفات کا انکار کردیا۔ لہٰذا[۱۲] منکرِ صفات ہوکر ہم کو تعدد و قدما کا قائل بتاتے ہو شرم کرو۔ پھر[۱۳] اپنا یہ عقیدہ تو دیکھو کہ تم تعدد و خالق کے قائل ہو۔ خدا[۱۴] کے سوا بے گنتی بیشمار خالق مانتے ہو۔ بندوں[۱۵] کو اپنے افعال کا خالق کہتے ہو۔ تم[۱۶] نے حضرت عثمان کو قرآن کا خالق کہا ہے جس سے علاوہ بدمذہبی کے تمہاری بے علمی بھی ظاہر ہوگئی۔ تمہارے[۱۷] مذہب سے حضرت عثمان اس قرآن کے خالق ہوگئے جو اُنھوں نے لکھا تھا۔ آج کل تو کاتبوں اور پریس مینوں کو خالقِ قرآن کہنا چاہیئے۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ +

**الاعجاز** نمبروار ہر ایک خرافات کا زلزلہ افگن جواب دیکھیئے۔ ع۱ اس مسئلہ کو مبحث تحریف سے ضرور تعلق ہے۔ گو تاہ فہمی کے ہم ذمہ وار نہیں ہیں۔ سنو ربط یہ ہے کہ قرآن کو حادث ماننے کے بعد اُس میں تحریف ناممکن نہیں ہے۔ مگر تم لوگ قرآن کو قدیم مانتے ہو۔ اسی لئے اس میں تحریف محال سمجھتے ہو لیکن اس صورت میں قرآن کا دُنیا میں تمہارے پاس وجود بھی محال ہوگیا۔ کہ جو چیز قدیم ہے نہ وہ نازل ہوسکتی ہے۔ نہ لکھنے پڑھنے میں آسکتی ہے۔ پس چونکہ تم لوگ



قرآن کو قدیم کہتے ہو۔ لہٰذا ہماری طرف سے یہ سوال ہوا کہ بتاؤ کونسے قرآن کو قدیم جانتے ہو۔ کیونکہ رسول اللہؐ کے پاس جو قرآن آیا تھا۔ وہ بھی قدیم نہ تھا۔ اور حضرت عثمان نے جو لکھوایا تھا۔ وہ بھی قدیم نہیں ہے۔ پھر قرآن میں تحریف تم کیسے ناممکن بتاتے ہو۔ اب سمجھے ہمارے مضمون کے ارتباط کو ع۲ آپکو افسوس ہوا تو میں جواب میں یہ آیہ پڑھتا ہوں۔ قُل موتوا بغیظکم۔ پس تم ہمیشہ کفِ افسوس ہی ملتے رہوگے۔ اے حضرت میں آپکے مذہب کے بطن سے خوب واقف ہوں۔ آپ کا علم کلام باطل کرنے پر اللہ نے مجھے طاقت دی ہے۔ بلکہ آپ اس مسئلہ کو ہرگز نہیں سمجھے۔ اور نہ آپکے اکابر جنہوں نے کلام نفسی اختراع کیا تھا۔ وہ سمجھے تھے۔ آپ[۳] اُس قرآن کو قدیم کہتے ہیں۔ جو خدا کا کلام اور اُس کی صفت ہے۔ اے جناب یہی تو میں نے دریافت کیا تھا کہ آپ کا معمہ حل تو ہوجائے پھر میں آپ کی خبر لونگا۔ اچھا حضرت تو وہ قرآن قدیم ہوگیا۔ جو خدا کی صفت ہے اور خدا کا کلام ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ صفت اپنے موصوف سے جدا نہیں پائی جاسکتی ہے پس کلام خدا خدا سے کیسے جدا ہوسکتا ہے۔ لہٰذا آپ کے عقیدہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بین الدفتین جو کتاب ہے۔ جسے حضرت عثمان نے جمع کیا تھا۔ کلام اللہ اور قرآن نہیں ہے۔ اسلئے کہ مصحفِ عثمانی قدیم نہیں ہے۔ اور کلام اللہ وہ ہے جو قدیم ہے پس ہم نے کیا بیجا کہا تھا۔ کہ قرآن کے وجود سے تمہارا مذہب خالی ہے۔ قرآن کی زیارت سے تمہاری اور تمہارے اکابر کی بلکہ تمہارے اوّلین و آخرین کی آنکھیں محروم ہیں جب تمہارے پاس قرآن ہی نہیں ہے اور نہ کبھی تھا اور نہ ہوسکتا ہے۔ تو ایمان بالقرآن تمکو حاصل کہاں ہوا اور کیونکر حاصل ہوسکتا ہے۔ تم تو یہود و نصاریٰ سے بھی گئے گذرے۔ آریوں نے بھی تم کو مات کردیا۔ کہ یہ لوگ اپنے پاس کلام اللہ دکھاتے تو ہیں۔ اور دعوے تو کرتے ہیں۔ گو ان کا دعویٰ غلط ہے۔ مگر تم اپنے پاس کلام اللہ نہیں دکھاسکتے ہو۔ اور نہ اُس کا دعوے کرسکتے ہو + ع۴ ہر کلام اپنے متکلم کی صفت ہونا بالکل غلط ہے۔ اگر کسی نے آجتک المتکلم الکلام کہا ہو تو بحوالہ سند دکھاؤ۔ اور اگر بالفرض محال ہم اس بات کو مان بھی لیں۔ تو بیہودہ گوئی۔ دشنام بازی۔ بدزبانی۔ کذب بیانی اپنے مسلّمہ سے اپنی صفت تسلیم کرلیجیئے۔ کہ آپ کے کلام میں یہ رنج و رواں یہی خرافات ہوتی ہیں نمونہ اسی کلام میں موجود ہے جسکا ہم جواب دے رہے ہیں کہ آپنے ہمارے مقابلہ میں کیسی بدتہذیبی اپنی صفت میں دکھائی ہے۔ یاد کرو۔ اپنے مقولہ کو کہ ہر کلام اپنے متکلم کی صفت ہوتا ہے لہٰذا بدتہذیبی آپکی صفت ہوگئی۔ خدا[۵] کی ذات و صفت کو آپنے قدیم تو لکھ دیا لیکن اتنا

اور بتادیجئے۔ کہ صفاتِ خدا عین ذاتِ خدا ہیں یا ذات کے علاوہ اور زائد بر ذاتِ خدا ہیں پہلی صورت میں تم جھوٹے قرار پاؤگے۔ کہ ہرگز تمہارے مذہب میں صفاتِ خدا عین ذاتِ خدا نہیں ہیں۔ دوسری صورت میں بیشک تمہارا مذہب ہے۔ پس جبکہ تمہارے عقیدہ سے خدا اور رہا اور صفاتِ خدا اور ہوئیں اور ان سب کو تم قدیم بھی کہتے ہو۔ تو اب بولو تم کتنے قدیموں کے قائل قرار پائے۔ اسی کو شرک کہتے ہیں۔ ع۶ لو فیصلہ ہوگیا کہ جو کچھ آپ تلاوت کرتے ہیں۔ وہ آپکے الفاظ ہیں یہ کلام اللہ نہیں ہے۔ یہ قرآن نہیں ہے۔ بلکہ آپکے الفاظ ہیں۔ آپ کی عبارت ہے۔ آپ کی صفت ہے۔ آئندہ اگر اسے کلام اللہ کہوگے تو جھوٹے کہلاؤگے۔ پس جبکہ آپ کا کلام ہوگیا اور آپکے مقولہ سے آپکے الفاظ قرار پاگئے۔ تو اب کیوں غل مچاتے ہو کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی۔ قرآن میں غلطیاں واقع نہیں ہوئیں۔ بندۂ خدا جبکہ یہ قرآن نہیں۔ کلام اللہ نہیں۔ بلکہ تمہارا کلام ہے۔ تو پھر اس میں تحریف اور غلطی کیوں ناممکن اور ناجائز ہے۔ اب سمجھے کہ حضرت عائشہ نے جو فرمایا تھا کہ مصحفِ عثمانی میں غلطیاں ہیں تو بجا فرمایا تھا۔ یہ کلام اللہ نہیں تھا۔ جو غلطیوں اور تحریف سے مبرا ہوتا۔ یاد رکھو یہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے تمہارے مسلّمہ کی بنا پر لکھا ہے۔ ع۷ ان کے ذریعہ سے اصل کلام الٰہی کی حکایت ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ مصحفِ عثمانی اصل کلام اللہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کی حکایت ہے۔ اب بتایئے کہ ہم نے جو اس تمہارے مجموعۂ الفاظ کے لئے ابتداء مضمون میں لکھدیا تھا۔ کہ اصلی قرآن نہیں ہے۔ تو آپ کیوں چراغ پا اور جامہ سے باہر ہوئے تھے۔ دیکھو اس لفظ میں ایسی حقانیت ہے۔ کہ خود تمہارے منہ سے اچانک بلکہ قہراً نکل پڑا ہے +

آپ اپنے الفاظ کو اصل کلام اللہ کی تم حکایت کہتے ہو۔ یہ بھی غلط ہے۔ اوّل اس لئے کہ اصل کلام اللہ تمہارے عقیدے میں خدا کی صفت ہے اور قدیم ہے۔ پس کیا تم صفتِ خدا کی کنہ سمجھ گئے ہو۔ جو اس کی حکایت کرنے پر تم قادر ہوگئے۔ ہاں یہ بات دوسری ہے کہ تم خدائی کا دعویٰ کرو۔ اور اپنے فعل و قول کو خدا کا فعل و قول کہدو۔ اور تم سے یہ بعید بھی نہیں ہے کہ تم اپنے اچھے بُرے (نکاح و زنا وغیرہ) فعلوں کو خدا کے افعال سمجھتے ہو۔ سوچو اور شرم کرو۔ مالکم انی تؤفکون دوم اسلئے کہ حکایت اور محکی عنہ میں ہمیشہ مطابقت ہونی چاہیئے۔ ورنہ اگر حکایت ہر حیثیت سے اپنے محکی عنہ کے مطابق نہ ہوگی۔ تو حکایت جھوٹی کہلائے گی اور حاکی جھوٹا قرار پائیگا۔ لہٰذا تم اپنے



الفاظ کو اصل کلام اللہ کی حکایت کہنے میں جھوٹے ہو۔ اور یہ تمہاری حکایت ہرگز اسکے مطابق نہیں ہے جو اسکا تمہارے زعم ناقص میں محکی عنہ ہے۔ اسلئے کہ وہ قدیم ہے۔ وہ خدا کی صفت ہے۔ وہ مرکب نہیں ہے۔ وہ متغیر نہیں ہے۔ اس میں تحریف اور غلطی ناممکن ہے۔ مگر تمہارے الفاظ مرکب بھی ہیں اور تمہاری صفت ہیں نہ خدا کی متغیر بھی ہیں۔ ہم بیشتر تغیر عثمانی کا ثبوت دے چکے۔ اس میں تحریف بھی ہوئی جیسا کہ اہلسنت کے فقہاء وغیرہ کا قول لکھا گیا۔ اس میں غلطیاں بھی ہیں۔ جیسا کہ ام المومنین جناب عائشہ کی حدیثِ صحیح علی شرط الشیخین سے اسکا ثبوت دیا گیا۔ اب بتاؤ کہ تمہارے الفاظ اصل کلام اللہ کی حکایت کیسے ہوسکتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ الغرض تمہارا دعوے غلط اور لغو اور بالکل ہی بے بنیاد ہے +

تم اپنے الفاظِ تلاوت کو قدیم نہیں کہہ سکتے یہ بالکل ظاہر ہے لیکن اسی سے ثابت ہوگیا۔ کہ تمہارے پاس کلام اللہ یعنی قرآن نہیں ہے۔ اب آئندہ خبردار اپنے پاس وجود قرآن کا دعویٰ نہ کرنا۔ ورنہ ہمارا کوئی حرج نہیں ہے۔ ساری دنیا تمکو جھوٹا سمجھے گی (اور اب بھی سمجھتی ہے) ع۸ قرآن کے جلد و غلاف کو تمہارے بھائی حنابلہ قدیم کہتے ہیں۔ دیکھو ملل و نحل شہرستانی وغیرہ۔ تم ان نقوش کو جو قرآن پر دلالت کرتے ہیں۔ مگر قرآن نہیں ہیں۔ قدیم نہیں کہتے ہو۔ یہ بھی دلیل ہے۔ اس بات کی کہ تمہارے پاس قرآن نہیں ہے۔ کہ اُسے تم قدیم کہتے ہو۔ زمانہ رسولؐ میں جو نقوش لکھے گئے تھے۔ وہ بھی تمہارے مذہب سے قرآن نہ تھے۔ چلو چھٹی پائی۔ آنکھ گئی اس کے ساتھ تمہارا درد بھی گیا۔ اب ہرگز نہ کہنا کہ قرآن رسول اللہؐ پر نازل ہوا تھا۔ ع۹ ابھی تم نے چھوٹی استغفر اللہ لکھی ہے۔ بڑی آگے آتی ہے۔ اجی حضرت تعدد قدماء کے تم قائل ہو۔ استغفر اللہ پڑھو یا نہ پڑھو۔ اس شرک سے تم بچ نہیں سکتے۔ یہ تو اوّل دن سے تمہارے گلے کا ہار ہے۔ ع۱۰ ہاں ہاں خدا کی صفات کو تم نے قدیم کہا ہے نہ کسی اور چیز کو۔ مگر صفاتِ خدا کو غیر ذاتِ خدا بھی تو مانتے ہو اب تو دیکھو کتنے قدیم خود تمہارے ہی قول سے نکل پڑے۔ اس پر یہ جسارت کہ ہم سے آنکھ ملاتے ہو۔ ع۱۱ ہم کو اپنی بھی خبر ہے اور تمہارے اور معتزلہ کے گھر کی بھی۔ ہمارے نزدیک معتزلہ اور تم اشاعرہ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ صرف نام کا فرق ہے۔ ع۱۲ یہ تم نے کھلا ہوا جھوٹ بولا ہے۔ کہ ہم منکرِ صفات ہیں۔ مگر ہم تمہاری طرح مشرک نہیں ہیں۔ کہ ذات و صفتِ خدا میں تفرقہ کرکے دونوں کو قدیم کہیں

ہمارے نزدیک جو ذات ہے وہی صفت ہے۔ جو صفت ہے وہی ذات ہے۔ محض افہام و تفہیم مطلب کے لئے دو باتیں لکھی جاتی ہیں۔ مگر حقیقۃً ہماری توحید خالص ہے جس میں شرک کا بالکل شائبہ نہیں ہے۔ ہمکو توحید خالص ماننے کے بعد شرم کی ضرورت نہیں ہے۔ تم شرم کرو۔ کہ موحد بنتے ہو۔ اور چند چیزوں کو جُدا جُدا قدیم بھی کہتے ہو۔ زوفے ہے تمہاری بیشرمی پر کہ ہم سے کہتے ہو کہ شرم کرو ✦

ع۱۳ ہم تعدد خالق کے تمہارے خیالی معنی سے ہرگز قائل نہیں ہیں۔ یہ تم نے اپنے جہلاء کو فریب دیا ہے۔ بلکہ ہمارا عقیدہ آیہ مبارکہ فتبارک اللہ احسن الخالقین کے مطابق ہے۔ یہ کلام اللہ کی آیت ہے۔ قرآن کی آیت ہے۔ یہ ہمارے الفاظ نہیں ہیں بلکہ وہ الفاظ ہیں جو قدرت نے اپنے آخری رسولؐ کے قلب مبارک پر وحی کئے۔ اب دیکھو اس آیت میں خالقین جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جس معنے سے ہمارے خدا نے اپنے خاتم المرسلین پر یہ کلمہ نازل فرمایا تھا۔ اسی معنی سے ہم بھی خالقین کہتے ہیں۔ مگر تم خالقین کا انکار کر کے کلام ربانی کو جھٹلاتے ہو۔ یعنی اگر کلام ربانی تمہارے پاس ہوتا۔ تو ہرگز تم اُس کی تکذیب نہ کرتے۔ بلکہ تم آیہ مذکورہ کو اپنے الفاظ سمجھتے ہو۔ اسی لئے تم اپنے الفاظ کو بھول گئے۔ کاش کہ تم نے اتنا ہی سمجھ لیا ہوتا کہ ہم تمہارے ہی الفاظ کے مطابق خالقین کہتے ہیں۔ اب ہم ناظرین کو تنکوری تفسیریں دکھاتے ہیں۔ اوّل ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۵ ص۲۸ سوال یہ اُٹھایا ہے۔ کہ خالق صرف خُدا ہے لیکن اس آیہ میں جمع کیوں استعمال کیا گیا ہے۔ تو مفسر نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ جو ہمارا موید ہے :۔

وھوان عیسیٰ علیہ السلام خلق طیرا وسمی نفسہ خالقاً بقولہ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فقال فتبارک اللہ احسن الخالقین ✦

یعنی حضرت عیسیٰ نے ایک پرندہ خلق کیا۔ اور اپنا نام خالق رکھا۔ اپنے ارشاد میں کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ کی صورت خلق کرتا ہوں پس خدا نے فرمایا فتبارک اللہ احسن الخالقین ✦

خازن کے اسی صفحہ کے حاشیہ پر تفسیر بغوی میں یہ عبارت دیکھئے :۔

وقال ابن جریح انما جمع الخالقین لان عیسیٰ کان یخلق کما قال انی اخلق لکم من الطین فاخبر اللہ عن نفسہ بانہ احسن الخالقین ✦

ابن جریح نے فرمایا ہے کہ خدا نے خالقین جمع کا صیغہ اسلئے استعمال کیا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام



خلق کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ آنجناب نے فرمایا تھا انی اخلق لکم من الطین پس خدا نے اپنی جانب سے خبر دی۔ کہ وہ احسن الخالقین ہے ✦

اب ذرا تفسیر کبیر جلد ششم ص۲۷۶ کھولئے اور ایک عجیب و غریب سبز باغ ملاحظہ فرمایئے ✦

المسئلۃ الثالثۃ روی الکلبی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان عبداللہ بن سعید بن ابی سرح کان یکتب ھذہ الآیات لرسول اللہ صلعم فلما انتہی الی قولہ تعالیٰ خلقاً آخر عجب من ذالک فقال فتبارک اللہ احسن الخالقین فقال رسول اللہ اکتب فھکذا نزلت فشک عبداللہ وقال ان کان محمد صادقاً فیما یقول فانہ انما یوحی الی کما یوحی الیہ وان کان کاذباً فلا خیر فی دینہ فھرب الی مکۃ فقیل انہ مات علی الکفر وقیل انہ اسلم یوم الفتح ✦

تیسرا مسئلہ کلبی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جناب رسول اللہ صلعم کے لئے یہ آیات لکھتا تھا پس جب وہ قول باری خلقاً آخر تک پہنچا تو اس کی وجہ سے اُس کو بڑا تعجب ہوا پس وہ بول اُٹھا فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ رسول اللہؐ نے فرمایا لکھدے یہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے پس عبداللہ نے (حضورؐ کی نبوت میں) شک کیا۔ اور کہنے لگا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے قول میں سچے ہیں تو میرے پاس بھی وحی آتی ہے جس طرح اُن کے پاس وحی آتی ہے۔ اور اگر یہ جھوٹے ہیں (خاک بدہنت باد) تو ان کے دین میں کوئی بھلائی نہیں ہے پس وہ مکہ بھاگ گیا۔ کہا گیا ہے۔ کہ وہ کفر پر جہنم واصل ہوا۔ اور کہا گیا ہے کہ روز فتح مکہ پھر مسلمان ہو گیا ✦

روی سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما نزلت ھذہ الآیۃ قال عمر بن الخطاب فتبارک اللہ احسن الخالقین فقال رسول اللہ صلعم ھٰذا انزلت یا عمر الخ

سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ جب یہ آیت (خلقاً آخر) نازل ہوئی تو حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا فتبارک اللہ احسن الخالقین پس رسول اللہ صلعم نے ارشاد کیا۔ اے عمر اسی طرح یہ آیت اُتری ہے ✦

یہ دونوں روایتیں علامہ ابی السعود نے بھی اپنی تفسیر میں لکھی ہیں۔ جو تفسیر کبیر کے اسی صفحہ کے حاشیہ پر ہے ✦

خداوند عالم نے بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرف خلق کو منسوب کیا ہے پڑھو آیہ واذ تخلق من الطین الخ
الغرض جس معنی سے حضرت عیسیٰؑ نے اپنے کو خالق کہا۔ اور جس معنی سے حضرت عثمان کے
بھائی عبداللہ بن ابی سرح نے اور جس معنی سے جناب عمر بن الخطاب نے خالقین یعنی بہت سے
خالق بتائے پھر یہی فقرہ جو دہن عمری سے برآمد ہوا تھا آیہ قرآنی بنایا گیا۔ اور جس معنے سے
خداوند عالم نے اپنے بندہ عیسیٰؑ کو خالق کہا۔ اسی معنی سے ہم بھی غیر خدا کو خالق کہتے ہیں۔ اب تم
ان سب سے خلق کے معنے دریافت کرکے اس پر ہمارے عقیدہ کو منطبق کرلینا۔ ع۱۴ ابیشمار ہوں بے گنتی
ہوں بے انتہا ہوں مگر جو آیہ مذکورہ کا مطلب ہے۔ وہی ہمارا عقیدہ ہے۔ ع۱۵ اسی معنی سے ہمارے
نزدیک بندے بھی اپنے افعال کے خالق ہیں ع۱۶ اسی معنی سے ہم نے جناب عثمان کو قرآن کا خالق
کہا ہے مگر تم سمجھے نہیں۔ کہ جس سے تمہاری لاعلمی ظاہر ہوگئی۔ بد مذہب ہے وہ شخص جو خدا کے کلام کو
اپنے الفاظ بتاتا ہے۔ اور اس قرآن کے کلام الٰہی ہونیکا انکار کرتا ہے۔ خدا کی صفات کو زائد فرات
خدا مان کر صفات کو مثل خدا قدیم کہتا ہے۔ اور تعدد وقدما کا قائل ومشرک ہے۔ ہماری یہ کتاب
بہت طولانی ہوئی جاتی ہے۔ اسلئے اختصار کرتے ہیں۔ ورنہ تمہارے مذہب سے اچھی طرح واضح کرکے
دکھاتے۔ کہ تم صفات باری کے قدیم ماننے بھی جھوٹے ہو۔ کہ تمہارے مذہب کے لحاظ سے خدا میں
فعل سے پہلے کسی کام کے کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ بلکہ جس وقت وہ کوئی کام کرنے لگتا
ہے۔ تو قدرت آجاتی ہے۔ الغرض ہم نے تمہاری خرافات کا اچھی طرح ازالہ کردیا ہے۔ اگر حیا
رکھتے ہوگے۔ تو آیندہ ان چیزوں کو پیش نہ کروگے ◆

ناظرین میں نے لکھا تھا۔ رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد جناب ابوبکر نے زید بن ثابت سے
قرآن جمع کرایا تھا۔ دیکھو فتح الباری۔ زید نے صرف آیات کو جمع کیا تھا سورے مرتب نہ کئے
تھے۔ دیکھو فیض الباری پ۲۰۔ زید نے ہر ایک آیت دو عادلوں کی گواہی سے لکھی تھی۔ مگر سورہ
توبہ کی آخری آیات صرف خزیمہ کے پاس ملی تھیں۔ دیکھو اتقان وغیرہ۔ صرف خزیمہ کے پاس
ان آیتوں کا ملنا اور کسی صحابی کے پاس ان کا موجود نہ ہونا قرآن کے عدم تواتر کی دلیل ہے۔
عمر صاحب کے نزدیک زید بن ثابت عادل ومعتمد نہ تھے۔ ورنہ وہ صاحب سالہا سال زید کے
لکھے ہوئے قرآن کی تصحیح میں صحابہ سے مناظرے نہ کرتے پس جبکہ عمر صاحب نے حضرت ابوبکر



کے لکھوائے ہوئے قرآن سے غلطیاں چھانٹیں۔ تو حضرت ابوبکر کا ایمان غلط قرآن پر ہوا۔ بنا بریں تصحیح
ختم ہونے تک جناب عمر کا کونسے قرآن پر ایمان تھا۔ سمجھ کر جواب عنایت ہو۔ اب شکوری جواب
اور خطوط قوسانیہ میں ہماری رد ملاحظہ ہو ◆

**النجم**

واقعہ جمع وترتیب قرآن کا ہم بحوالہ روایات معتبرہ بیان کرچکے۔ کہ کتابت وترتیب آیات کا
کام بلا اختلاف رسول خدا صلعم کے زمانہ میں ہوچکا تھا (ان کا جواب ہوچکا) حضرت ابوبکر
صدیق یا حضرت عثمان کا مقصود صرف اتنا تھا کہ خلافت کے اہتمام سے صحیح نسخے قرآن کے لکھوا کر
شائع کئے جائیں جن میں کتابت کی غلطی نہ رہنے پائے۔ لوگوں کے دھوکا دینے کے لئے جو زٹل قافیے
آپنے لکھے ہیں وہ بے بنیاد ہیں۔ اگر روایات نقل کرتے تو اصل حقیقت کھل جاتی (اب تو کھل گئی
ناظرین با انصاف دیکھ لیں گے کہ زٹل قافیے آپنے لکھے ہیں یا میں نے) قرآن کی تصحیح آج بھی ہوتی
ہے۔ اغلاط آج بھی درست کئے جاتے ہیں (مگر بڑا فرق ہے کہ اس وقت حافظ موجود ہیں۔ قرآن کے صحیح
نسخے موجود ہیں لیکن جناب عمر کے عہد میں نہ کوئی حافظ تھا۔ اور نہ ایک غلط نسخہ کے سوا کوئی دوسرا
نسخہ صحیح موجود تھا کہ جس پر آنجناب کا ایمان ہوتا) صحابہ کی عدالت اور ان کا ایمان چند سفہا کے
کہنے سے کیا رخصت ہوگا۔ البتہ اس ناپاک عقیدہ کے باعث تم کو اپنا ایمان قرآن اور آنحضرتؐ کی
نبوت پر ثابت کرنا محال ہوگیا (سفیہ تو میں کیسے کہوں اس شخص کو جس نے زید کے لکھے ہوئے پر
اعتماد نہ کیا۔ بلکہ اس کی تصحیح میں صحابہ سے برسوں مناظرہ کیا۔ ہاں اتنا ضرور کہونگا کہ تم یقیناً سفیہ
ہو کر ہم کو سفیہ کہتے ہو۔ سنو کافروں کے مقابلہ میں ہم اپنے ایمان بالقرآن کا اور آنحضرتؐ کی نبوت خاتمیہ
کا ایسا قیامت خیز ثبوت دیتے ہیں۔ کہ یہ ملاعنہ دم بخود ہو کے رہ جاتے ہیں۔ مگر تم مسلمانوں کے سامنے
اپنا ایمان ثابت نہیں کرسکے اور ثبوت کیسے دے سکتے ہو۔ درانحالیکہ کلام اللہ کا تمہارے پاس وجود
نہیں ہے۔ کہ تم مصحف عثمانی کو اپنے الفاظ بتاتے ہو۔ رہی نبوت خاتمیہ تو یہ تمہارے مذہب سے
بالکل ثابت نہیں۔ ورنہ قادیانی جماعت لاکھوں کی تعداد میں تمہارے قبیلہ سے نہ نکل جاتی۔ آج
اس جماعت نے تمہارا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ تمہاری ہی تفسیروں اور بخاری وغیرہ سے اس نے
نبوت خاتمیہ کو باطل کردیا ہے۔ شرم کرو شرم) آپ تمہارے اولین وآخرین بھی ملکر ثابت نہیں کرسکتے
صاحب القار بھی پوری طاقت ختم کرکے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے (میرے اولین وآخرین نے

خارجیوں اور ملاحدہ کو ناک چنے چبوائے ہیں۔ کیوں زیادہ کھولتے ہو۔ ورنہ ایک اشارہ میں آگ کے شعلے ہر سوراخ بدن سے تمہارے نکلیں گے۔ میرے صاحب الغار کو اپنے صاحب الغار پر قیاس نہ کرو شیطان اور اس کے چیلے نواصب کی مہلت کا زمانہ ختم ہونے دو۔ پھر میرے صاحب الغار کا لوہا دیکھے گا۔ اس سے پہلے میری لیاقت دیکھو) آپ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر کے لکھوائے ہوئے قرآن کی تصحیح جبتک ختم نہ ہوئی۔ قرآن کا وجود ہی دنیا میں نہ تھا۔ نہ سینوں میں نہ سفینوں میں (ابتک کہیں وجود نہ تھا۔ ارے عقلمند قرآن شریف کے بیشمار نسخے اس وقت موجود تھے (لعنۃ اللہ علی الکاذبین) اور ہر زمانہ میں موجود رہے (سو بھر عہد عمری میں ایک کے سوا دوسرا نہ تھا) حفاظ قرآن کی تعداد اس وقت بھی تھی (سراسر جھوٹ ہے ایک بھی پورے قرآن کا حافظ اس وقت نہ تھا) اس وقت بھی حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھی (جھوٹ ہے) جیسا کہ آج ہے (ہوا کرے مگر اس وقت نہ تھی) جس قرآن پر ہمارا ایمان ہے (کسی قرآن پر نہیں ہے جسے تم قرآن کہتے ہو وہ خدا کی صفت ہے اور جو تمہارے پاس موجود ہے۔ یہ محرف بھی ہے اور تمہارے الفاظ ہیں تمہارے قول سے) اسی پر حضرت ابوبکر و عمر اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان تھا (اسی پر نا جس کی تصحیح سے پہلے حضرت ابوبکر نے وفات پائی اور حضرت عمر کے کئی سال تصحیح میں گذر گئے۔ آگے نتیجہ خود سمجھ لو) بلکہ نبی کریمؐ کا ایمان بھی اسی پر تھا (خاتم الانبیاء اول عمر سے آخر تک معصوم تھے۔ ان جنابؐ کا ایمان قرآن مجید پر کیوں نہ ہوتا مگر اس کتاب پر جسے تم اپنے الفاظ کہتے ہو جسے کلام اللہ نہیں سمجھتے ہو۔ اس حیثیت سے ایمان کیوں ہوتا) ترتیب آیات بلا اختلاف خود شارع نے دی تھی (ہم اختلاف بھی دکھا چکے تمہاری خرافات کو باطل بھی کر چکے کیوں بار بار رٹا ہوا آموختہ دُھراتے ہو) صحابہ کرام کے نامعتمد سمجھنے کا یہی نتیجہ ہے کہ آج زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہو مگر قرآن پر ایمان ثابت نہیں کر سکتے۔ (حضرت عمر نے زید کو معتمد نہیں سمجھا تھا۔ پس اگر صحابہ کرام کے نامعتمد سمجھنے کا نتیجہ وہی ہے۔ جو تم نے لکھا ہے۔ تو اس کا خطاب آنحضرتؐ سے ہوا) یہ بھی غلط ہے کہ چند بنی امیہ اس کام پر مامور تھے۔ بلکہ تمام صحابہ کی جمہوری قوت اس میں شریک تھی (غلط ہے بلکہ صرف چار آدمی شریک تھے جیسا کہ ہم پیشتر لکھ چکے) حضرت علیؑ سے اس کے متعلق روایت اتقان میں موجود ہے (بالکل جھوٹ ہے۔ اتقان میں کہیں آنجنابؑ سے یہ روایت منقول نہیں ہے کہ جمع قرآن میں صحابہ کی جمہوری طاقت شریک تھی۔ سچ ہو۔ تو اتقان سے یا کسی دوسری



کتاب سے ایسی روایت دکھاؤ)

ناظرین ترتیب آیات کے متعلق مدیر النجم نے پھر وہی رٹا ہوا آموختہ لکھا ہے جسکا جواب ہم دے چکے آپ پوچھتے ہیں یہ قاعدہ کس نے بنایا ہے کہ منسوخ پہلے ہو اور ناسخ بعد میں ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپکے فخر رازی نے تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۲۸۹ میں لکھا ہے کان الناسخ یمتنع تقدمہ علی المنسوخ۔ یعنی ناسخ کا تقدم منسوخ پر محال ہے۔ پس عدۂ وفات ناسخہ کا منسوخہ پر تقدم اسی دلیل سے باطل ہوا۔ جو تمہارے امام نے لکھی ہے۔ مفسرین کیطرف اس کا انتساب غلط ہے۔ ورنہ اقوال لکھو۔ ہاں صرف عطا قائل تھا کہ آیۂ میراث سے حول والی آیت نسخ ہوئی تھی۔ لیکن خازن جلد اول ص ۲۰۹ میں حول والی آیت کا ناسخ چار ماہ دس دن والی کو قرار دیا ہے۔ آپکے امام بغوی نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور تصریح فرمائی ہے کہ سال بھر کا نفقۂ زوجہ آیۂ میراث سے نسخ ہو۔ اور سال بھر کا عدہ چار ماہ دس دن سے منسوخ ہوا چشم بصیرت سے اپنی دونوں تفسیریں دیکھو۔

تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۴۲۲ میں دیکھئے۔ کہ نفقہ سال بھر کا آیۂ میراث سے اور سال بھر کا عدہ آیۂ یتربصن بانفسہن اربعۃ اشھر وعشرا سے منسوخ ہوا ہے۔ پھر رازی صاحب لکھتے ہیں فھذا القول ھو الذی اتفق علیہ اکثر المتقدمین والمتاخرین من المفسرین۔ آنکھیں کھول کے دیکھو کہ اکثر مفسرین کا یہ فتوے تمہارے قول کا مبطل ہوا یا نہیں۔ اتنے حوالوں کے بعد آپ کا اور عطا کا قول اور رازی کی بحث جو کلام مجاہد وغیرہ پیش نظر رکھتے ہوئے کی ہے۔ سب فضول اور لغو ہے۔ اس غلط ترتیب کو تم قیامت تک صحیح نہیں کر سکتے) رہا بے ربطی کا اعتراض وہ علم قرآن نہ ہونے کا نتیجہ ہے (اے حضرت یہ اعتراض خود جامع القرآن پر کیا گیا تھا جسے ہم سابق میں لکھ چکے۔ یہ تمام اعتراض علم القرآن کے نتائج ہیں یہ اعتراضات قویہ ہیں کہ آپ کے ہلائے نہیں ہلتے ہیں۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مدیر النجم کے رسالہ مندرجہ النجم جلد ۳ ص ۲۳ کا بھرپور حامل المتن جواب ختم ہو گیا۔ اپنے مذہب سے عدم تحریف قرآن پر جو ادلہ آپ نے پیش کئے تھے۔ ان سب کا ازالہ ہو چکا۔ اگرچہ ہم اس رسالہ کا اول سے آخر تک دُرِ نجف کے ذریعہ سے جواب دے چکے تھے۔ اور آپ کو خاتمہ پر مطلع بھی کر دیا گیا تھا۔ مگر آپ کی ابلہ فریبی دیکھئے۔ کہ اسی لکدڑ رسالہ کو آپ نے جداگانہ ۱۳۴۸ھ میں مسکین کاکوروی کے نام سے مشتہر فرما ہی دیا۔ یہ آپ کی چالیں ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ایسی بیہودہ تدبیروں سے باطل کو

کبھی فروغ نہ ہوا ہے۔ اور نہ آیندہ ہوگا۔ غرض اس رسالہ میں شیعوں کے متعلق جو مضامین تحریف بانی رکھے گئے ہیں۔ اُن کا جواب انشاء اللہ باب دوم میں آئے گا۔ آب ہم تنبیہ الحائرین کی طرف پُورے طور سے متوجہ ہوتے ہیں ✦

**مصحفِ ابن مسعود** شکوری مذہب میں یہ بات مُسلّم ہے۔ کہ جناب رسالتمآبؐ نے اپنے صحابہ کو چار شخصوں سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ مدیر النجم صاحب نے تنبیہ الحائرین صہ۹۲ میں بُخاری صاحب کی حدیثِ صحیح نقل فرمائی ہے :۔ قال النبی صلعم استقرءوا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ بن مسعود وسالم مولی ابی حذیفہ وابی بن کعب ومعاذ بن جبل ✦

نبی صلعم نے (صحابہ سے) فرمایا چار شخصوں سے قرآن پڑھو یعنی عبداللہ بن مسعود اور سالم آزاد کردہ ابوحذیفہ اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے ✦

اور قرائتِ قرآن میں رسول اللہؐ نے آپکو اپنے اصحاب کا اُستاد واجب الاطاعت بنایا تھا۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں حذیفہ سے منقول ہے۔ قال النبی صلعم ما اقراکم عبد اللہ فاقروا۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ عبداللہ جس طرح تم کو پڑھائے تم پڑھو ✦

مولوی عبدالشکور صاحب کتاب زیرِ جواب کے صہ۹۱ میں لکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود بہت سے صحابہ سے کمالات میں ممتاز ہیں۔ شیخین کے سوا اگر کسی صحابی کو آنحضرتؐ نے اپنی اُمت کا مقتدا بنایا ہے۔ تو وہ ابن مسعود ہیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا ابن مسعود جس بات کا تم کو حکم دیں اُس پر عمل کرو۔ نیز فرمایا میں نے اپنی اُمت کے اُس چیز کو پسند کیا جسے ابن مسعود پسند کریں۔ اور میں نے اپنی اُمت کے لئے اُس چیز کو ناپسند کیا۔ جسے ابن مسعود ناپسند کریں۔ نیز فرمایا تمسک کرو ابن مسعود کے حکم سے۔ ترمذی میں ہے۔ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا۔ جو حدیث تم سے ابنِ مسعود بیان کریں۔ اُس کی تصدیق کرو ✦

ہمنے یہ چند حدیثیں حضرت ابن مسعود کے متعلق تحریر کی ہیں جنکو مدیر النجم صاحب نے خود اپنے رسالہ میں جگہ دی ہے۔ جن کے معتمد ہونے میں اب وہ بالکل چُوں نہیں کرسکتے ہیں۔ اب ہم شکوری مذہب سے مصحفِ ابن مسعود کا حال لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اتقان جلد ۱ صہ۶۳ سطر آخر

فمنہم من رتبہا علی النزول وھو مصحف علیؑ کان اولہ اقرأ ثم المدثر ثم نون ثم المزمل



ثم تبت ثم التکویر وھکذا الی اٰخر المکی والمدنی۔ وکان اوّل مصحف ابن مسعود والبقرۃ ثم النساء ثم اٰل عمران علی اختلاف شدید وکذا مصحف ابی وغیرہ ✦

پس بعض صحابہ نے مصاحف کو نزول کے مطابق مُرتّب کیا تھا وہ مصحفِ علیؑ ہے کہ اُس کے اوّل میں اقرء تھی۔ پھر المدثر پھر نون پھر المزمل پھر تبت پھر تکویر تھی۔ اِسی طرح آخر مکی اور مدنی تک اور ابن مسعود کے مصحف میں اوّل سورۂ بقرہ پھر نساء پھر آلِ عمران تھی۔ اختلافِ شدید کی بنا پر اسی طرح مصحف ابی بن کعب وغیرہ مُرتّب ہوا تھا ✦

اِس عبارت سے اتنا معلوم ہوا کہ مصحفِ ابن مسعود مطابق نزول مُرتّب ہوا تھا گو اُس کی سورتوں کی ترتیب میں اختلافِ شدید ہے۔ بعض نے اُس کی یہی ترتیب بیان کی ہے جو ہم نے لکھی ہے۔ تاہم اُس کے مطابق نزول ہونے میں اختلاف نہیں ہے۔ چونکہ ابن مسعود نے رسول اللہؐ سے قرآن کی تعلیم پائی تھی۔ پس ضرور ہے کہ آپ کی دی ہوئی ترتیب ارشادِ نبویؐ کے مطابق تھی۔ اور مصحفِ عثمانی خلافِ نزول مُرتّب ہوا ہے۔ اور کوئی حدیثِ متواتر رسول اللہؐ کی ترتیبِ عثمانی کی مؤید شکوری مذہب میں موجود نہیں ہے۔ ہاں غیر معصوم جماعت کے اور بقول مدیر النجم اِس ترتیب کی تائید میں خاطیوں کے اقوال ملتے ہیں۔ جن پر اعتماد نہیں ہوسکتا ہے۔ اجماع و تواتر بھی نہیں خطاکاروں کا ہے۔ جو ہرگز جائز العمل نہیں ہے۔ بلکہ عقیدہ اُس پر حرام ہے۔ دیکھو تنبیہ الحائرین صہ۶

الغرض اُمت نے ابن مسعود کی ترتیب کو نہیں مانا۔ لہٰذا حکمِ رسولؐ کی ان لوگوں نے سخت مخالفت کی ہے۔ رسول اللہؐ نے ابنِ مسعود کی پسندیدہ چیز کو پسند فرمایا تھا۔ مگر صحابہ نے اُس کو ناپسند کیا ابنِ مسعود کی ترتیب کو صحیح نہ سمجھا۔ وغیرہ وغیرہ ✦

ہم بیشتر لکھ چکے ہیں کہ ابن مسعود نے اپنے مصحف میں معوذتین کو نہیں لکھا تھا۔ بلکہ آپ مصاحف سے ان دونوں کو چھیل دیا کرتے تھے۔ اتقان جلد ۱ صہ۶۷ میں ہے کہ ابنِ مسعود کے مصحف میں ایک سو بارہ سورے تھے۔ اِسلئے کہ اُنھوں نے معوذتین کو نہیں لکھا تھا ✦

جناب حائری صاحب نے لکھا تھا اور تفسیر کبیر کی عبارت نقل کی ہے۔ جو اتقان جلد ۱ صہ۸۱ میں بھی موجود ہے۔ وہ یہ ہے :۔ نقل فی الکتب القدیمۃ ان ابن مسعود کان ینکر کون سورۃ الفاتحۃ من القرآن وکان ینکر کون المعوذتین من القرآن ✦

کتبِ قدیمہ میں نقل کیا گیا ہے۔ کہ ابنِ مسعود سورہ فاتحہ کا قرآن سے ہونے کا انکار کرتے تھے۔ اور وہ معوذتین کی بھی قرآنیت کے منکر تھے ۔

مدیر صاحب ص۸۳ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ یہ روایت پُرانی غیر متداول کتابوں کی ہے۔

میں کہتا ہوں۔ ہے تو آپ کی ہی کتابوں کی۔ اس کے ناقل اور قائل آپکے اہلِ مذہب ہیں۔ گو آپ اپنی گردن دبنے پر اُن کو پُرانا بوسیدہ غیر متداول کہہ کر سب پُرانی کتابوں کو مہمل بنا دیں۔ خیر میں آپ کی گردن نہ چھوڑوں گا۔ میں آپ کی متداول کتابیں پیش کروں گا۔ علامہ سیوطی اتقان جلد ۱ ص۸۲ میں لکھتے ہیں:۔ قال ابن قتیبۃ فی مشکل القرآن ظن ابن مسعود ان المعوذتین لیستا من القرآن لانہ رای النبی صلعم یعوذ بھما الحسنؑ والحسینؑ فاقام علی ظنہ ولا نقول انہ اصاب فی ذالک واخطا المھاجرون والانصار قال واما اسقاطہ الفاتحۃ من مصحفہ فلیس لظنہ انھا لیست من القرآن معاذ اللہ ولکنہ ذھب الی ان القرآن انما کتب وجمع بین اللوحین مخافۃ الشک والنسیان والزیادۃ والنقصان و رای ان ذالک مامون فی سورۃ الحمد لقصرھا ووجوب تعلمھا علی کل احد ۔

ابن قتیبہ نے مشکل القرآن میں فرمایا ہے۔ ابنِ مسعود نے گمان کیا تھا۔ کہ معوذتین قرآن سے نہیں ہیں۔ اسلئے کہ انہوں نے دیکھا تھا۔ کہ نبی صلعم نے ان دونوں کو حسنینؑ کے لئے تعویذ بنایا تھا۔ پس وہ اپنے ظن پر قائم رہے۔ اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں۔ کہ ابنِ مسعود حق پر تھے۔ اور مہاجرین والنصار نے خطا کی تھی۔ نیز فرمایا لیکن ابن مسعود کا اپنے مصحف سے فاتحہ کو ساقط کر دینا پس یہ اس بنا پر نہیں تھا کہ وہ گمان کرتے تھے کہ معاذ اللہ فاتحہ بھی قرآن سے نہیں ہے لیکن وہ گئے اس بات کی طرف کہ قرآن دو لوحوں کے مابین لکھا اور جمع کیا گیا ہے۔ اس خوف سے کہ اس میں شک اور نسیان اور زیادتی کمی نہ ہونے پائے۔ اور انہوں نے دیکھا۔ کہ سورہ حمد ایک چھوٹی سی سورت ہے۔ اس کا تعلم ہر شخص پر واجب ہے۔ یہ سورہ امورِ مذکورہ سے مامون و محفوظ ہے۔ (اِسلئے اسکو اپنے مصحف میں نہیں لکھا) علامہ سیوطی اس کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

"قلت واسقاطہ الفاتحۃ من مصحفہ اخرجہ ابو عبید بسند صحیح کما تقدم فی اوائل النوع التاسع عشر"

میں کہتا ہوں ابن مسعود کا اپنے مصحف سے فاتحہ کو ساقط کرنا ابو عبید نے سندِ صحیح سے روایت کیا ہے جیسا کہ اُنیسویں نوع کے اوائل میں اس کا بیان گذر گیا ۔



اب میں کہتا ہوں۔ کہ ابنِ قتیبہ نے تسلیم کر لیا۔ کہ ابنِ مسعود نے اپنے ظن پر بنا کر کے معوذتین کو قرآن نہیں سمجھا تھا۔ اور وہ اپنے ظن پر قائم رہے۔ پھر ابو عبید کی سندِ صحیح سے معلوم ہُوا۔ کہ ابنِ مسعود نے فاتحہ کو اپنے مصحف سے ساقط کر دیا تھا۔ ایسے ناقابلِ انکار حوالہ کے بعد مدیر صاحب کا یہ ارشاد قطعاً لغو ہے۔ جو آپنے ص۸۴ میں لکھا ہے۔ کہ ان روایتوں کا وہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ جو دشمنانِ قرآن بیان کرتے ہیں۔ بلکہ ان کا مطلب یہ ہے۔ کہ ابنِ مسعود نے معوذتین کو مصحف میں لکھنے سے منع کیا تھا نہ اسلئے کہ وہ کلام الٰہی نہیں۔ اور ان کا یہ قول کہ یہ سورتیں کتاب اللہ سے نہیں ہیں۔ کتاب اللہ سے مُراد مصحفِ مکتوب ہے۔ نہ مطلق کلام الٰہی یہ مطلب اکابر محدثین نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں اے حضرت چشمِ بصیرت کھولئے۔ اعدائے قرآن میں سے آپکے دو بزرگان ملت فرماتے ہیں۔ کہ معوذتین کو ابنِ مسعود قرآن نہیں سمجھتے تھے اور فاتحہ کو اپنے مصحف سے اُنہوں نے ساقط کر دیا تھا۔ ہاں صاحب مصحفِ مکتوب ہی مُراد لے لیجئے۔ اسلئے کہ کلام الٰہی کا وجود ہی آپکے مذہب سے نہیں ہُوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ مگر ابن مسعود تو ان سورتوں کو کلام اللہ نہیں سمجھتے تھے۔ جیسا کہ دشمنانِ قرآن کی تائید ہم پیش کر چکے۔ آپ نے اپنے اکابر محدثین کا مطلب تقلیدی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اسے بھی ہم آیندہ رد کریں گے ۔

اتقان جلد ۱ ص۸۱ کھولئے اور اُس میں قدرت کا تماشا دیکھئے:۔

قال ابن حجر فی شرح البخاری قد صح عن ابن مسعود انکار ذالک فاخرج احمد و ابن حبان عنہ انہ کان لا یکتب المعوذتین فی مصحفہ۔ واخرج عبداللہ بن احمد فی زیادات المسند والطبرانی وابن مردویہ من طریق الاعمش عن ابی اسحاق عن عبدالرحمن بن یزید النخعی قال کان عبداللہ بن مسعود یحک المعوذتین من مصاحفہ ویقول انھما لیستا من کتاب اللہ۔

ابن حجر مکی نے شرح بخاری میں فرمایا ہے۔ کہ حدیث صحیح میں ابن مسعود سے انکار معوذتین منقول ہُوا ہے پس امام احمد اور ابن حبان نے ابنِ مسعود سے روایت کی ہے کہ وہ اپنے مصحف میں معوذتین نہیں لکھتے تھے۔ عبداللہ بن امام احمد نے زیادات المسند میں۔ اور طبرانی اور ابن مردویہ نے بطریق اعمش ابو اسحاق سے اُس نے عبدالرحمٰن ابن یزید نخعی سے روایت کی ہے۔ اُس نے کہا۔ کہ عبداللہ ابنِ مسعود نے اپنے مصاحف سے معوذتین چھیل ڈالی تھیں۔ اور فرماتے تھے یہ دونوں

کتاب اللہ سے نہیں ہیں +

لیجئے مدیر صاحب آپکے اکابر میں سے چھ بزرگوں نے وہی مطلب بیان کیا۔ اور ابن حجر، امام احمد اور ابن حبان اِن نو شکوری علمار نے وہی کہا جو آپکے زعم میں اعدائے قرآن کا مقولہ ہے۔ لہٰذا یہ سب کے سب دشمنانِ قرآن ہوگئے۔ تم اعدار قرآن پر لعنت کرو اور ہم آمین اور بیش باد کہیں۔ اور سُنئے :-

واخرج البزار والطبرانی من وجه اٰخر عنه انه کان یحك المعوذتین من المصحف و یقول انما امر النبی صلعم ان نتعوذ بهما وکان عبد الله لا یقرء بهما۔ اسانیدها صحیحة +

بزار اور طبرانی نے دوسرے طریقہ سے ابنِ مسعود سے روایت کی ہے کہ وہ مصحف سے معوذتین کو چھیل دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ نبی صلعم نے ان دونوں سے تعویذ کا حکم دیا ہے۔ اور ابن مسعود اِن دونوں کو نہیں پڑھتے تھے۔ اِن روایتوں کی اسناد صحیح ہیں +

مدیر صاحب دیکھئے کہ ابن حجر نے اِن روایات کی اسناد کو صحیح لکھا ہے۔ ان کی شرح بخاری تو پُرانی اور غیر متداول کتاب نہیں ہے۔ یہ روایات جعلی اور موضوعات نہیں ہیں۔ خیر اب آپ اپنے بزرگ حضرت بزار کو بھی اعدائے قرآن میں شمار کیجئے۔ کہ اِس دشمنِ قرآن نے بھی آپ کے خلافِ مطلب بیان کیا ہے +

وقال البزار ولم یتابع ابن مسعود علی ذالك احد من الصحابة وقد صح انه صلعم قراهما فی الصلوٰة +

اور بزار نے فرمایا اس معاملہ میں ابنِ مسعود کی کسی صحابی نے پیروی نہیں کی تھی اور یہ بات صحیح میں ہے۔ کہ آنحضرت صؐ نے اِن دونوں کو نماز میں پڑھا تھا +

مَیں کہتا ہوں جبکہ رسول اللہ نے جملہ صحابہ کو قرآن کے متعلق ابنِ مسعود کی پیروی کا حکم دیا تھا تو صحابہ پر ابن مسعود کا معوذتین کی عدمِ قرآنیت میں اتباع لازم و واجب تھا جس کے ترک سے صحابہ گنہگار اور نافرمانِ رسولؐ ثابت ہوئے۔ اب رہا بزار کا یہ کہنا کہ رسول اللہؐ نے معوذتین کو نماز میں پڑھا تھا۔ اوّل تو یہ ایک غیر معصوم کا قول ہے۔ جو شکوری معیار کے لحاظ سے قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ ثانیاً بزار نے رسول اللہؐ کی نصِ صریح پیش نہیں کی ہے۔ لہٰذا آنجناب کی طرف صرف انتساب کافی نہیں ہے۔ اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ رسول اللہؐ معوذتین کو نماز میں پڑھیں اور ابنِ مسعود کو



خبر نہ ہو۔ اور جبکہ یہ بات مسلم ہے۔ کہ ابنِ مسعود نے رسول اللہؐ کے سوا اور کسی سے قرآن کی تعلیم نہیں پائی تھی پس اگر رسول اللہؐ ان کو قرآن میں معوذتین پڑھاتے یا مصحف میں لکھنے کا حکم دیتے۔ تو ہرگز ابنِ مسعود اِن دونوں کی قرآنیت کے منکر نہ ہوتے اور نہ اس عقیدہ پر جمے ہوئے رہتے۔ الغرض ابنِ مسعود کے برخلاف بزار کا قول معتبر نہیں ہے۔ لہٰذا معوذتین کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہے۔

وقال ابن حجر فقول من قال انه کذب علیه مردود والطعن فی الروایات الصحیحة بغیر مستند لا یقبل بل الروایات صحیحة والتاویل محتمل +

ابن حجر نے فرمایا جس نے یہ کہا ہے کہ ابنِ مسعود پر جھوٹ بولا گیا ہے تو اُس کا قول مردود ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں بغیر سند (قطعی) کے طعن کرنا مقبول نہیں ہے۔ بلکہ یہ تمام روایتیں (جو ابنِ مسعود سے عدمِ قرآنیت معوذتین کے متعلق منقول ہیں) صحیح ہیں۔ اور اُن میں جو تاویل کی گئی ہے۔ وہ احتمالی اور وہمی ہے۔ میں کہتا ہوں ابن حجر کا یہ فیصلہ بالکل صاف اور بے لوث ہے لہٰذا جتنی روایتیں معوذتین کے عدمِ قرآنیت کے بارے میں ابنِ مسعود سے منقول ہیں۔ نہ اُن کو موضوع کہا جا سکتا ہے اور نہ ضعیف اور نہ اُن کو جھوٹا بنایا جا سکتا ہے اور نہ غلط بلکہ جو شخص ایسا کہے گا اُس کا قول ابن حجر کے نزدیک مردود قرار پائے گا۔ اور جس نے انکارِ ابن مسعود کی یہ تاویل کی ہے کہ آپ معوذتین کو مصحف میں لکھنے سے روکتے تھے نہ کہ ان دونوں کی قرآنیت کے مُنکر تھے۔ یہ تاویل ایک وہمی بات ہے۔ اور اگر ہم بفرضِ محال اس تاویلِ رکیک کو مان بھی لیں تب بھی صحابہ کا عاصی ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اِسلئے کہ ابنِ مسعود کے منع کرنے پر بھی صحابہ نے معوذتین کو مصحفِ عثمانی میں لکھ دیا۔ جو نصِ رسولؐ ایک ناجائز کام ہوا +

**الحائری** ابن مسعود سے انکار معوذتین کی روایت قطعاً و یقیناً موضوع اور جعلی ہے۔ روایت اور درایت دونوں قسم کی دلائل اس روایت کے جھوٹے ہونے کی شہادت دے رہی ہیں۔ **دلیل اوّل**۔ اکابر آئمہ علم تفسیر و حدیث نے اس روایت کا جھوٹا ہونا بیان کیا ہے۔ امام فخرالدین رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں (حوالہ نہیں لکھا کہ تطبیق کی جاتی)

واعلم ان هذا فی غایة الصعوبة لانا ان قلنا ان النقل المتواتر کان حاصلا فی عصر الصحابة یکون ذالك من القرآن وکان ابن مسعود عالما بذالك فانکاره یوجب الکفر ونقصان العقل وان قلنا ان النقل المتواتر فی هذا المعنی ما کان حاصلا فی ذالك الزمان فهذا

یقتضی ان یقال ان نقل القرآن لیس بمتواتر فی الاصل وذالک یخرج القرآن عن کونہ حجۃ قطعیۃ والا غلب علی الظن ان نقل ھذا المذھب من ابن مسعود نقل کاذب باطل (وبہ یحصل الخلاص عن ھذہ العقدۃ)

جاننا چاہیئے کہ اِس روایت کی صحت نہایت مشکل میں ہے۔ اِس لئے کہ اگر ہم کہیں کہ نقلِ متواتر صحابہ کے زمانہ میں فاتحہ اور معوذتین کے قرآن ہونے کی موجود تھی۔ تو ابنِ مسعود کو ضرور اس کا علم ہونا چاہیئے تھا۔ لہٰذا اُن کا انکار یا تو موجبِ کُفر ہوگا۔ یا دلیلِ نقصانِ عقل ہوگا۔ اور اگر ہم کہیں کہ نقلِ متواتر معوذتین وغیرہ کے قرآن ہونے کی اس زمانہ میں نہ تھی۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قرآن اصل میں متواتر نہ رہیگا اور یہ نتیجہ قرآن کو حجتِ قطعی ہونے سے نکال دیگا (اور یہ قطعاً محال ہے) اور بہت زیادہ ظنِ غالب یہ ہے کہ اِس قول کا ابنِ مسعود سے نقل کرنا جھوٹ اور غلط ہے (اور اسی ظن کی وجہ سے اِس گتھی سے نجات حاصل ہوجائے گی)

ف۔ حائری صاحب نے ایک ٹکڑا اِس عبارت کا نقل کیا اور آگے کا حصّہ چھوڑ دیا۔ اَب حائری صاحب سے پوچھا جائے۔ کہ یہ حرکت چوری اور خیانت کے سِوا اور کس لفظ سے تعبیر کی جائے۔ اگر مذہب شیعہ میں اس قسم کی کارروائیاں جائز نہیں۔ تو شیعیانِ پنجاب اپنے سرکار شمر لیعندار سے کیا سلوک کرتے ہیں +

**الاعجاز** عبارت مذکورہ اتقان جلد ا صـ۸۱ میں خفی لکھی ہُوئی ہے۔ اُس میں خطوط کشیدہ فقرات نہیں ہیں۔ لہٰذا علامہ سیوطی اس کے ذمّہ وار ہیں۔ کہ اُنہوں نے فخر رازی کی بجنسہ عبارت نقل کرنے میں کیوں چوری اور خیانت سے کام لیا ہے۔ ہاں اگر جناب موصوف نے تلخیص کی ہوتی تو اس کا اظہار ضروری تھا۔ مولوی عبدالشکور صاحب ملاحظہ فرمائیں۔ کہ اِس قسم کی حرکتیں آپ کے اکابر سے سرزد ہورہی ہیں۔ تو اب جناب علامہ حائری صاحب پر جُرم خیانت قایم کرنا جرم عظیم ہے۔ علاوہ اس کے علامہ حائری صاحب نے صرف اُتنی عبارت نقل کی ہے جس کا تعلق روایت سے ہے۔ مگر وہ عبارت جسے موصوف نے چھوڑ دیا۔ اور آپ نے نقل کیا ہے۔ رازی صاحب کا قولِ باطل ہے۔ پھر اُس کی نقل سے کیا فائدہ تھا۔ ہاں اگر روایت سے اُس کا تعلق ہوتا۔ اور پھر اسے نقل نہ کیا جاتا۔ اور کوئی علامت بھی بقیہ حصّہ کے ترکِ نقل پر نہ قرار دی جاتی۔ تو البتہ چوری یا خیانت کہلاتی لیکن آپ نے



سرقہ اور خیانتِ مجرمانہ کا ارتکاب کیا ہے جس کا پردہ آیندہ چاک کیا جائے گا پس معلوم ہُوا۔ کہ ہرے کو ہرا ہی نظر آیا ہے +

رازی صاحب نے اپنے کلام میں دو شقیں لکھی ہیں۔ اور دونوں کو غلط قرار دیا ہے۔ لیکن ہم شقِ دوم کو اختیار کر کے کہتے ہیں۔ کہ آپ کے مذہب سے عہدِ صحابہ میں ہرگز قرآن متواتر نہ تھا۔ ورنہ صحابہ کے پاس مختلف الانواع مصاحف موجود نہ ہوتے۔ بلکہ سب کے پاس ایک ہی نوعیت کا قرآن ہوتا مصاحفِ صحابہ میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہوتا۔ قرآن تو بڑی چیز ہے۔ بلکہ بسم اللہ بھی آپ کے مذاہب سے متواتر نہیں ہے۔ جیسا کہ سابق میں امام مالک کا قول و فتوےٰ لکھا گیا۔ آپ حضرات خود قائل ہیں کہ بعض صحابہ نے قرآن میں منسخ شدہ آیتوں کو بھی لکھ لیا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان نے صحابہ کے مصاحف آگ میں جھونکے تھے۔ تاکہ موجبِ گمراہی مصاحف کا وجود دُنیا میں نہ رہے۔ اپنے مقام پر اس کا تذکرہ آئیگا۔ اب بتایئے کہ اتنی نصریح کے بعد آپ کے اوّلین و آخرین عہدِ صحابہ میں قرآن کے متواتر ہونے کا دعوےٰ کس مُنہ سے کرسکتے ہیں۔ اب رہا یہ امر کہ اگر قرآن کو عہدِ صحابہ میں متواتر نہ مانا جائے گا۔ تو قرآن کا حُجیّت سے خروج لازم آئے گا۔ مگر حضرت والا خوب جانتے ہیں کہ جناب کے مذہب میں کہیں قرآن کی حُجیّت ثابت نہیں ہے۔ پس جبکہ آپ کے مذہب سے قرآن حُجت ہی نہیں ہے۔ تو حُجیّت سے خروج کیسے لازم آئے گا۔ آپ کے مذہب میں حدیثِ متواتر ناسخ قرآن۔ حدیثِ آحاد ناسخِ قرآن۔ اجماع (چند صحابہ) ناسخ قرآن ہے۔ پھر قرآن حجیتِ قطعیہ کہاں رہا۔ قرآن میں احکام وراثت کی توضیح موجود۔ بیٹی کا باپ کی وارث ہونا قطعی طور سے ثابت ہے۔ مگر حدیث نحن معشرالانبیاء سے جو یقیناً آحاد ہے۔ نصِ قطعی قرآنی میں ترمیم کی گئی۔ تحریف کی گئی اور خاتم الانبیاءؐ کی بیٹی آنجنابؐ کی وراثت سے محروم کی گئی۔ اِن تحریفات کی موجودگی میں آپ کیسے قرآن کی حجیّتِ قطعیہ ہونے کا دعوےٰ کرسکتے ہیں۔ مہربانِ من جب آپ خود قائل ہیں۔ کہ معوذتین جھاڑ پھونک کے لئے نازل ہوئی تھیں۔ تو محض خدا کی طرف سے نزول ان دونوں کی قرآنیت کا موجب نہیں ہوسکتا ہے۔ اسلئے کہ ہم سابق میں اتقان سے عبارت نقل کرچکے ہیں۔ کہ خدا کی طرف سے دو قسم کی وحی نازل ہوتی تھی۔ ایک سنّت دوم قرآن۔ اب آپ ہی انصاف کیجئے۔ کہ جب کلام منزل دو قسم کا ہے تو آپ صرف ایک ہی قسم یعنی قرآن میں کلامِ خدا کو کیسے منحصر کہہ سکتے ہیں۔ لہٰذا اِس عنوان سے بھی معوذتین کا قرآن ہونا محلِ اشکال رہے گا +

**الحائر**

وکذا قال القاضی ابوبکر لم یصح عنہ انہا لیست بقرآن ولا حفظ عنہ انما حکہا واسقطہا من مصحفہ انکار الکتابتہا لا جحد الکونہا قرآنا لانہ کانت السنۃ عندہ ان لا یکتب فی المصحف الا ما امر النبی صلعم باثباتہ فیہ ولم یجدہ کتب ذالک ولا سمعہ امر بہ

اور ایسا ہی کہا ہے قاضی ابوبکر نے کہ ابن مسعود سے اس مضمون کا نقل کرنا کہ معوذتین وغیرہ قرآن نہیں ہیں صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ابن مسعود کا یہ قول محفوظ ہے۔ ابن مسعود اپنے مصحف سے محض اسلئے مٹا دیتے تھے۔ کہ ان کو اس کی کتابت سے انکار تھا۔ نہ اُس کے قرآن ہونے سے کیونکہ سنت اُن کے نزدیک یہ تھی۔ کہ مصحف میں وہی چیز لکھی جائے۔ جسکے لکھنے کا رسول اللہؐ نے حکمدیا ہے۔ انہوں نے حضرتؐ کو نہ یہ سورتیں لکھواتے ہوئے دیکھیں اور نہ لکھنے کا حکم دیتے ہوئے سُنا +

**الاعجاز**

مدیر صاحب آپنے اتقان کی عبارت میں بیجا تصرف کر کے ترتیب کو اُلٹ دیا ہے۔ قاضی صاحب کی عبارت سے پہلے لفظ کذا آپ کو نظر نہ آیا جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس کا تعلق کسی سابق والی عبارت سے ہے۔ وہ فخر رازی کی عبارت ہے۔ جو آپ نے الحائر میں ایک صفحہ کے بعد لکھی ہے۔ چونکہ تحریف آپ کے اکابر کی سنت ہے۔ لہذا یہ سنت آپ کے عمل میں رہتی ہے۔ بہر طور قاضی صاحب کا قول بوجہ منہافت ہونے کے لغو اور مہمل ہے۔ کیونکہ موصوف نے انکار ابن مسعود کو مان لیا۔ اور یہ بھی تسلیم کر لیا کہ صحابی ممدوح نے اپنے مصحف سے حمد و معوذتین کو حک و اسقاط کیا تھا لیکن قاضی صاحب نے انکار ابن مسعود کو انکار کتابت پر بے دلیل محمول کیا ہے۔ حالانکہ اگر عقل سے کام لیا جائے۔ تو ابن مسعود کا انکار کتابت ہی حمد و معوذتین کی عدم قرآنیت پر دلیل بیّن ہے۔ اس لئے کہ جب اُنہوں نے رسول اللہؐ کو ان سوروں کے متعلق قرآن میں لکھنے کا حکم دیتے ہوئے نہیں سُنا۔ اور نہ ابن مسعود نے حضرتؐ کے لکھوائے ہوئے متفرق و غیر مرتب مسودوں میں ان کو لکھا ہوا پایا۔ تو پھر کیسے وہ ان تینوں کو قرآن سمجھ لیتے۔ آپ خود قائل ہیں کہ آنحضرتؐ نے جو کچھ لکھوایا وہ قرآن ہے۔ اور جسے چھوڑ دیا وہ آیات منسوخہ ہیں۔ وہ قرآنیت سے ساقط و خارج کر دی گئیں ہیں۔ پس جبکہ حمد و معوذتین رسول اللہؐ کے مسودوں میں نہ تھیں۔ تو پھر کیسے آپ ان تینوں سوروں کو قرآن کہہ سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے جب آپ قائل ہیں کہ معاملہ قرآنی میں رسول اللہؐ نے ابن مسعود کے اتباع کا صحابہ کو حق دیا تھا۔ اور یہ بھی آپ قائل ہیں۔ کہ ابن مسعود کی سُنت یہ تھی کہ مصحف میں



وہی چیز لکھی جائے جس کے لکھنے کا رسول اللہؐ نے حکمدیا ہے۔ چونکہ ابن مسعود نے حضرتؐ کو نہ یہ سورتیں لکھواتے ہوئے دیکھیں اور نہ انکے لکھنے کا حکمدیتے ہوئے سُنا۔ لہذا آپنے ان سوروں کو اپنے مصحف میں نہیں لکھا تھا۔ اب بتایئے کہ صحابہ نے ابن مسعود کی متابعت کیوں نہ فرمائی۔ اور کیوں حکم رسول صلعم کی مخالفت کا ارتکاب کیا۔ اور کیوں ان سوروں کو مصحف عثمانی میں لکھا۔ پس آپکے مسلّمہ سے حمد و معوذتین کا قرآن میں بغیر حکم رسولؐ لکھا جانا ثابت ہُوا۔ یہ کھلی ہوئی تحریف ہے۔ جو آپکے جامع القرآن سے عمل میں آئی ہے۔ اور قرآن میں بغیر حکم خدا و رسولؐ زیادتی کا موجب ہوئی ہے۔ مدیر صاحب اب نہ کہیگا۔ کہ آپکے مذہب سے قرآن میں تحریف ثابت نہیں ہے۔ یاد رکھیئے گا کہ ہم نے آپکے مذہب سے قرآن میں ہر قسم کی تحریف کا ناقابل انکار ثبوت دے دیا ہے۔ سچ ہے کہ آپکے مذہب کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ اسلئے کہ حضرت ابی بن کعب نے اپنے قرآن میں سورہ حفد و خلع کو لکھا تو آپنے کہدیا کہ یہ دونوں سورے قرآن نہیں ہیں۔ بلکہ ابی نے بطور یادداشت ان کو مصحف میں لکھ لیا تھا۔ اور جبکہ ابن مسعود نے حمد و معوذتین کو اپنے مصحف میں درج نہ فرمایا۔ تو آپ غل مچانے لگے کہ یہ تینوں قرآن ہیں۔ غرض جو آپکے جی میں آیا۔ اور جیسا موقع آپنے دیکھا اور مصلحت سمجھی لکھ مارا۔ نہ آپ کو حدیث سے مطلب ہے۔ اور نہ عقل سے غرض ہے۔ بلکہ آپ کا مذہب ابن الوقت ہے۔ نہ اُس کا کوئی دستور العمل مرتب ہے۔ جس پر رسول اللہؐ کی توثیق ہو۔ اور نہ کوئی قانون منضبط ہے۔ اور نہ اصول مقرر ہیں بلکہ صرف حضرت عثمان کا اختراع آپکے نزدیک واجب الاتباع ہے۔ ارشاد رسولؐ ما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ کو آپ نے پس پشت ڈالا اور حکم رسولؐ تمسکو العہد ابن ام عبد سے آپ نے منہ موڑا۔ حدیث رسول اللہؐ استقرؤ القرآن من اربعۃ سے آپنے اعراض کیا اور مصحف عثمانی کے آپ پابند ہو گئے۔ جو یقیناً محرف اور کمی بیشی کو شامل ہے۔ جس کے اتباع کا ثبوت کسی ایک حدیث رسولؐ میں آپ نہیں دکھا سکتے ہیں۔ ورنہ اگر آپکے مذہب میں کچھ جان ہے۔ تو رسول اللہؐ کی حدیث صحیح متواتر یا غیر متواتر ہمارے سامنے لائے۔ غرض حکم رسولؐ آپکے نزدیک ایک مہمل چیز ہے۔ مگر حکم عثمانی آپکے باطل عقیدہ میں لازم الاتباع ہے۔ یہ آپ کا مذہب ہے۔ جس کا باوا آدم نرالا ہے +

**الحائر**

قد اولہ القاضی وغیرہ علی انکار الکتابۃ کما سبق۔ قال وھو تاویل حسن الا ان الروایۃ الصریحۃ التی ذکرتہا تدفع ذالک حیث جاء فیہا ولیقول انہما

لیستا من کتاب اللہ قال ویمکن حمل لفظ کتاب اللہ علی المصحف فیتم التاویل المذکور ✣

یہ تحقیق قاضی ابوبکر وغیرہ نے ابن مسعود کے اس قول کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ لکھنے سے انکار کرتے تھے جیساکہ اوپر گذرا۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ تاویل اچھی ہے۔ مگر جو صریح روایت میں نے ذکر کی ہے۔ وہ اس تاویل کو دفع کرتی ہے۔ کیونکہ اُس میں صاف لفظ ہے کہ ابن مسعود کہتے تھے یہ دونوں سورتیں کتاب اللہ سے نہیں ہیں۔ ابن حجر نے کہا ہے۔ ممکن ہے کہ کتاب اللہ سے مراد مصحف لیا جائے۔ تو یہ تاویل کامل ہو جائے گی ✣

**الاعجاز** اس جگہ حایری نے چار قسم کی چوریاں کی ہیں۔ اوّل یہ کہ آپنے ابن حجر کا پورا قول نقل نہیں کیا ہے۔ دوم یہ کہ آپنے وہ روایات نہیں لکھی ہیں۔ جو ابن حجر نے انکار ابن مسعود کی تصحیح وتائید میں امام[1] احمد اور ابن[2] حبان۔ عبداللہ[3] بن احمد۔ طبرانی[4]۔ ابن مردویہ[5]۔ اعمش[6]۔ ابواسحاق[7]۔ عبدالرحمن[8] بن یزید نخعی اور بزار[9] سے نقل کرکے ارشاد فرمایا ہے۔ اسانید ھا صحیحۃ یعنی ان حدیثوں کی سندیں صحیح ہیں۔ سوم یہ کہ آپنے قول ابن حجر سے یہ عبارت بھی چرائی ہے۔ وقال ابن حجر قول من قال الخ اس عبارت کو ہم سابق میں لکھ چکے ہیں۔ چہارم سب سے بڑی چوری ہاتھ میں چراغ لیکر یہ کی ہے۔ کہ آپنے فقرہ فیتم التاویل المذکور کے بعد والی عبارت کو جس نے تاویل مذکور کو فنا کر دیا ہے۔ نہیں لکھا ہے۔ وہ یہ ہے :۔

لکن قال من تامل سیاق الطرق المذکورۃ استبعد ھذا الجمع ✣

لیکن ابن حجر نے فرمایا۔ جو شخص روایات مذکورہ کے سیاق میں تامل سے کام لے گا۔ وہ اس تاویل وجمع کو بعید سمجھے گا ✣

مولوی عبدالشکور صاحب دیکھیئے۔ آپ کی چوری وخیانت کس خوبی اور صفائی سے ہم نے پکڑی ہے۔ کہ گرفت کے ساتھ ثبوت بھی ہم نے دے دیا ہے۔ اب آپ اپنی کج فہمی ملاحظہ فرمایئے کہ آپ نے حایری صاحب پر کھلی ہوئی تہمت لگائی ہے۔ لہذا اب میں آپسے کہتا ہوں جبکہ آپ کے مذہب میں اوّل دن سے اس قسم کی ناجائز کارروائیاں مباح سمجھی جاتی ہیں۔ بنابریں آپ نے بھی خیانت مجرمانہ کا ارتکاب کیا ہے۔ تو کس لئے علمائے اہلسنت کے اُس فتوے کی تصدیق نہ کی جائے جس کے ذریعہ سے آپ کا دروغ گو اور گستاخ اور مستحق کفر ہونا طشت از بام کیا گیا ہے ✣



الغرض انکار ابن مسعود کا ایک جواب آپنے چھوڑ دیا ہے۔ اُس کو ہم اتقان سے نقل کرکے رد کرتے ہیں تاکہ آپ کے لئے مجال سخن نہ باقی رہے ✣

وقد اجاب ابن الصباغ بانہ لم یستقر عندہ القطع بذالک ثم حصل الاتفاق بعد ذالک وحاصلہ انہما کانتا متواترتین فی عصرہ لکنہما لم تتواترا عندہ

ابن صباغ نے یہ جواب دیا ہے۔ کہ ابن مسعود کو ان سوروں کے قرآن ہونے کا قطع نہیں ہوا تھا۔ پھر اس کے بعد اتفاق حاصل ہو گیا۔ غرض یہ ہے کہ ابن مسعود کے عہد میں معوذتین متواتر تھے لیکن خود اُن کے نزدیک یہ دونوں متواتر نہ تھے ✣

میں کہتا ہوں ابن صباغ کی رنگ آمیزی بالکل بھدی ہے جس میں داغ اور دھبے نظر آتے ہیں۔ بھلا دُنیا میں کونسا عقل کا پورا ہے۔ جو اس بات کے تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ کہ ابن مسعود نے معوذتین کو رسول اللہؐ سے نہ قرآن میں پڑھا۔ اور نہ رسول اللہؐ کے غیر مرتب مسودات میں لکھا ہوا دیکھا۔ اور نہ حضرتؐ کو قرآن میں ان کے لکھنے کا حکم دیتے ہوئے سُنا۔ درانحالیکہ آپ کو ان دونوں کی قرآنیت کا یقین بھی نہیں تھا جیساکہ ابن صباغ نے خود لکھا ہے۔ لیکن پھر بھی حضرت ابن مسعود ان دونوں کی قرآنیت پر متفق ہو گئے۔ سبحان اللہ کیسی ملمع کاری سے ابن صباغ نے کام لیا ہے۔ جو سراسر تہمت اور تک بندی ہے جس کی تائید حضرات ابن مسعود کے قول سے ناممکن ہے۔ اور ابن صباغ کا یہ قول بھی غلط اور لغو ہے۔ کہ صحابہ کے نزدیک معوذتین متواتر ہوں۔ اور ابن مسعود کو اس کا علم نہ ہو۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا۔ کہ صحابہ کا یہ فرضی تواتر بھی بمقابلہ ابن مسعود ایک باطل چیز ہے۔ کہ ابن مسعود نے خود رسول اللہؐ سے قرآن کی تعلیم پائی تھی۔ نہ حضرتؐ نے اُن کو قرآن میں دونوں سورے پڑھائے تھے۔ اور نہ قرآن میں اُن کے لکھنے کا حکم دیا تھا ✣

**الحائرہ** خود ابن مسعود نے رسول اللہ صلعم سے معوذتین کا منزل من اللہ ہونا نقل کیا ہے۔ جیساکہ درمنثور جلد ششم میں ہے :۔ واخرج الطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن ابن مسعود عن النبی صلعم قال لقد انزل علی آیات لم ینزل مثلہن المعوذتین ✣

طبرانی نے کتاب معجم اوسط میں عمدہ سند کے ساتھ ابن مسعود سے نقل کیا ہے۔ وہ نبی صلعم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے اوپر کچھ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔ جن کی مثل کبھی

نازل نہیں ہوئی تھیں یعنی معوذتین ؛

**الاعجاز** اوّل تو اس روایت کی سندوں میں کوئی راوی غیر موثق بھی ہے۔ کہ طبرانی نے اس کی سند کو حسن لکھا ہے۔ مگر مدیر النجم نے ابلہ فریبی کے لئے سند حسن کا ترجمہ عمدہ سند کیا ہے۔ ثانیاً اس روایت سے معوذتین کا منزل من اللہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ نہ کہ ان دونوں کا قرآن ہونا ثابت ہوا۔ ہم نے سابق میں اتقان جلد ۱ صفحہ ۴۵ سے امام جوینی کا قول نقل کیا ہے۔ کہ کلام اللہ منزل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قرآن دوم سنت پس جبکہ روایت مذکورہ میں معوذتین کے متعلق دو احتمال ہوئے۔ تو صرف احتمال پر اکڑنا اور اس پر جم جانا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ معوذتین کی عدم قرآنیت مرجح رہیگی۔ کہ اس کی تائید دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ الغرض روایت مذکورہ شکوری دعوے کی مثبت نہیں ہے ؛

**الحائر** امام نووی شرح مہذب میں فرماتے ہیں :- اجمع المسلمون علی ان المعوذتین والفاتحۃ من القرآن وان من جحد منہا شیئاً کفر و ما نقل عن ابن مسعود غیر صحیح۔

مسلمانوں نے اجماع کیا ہے۔ اس بات پر کہ معوذتین اور فاتحہ منجملہ قرآن ہیں اور اس بات پر بھی اجماع کیا ہے۔ کہ جو شخص انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور ابن مسعود سے جو منقول ہے۔ وہ صحیح نہیں ہے ؛

**الاعجاز** ہم سابق میں اجماع کے بطلان پر امام مالک کا فتوے نقل کر چکے ہیں۔ لہذا ایسی باطل چیز کو مقام دلیل میں پیش کرنا باطل ہے۔ نیز مدیر النجم صاحب نے خود ایک کسوٹی ہمارے قبضہ میں دے دی ہے پس جبکہ خود بدولت خطاکاروں کے اجماع و تواتر کو غیر معتبر اور ناجائز العمل قرار دے چکے۔ تو اب اجماع کا نقارہ کس لئے بجایا جاتا ہے۔ ہاں صرف ایک صورت باقی رہ گئی۔ کہ معوذتین کی قرآنیت پر معصوم کی تصدیق متواتر پیش کی جائے۔ لیکن اتنا یاد رہے۔ کہ معصوم کی حدیث متواتر کی اسناد میں بھی کوئی سند غیر معصوم نہ ہو۔ ورنہ اگر ایک بھی راوی غیر معصوم ثابت ہوگیا۔ تو ایسی حدیث بھی جائز العمل نہ ہوگی ؛

پس جبکہ بسند معصوم یقینی طور سے معوذتین کا قرآن ہونا شکوری مذہب میں ثابت نہیں ہے۔ اور نہ قیامت تک ثابت ہو سکتا ہے۔ تو اس کا انکار بھی موجب کفر نہ ہوگا۔ ورنہ تکفیر کنندہ



خود بمصداق آیۂ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون کافر قرار پائیگا۔ اور اسلام سے خارج متصور ہوگا۔ بلکہ جو لوگ حمد و معوذتین کو محض اس لئے کہ مصحف عثمانی میں لکھی ہوئی ہیں اور صرف اس لئے کہ ان کی قرآنیت پر غیر معصوم خطاروں کا نام نہاد اجماع ہے۔ درآنحالیکہ ان کے پاس رسول اللہ کی کوئی حدیث متواتر نہیں ہے۔ جزو قرآن سمجھنا شکوری مذہب سے موجب کفر وبدعت فی الدین ہے ؛

**الحائر** علامہ ابن حزم نے المحلے میں لکھا ہے ؛

ھذا کذب علی ابن مسعود وموضوع وانما صح عنہ قراءۃ عاصم عن زر عنہ وفیہا المعوذتان والفاتحۃ ؛

انکار معوذتین ابن مسعود پر افترا اور جعل ہے۔ اور ابن مسعود سے صحت کے ساتھ منقول ہے۔ وہ عاصم کی قرائت ہے۔ عاصم نے زر بن حبیش سے وہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس قرائت میں معوذتین بھی ہیں۔ اور فاتحہ بھی ہے ؛

**الاعجاز** کذب کا جواب ابن حجر دے چکے۔ ابن مسعود کے انکار معوذتین کو احادیث صحیحہ سے وہ ثابت کر چکے۔ لہذا جو شخص یہ کہئے گا۔ کہ ابن مسعود پر جھوٹ بولا گیا ہے۔ تو اس کا قول مردود قرار پائے گا۔ عاصم کی طرف قرآن میں قرائۃ حمد و معوذتین کو منسوب کرنا صرف ابن حزم کا دعوے ہے۔ جو غیر معصوم و خطاکار ہے۔ لہذا شکوری معیار سے قابل اعتماد نہیں ہے۔ علاوہ اس کے عاصم نے خود تو ابن مسعود سے قرآن نہیں پڑھا تھا۔ بلکہ آپ کے استاد عبداللہ بن حبیب سلمی اور دوسرے استاد زر بن حبیش نے بھی صرف ابن مسعود سے قرآنی تعلیم نہیں پائی تھی۔ بلکہ یہ دونوں حضرت عثمان کے بھی شاگرد تھے۔ اور معلوم ہے یہ بات کہ حضرت عثمان نے ۲۵ھ میں مصحف کو مرتب کرکے اس کی چند نقلیں لکھوا کے مشتہر فرمائیں صحابہ کے پاس جتنے مصاحف تھے وہ سب آگ میں جلوائے مصحف ابن مسعود بھی آگ میں جلایا گیا پس ابن مسعود کا مصحف دنیا سے معدوم اور مصحف عثمانی دنیا میں رائج ہوگیا۔ اسی کی تعلیم ہونے لگی یہی مصحف زر اور سلمی نے پڑھا یہی مصحف ان دونوں نے عاصم کو پڑھایا۔ عاصم کی وفات ۱۲۷ھ میں ہوئی اس وقت ساری دنیائے اسلام میں مصحف عثمانی رائج ہو چکا تھا معلمین

قرآن اس کے خلاف کیسے تعلیم دے سکتے تھے۔ سوا عثمانی کا تغلّب مصحفِ عثمانی کے خلاف تعلیم میں شقاق ونفاق بلکہ قتل وخونریزی کا یقینی اندیشہ تھا۔ لہٰذا مصحفِ ابنِ مسعود کو نہ اُن کے دور کے شاگرد پڑھا سکے۔ اور نہ وہ لوگ تعلیم دے سکے۔ جنہوں نے صرف ابنِ مسعود سے قرآن پڑھا تھا۔ الغرض عاصم کی قرائت کو ابنِ مسعود کی قرائت بنانا یقیناً جہالت یا ابلہ فریبی ہے۔ ورنہ حماقت تو ضرور ہے۔ تو ہم فیصلہ کی بات کہتے ہیں۔ اگر مولوی عبد الشکور صاحب کے مذہب میں کچھ جان ہے۔ تو عبد اللہ سلمی اور زر بن حبیش کے کلام میں یہ تصریح دِکھائیں۔ کہ ان دونوں نے یہ بیان کیا ہو کہ ہم کو ابنِ مسعود نے قرآن میں معوذتین وحمد کی تعلیم دی تھی ۔

**الحایٔر** ابن حزم نے اپنی کتاب الفصل فی الملل والنحل جلد ۲ ص۷۷ میں لکھا ہے :۔

واما قولهم ان مصحف عبد الله بن مسعود خلاف مصحفنا فباطل وكذب وافك مصحف عبد الله بن مسعود انما فيه قرائته بلا شك وقرائته هي قرائة عاصم المشهورة عند جميع اهل الاسلام في شرق الدنيا وغربها نقرء بها كما ذكرنا ۔

لیکن لوگوں کا یہ کہنا کہ عبد اللہ بن مسعود کا مصحف ہمارے مصحف کے خلاف تھا۔ تو یہ بالکل غلط اور جھوٹ اور بُہتان ہے۔ ابنِ مسعود کا مصحف بلا شک وہی ہے جس میں اُن کی قرائت تھی۔ اور اُن کی قرائت وہی عاصم کی قرائت ہے۔ جو تمام مسلمانوں میں مشہور ہے۔ دُنیا کے شرق وغرب میں ہم لوگ اُس کو پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ۔

**الاعجاز** ابن حزم کا یہ قول صاحبِ عقل وہوش کے نزدیک جہلِ قبیح اور بُہتان صریح ہے۔ کہ آپ نے اپنی مذہبی روایات صحیحہ کو جھٹلا کر مصحفِ عثمانی کو مصحف ابنِ مسعود کے مطابق لکھ مارا ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ عاصم نے نہ ابنِ مسعود کے مصحف کی صورت دیکھی۔ اور نہ اُس کے موافق تعلیم پائی۔ کہ وہ ان کی پیدائش سے مدتوں پہلے نذرِ آتش ہو چکا تھا۔ بلکہ عاصم نے خود بھی مصحفِ عثمانی کو پڑھا اور اپنے شاگردوں کو بھی پڑھایا تھا۔ لہٰذا بالکل جھوٹ ہے کہ عاصم کی قرائت مصحف ابنِ مسعود کے مطابق تھی۔ ورنہ اُن کے کلام میں یہ تصریح دکھائی جائے۔ کہ اُنہوں نے اپنے کسی شاگرد سے فرمایا ہو کہ میں قرائت ابنِ مسعود کے موافق قرآن پڑھتا ہوں۔ الغرض ابن حزم کا قول محض توہم پر مبنی ہے۔ جو بالکل ہی بے اصل ہے اور قابلِ التفاتِ عقلا نہیں ہے ۔



**الحایٔر** علامہ بحر العلوم شرح مسلّم الثبوت میں لکھتے ہیں :۔

فنسبة انكار كونها من القران اليه غلط فاحش ومن اسند الانكار الى ابن مسعود فلا يعبأ بسنده عند معارضة هذه الاسانيد الصحيحة بالاجماع والمتلقاة بالقبول عند العلماء الكرام بل والامة كافة كلها فظهر ان نسبة الانكار الى ابن مسعود باطل ۔

ابنِ مسعود کی طرف اس کے قرآن ہونے کا انکار منسوب کرنا صریح غلطی ہے۔ اور جس نے یہ انکار ابنِ مسعود کی طرف منسوب کیا ہے۔ اُس کی سند لائق توجہ نہیں۔ جبکہ اُس کے خلاف یہ صحیح سندیں موجود ہیں۔ جن پر اجماع ہے۔ اور جن کو علمائے کرام نے بلکہ تمام اُمت نے قبول کیا ہے۔ پس صاف طور پر معلوم ہو گیا۔ کہ ابنِ مسعود کی طرف انکار کو منسوب کرنا باطل ہے ۔

یہ چار اقوال علمائے کرام کے اِس مقام پر کافی ہیں۔ جن میں دو روایت میں اعلےٰ پایہ رکھتے ہیں۔ اور دو درایت میں ۔

**الاعجاز** ابنِ حجر عسقلانی شارح بخاری کے نزدیک انکارِ ابنِ مسعود کو جھٹلانے والا مردود ہے۔ اور شارح مسلّم الثبوت کے نزدیک ابنِ مسعود کی طرف انکار کی نسبت دینا غلط ہے۔ لہٰذا شکوری مذہب کے دو عالموں کے قول آپس میں ٹکرا گئے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ واقع میں یہ دونوں قول صحیح نہیں ہو سکتے۔ پس لا محالہ ان میں سے ایک قول باطل قرار پائے گا۔ ان دونوں میں سے ایک غلط گو متصور ہوگا۔ نہ معلوم مولوی عبد الشکور صاحب ان دونوں میں سے کِس کو دروغ گو کہیں گے۔ لیکن اِس مقام پر صاحبانِ عقل وانصاف اہلسنت ابنِ حجر کے قول کو صحیح سمجھیں گے۔ اِس لئے کہ ان کے قول کی تائید مندرجہ ذیل حضرات سے ہوتی ہے۔ جن کی منقولہ روایات صحیحہ ہم اتقان سے سابق میں نقل کر چکے۔ وہ یہ ہیں۔ امام احمد[1] بن حنبل ۔ عبد اللہ بن احمد[2] ۔ ابن حبان[3] ۔ طبرانی[4] ۔ ابن مردویہ[5] ۔ اعمش[6] ۔ ابو اسحاق[7] ۔ عبد الرحمن بن یزید[8] نخعی ۔ بزار[9] ۔ پس ابن حجر کو جھوٹا سمجھنے سے یہ نو بزرگوار بھی جھوٹے قرار پائیں گے۔ بحر العلوم کا قول محض خیالی پلاؤ ہے۔ جس کی تائید میں نہ اُن کے پاس حدیث صحیح ہے۔ اور نہ کوئی دلیل صریح ہے۔ لہٰذا ایسا بے دلیل دعوےٰ لغو محض ہے ۔

**شکوری ترجمہ کی فاش غلطی** ہاں مولوی عبد الشکور صاحب آپ نے الحایٔر ص۷ میں

جناب حایری صاحب کے ایک ترجمہ کے متعلق خوب بدزبانی سے کام لیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ آپ اپنا مطلب اور ترجمہ بھی گورنمنٹ کے دفتر تراجم میں بھیج دیجئے۔ اور میرا مطلب اور ترجمہ بھی۔ اگر وہ آپ کے مطلب کی تائید و تصدیق کرے (ترجمہ کی تائید کے لئے کچھ نہیں لکھا۔ یہ بھی آپ کی ابلہ فریبی ہے) تو ایک ہزار روپیہ آپ کو دیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں۔ مدیر صاحب آپ ایک کھلی ہوئی چال چل گئے۔ کہ آپ نے اول حایری صاحب کے مطلب اور ترجمہ کا تذکرہ فرمایا پھر انعام صرف مطلب کی صحت پر مقرر کیا۔ اور ترجمہ کی صحت سے آنکھ چرائی۔ اب بتایئے آپ کے قول و فعل پر کیسے اعتماد ہو سکتا ہے۔ اور اگر آپ سچے ہیں۔ اور آپ کا مذہب بھی سچا ہے۔ تو ایک ہزار روپیہ دفتر تراجم میں جمع کر دیجئے۔ پھر جناب حایری صاحب سے ترجمہ اور مطلب کی صحت کا ثبوت طلب کیجئے۔ خالی خولی ہیہان ہلانے سے کام نہ چلے گا ٭

اب میں آپ کی عبارت پیش کرتا ہوں جس کا ترجمہ آپ نے بالکل غلط کیا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے :۔ فلا یعبا ربسند لا عند معارضة هذه الاسانید الصحیحة بالاجماع والمتلقاة بالقبول عند العلماء الکرام بل الامة کافة ملخصاً۔ اس عبارت کا جو غلط ترجمہ آپ نے کیا ہے۔ اس پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے۔ لہٰذا یہ ترجمہ آپ دفتر تراجم میں داخل کر کے ہم کو اطلاع دیجئے۔ اس وقت ہم آپ کے لئے چار ٹکے دفتر مذکور میں بھیج دیں گے۔ جو آپ کے ترجمہ کی صحت ثابت ہونے کے بعد آپ کو مل جائیں گے ٭

الحاصل آپ کے پیش کردہ چاروں قولوں کو ہم نے رد کر دیا۔ جو آپ کے نزدیک اعلےٰ پایہ رکھتے تھے۔ اب ان کے سوا جتنے ادنےٰ اقوال باقی رہ گئے ہوں۔ وہ بھی ہمارے سامنے لایئے۔ تاکہ ان کو بھی ہم رگڑ دیں۔ اور ترکی بہ ترکی جواب دیں ٭

**تنبیہ** مولوی عبدالشکور صاحب نے التحایر میں ص۸۸ سے ص۹۰ تک سات قاریوں کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ اور دکھلایا ہے کہ ان حضرات نے بالواسطہ حضرت ابن مسعود سے یا حضرت عثمان سے یا حضرت ابی بن کعب سے یا حضرت مولانا امیر المومنین سے قرآن مجید پڑھا تھا میں کہتا ہوں۔ اس سے مولوی صاحب موصوف کا دعوےٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ان سات قاریوں نے مصحف عثمانی کے سوا اور کسی مصحف کی تعلیم ہی نہ پائی تھی۔ ان کے عہد میں صرف



مصحف عثمانی رائج تھا مصحف ابن مسعود اور مصحف ابی بن کعب کا دنیا میں وجود ہی نہ تھا۔ یہ دو مصحف دور عثمانی میں نذر آتش ہوئے۔ امیر المومنین کا مصحف جو مطابق نزول مع تفسیر مرتب ہوا تھا۔ وہ آپ کے توامیں آئمہ کے پاس رہا۔ یہ کل حضرات اسی قرآن رائج کی تعلیم دیتے تھے۔ کہ ان کے مسلک سے یہ قرآن کامل تھا۔ اس دعوے کا ثبوت دوسرے باب میں آئے گا انشاء اللہ۔ الغرض عاصم وغیرہ قاریوں نے مصحف عثمانی کو خود بھی اپنے استاتذہ سے پڑھا۔ اور اپنے تلامذہ کو پڑھایا۔ لیکن اس پر یہ کہنا کہ ان قاریوں نے مصحف ابن مسعود وغیرہ کے مطابق تعلیم دی تھی۔ قطعاً غلط اور دروغ اور دعوے بے دلیل ہے ٭

**التحایر ص۹۰** دیکھو[1] ان تینوں قاریوں (عاصم۔ حمزہ۔ کسائی) نے اسی قرآن شریف کو جس طرح حضرت عثمان۔ حضرت علیؑ۔ حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا۔ اسی طرح حضرت ابن مسعود سے بھی روایت کیا۔ اور کوئی[2] اختلاف ان کا یا کسی کا کسی لفظ کے متعلق نقل نہیں کیا۔ معلوم[3] ہوا کہ اختلاف کی روایتیں محض بے بنیاد اور کسی دشمن قرآن کی خانہ زاد ہیں۔ کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں۔ ہاں[4] فروشی (بلکہ فروعی) اختلافات البتہ صحابہ کرام میں تھے اور اب تک ہیں۔ اور وہ[5] سب مختلف قرائتیں لوح محفوظ سے اتری تھیں۔ اور رسول اللہ صلعم نے تعلیم دی تھیں ٭

**الاعجاز** ع۱ بالکل غلط ہے کہ ان تینوں قاریوں نے مصحف عثمانی کی طرح مصحف ابی اور مصحف ابن مسعود کو بھی روایت کیا ہے کہ دونوں مصحفوں کا دنیا میں وجود ہی نہیں رہا تھا کہ ان کی روایت کرتے۔ ع۲ یہ بھی جھوٹ ہے۔ کہ ان حضرات نے کسی لفظ کے متعلق اختلاف نقل نہیں کیا ہم آگے چلکر علقمہ اور ابو الدرداء کی روایت نقل کر کے اختلاف کو دکھائیں گے ٭ ع۳ اختلاف کی روایتیں اعدائے قرآن کی طرف آپ نے منسوب فرمائی ہیں۔ لہٰذا آپ کے قول سے آپ کے مذہبی آئمہ اور اکابر مذہب دشمنان قرآن ثابت ہو گئے۔ منجملہ ان کے امام احمد بن حنبل اور ابن حجر عسقلانی وغیرہ جن کے اقوال اور مرویہ حدیثیں ہم پیشتر لکھ چکے ہیں۔ اعدائے قرآن کے نرغہ ہو گئے سچ ہے نادان دوست سے دشمن دانا بہتر ہوتا ہے

ترا اژدہا گر بود یار غار ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ مدیر النجم کس درجہ عقلمند ہے۔ کہ نادانی سے اپنے اکابر دین کو

دشمنانِ قرآن لکھتا ہے۔ لہذا ایسا ہرزہ گو اگر شیعوں کو اعدائے قرآن لکھے۔ تو برا ماننے کی بات نہیں ہے۔ ع۴ فروعی اختلافات کا صحابہ میں تسلیم کرنا قرآن کے عدم تواتر کی دلیل ہے۔ ورنہ اگر قرآن متواتر ہوتا۔ تو صحابہ میں ہرگز اصولی اور فروعی اختلاف نہ ہوتا۔ فروعی اختلاف کے آپ خود قائل ہیں اصولی اختلاف کا ہم ناقابلِ انکار ثبوت دے چکے۔ کہ جواب دیتے وقت کنجِ قفس میں آپ کا طائرِ روح پھڑپھڑائے گا۔ ع۵ جب وہ سب مختلف قرائتیں لوحِ محفوظ سے اتری تھیں اور رسول اللہ صلعم نے تعلیم بھی کی تھیں۔ تو قرآن موجود میں ان کا وجود کیوں نہیں ہے۔ کیوں قرآن کو لوحِ محفوظ اور تعلیم رسول صلعم کے برخلاف مرتب کیا گیا۔ اے حضرت یہی تحریف ہے جس کے آپ خود مقر ہیں۔ الحمد للہ کہ خود آپ کے قلم سے وہ بات نکل گئی جو آپ کے مذہب کے لئے سم قاتل ہے +

**تنبیہ** مولوی عبدالشکور صاحب نے الحایرٔ میں صـ۹۱ سے صـ۹۳ تک چند حدیثیں اور کچھ اقوال لکھے ہیں۔ جن سے حضرت ابنِ مسعود کی جلالتِ شان ثابت ہوتی ہے۔ اگر ہماری کتاب مطاعن میں ہوتی۔ تو ہم بھی اس کے جواب میں شکوری کتابوں سے وہ ناقابلِ انکار چیزیں نقل کرتے جن سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا کہ حضرت عثمان نے ایسے جلیل القدر صحابی کو خوب ٹھوکا خوب پیٹا یہاں تک کہ مظلوم کی پسلی بھی ٹوٹ گئی۔ اور اسی صدمہ سے ابنِ مسعود نے قید خانہ دنیا کو چھوڑا۔ ان کا مصحف آگ میں جلایا گیا۔ الغرض بجبر حکومت ہے بند کیا۔ وغیرہ وغیرہ

**الحایرٔ صـ۹۳** حضرت ابنِ مسعود کی جلالتِ شان کو دیکھکر عقل سلیم باور نہیں کر سکتی۔ کہ آپ نے حمد و معوذتین کی قرآنیت کا انکار کیا ہو۔ اور آپ کے ہزاروں شاگردوں میں سے صرف تین شاگرد (علقمہ۔ زربن حبیش۔ ابو عبدالرحمن سلمی) اس انکار کی روایت کرتے۔ پھر وہ انکار کس مپرسی کے عالم میں پڑا رہتا الخ

**الاعجازہ** آپ کی عقل باور نہ کرے لیکن علامہ ابن حجر اور امام احمد بن حنبل وغیرہ نے ابن مسعود کے انکار کو تسلیم کیا ہے۔ ابنِ مسعود کے شاگرد اکثر و بیشتر عثمان خانی تھے۔ پھر وہ کیوں مصحفِ عثمانی کے خلاف روایت کرتے پھر جب مصحفِ ابنِ مسعود دنیا سے معدوم کر دیا گیا۔ تو اس کا تذکرہ فضول سمجھا ہو گا۔ ہاں جو شاگرد لائق تھے۔ انہوں نے اپنے استاد کی یاد تازہ رکھنے کے لئے انکارِ ابنِ مسعود کی روایت فرمائی۔ یہ انکار ہرگز کس مپرسی کے عالم میں نہیں پڑا



رہا۔ بلکہ اب تک آپ کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور رہے گا کس مپرسی تو جب ہوتی۔ کہ اس کی روایت بھی کوئی نہ کرتا۔ حالانکہ احادیثِ صحیحہ اِس انکار کے متعلق منقول و ماثور ہیں۔ آپ کے امام مالک بسم اللہ کی قرآنیت کے منکر ہیں۔ تو ان پر کونسا الزام قایم ہے۔ جو ابنِ مسعود پر انکارِ قرآنیت معوذتین کی وجہ سے جرم قائم کیا جاتا۔ آپ مصحفِ عثمانی کو اصل دین لکھتے ہیں۔ یہ دعوے بے دلیل ہے۔ اس پر آپ کے پاس کوئی حدیث متواتر یا صحیح رسول اللہ صلعم کی موجود نہیں ہے ورنہ اس مصحف کو اصل دین ماننے کے بعد یقیناً آپ کو اپنے دین سے ہاتھ اٹھانا پڑیگا۔ اس لئے کہ اس میں تحریف یقیناً ہوئی ہے جیسا کہ ہم آپ کی کتابوں سے قیامت خیز ثبوت دے چکے پس جبکہ آپ کی اصل دین ناقص ہوئی۔ تو آپ کا دین بھی باطل ہے +

**الحایرٔ** اگر ع۱ ابنِ مسعود منکر ہوتے تو ان سورتوں کی قرآنیت مختلف فیہ ہو جاتی۔ ع۲ اور ان کے شاگرد اس انکار کی روایت کرتے اور ع۳ محدثین کی ملتزم الصحۃ کتابوں میں یہ روایتیں ملتیں۔ یا ع۴ ابن مسعود اس انکار کی وجہ سے بدنام ہو جاتے۔ بلکہ ع۵ ان کی تفسیق یا تکفیر ہوتی اور صحابہ اور تابعین ان کو ذلیل سمجھتے۔ جب یہ کچھ بھی نہ ہوا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ انکار ابنِ مسعود کی روایتیں جعلی ہیں +

**الاعجازہ** ع۱ زمانہ ابنِ مسعود میں معوذتین و حمد کی قرآنیت یقیناً مختلف فیہ تھی۔ اور اب تک آپ کے مذہب سے ان کی قرآنیت ثابت نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ جب تک آپ کی کتابوں میں انکار ابنِ مسعود کی روایاتِ صحیحہ موجود ہیں۔ ان سوروں کی قرآنیت مشکوک رہیگی۔ ع۲ یہ لازم نہیں کہ ابنِ مسعود کے تمام شاگرد ان کے انکار کی روایت کرتے۔ چند شاگردوں کا تذکرہ کر دینا یادگار باقی رکھنے کے لئے کافی ہے۔ ع۳ بقول آپ کے آپ کے مذہب میں کوئی کتاب ملتزم الصحۃ نہیں ہے۔ آپ نے صحیحین یعنی بخاری و مسلم کا حقیقی طور سے معتبر ہونے کا بھی انکار کیا ہے۔ الحایرٔ صـ۱۰۶ ع۴ ابنِ مسعود نے اپنے مصحف میں حمد و معوذتین کو نہیں لکھا تھا۔ پھر جناب عثمان نے اپنے طور سے مصحف کو جمع کیا۔ تو یہ نا ہوئی کیا۔ کہ صحابہ کے پاس مصحفِ عثمانی کے خلاف جتنے مصاحف ہیں وہ سب آگ میں جلا دیئے جائیں۔ چنانچہ نادری حکم سے جلائے گئے۔ ابن مسعود نے اپنا مصحف دینے سے انکار کیا تھا۔ تو انہیں پیٹا۔ کہ غریب کی پسلی بھی ٹوٹ گئی پس اگر صحابہ ان کو ذلیل نہ سمجھتے۔ تو رسول اللہ

کا بزرگ صحابی یوں نہ پیٹا جاتا۔ ۵ قرآن کی کسی آیت کے انکار سے آپکے مذہب میں آپکے ہم مذہب فاسق یا کافر نہیں سمجھے جاتے ہیں۔ ورنہ امام مالک کو انکارِ قرآنیتِ بسم اللہ کی وجہ سے فاسق یا کافر ضرور سمجھا جاتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا پس معلوم ہوا کہ انکار ابن مسعود کی روایات جعلی نہیں ہیں۔ خصوصاً جبکہ علامہ ابن حجر اُن کی صحت تسلیم کر چکے +

**تنبیہ** مولوی عبدالشکور صاحب نے الحائر صفحہ ۹۴ و ۹۵ میں یہ بیان کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے عہد میں قرآن مجموع و مرتب ہو کر متواتر ہو چکا تھا۔ بیشمار سینوں اور سفینوں میں اُس کی حفاظت ہو چکی تھی۔ یہ بات آپ پر نورِ توفیق سے روشن ہوئی ہے۔ بیشمار دلائل خطریہ اور نقلیہ نے آپ کے خیالِ سابق کو محو کر دیا ہے۔ اب عرصہ دراز سے آپ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھنے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ مگر ابھی توفیق الٰہی آپکے شاملِ حال نہیں ہوئی (اور نہ زندگی بھر ہوگی) غرض آپ کی یہ لاف و گزاف اچھی طرح رد کر دی گئی ہے۔ اور خوب واضح کر دیا گیا۔ کہ نہ رسول اللہ صلعم کے عہد میں قرآن مرتب ہوا اور نہ عہدِ صحابہ میں یہ متواتر تھا۔ اور نہ کوئی دلیل آپکے پاس موجود ہے۔ جو خرافات آپ نے لکھی ہیں۔ جن کو آپ نورِ توفیق لکھتے ہیں۔ اُن کا ازالہ کر دیا گیا۔ اب کوئی اور نئی بات دل سے تراشئے پھر ہم سے اس کا بھی جواب لیجئے +

**الحائر** اب ایک ذراسی بات رہ گئی۔ کہ حافظ ابن حجر عسقلانی شیخ الاسلام نے انکار معوذتین کی روایت کو صحیح لکھا ہے۔ دو ایک علماء نے اُن کی تقلید کی ہے لیکن اس کامل تحقیق کے بعد اسکے جواب دینے کی ضرورت نہیں رہی۔ اور اصل یہ ہے کہ جو روایت کسی علتِ معنوی کی وجہ سے مقدوح ہوتی ہے۔ تو اُس کی جرح و تعدیل میں محدثین کا اختلاف ہو جاتا ہے کسی کا ذہن اُس علت تک پہنچ جاتا ہے۔ تو وہ اُس روایت پر قدح کر دیتا ہے۔ اور کسی کی سمجھ میں وہ علت نہیں آتی۔ تو وہ اس روایت کو صحیح کہہ دیتا ہے +

**الاعجاز** ابن حجر سمیت تو دس قول ہم نے نقل کئے ہیں۔ آپ دو ایک لکھتے ہیں۔ کیا خوب دیانت ہے۔ آپ کی تحقیقِ کامل بالکل ہی لچر ثابت ہو گئی۔ لہٰذا اس فضول بات پر اکڑنا فضول ہے۔ اگر جرح و تعدیل کا یہ معیار جو آپ نے لکھا ہے صحیح ہے۔ تو اس پر آپ قائم رہیں۔ آیندہ انکار نہ کریں۔ کہ ہم اس سے کام لیں گے۔ بہر طور جو لوگ کسی روایت کی صحت کو تسلیم کر چکے۔



تو اُن کا قول آپ کا مذہبی قول متصور ہوگا۔ ورنہ پھر آپ کو ہرگز جائز نہ ہوگا۔ کہ آپ ہمارے مذہب کی کوئی روایت لے کر جو ہمارے نزدیک مقدوح ہے لیکن ہمارے بعض اکابر نے اُس کی صحت کو تسلیم کر لیا ہے ہمارے نزدیک مقامِ حجت میں پیش نہ کریں +

**تنبیہ** جناب علامہ حائری صاحب نے اپنے موعظہ میں دُرِ منثور جلد ۶ صفحہ ۳۵۸ سے ایک روایت نقل فرمائی تھی۔ جو بروایت سعید بن منصور۔ احمد۔ عبد بن حمید۔ بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن جریر۔ ابن المنذر۔ ابن مردویہ علقمہ سے منقول ہے وہ کہتے تھے میں ایک مرتبہ شام میں آیا۔ اور ابو الدرداء صحابی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُنھوں نے پوچھا تم کس جماعت سے ہو میں نے جوابدیا کوفہ کا باشندہ ہوں۔ اُنھوں نے دریافت کیا تم نے ابن مسعود کو سورۂ واللیل کیونکر پڑھتے ہوئے سُنا ہے۔ میں نے جوابدیا والذکر والانثیٰ۔ اُنھوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یوں ہی پڑھتے ہوئے سُنا ہے لیکن لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں وما خلق الذکر و الانثیٰ پڑھوں۔ بخدا میں ہرگز ان کی متابعت نہ کروں گا +

اس روایت سے ظاہر ہوا کہ رسول اللہ صلعم کی تعلیم و قرائت میں لفظ وما خلق آیت میں نہ تھا۔ ورنہ ابن مسعود ضرور اس لفظ کو پڑھاتے اور ابو الدرداء صحابی قسم کھا کر اس لفظ کی قرائت میں پیروی قوم کا انکار نہ فرماتے۔ علقمہ تابعی ہے۔ ابو الدرداء اور ابن مسعود صحابی ہیں۔ یہ تینوں لفظ وما خلق کی قرآنیت کے منکر تھے۔ مگر مولوی عبدالشکور صاحب الحائر صفحہ ۹۷ میں لکھتے ہیں۔ لفظ وما خلق کے کلامِ الٰہی ہونے کی نفی نہ ابن مسعود نے کی ہے۔ اور نہ ابو الدرداء نے۔ رہا ابو الدرداء کا انکار اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جو تعلیم کسی صحابی کو رسول اللہ صلعم سے مل جاتی تھی۔ وہ اُس پر قائم ہو جاتے تھے۔ اور اُسے ترک نہ کرتے تھے۔ اگرچہ قابلِ وثوق اُس کے خلاف دوسری تعلیم اُن تک پہنچ جاتی تھی +

میں کہتا ہوں۔ کہ ابو الدرداء کا صاف صاف انکار ثابت ہے۔ لہٰذا جو لوگ لفظ وما خلق کی قرآنیت کے مدعی ہیں۔ اُن کو لازم ہے۔ کہ اسی طرح صفائی اور صراحت کے ساتھ آنحضرت صلعم کی حدیثِ متواتر میں یہ دکھلائیں۔ کہ آپ نے دیگر صحابہ کو سورۂ واللیل میں لفظ وما خلق بھی پڑھایا تھا۔ اور جب تک اس صراحت کیساتھ ثبوت نہ دیا جائے گا۔ ان تین بزرگوار ں

کی گواہی سے لفظ مذکور کی قرآنیت معدوم رہے گی۔ اس کے بعد مدیر صاحب فرماتے ہیں ؛

**الحائر** اسی کو اختلافِ قرائت کہتے ہیں۔ لہذا اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ آیت دونوں قرائتوں کے ساتھ نازل ہوئی۔ اور رسول اللہ نے دونوں قرائتیں تعلیم دی ہوں۔ ابو الدرداء اور ابن مسعود کو صرف والذکرِ والانثیٰ ۔ پڑھایا ہو۔ اور دوسروں کو وما خلق الذکرَ والانثیٰ کی تعلیم دی ہو ؛

**الاعجاز** اے حضرت صرف ہوگا ہوگی سے کام نہ چلے گا۔ بلکہ صاف صاف حدیثِ متواتر ہیں دکھائیے۔ کہ آنجنابؐ نے کسی صحابی کو لفظ مذکورہ آیت میں پڑھایا تھا۔ یقینی ثبوت سے پہلے آپ کا دعوے مہمل ہے ؛

**الحائر** ثانیاً اس روایت میں بھی وہی خرابی موجود ہے۔ جو روایاتِ سابقہ میں تھی یعنی یہ روایت دوسری روایاتِ متواترہ کے خلاف ہے۔ قرائے سبعہ کی متواتر سندوں میں ابنِ مسعود سے بھی قرآن منقول ہے جس میں لفظ وما خلق ہے علقمہ بھی اسی قرآن کو ابنِ مسعود سے روایت کرتے تھے ؛

**الاعجاز** اس روایت کے خلاف کوئی متواتر روایت آپ کی کتابوں میں نہیں ہے۔ تواتر کا دعوے محض آپ کی ابلہ فریبی ہے۔ قرائِ سبعہ کی سندوں کا ہم جواب دے چکے کہ ان سب نے مصحفِ عثمانی کی تعلیم پائی تھی۔ اسی کی انہوں نے روایت کی ہے۔ ابن مسعود کا مصحف اُن کے عہد سے برسہا برس پہلے معدوم ہو چکا تھا جہاں علقمہ نے مصحفِ عثمانی کی روایت کی ہے۔ وہاں ابنِ مسعود کی قرائت بھی نقل فرمائی ہے علقمہ کے کلام میں کہیں تصریح نہیں ہے۔ کہ انہوں نے قرآن کی ابنِ مسعود کی قرائت کے مطابق تعلیم دی تھی۔ ورنہ اس کی صراحت دکھائیے ؛

**الحائر** اس کے علاوہ اور بھی خرابیاں اس روایت میں ہیں۔ لہذا قطعاً یہ روایت من حیث السند شاذ ہوگئی۔ اور من حیث المتن بالکل ساقط الاعتبار ہے یہی وجہ ہے کہ آئمہ قرائت نے والذکرِ والانثیٰ کو قرائت شاذہ میں شمار کیا ہے۔ اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ اگر نماز میں قصداً کوئی شخص اس قرائت کو پڑھے۔ تو اس کی نماز نہ ہوگی ؛



**الاعجاز** آپ کے نزدیک کسی روایت کا شاذ مفروض ہو جانا اُس کی واقعیت کو برطرف نہیں کر سکتا ہے۔ چونکہ آپ کے خیال میں یہ مصحفِ عثمانی جو آپ کے مذہب سے یقیناً محرف ہے صحیح فرض کر لیا گیا ہے۔ لہذا اس کے خلاف روایتوں کو آپ کبھی نسخ تلاوت سی موضوع چیزوں پر محمول کرتے ہیں۔ اور کبھی شاذ بنا دیتے ہیں۔ اور کبھی احادیثِ صحیحہ کو جعلی کہہ دیتے ہیں پس جیسا موقع آپ دیکھتے ہیں۔ ویسا ہی بول اُٹھتے ہیں۔ میں کہہ چکا کہ آپ کے مذہب کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ خاطیوں کے اجماع کو دلیل میں پیش کرنا خطا ہے۔ دیکھو الحائر صنـ۱۶ ۔ اب رہا نماز کا اس قرائت سے باطل ہو جانا یہ بھی دلیل قرآنیت لفظ مذکور نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو حضرات لفظ وما خلق کو قرآن نہیں جانتے ہیں۔ اُن کے نزدیک اس لفظ کی قرائت سے نماز باطل ہوگی۔ اس کی نظیر بسم اللہ ہے۔ پس جو لوگ بسم اللہ کی قرآنیت کے منکر ہیں۔ وہ بھی نماز میں بسم اللہ کو سورہ کے ساتھ پڑھنا مبطل نماز قرار دیں گے۔ فرقہ مالکیہ سے سوال کر کے جواب لیجئے۔ الغرض سورۂ واللیل میں لفظ وما خلق ابنِ مسعود اور ابو الدرداء کی قرائت سے قرآن نہیں ہے۔ تفسیرِ بغوی میں ابنِ مسعود اور ابو الدرداء کی قرائت والذکرَ والانثیٰ لکھی ہے ؛

**الحائر** مدیر النجم صاحب نے الحائر صفحہ ۹۵ میں جواباً لکھا ہے۔ کہ سورۂ احزاب کی دو سو آیتیں تھیں۔ مگر حضرت عثمان اس سے (موجودہ تہتر آیتوں سے) زائد لکھنے پر قادر نہ ہوئے۔ اس کی وجہ دوسری روایتوں میں بیان ہوئی ہے۔ جن کو حائری صاحب نے نقل نہیں کیا ہے۔ چنانچہ حذیفہ سے درمنثور میں منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ وہ آیتیں ہم بھول گئے۔ پھر کہیں نہ ملیں۔ خدا نے ایسے نسیانِ عام کو نسخ کی علامت قرار دیا ہے۔ قولہ تعالے سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ وقولہ تعالیٰ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا۔ اسی وجہ سے اہلسنت نے اس روایت کو منسوخ کی مثال میں پیش کیا ہے۔ کسی نے اس سے تحریف کو نہیں سمجھا ہے ؛

**الاعجاز** غنیمت ہے کہ احزاب میں دو سو آیتوں کا ہونا تسلیم کر لیا گیا۔ اب رہی یہ بات کہ اس میں اب تہتر آیتیں موجود ہیں۔ باقی کیا ہوگئیں۔ مولوی عبد الشکور صاحب فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان کو جتنی ملی تھیں۔ وہ آپ نے لکھ دیں۔ بقیہ آپ کو دستیاب نہیں ہوئیں۔

اس لئے کہ تمام صحابہ اُن کو بھول گئے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جتنی آیتوں کو تمام صحابہ نے فراموش کیا تھا۔ آیا اُن کا بدل خدا نے قرآن میں بھیجا یا نہیں۔ پہلی صورت کا ثبوت رسول اللہ صلعم کی حدیثِ متواتر سے دیجئے۔ اور دوسری صورت آپ کے خیالی وعدۂ خداوندی انا لہ لحافظون۔ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ جب احزاب کی بکثرت آیتیں لوگ فراموش کر بیٹھے۔ اور کسی کو وہ آیتیں یاد نہ رہیں۔ تو قرآن کہاں محفوظ رہا۔ پس وعدۂ الٰہی کہاں ادا ہوا۔ الغرض اگر صحابہ اپنی تساہلی و غفلت سے وہ آیات بھول گئے۔ تو پورا قرآن محفوظ نہ رہا۔ اور اگر خدا نے اُن کو بھلادیں۔ اور اُن کا بدل نازل نہ فرمایا۔ تو قرآن محفوظ نہ رہا ✤

اگرچہ خدا نے انسا کو اپنی طرف منسوب کیا ہے لیکن آیاتِ منسیہ کا بدل نازل کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ لہٰذا جتنی آیتیں دستیاب نہ ہوئیں۔ اُن کو آیاتِ منسوخہ یا منسیہ فرض کر کے آیہ ما ننسخ من آیۃ الخ سے اُن کے نسخ پر دلیل لانا بالکل فضول بات ہے جب تک کہ قرآن میں اُن کا بدل یقینی طور سے نہ دکھایا جائے۔ اور جب تک بدل نہ دکھایا جائے گا۔ اُس وقت تک نسخ یا انسا کو اُن سے متعلق سمجھ لینا سخت بیوقوفی ہے۔ بلکہ اُن آیتوں کے بارے میں یہی کہا جائے گا۔ کہ وہ آیتیں صحابہ کی غفلت سے یا اُن کے لڑائیوں میں کام آنے سے گم ہوگئیں۔ یا جناب عثمان نے اُن کو قرآن سے خارج کر دیا۔ بہرطور ہر صورت میں مصحفِ عثمانی ناقص یا محرف متصور ہوگا ✤

مگر آیہ سنقرئک فلا تنسیٰ کی تفسیر میں جو کچھ ماثور ہے۔ وہ ہم تفسیر خازن جلد ۷ صـ ۱۹۶ سے نقل کرتے ہیں ✤

(سنقرئک) ای نعلمک القرآن بقرائۃ جبرئیل علیک (فلا تنسیٰ) یعنی ما یقرء علیک وذالک ان النبی صلعم کان اذا نزل جبرئیل بالوحی لم یفرغ من اخر الایۃ حتی نیکلم رسول اللہ صلعم باولھا مخافۃ ینساھا فانزل اللہ تعالیٰ سنقرئک فلا تنسیٰ فلم ینس شیئا بعد ذالک۔ (الا ماشاء اللہ) یعنی ان تنساہ وھو ما نسخ اللہ تعالیٰ تلاوتہ من القرآن ورفعہ من الصدور۔ وقیل معناہ الا ماشاء اللہ ان تنساہ ثم تذکرہ بعد ذالک کما صح من حدیث عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت سمع رسول اللہ صلعم رجلا یقرء فی سورۃ باللیل فقال یرحمہ اللہ لقد ذکرنی کذا وکذا ایۃ کنت انسیتھا من سورۃ کذا وکذا۔ وفی روایۃ کنت اسقطتھن



من سورۃ کذا اخرجاہ فی الصحیحین وقیل ھذا الاستثناء لم یقع ولم یشاء اللہ ان ینسیہ شیئا ✤

یعنی ہم آپ کو اے رسولؐ قرآن کی تعلیم دیں گے۔ اس ذریعہ سے کہ جبرئیل آپ کے سامنے اُس کو پڑھیں گے پس آپ فراموش نہ کریں اُس کو جو آپ کے سامنے پڑھا جائے۔ سبب اس کا یہ ہے۔ کہ جبرئیل جس وقت وحی لے کر نازل ہوتے تھے۔ تو آخر آیت تک پڑھنے سے فارغ نہ ہوتے تھے کہ رسولؐ اللہ اُس کو اوّل سے تلاوت کرنے لگتے تھے۔ اس خوف سے کہ اُسے بھول نہ جائیں پس خدا نے یہ آیت سنقرئک الخ نازل فرمائی۔ اس کے بعد آپ کچھ نہ بھولے۔ مگر اس چیز کو جو خدا چاہے تم بھول جاؤ گے (مفسّر کہتا ہے) یہ نسیان اُن آیتوں کے متعلق ہے جن کی تلاوت خدا نے نسخ فرمائی ہے۔ اور صدور سے اُن کو محو کر دیا ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ اِلا ماشاء اللہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم بھول جاؤ گے پھر اس کے بعد تم کو وہ یاد آجائے گی جیسا کہ حضرت عائشہ کی حدیثِ صحیح میں ہے۔ معظمہ نے فرمایا۔ ایک شب رسولؐ اللہ نے کسی کو سورہ پڑھتے ہوئے سُنا۔ تو فرمایا۔ خدا اس پر رحم فرمائے کہ اس نے مجھے وہ آیت یاد دلائی جو میں فلاں سورہ کی بھول گیا تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے میں اُس کو فلاں سورہ سے ساقط کر دیا کرتا تھا۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے صحیحین میں اخراج کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ یہ استثنا کبھی واقع نہیں ہوا۔ اور اللہ نے کبھی نہیں چاہا کہ رسول اللہ کو وہ کوئی آیت بھلائے ✤

الغرض قولِ مفسّر جو نسخِ تلاوت سے مرتبط ہے۔ اُسے چھوڑیئے کہ ہم اس کتاب میں سابقاً نسخ تلاوت کا اچھی طرح استیصال کر چکے ہیں پس شکوری صاحب کو لازم ہے کہ حدیث اُم المومنین کو مدِنظر رکھیں۔ یا عدم وقوع استثنا کے قائل ہو جائیں۔ اور نسخِ تلاوت سے ہاتھ اُٹھائیں۔ ہم پیشتر لکھ چکے ہیں۔ کہ تحریف و تنقیص قرآن کو چھپانے کے لئے آپ کے اکابر نے نسخِ تلاوت کو وضع کیا ہے۔ لہٰذا ان حضرات کا نسخ کی بحث میں ان چیزوں کا لکھنا مثبتِ مدعا نہیں ہے ✤

**تنبیہ** مولوی عبدالشکور صاحب نے النجائز میں صـ ۹۹ میں سورۂ توبہ کی کمی کے متعلق جو کچھ جواب دیا ہے۔ وہ نسخِ تلاوت پر موقوف ہے۔ پس جبکہ ہم نسخِ تلاوت کو باطل کر چکے تو یہ جواب بھی اُڑ گیا۔ لہٰذا سورۂ توبہ سے منافقین کے اسمار کا خارج کیا جانا جامع القرآن کی تحریف کہلائے گا ✤

اِس کے بعد موصوف نے صـ۹۹ سے صـ۱۰۲ تک لفظی بحث میں رنگے ہیں۔ ہم اِس بحث کو کوہ کندن اور کاہ برآوردن سمجھتے ہیں۔ شکوری مذہب میں تحریف ثابت کرنے والی بہت سی چیزیں موجود ہیں۔ جو ناظرین کی توسیع معلومات کے لئے سابقاً مذکور ہوئیں پس اب ضرورت نہیں رہی کہ بحث کی جائے کہ سورہ حمد میں صراط س سے تھا یا صاد سے۔ سورہ جمعہ میں فاسعوا نازل ہوا تھا یا فامضوا سورہ طلاق میں فطلقوھن لعدتھن جبرئیل لائے تھے یا فطلقوھن فی قبل عدتھن وغیرہ وغیرہ غرض اِس قسم کی لفظی بحث میں کاغذ سیاہ کرنا ہمارے نزدیک تضیع اوقات ہے ✣

پھر صـ۱۰۲ کے آخر سے صـ۱۰۴ تک یہ بحث ہوئی ہے کہ جناب علاّمہ حایری صاحب نے لکھا تھا۔ کہ حضرت عائشہ وجناب حفصہ نے اپنے مصحف میں آیۂ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی کے بعد لفظ صلوٰۃ العصر لکھوائی تھی۔ مگر مصحفِ عثمانی میں یہ لفظ نہیں ہے جس سے معلوم ہوا۔ کہ مصحفِ عثمانی میں تحریف کی گئی ہے ۔ مدیر صاحب نے اس کا جواب یہ دیا ہے۔ کہ اُم المومنین نے یہ تفسیر رسول اللہ سے سُنی تھی۔ لہذا بطور تفسیر یہ لفظ معظمہ نے مصحف میں لکھوا دیا بعض صحابہ نے یادداشت کے لئے کچھ تفسیری الفاظ اپنے مصاحف میں درج فرمائے تھے۔ خود دُرِ منثور جلد ا صـ۳۰۲ لغایت صـ۳۰۵ کے دیکھنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ لفظ تفسیر کے لئے ہے غرض اِس لفظ کا مصحفِ عثمانی میں نہ ہونا دلیلِ تحریف نہیں ہے۔ ایک روایت میں الصلوٰۃ الوسطی کے بعد وھی صلوٰۃ العصر ہے۔ کسی میں الوسطی صلوٰۃ العصر ہے۔ جو تفسیر ہونے کی دلیل ہے ✣

**الاعجاز** مولوی عبدالشکور صاحب آپ نے علاّمہ حائری صاحب پر الحائر صـ۱۰۳ میں جرم خیانت وجہالت قائم کیا ہے۔ حالانکہ اِس مرض میں آپ خود مبتلا ہیں۔ مَیں اِس جگہ آپ کا مقولہ مقبولہ نقل کرتا ہوں۔ کہ جب باطل کی حمایت کے لئے کوئی شخص اُٹھتا ہے۔ تو جہالت وخیانت بلکہ ہر نا کردنی کام اُس سے سرزد ہوتے ہیں۔ الغرض آپ نے باطل کی حمایت میں خیانت سے کام لیا ہے۔ کہ درمنثور سے چھانٹ چھانٹ کے چند روائتیں نقل کر کے اپنے خود تراشیدہ منصوبہ کو ثابت کرنے کا قصد کیا ہے۔ مگر پھر بھی آپ ناکام رہے



اِس لئے کہ لفظ وصلوٰۃ العصر کا تفسیر کے طور پر اُم المومنین کا لکھوانا کسی روایت میں نہ صراحتاً مذکور ہے۔ اور نہ کسی روایت سے یہ مطلب مفہوم ہوتا ہے۔ بلکہ آپ کے دعوے کے خلاف چند حدیثوں میں تصریح مذکور ہے۔ کہ لفظ مذکور قرآن میں داخل تھا۔ اور اُم المومنین نے رسول اللہؐ سے اِس لفظ کو پڑھا اور سُنا تھا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ یہ لفظ تفسیر کے طور پر نہیں لکھوایا گیا تھا۔ اب نمونہ کے طور پر درمنثور جلد ا صـ۳۰۲ سے ثبوت ملاحظہ ہو :۔

واخرج عبدالرزاق والبخاری فی تاریخہ وابن جریر وابن ابی داؤد فی المصاحف عن ابی رافع مولی حفصۃ قال استکتبنی حفصۃ مصحفا قالت اذا اتیت علی ھذہ الایۃ فتعال حتی املیھا علیک کما قرأتھا فلما اتیت علی ھذہ الایۃ حافظوا علی الصلوات قالت اکتب حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی وصلوٰۃ العصر فلقیت ابی بن کعب فقلت ابا المنذر ان حفصۃ قالت کذا وکذا فقال ھو کما قالت الخ

عبدالرزاق نے روایت کی ہے۔ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں۔ اور ابن جریر نے اور ابن ابی داؤد نے المصاحف میں ابو رافع آزاد کردہ حضرت حفصہ سے نقل کیا ہے۔ اُس نے کہا۔ حفصہ نے مجھ سے ایک مصحف لکھوایا۔ فرمایا جب تم اس آیت پر آؤ تو میرے پاس چلے آنا کہ مَیں تم کو یہ آیت اُس طرح لکھواؤں گی کہ جیسا میں نے اس کو پڑھا ہے۔ غرض جب مَیں آیۂ حافظوا علی الصلوات پر پہنچا۔ تو معظمہ نے فرمایا لکھ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی وصلوٰۃ العصر۔ پس مَیں نے ابی بن کعب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے ابو المنذر جناب حفصہ نے ایسا فرمایا ہے۔ جواب دیا جیسا معظمہ نے فرمایا ایسا ہی ہے ✣

اِس حدیث سے ظاہر ہوا۔ کہ جناب حفصہ نے لفظ مذکور کو قرآن میں پڑھا تھا۔ حضرت ابی نے اس کی تائید فرمائی ✣

واخرج مالک وابو عبید وعبد بن حمید وابو یعلی وابن جریر وابن الانباری فی المصاحف والبیھقی فی سننہ عن عمرو بن رافع قال کنت اکتب مصحفا لحفصۃ زوج النبی صلعم فقالت اذا بلغت ھذہ الایۃ فآذنی حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی فلما بلغتھا آذنتھا فاملت علی حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی وصلوٰۃ العصر وقوموا

ﷲ قانتین وقالت اشھد انی سمعتھا من رسول اللہ صلعم ؛

امام مالک اور ابو عبید اور عبد بن حمید اور ابو یعلی۔ اور ابن جریر نے روایت کی ہے۔ اور ابن الانباری نے المصاحف میں اور بیہقی نے السنن میں عمرو بن رافع سے نقل کیا ہے۔ اُس نے کہا میں جناب حفصہ زوجۂ نبی صلعم کا مصحف لکھ رہا تھا۔ کہ معظمہؓ نے فرمایا جب تم اس آیۂ حافظوا علی الصلوات تک پہنچو۔ تو مجھے خبر دیدینا پس جب میں اس آیت تک پہنچا۔ تو محترمہ کو میں نے خبر دیدی پس آپ نے مجھے لکھوایا۔ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وصلوۃ العصر الخ اور فرمایا میں گواہی دیتی ہوں۔ کہ میں نے رسول اللہؐ سے اس کو سنا ہے ؛

اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا۔ کہ لفظ مذکور تفسیری نہ تھا۔ بلکہ اُم المومنین نے رسول اللہؐ سے سنا تھا امام مالک۔ امام احمد۔ عبد بن حمید۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن جریر۔ ابن ابی داؤد۔ ابن الانباری۔ بیہقی نے ابو یونس آزاد کردہ جناب عائیشہ سے اسی مضمون کی روایت نقل فرمائی ہے۔ اُن معظمہؓ نے بھی خدا گواہ کرکے فرمایا تھا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے اس آیت کو سنا ہے ؛

درمنثور جلد ۱ صفحہ ۳۰۲ میں ہے۔ ابن عمر نے اپنی بہن جناب حفصہ سے اسی مضمون کی روایت نقل فرمائی ہے ؛

**الحائر** صفحہ ۱۰۴ میں مدیر النجم صاحب فرماتے ہیں بعض روایات کا مضمون یہ بھی ہے۔ کہ یہ آیت پہلے یوں نازل ہوئی تھی۔ حافظوا علی الصلوات والعصر اس کے بعد والعصر کی لفظ منسوخ ہو گئی۔ اور بجائے اس کے والصلوۃ الوسطی کی لفظ نازل ہو گئی۔ (اس جگہ مدیر صاحب نے درمنثور جلد ۱ صفحہ ۳۰۲ سے براء بن عازب کی ایک روایت نقل کی ہے)

**الاعجاز** درمنثور جلد ۱ صفحہ ۱۰۲ میں ہے حضرت ابی بن کعب پڑھتے تھے حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی صلوۃ العصر۔ اور ابن عباسؓ بھی یہی پڑھتے تھے۔ غرض جناب حفصہ اور حضرت عائشہ اور ابی بن کعب جنہوں نے خود رسول اللہؐ سے قرآن کی تعلیم پائی تھی۔ ان میں سے کسی نے لفظ العصر کی منسوخیت کو بیان نہیں کیا پس ان کو نسخ کی خبر نہ ہوئی۔ اور براء بن عازب کو نسخ پر اطلاع ہو گئی عجیب تماشا ہے۔ ابن عباس اور ابن عمر



نے بھی نسخ کی روایت نہیں فرمائی پھر کیسے خبر واحد کو تسلیم کر لیا جائے خصوصاً ایسے حال میں کہ اُس کے خلاف روایتیں موجود ہیں۔ لفظ صلوۃ العصر کا جزو قرآن ہونا رسولؐ اللہ کی تعلیم سے ثابت ہے۔ لہذا اس کو تفسیر کے لئے بتانا غلط اور ایک وہمی خیال ہے۔ ایک شخص کے قول پر بنا کر کے نسخ ماننا بھی مہمل ہے جبکہ اس کے خلاف اقوال موجود ہیں۔ براء بن عازب کی حیثیت بمقابلہ حضرت ابی کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لئے ابی وہ بزرگوار ہیں۔ کہ رسول اللہؐ نے اُن سے صحابہ کو قرآن پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ براء اس امتیازی طرہ سے بری ہے ؛

اُم المومنین حضرت عائیشہ و جناب حفصہ کی روایت کو خازن بغدادی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے

**الحائر صفحہ ۱۰۵** المختصر درمنثور کی روایات سے صاف ہو گیا۔ کہ الصلوۃ الوسطی کی تفسیر میں حضرت حفصہ نے صلوۃ العصر کی لفظ لکھوائی تھی نہ بطور لفظ قرآنی کے۔ مگر حائری صاحب نے نقل روایت میں خیانت کی۔ یہ پتہ نہ دیا کہ یہ روایت کس موقع کی ہے۔ اور اُس کے اوّل و آخر میں کیا ہے ؛

**الاعجاز** الحاصل درمنثور کی روایات دیکھنے سے پتہ لگ گیا۔ کہ حضرت حفصہ نے لفظ مذکور قرآن میں پڑھا تھا۔ اور رسولؐ اللہ سے سنا تھا۔ لہذا تفسیر کے طور پر نہیں لکھوایا تھا۔ لہذا مدیر النجم صاحب کی خیانت اور افترا قابلِ معافی نہیں ہے ؛

**تنبیہ** جناب علّامہ حائری صاحب نے اپنے موعظہ میں فرمایا تھا۔ کہ آیۂ بلغ ما انزل الیک الخ میں فقرہ ان علیا مولی المومنین بھی نازل ہوا تھا۔ جو قرآن سے خارج کر دیا گیا۔ آیاتِ منسوخہ میں کسی سُنّی عالم نے اس آیت کو نہیں لکھا ہے۔ کہ فقرۂ مذکور منسوخ متصور ہو لہذا آیت میں تحریف ہوئی ہے۔ درمنثور اہلسنّت کی معتبر اور مشہور تفسیر ہے ؛

**الحائر صفحہ ۱۰۵** میں مدیر النجم صاحب نے جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حائری صاحب نے درمنثور کی ایک روایت بلا سند نقل کی ہے۔ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ آیت کا مطلب عام ہے یعنی اے نبی جو شریعت کے احکام آپ پر نازل ہوئے ان کی تبلیغ حجۃ الوداع کے موقع پر کر دیجئے۔ کہ اتنا بڑا مجمع پھر کبھی نہ ملیگا۔ ورنہ تبلیغ رسالت کا فرض ادا نہ ہوگا۔ خدا آپکو دشمنوں سے محفوظ رکھیگا۔ مگر کسی مصنف نے حضرت علی کا نام آیت میں تصنیف کر کے آیت کا مطلب نہایت رکیک بنا دیا ہے ؛

**الاعجاز**

ابنِ مسعود کی روایت بلاسند نقل کرنے کا الزام ابن مردویہ پر قائم ہوگا یا سیوطی پر کہ ان دونوں نے سند کو بیان نہیں کیا ہے۔ حائری صاحب نے روایت کو درمنثور سے بجنسہٖ نقل فرمایا ہے۔ لہٰذا ترکِ سند کا جرم آپ پر عائد نہیں ہوسکتا ہے۔ آپ نے آیت کے مطلب کو عام مُراد لیا ہے۔ یعنی آپ کے زعم میں اِس آیت کے ذریعہ سے رسول اللہ صلعم کو کل احکامِ شریعت کی تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا حضرت والا یہ وہ بات ہے جو آوّل صرف حضرت عائشہ کے مُنہ سے نکلی تھی۔ ورنہ صداقت تو جب ہے کہ متواتر طریقہ سے خود رسول اللہ صلعم کی زبانی دکھایا جائے۔ کہ خدا نے کل احکامِ شریعت کی تبلیغ کا حکم دیا تھا۔ پھر یہ بھی ثابت کیا جائے۔ کہ آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر کل احکامِ شریعت کی تبلیغ فرمائی۔ اور کوئی ایک حکم بھی بغیر تبلیغ نہیں چھوڑا تھا۔ اِس مسئلہ کو حل کر کے اپنے مذہب کا زندہ ثبوت ہونا ثابت کیجئے۔ ابن عباس۔ جابر بن عبداللہ انصاری سے بطریق صلح آپ کے حاکم ابو القاسم حسکانی نے اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ ولایت علی ابن ابی طالب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی ؎

درمنثور جلد ۲ صہ ۲۹۸ میں ابوسعید خدری سے منقول ہے۔ کہ آیۂ مذکورہ روزِ غدیر خم حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی تھی ؎

تفسیرِ خازن جلد ۲ صہ ۶۱ میں آیۂ مذکورہ کے متعلق حسن بصری وغیرہ کا قول آپ کی خجالت کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے :- روی عن الحسن ان اللہ لما بعث رسولہ صلعم ضاق ذرعا وعرف ان من الناس من یکذبہ فانزل ھذہ الایۃ ؎

حسن بصری سے روایت ہے کہ اللہ نے جب اپنے رسول صلعم کو مبعوث فرمایا تو آپ تنگدل ہوئے۔ اور آپ نے سمجھ لیا۔ کہ بعضے آپ کی تکذیب کریں گے پس خدا نے یہ آیت اُتاری ؎

اِس قول سے ظاہر ہوا کہ آیت مذکورہ کا نزول ابتدا ءِ بعثت میں ہوا تھا۔ نہ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد مفسرِ خازن نے آیت کے شانِ نزول کے متعلق اقوالِ مختلفہ لکھے ہیں۔ پہلا قول عیبِ یہود کے بارے میں نازل ہوئی۔ دوسرا قول جہاد کے متعلق اُتری تیسرا قول مسئلہ رجم و قصاص اِس آیت کی منزل ہے۔ بغوی نے چوتھے قول یعنی نکاحِ زینب بنت جحش کو آیت کا شانِ نزول لکھا ہے ؎



مدیر صاحب آپ نے دیکھا کہ آپ کے مذہب میں کس قدر تصنیفات و اختراعات سے کام لیا گیا ہے۔ آپ نے صرف ایک ہی تصنیف دکھائی تھی۔ مگر ہم نے اُس پر چار کا اضافہ کر دیا ہے۔ چھٹی تصنیف آپ کی ہے۔ بغرض آپ حضرات نے تصنیفات و مزخرفات سے آیت کے مطلب میں رکاکت بھی پیدا کر دی ہے۔ اور خلافِ عقل و نقل بھی اُس کو بنا دیا ہے ؎

**الحائر صہ ۱۰۶**

حائری صاحب نے لکھا ہے کہ مسلمات اہلسنت سے ثابت ہے۔ کہ یہ آیت غدیر خم میں نازل ہوئی۔ اور باتفاق جمیع اُمت پیغمبرؐ نے وہیں ولایتِ علیؑ کی تبلیغ بھی کر دی۔ حائری صاحب نے حضرت علیؑ کی خیالی خلافت بلافصل کے متعلق رسالہ موعظہ غدیریہ لکھا ہے جو اب ان سب خرافات کا نصیحۃ الشیعہ میں ہو چکا جس کا جواب الجواب نہ آج تک ہوا اور نہ آیندہ ہوگا۔ بے حیا باش ہرچہ خواہی گو ؎

**الاعجاز**

بیشک آیۂ مذکورہ کا غدیر خم میں نازل ہونا اہلسنت کے نزدیک مسلّم ہے۔ آپ کے نزدیک خوارج و نواصب خذلھم اللہ بھی اہلسنت ہیں۔ اور یہ لوگ اس کے منکر ہیں۔ لہٰذا آپ کو تعجب ہوا۔ اور آپ نے استہزا فرمایا۔ لاریب آنحضرتؐ نے اپنی اُمت کے سامنے ولایت مولانا امیرالمومنینؑ کی تبلیغ فرمائی۔ سب سے پہلے حضرت عمر بن خطاب نے آپ کی ولایت کو تسلیم کیا۔ اور مبارکباد دی۔ ہاں اُمت سوا اِس واقعہ کی مُنکر ہے۔ تو اس معاویہ شاہی گروہ کا انکار اصل معاملہ کو پوشیدہ نہیں کر سکتا ہے۔ خیالی خلافت اور وہمی امارت حضرات ثلثہ کی ہے جس کی حقیقت پر رسولؐ اللہ کی حدیثِ ضعیف بھی آپ لوگ آج تک پیش نہ کر سکے۔ اور نہ قیامت تک لا سکتے ہیں۔ بالکل جھوٹ ہے۔ کہ نصیحۃ الشیعہ کا جواب نہیں ہوا۔ اُس کے بہت سے جواب ہو چکے ہیں۔ رسالہ روشنی نے کل خوارج و نواصب کی آنکھیں خیرہ بلکہ نابینا کر دیں۔ آپ کے ایسے ہی بیہودہ دعوے ہوتے ہیں۔ کہ شیعوں سے جواب نہیں ہوسکتا۔ تنبیہ الحائرین کے متعلق آپ نے ادعا مچا رکھا تھا۔ اب دیکھو ہم نے کیسا اُس کو رگڑا ہے۔ بھلا باطل میں بھی کہیں اتنی طاقت ہے۔ کہ ہمارے سامنے میدان میں جم سکے۔ سچ ہے۔ بیحیا باش ہرچہ خواہی گو کے مصداق آپ ہیں۔ موعظہ غدیر نے آپ کے بدن میں لرزہ ڈال دیا ہے۔ ذرا ہمت کر کے اس کا جواب دیجئے ؎

**الحائر صہ ۹۳**

حاشیہ میں لکھا ہے۔ درمنثور نہ معتبر ہے اور نہ مشہور۔ یہ کتاب جمع روایات کے لئے ہے۔

اِس میں تنقید بالکل نہیں ہے مسلمانوں میں حقیقی طور پر صرف ایک کتاب معتبر ہے۔ جس کا پیارا نام قرآن مجید ہے۔ اس کے سوا کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس کا ہر ایک حرف واجب التسلیم ہو۔ بخاری و مسلم کا پایہ کتب احادیث میں سب سے اعلےٰ ہے۔ مگر علتِ معنویہ کے لحاظ سے اس کی حدیثوں میں بھی جانچ ہوتی ہے بیسیوں فنون اس کے لئے مدوّن ہیں۔ مگر وہ کیا سمجھے۔ جس کے مذہب کی بنیاد طلسمِ ہوشربا پر ہو ✦

**الاعجاز** بالکل جھوٹ ہے کہ در منثور معتبر اور مشہور نہیں ہے۔ آپ کے مذہب میں کوئی کتاب حدیث و تفسیر نہیں ہے جس میں جمع روایات مزخرفہ سے کام نہ لیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ بخاری مسلم کے موضوعات مشہور ہیں۔ بیشک مسلمانوں میں قرآن مجید معتبر کتاب ہے۔ اس کا ہر ایک حرف واجب التسلیم ہے۔ مگر آپ کے امام مالک بسم اللہ کو قرآن تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ امام شافعی بھی بطریق آحاد اس کو قرآن مانتے نہیں۔ رہے نواصب وہ قرآن کے منکر ہیں۔ اس لئے کہ اُن کے نزدیک قرآن قدیم ہے۔ خدا کی صفت ذاتیہ ہے۔ ان کے عقیدۂ باطلہ کے لحاظ سے نہ قرآن نازل ہوا اور نہ ہو سکتا تھا۔ اُن کے پاس قرآن نہیں ہے۔ اور نہ اُن کے بزرگوں کے پاس تھا۔ اللہ اکبر پیارا نام — اے حضرت یہ نام آپ کو کہاں سے ملا۔ بلکہ آپ کے ایک بزرگ نے اس کا نام مصحف رکھا تھا۔ دیکھو اتقان جلد ا ص ۵۳ پھر اس کا نام امام رکھا گیا۔ جیسا کہ سابق اتقان کے حوالہ سے لکھا گیا۔ اب تو اس کو مصحفِ عثمانی کہیے۔ دیکھو کیسا پیارا نام ہے۔ کہ نام کتاب کے ساتھ مؤلف کی بھی یاد تازہ ہوتی ہے۔ جو آپ کے دل و دماغ کو تازگی بخشتا ہے۔ بیشک آپ کی کوئی کتاب علت سے خالی نہیں ہے جبھی تو ٹوک دینے پر آپ اپنی ہر ایک کتاب کو غیر معتبر کہہ دیتے ہیں۔ کیوں جناب یہ لفظ تنقید آپ نے جس معنے میں استعمال کیا ہے۔ اسکا ثبوت کسی لغت سے دیجیے۔ بلکہ مہربانی کر کے صرف یہ لفظ ہی کسی لغتِ عرب میں دکھا دیجئے۔ ورنہ آیندہ خورده گیری چھوڑ دیجئے۔ کہ حرف گیری بری بات ہے ✦

نقادی احادیث کے لئے بیسیوں فنون پر کیوں اکڑتے ہو۔ مہربانی کر کے چند فنون ایسے لکھیے۔ جس کے بانی اور موجد صرف آپ کے اکابر ہوں۔ اور شیعوں کا مُنہ نہ چڑھایا گیا ہو۔ آپکا مذہب طلسم ہوشربا کی کہانی سے بھی بدتر ہے۔ کہ اس کی باتیں محال عقلی نہیں ہیں۔ مگر آپ کے مذہبی اصول میں سے قدامتِ قرآن اور دیدارِ خدا وہ مسئلہ ہے۔ جو عقلاً محال ہے۔ رہے عمری جنگی کارنامے۔ وہ تو



داستانِ امیر حمزہ۔ اور رستم نامہ اور بوستانِ خیال اور عمر عیار کی زنبیل کے قصوں سے کم نہیں ہیں۔ سوچو اور شرم سے گردن جھکاؤ۔ سچ ہے۔ بےحیا باش ہرچہ خواہی گو ✦

**الحائر** حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ ہرگز جمیع اُمت کا اس پر اتفاق نہیں۔ بلکہ جمیع اُمت کا اس کے خلاف پر اتفاق ہے۔ ولایت علیؑ بمعنے خلافت بلا فصل کی تبلیغ کبھی خدا کے رسول صلعم نے نہیں کی ہے۔ یہ افترا ابن سبا کا ہے ✦

**الاعجاز** امۃ النبی اتباعہ یعنی نبیؐ کی حقیقۃً اُمت وہی ہے۔ جو نبیؐ کی پیرو ہو۔ لہٰذا اس اُمتِ مرحومہ کا یقیناً اتفاق ہے۔ اس بات پر کہ حضور سید عالمؐ نے جناب امیر المومنین کو اپنا خلیفہ بلا فصل بنایا تھا۔ اور غدیرِ خم میں اس کی تبلیغ فرمائی تھی۔ مگر خوارج جو اُمت سے خارج ہو گئے۔ اور نواصب جو نفسِ رسول سے عداوت رکھتے ہیں۔ اس خلافت بلا فصل کے منکر ہیں۔ اور ابنِ سبا ملعون کا افترا اس کو سمجھتے ہیں۔ آپ کے لئے یہی جواب مناسب ہے ✦

**الحائر** یہ آیت ہرگز غدیرِ خم میں نازل نہیں ہوئی۔ بلکہ غدیرِ خم کے واقعہ سے بہت پہلے رسالت کے وقت نازل ہوئی تھی ✦

**الاعجاز** قطعاً جھوٹ ہے۔ عبقات الانوار کی برق وہابی سوز نے اس دروغ گوئی کی پوری سزا دیدی ہے۔ یہ وہ کتاب لاجواب ہے۔ جو وہابیوں کے لئے قہرِ خدا ہے۔ جس میں صدہا راویوں کے نام درج ہیں جنھوں نے واقعۂ غدیر کو بتواتر نقل کیا ہے۔ اس کتاب نے وہابیوں کے دانت شکستہ کر دیئے۔ آج تک کسی وہابی نے اس کا جواب دیا ہو تو بتایئے۔ غرض کسی وہابی ناصبی کے انکار سے حق پردہ پوش نہیں ہو سکتا ہے ✦

**الحائر** شیعوں کی کتب معتبرہ تفسیر قمی و اصولِ کافی سے بھی ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہ آیت غدیرِ خم سے نو دن پہلے نازل ہو چکی تھی ✦

**الاعجاز** بالکل جھوٹ ہے۔ عبارت کا نقل نہ کرنا دلیل کذب ہے۔ جو موجبِ رسوائی ہوتی ہے ✦

**الحائر** ابنِ مسعود پر افترا ہے کہ اُنہوں نے آیت میں حضرت علیؑ کا نام پڑھا تھا۔ اس روایت کی پوری سند بھی معلوم نہیں۔ اور جتنی معلوم ہوئی ہے۔ اُس میں ابو بکر عیاش

ایک ضعیف الحافظہ کثیر الغلط وہمی شخص ہے۔ اور دوسرا شخص عاصم ہے۔ اور معلوم نہیں کون عاصم ہے۔ اس نام کے جتنے راوی ہیں۔ وہ سب ضعیف الحافظہ ہیں۔ یہ دونوں باتیں مدلل طریقہ سے ثابت کردی ہیں۔ (لفظ مدلل بے اصل ہے۔ الاعجاز)

**الاعجاز** اگر ابن مسعود پر افترا ہے۔ تو مفتری آپکے بزرگ ابن مردویہ اور علامہ سیوطی ہیں۔ جبکہ پوری سند معلوم نہ تھی۔ تو آپکے اکابر نے اس روایت کو نقل کرکے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ کیوں حضرت یہ کونسی دیانت ہے۔ کہ ابوبکر عیاش اور عاصم کی روایت کو آپ طرح کرتے ہیں۔ اور زبیر بن بکار کی روایت پر آپ صدق دل سے ایمان لاچکے ہیں۔ حالانکہ زبیر بن بکار کذاب بھی ہے مفتری بھی ہے۔ دشمن امیر المومنینؑ بھی ہے۔ یہی آخری صفت اس کی باعث ہوئی ہے۔ کہ آپکے نزدیک اس کی روایت مقبول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپنے اس کی روایت عقد ام کلثوم کی تصدیق فرمائی۔ اور اس پر ایمان لائے پس اگر آپ ذرہ برابر بھی اسلام و انصاف رکھتے ہیں۔ تو آیندہ زبیر کی تہمت معہودہ کو ہمارے سامنے پیش نہ کیجیئے گا۔ ورنہ پھر ابوبکر عیاش کی اس روایت کو آپ افترا، کہنے سے توبہ کرلیجئے +

**تنبیہ** مدیر النجم نے الحائر صـ ۱۰۷ و ۱۰۸ میں آیۂ رجم وغیرہ کی تحریف کا جواب نسخ سے دیا ہے ہم نسخ تلاوت کو پوری طرح رد کرچکے۔ آیۂ رجم کے متعلق پوری بحث کرچکے۔ اب اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ صـ ۱۰۹ سے صـ ۱۱۵ تک جو چیزیں آپنے لکھی ہیں۔ اُن کا زلزلہ افگن جواب ہوچکا۔ اب چند باتیں باقی رہ گئیں۔ اُن کے جوابات ملاحظہ ہوں +

**الحائر** حضرت عثمان پر قرآن جلانے کا الزام یہ طعن ایک پرانا فرسودہ طعن ہے جس کے ایسے نفیس جوابات دیئے جاچکے کہ بیچارے مخالفوں کو بھی ان کی عمدگی کا اقرار کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ ابن میسم بحرانی شرح نہج البلاغۃ میں لکھتے ہیں۔ وقد اجاب الناصرون لعثمان من ھذہ الاحداث باجوبۃ مستحسنۃ وھی مذکورۃ فی مطولات۔ یعنی عثمان کے طرفداروں نے ان اعتراضات کے عمدہ جوابات دیئے ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں نصیحۃ الشیعہ اور النجم میں اس کا جواب دیا جاچکا ہے۔ مگر شیعہ بڑے باحیا ہیں۔ کہ پھر اُن کو زبان پر لاتے ہیں +

**الاعجاز** حضرت عثمان کا قرآن کے نسخے جلوانا بخاری پ۲۰۔ فتح الباری۔ فیض الباری



میں مذکور ہے۔ تفسیر خازن جلد ا صـ ۸ میں ہے۔ اتقان سے ہم سابقاً عبارت نقل کرچکے۔ یہ طعن نہیں ہے۔ نہ اس کا جواب آپ کے امکان میں ہے۔ ہاں یہ کتابیں بھی آگ میں جھونک دیجئے۔ تو جواب ہوجائے گا۔ درحقیقت نواصب بڑے بیحیا ہیں۔ کہ جو چیز ان کی متعدد کتابوں میں موجود ہے اُس کا بھی یہ لوگ انکار کرتے ہیں۔ شرح نہج البلاغۃ سے بغیر حوالہ صفحہ سر بریدہ عبارت نقل کرنا ابلہ فریبی ہے۔ صداقت تو جب تھی۔ کہ اوّل احداث کا تذکرہ کیا ہوتا۔ تاکہ ناظرین سمجھتے۔ کہ یہ اعتراضات ہیں جن کے جوابات عثمانی گروہ نے دیئے ہیں پھر دلیری یہ دکھائی ہے۔ کہ مستحسنۃ کا ترجمہ عمدہ کیا ہے۔ حالانکہ استحسان کے معنے ہیں عمدہ سمجھنا بنابریں اجوبۃ مستحسنۃ کا حاصل ترجمہ یہ ہے۔ کہ ان جوابوں کو عثمانی خائنوں نے عمدہ سمجھا ہے۔ نہ یہ کہ یہ خرافات جناب میسم کے نزدیک عمدہ تھیں۔ دُنیا میں کوئی شیعہ ایسا نہیں ہے جو نواصب کے جوابات کو عمدہ کہے۔ مدیر صاحب اگر آپ حیادار ہیں۔ تو آیندہ جناب میسم کی عبارت مذکورہ کو پیش نہ کریں گے۔ اور سر بریدہ بے حوالہ بھی کوئی عبارت نہ لکھیں گے۔ ابھی آپ کی نصیحۃ الشیعہ اس کا جواب رسالہ رُوشنی اور النجم کا جواب رسالہ اصلاح۔ رسالہ الشمس۔ رسالہ القول الکریم دیکھیئے۔ جن کے جوابات کی آپ کو ہمت و جرأت نہ ہوئی۔ اور نہ زندگی بھر اُن کا جواب آپ دے سکیں گے۔ تنبیہ الناصبین ایک کوہ گراں ہے۔ جو آپکے اولین و آخرین سے بھی ذرہ برابر ہل نہیں سکتا۔ غلط ہو تو سب ملکر جنبش و تجربہ کر لیجئے۔ یہی گو اور یہی میدان +

**الحائر** حاشیہ میں لکھا ہے۔ جوابات کا حاصل یہ ہے کہ روایت میں جو لفظ ہے۔ اُس میں محدثین کا اختلاف ہے۔ کہ یحرق بجائے حطی ہے جس کے معنی جلانے کے ہیں یا یخرق ہے۔ جسکے معنی پھاڑنے کے ہیں۔ دوسرے جن کتب میں یہ واقعہ درج ہے۔ اُسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ بعض صحابہ نے یادداشت کے لئے تفسیری الفاظ یا منسوخ التلاوۃ آیتیں اپنے مصحف میں لکھ لی تھیں صرف اُن کو پھاڑا یا جلایا گیا۔ کیونکہ اگر وہ مصحف رہ جاتے۔ تو آیندہ نسلوں کے اشتباہ کا اندیشہ تھا پس حضرت عثمان نے قرآن نہیں جلایا بلکہ وہ چیز جلائی جو ہمارے ایمان میں خلل انداز ہوتی +

**الاعجاز** ہم کو آپکے خانگی اختلاف سے کیا مطلب ہے ہمکو ان محدثین کے اقوال سے غرض ہے جنہوں نے یحرق حا حطی سے لکھا ہے۔ اور اسی کو صحیح مانا ہے۔ بالکل جھوٹ ہے

کہ جن کتابوں میں قرآن کے احراق کا حادثہ مذکور ہے۔ اُس کے ساتھ یہ مضمون بھی ہے۔ جو آپ نے تراشا ہے جس پر ہم نے خطِ کھینچ دیا ہے۔ اگر سچے ہو۔ تو اتقان۔ تفسیر خازن۔ فیض الباری وغیرہ میں دکھایئے۔ اور بحوالہ صفحہ مضمون مذکور نقل کیجئے۔ یہ آپ کا مذہب ہے۔ کہ آپ کھلا ہُوا جھوٹ بولتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں۔ اس طعن کا عمدہ جواب ہو گیا۔ اے حضرت جتنے مصاحف جلائے گئے۔ اُن کے باقی رہ جانے سے اشتباہ ہر گز نہ ہوتا۔ بلکہ مصحفِ عثمانی کی حقیقت منکشف ہو جاتی۔ مدیر صاحب! بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ آپ نے نام نہاد عثمانی طرفداری میں خود رفتہ ہو کر ان صحابہ کرام کے ایمان کو آگ میں جلا کر خاک میں ملا دیا جنہوں نے مطابق نزول مصاحف لکھے تھے۔ اور رسول اللہ سے قرآن کی تعلیم پائی تھی۔ بھلا اصحابِ باوفا شاگردانِ باصفا معاذ اللہ ایسے بے ایمان تھے۔ کہ جو آیت منسوخ ہو چکی تھی۔ اُس کو بھی اُنہوں نے قرآن میں لکھ لیا تھا۔ اور دین میں رخنہ اندازی کا قصد کیا تھا۔ بلکہ کچھ آیتیں بالفرض منسوخ بھی ہو چکی تھیں۔ تو اُن کی یادداشت کہاں ضروری تھی۔ کہ اُن کو وہ حضرات لکھتے۔ اور اگر یہ بھی بالفرض محال تسلیم کر لیا جائے۔ تو یادداشت کے لئے قرآن میں لکھنا کیونکر اُن کو جائز تھا۔ بلکہ درحقیقت اگر یادداشت کی ضرورت ہوتی۔ تو یقیناً وہ حضرات کسی دوسری چیز میں قرآن سے علیحدہ لکھتے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ مدیر النجم نے صحابہ کرام پر کیسی کھلی ہوئی تہمت لگا کر اُن کو گنہگار اور بے ایمان لکھا ہے +

اے حضرت اُن بزرگواروں نے قرآن کو سات حرفوں پر لکھا تھا۔ جو خدا نے لوحِ محفوظ سے نازل فرمائے تھے۔ مگر آپ کے امام جناب عثمان نے چھ حرف اُڑا دیئے۔ صرف ایک حرف باقی رکھا لہٰذا مصحفِ عثمانی اور دیگر مصاحف میں اختلافِ شدید ہو گیا تھا پس حاکمِ وقت نے یہ تدبیر چلی۔ کہ اپنے جمع کئے ہوئے مصحف کے سوا جتنے مصاحف تھے۔ وہ آگ میں جلوا دیئے۔ کہ نہ اُن کا وجود رہے گا۔ اور نہ مصحفِ عثمانی مطعون ہوگا جناب عثمان نے تدبیر اچھی کی تھی مگر اتفاق وقت کہ وہ تدبیر اُلٹی پڑ گئی۔ کہ راویوں نے اِس حادثہ کی روایت شروع کر دی۔ اب تو اس خبرِ موحش کا دبنا محال ہو گیا ہے +

**الحائر** ولید بن عبد الملک کا قرآن پر تیر زنی کرنا تاریخ الخلفاء سے نقل کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ سُنّیوں کا خلیفہ قرآن کو تیروں سے غربال کرنے کے بعد بھی مومن رہا سیوطی نے یہ



واقعہ مناقبِ ولید میں لکھا ہے۔ اگر اِس واقعہ کو کسی سُنّی نے مناقبِ ولید میں لکھا ہو اور حائری صاحب دکھا دیں۔ تو ایک ہزار روپیہ میں انعام دوں گا۔ اگر یہ بھی دکھلا دیں۔ کہ اِس واقعہ کے بعد بھی ولید مومن رہا۔ تو بھی وہی انعام دوں گا۔ غضب ہے۔ بکہ خود ہی فسق ولم یخف الاثام نقل کریں پھر یہ بھی لکھیں۔ عداوتِ قرآن کریم نے ان کو بالکل مختل الحواس بنا دیا ہے +

**الاعجاز** الحمد للہ کہ ولید کا قرآن مجید پر ظلم مدیر النجم نے مان لیا۔ ہاں جناب یہ تو فرمایئے۔ کہ ولید کو اس حادثہ تیر زنی پر کس وہابی نے کافر لکھا ہے۔ ذرا کتاب کی عبارت مع حوالہ ہمارے سامنے لایئے پس جبکہ آج تک کسی وہابی نے ولید پر حکم کفر جاری نہیں کیا۔ تو اہلسنت نواصب کے مذہب کے لحاظ سے حائری صاحب نے ولید کو مومن لکھ دیا۔ تو کیا بے جا کیا۔ آپ نے انعام مقرر کیا ہے۔ ہمیان ہلائی ہے۔ تو مہربانی اور ہمت کر کے ایک ہزار روپیہ اوّل عدالت میں داخل کر کے اقرار نامہ رجسٹری کرا دیجئے۔ پھر جناب حائری صاحب سے مطالبہ کیجئے۔ قبل از وقت خالی ہمیان ہلانے سے کام نہ چلے گا +

حائری صاحب کو ضرورت نہیں ہے۔ کہ واقعہ تیر زنی کے بعد ولید کا مومن رہنا آپ کی کتابوں میں دکھائیں۔ بلکہ آپ پر لازم ہے۔ کہ آپ اُس کے لئے فتوائے کفر دکھایئے۔ آپ کے اکابر کا اُس کو کافر و مرتد نہ لکھنا اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ ولید اس حرکت کے بعد بھی آپ کے مذہب سے ویسا ہی مومن رہا۔ کہ جیسے وہ اوّل دن سے تھا۔ اے حضرت آپ کو وجہ بھی معلوم ہے۔ کہ آپ کے اکابر نے ولید پر ذرہ کُفر کیوں نہ لگایا۔ اِس کا سبب یہ تھا۔ کہ ولید نے شراب کے نشہ میں یہ حرکت کی تھی۔ لہٰذا اس کا یہ فعل عمداً اور اختیار کی حالت میں نہ ہُوا پس آپ کے مذہب سے وہ مجرم بھی نہ ہُوا +

اے حضرت قرآن مجید کی عداوت یہ ہے۔ کہ ولید نے ایسی جارحانہ حرکت قرآن کے ساتھ کی پھر بھی کسی وہابی نے اُس کو مرتد نہیں لکھا ہے۔ درحقیقت ولید کی دوستی اور قرآن کی دشمنی نے ان وہابیوں کو مخبوط الحواس بنا دیا ہے۔ خذلہم اللہ تعالیٰ

**الحائر** پھر ولید کو خلفاء میں کیوں شمار کیا جاتا ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے۔ کہ خلیفہ ظالم بھی ہوتا ہے اور عادل بھی۔ شیعہ سُنّی دونوں کی کتابوں سے یہ ثابت ہے۔

پھر خلافتِ عادلہ کی دو قسمیں ہیں۔ راشدہ جیسے خلفائے اربعہ کی خلافت۔ عادلہ جیسے حضرت معاویہ کی خلافت۔ راشدہ کی دو قسمیں ہیں۔ خاصہ جیسے شیخین کی خلافت۔ غیر خاصہ جیسے ختنین کی خلافت ٭

**الاعجاز** ہاں جناب آپ نے مذہب کے لحاظ سے بہت ٹھیک فرمایا۔ کہ آپ کی شرح مقاصد میں بھی لکھا ہے۔ لا ینعزل الامام بالفسق والجور۔ پس جبکہ فسق و ظلم کی وجہ سے خلیفہ کا عزل نہیں ہو سکتا۔ تو پھر ولید پر آپ کے مذہب سے ہرگز جرم قائم نہ ہوگا۔ تیروں کی قرآن پر بوچھاڑ کیسی۔ اس سے بھی بدتر وہ قرآن کے ساتھ کوئی حرکت کرتا۔ تب بھی آپ کا مذہب نہ اس سے تاج ایمان لیتا۔ اور نہ تختِ خلافت سے گراتا۔ آپ کے مذہب میں اوّل درجہ کا ظالم اور بد اعمال خلیفہ ہو سکتا ہے۔ ایسا خلیفہ آپ کو مبارک لیکن ہمارے مذہب پر آپ نے کھلا ہوا جھوٹ بولا ہے۔ کہ شیعوں کی کتابوں سے ظالم کا خلیفہ ہونا ثابت ہے۔ سنو ہمارے مذہب میں خلیفہ نبیؐ سوائے معصوم کے اور کوئی متنفس نہیں ہو سکتا ہے۔ بمصداق آیہ لا ینال عھدی الظٰلمین صرف معصوم ہی خلیفہ نبیؐ ہوگا ٭

خلافتِ عادلہ کی آپ نے دو قسمیں لکھی ہیں۔ ایک خلافت عادلہ راشدہ۔ دوسری خلافت عادلہ عادلہ۔ سبحان اللہ کیا خوب تقسیم ہے۔ بے اصل بات بنائی مگر بے تکی بنائی۔ کہ تقسیم الشئے الی نفسہ والی غیرہ صحیح ہو گئی۔ حالانکہ ایسی تقسیم بالاتفاق باطل ہے۔ اور عقلاً باطل ہے۔ اگر عقل ہوتی۔ تو اس تقسیم کی خرابی آپ کی سمجھ میں آجاتی۔ ہم اس سے زائد اور کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھتے۔ کہ ہم نے اہلسنت کے جذبہ کو حتی الامکان مدنظر رکھنے کا وعدہ کیا ہے۔ ورنہ آپ کی بیان کردہ اقسامِ خلافت کی خوب قلعی کھولی جاتی ٭

**الحائر** قرآن کو خون اور پیشاب سے لکھنے کا الزام۔ چند روز سے یہ اعتراض شیعوں نے نکالا ہے۔ اصل یہ ہے۔ کہ کسی کی نکسیر جاری ہو جائے۔ اور کسی طرح نہ رکے تو ظاہر ہے کہ وہ مر جائے گا۔ اور سورہ فاتحہ میں یہ تاثیر ہے۔ کہ نکسیر کے خون سے اگر پیشانی پر لکھی جائے تو فوراً خون بند ہو جاتا ہے۔ ابوبکر اسکاف علمائے حنفیہ میں سے ایک شخص ہیں۔ ان سے کسی نے مسئلہ پوچھا۔ فرمایا کہ انسان کی جان بچانے کے لئے خون کیا پیشاب سے بھی لکھنا جائز ہے ٭



**الاعجاز** شیعوں نے تو آپکے باطل مذہب پر سچا اعتراض نکالا ہے۔ مگر آپ نے چند روز سے بالکل بے بنیاد جھوٹا اعتراض تراشا ہے کہ شیعہ مومن بالقرآن نہیں ہیں۔ شیعوں نے آپ کی چار کتابوں سے اس باطل اور نجس مسئلہ کو لیا ہے۔ یعنی فتاویٰ قاضی خان جلد ۴ صفحہ ۳۶۴۔ فتاویٰ سراجیہ بحاشیہ قاضی خان جلد ۳ صفحہ ۳۱ فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ صفحہ ۱۳۴ ردمختار کی عبارت یہ ہے

لو رعف فکتب الفاتحۃ بالدم علی جبھتہ وانفہ جاز الاستشفاء وبالبول ایضاً ان علم فیہ شفاء لا باس بہ ٭

اگر کسی کے نکسیر جاری ہو۔ اور وہ خون سے اپنی پیشانی اور ناک پر سورۂ فاتحہ لکھے تو جائز ہے۔ شفا حاصل کرنا اور پیشاب سے بھی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر اس میں شفا کا حاصل ہونا جانتا ہو ٭

اِس فتوے میں خون کے تھمنے اور نہ رکنے کا کہیں تذکرہ نہیں ہے۔ کہ خون بند نہ ہونے کی صورت میں مر جانے کا توہم ہو۔ لہٰذا یہ کہنا کہ انسان کی جان بچانے کے لئے ایسا جائز ہے۔ بالکل ابلہ فریبی ہے۔ مدیر صاحب آپ نے سورۂ فاتحہ کی یہ تاثیر کہ اگر خون سے پیشانی پر لکھی جائے۔ تو فوراً خون بند ہو جاتا ہے کسی حدیث شریف میں دیکھی ہوگی یا تجربہ کیا ہوگا ٭

آپکے زعم میں تو فاتحہ میں یہ تاثیر ہے۔ مگر آپ کے بزرگ ابوبکر اسکاف تو پورے قرآن میں ایسی ہی تاثیر سمجھتے تھے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ قاضی خان بحوالہ مذکورہ ان یکتب بدم علی جبینہ شیئاً من القرآن قال ابوبکر الاسکاف یجوز۔ یعنی جس شخص کے نکسیر پھوٹے اور خون نہ تھمے وہ اپنی پیشانی پر قرآن کی کوئی آیت لکھے ابوبکر نے فرمایا کہ جائز ہے۔ خون پر اکتفا نہیں کی گئی۔ بلکہ سائل نے پوچھا۔ لو کتب بالبول قال لو کان فیہ شفاء لا باس بہ۔ اگر پیشاب سے قرآن لکھا جائے۔ تو فرمایا اگر اس میں شفا کی امید ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ اور ترقی سنئے۔ سائل نے عرض کیا۔ لو کتب علی جلد میتۃ قال ان کان فیہ شفاء جاز۔ یعنی اگر میتہ کی جلد پر قرآن لکھا جائے۔ فرمایا اگر شفا کی امید ہو تو یہ بھی جائز ہے ٭

کس قدر حیرت کی بات ہے۔ کہ خون اور پیشاب اور جلد میتہ پر قرآن لکھنے کا فتوے دیا گیا۔ حالانکہ نص قرآنی ہے۔ لا یمسہ الا المطھرون جس کتاب کا بے وضو مس بھی جائز نہ ہو۔ اسے ایسی ناپاک چیزوں سے لکھنا جائز بتایا جاتا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ درحقیقت وہابیوں

کے مذہب سے یہ قرآن ہی نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو ان نواصب کے زعم میں خدا کی صفتِ ذاتیہ ہے۔ قدیم ہے پس وہ نہ لکھنے میں آسکتا ہے۔ اور نہ اُسے کوئی مس کر سکتا ہے۔ یہ کتاب جسے یہ نواصب قرآن کہتے ہیں شیعوں کا مُنہ چڑھاتے ہیں۔ اصلاً ان کے مذہب سے یہ قرآن نہیں ہے بلکہ مصحفِ عثمانی ہے۔ اب اس کی جو گت بھی بنائی جائے۔ وہ ان کے مذہب سے جائز ہے +

آپ نے لکھا ہے۔ کہ صرف ابوبکر اسکاف کی رائے کو مذہب کہنا سخت فریب ہے میں کہتا ہوں جناب کا یہ لکھنا فریب اور دھوکا ہے اور کذبِ صریح بھی ہے۔ کہ آپ کا طرزِ عمل یہ ہے۔ کہ شیعوں میں سے کسی ایک شخص کے قول کو لے کر سارے مذہبِ شیعہ کی طرف آپ منسوب کر دیا کرتے ہیں۔ عالم کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ شاعرانہ تخیل بھی آپ کے نزدیک عین مذہب ہے۔ بلکہ اگر کوئی جاہل بھی کچھ لکھ دیتا ہے۔ اگرچہ علماء شیعہ نے اس کی تکفیر بھی فرمائی ہو۔ اُسے مرتد و نجس قرار دیا ہو۔ مگر آپ اُس کے اقوال کو بھی مذہبِ شیعہ کی طرف منسوب فرما دیتے ہیں پس اگر کوئی شیعہ آپ کے طرزِ عمل کو اختیار کر کے آپ کو جواب دے۔ تو آپ اُسے فریب کہتے ہیں۔ یہ آپ کی تہذیب اور دیانت ہے۔ اَستغفر اللہ +

اس کے بعد آپ نے حفاظتِ قرآن کی بحث چھیڑی ہے۔ جسے ہم خوب واضح کر چکے ہیں۔ کہ خدا نے حفاظتِ قرآن کا قلبِ سیدِ عالمؐ میں وعدہ فرمایا ہے یہی آپ کا مذہب کہتا ہے۔ کاغذ وغیرہ میں حفاظت کا وعدہ کرنا کہیں مذکور نہیں ہے۔ ورنہ ثبوت دیجئے۔ اور ظاہر ہے یہ بات کہ خدا نے قرآن سات حرفوں پر نازل کیا تھا۔ جیسا کہ حدیثِ متواتر سے ثبوت دیا گیا۔ پھر جامع القرآن نے صرف ایک حرف باقی رکھا چھ حرف ساقط کر دیئے۔ یہ بھی احادیثِ صحیحہ سے ثابت کیا گیا۔ لہٰذا قرآن محرف ہو گیا بشکوری مذہب سے قرآن بجنسہٖ محفوظ نہیں رہا +

الحمدللہ وللہ الشکر خدا کی مدد سے ہم نے شکوری مذہب سے مصحفِ عثمانی میں ہر قسم کی تحریف ثابت کر دی۔ اور تنبیہ الحائرین کے ایک باب کا مکمل جواب دیدیا۔ صرف دوسرا باب باقی ہے۔ انشاء اللہ اگر ہماری زندگی باقی ہے۔ تو روزِ روشن کی طرح دکھائیں گے۔ کہ شیعہ مذہب سے قرآن مجید محرف نہیں ہے۔ جو شیعہ قائلینِ تحریف ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ آئمہ علیہم السلام کی طرف جو روایتیں منسوب کیجاتی ہیں۔ یہ انتساب غلط ہے۔ ہمارے کسی امام نے قرآن مجید کو محرف نہیں بتایا ہے +



[ع۱] مدیر النجم صاحب کا یہ لکھنا کہ شیعہ مومن بالقرآن اس صورت میں ہو سکتے ہیں کہ قرآن کے ناقلینِ اوّلین یعنی صحابہ کرام کو دیندار، دین کا جان نثار، راست گفتار مانیں [ع۲] اور تحریفِ قرآن کی تمام روایات کو خیرباد کہیں [ع۳]۔ قائلینِ تحریف کو کافر اکفر دشمنِ دینِ الٰہی جانیں +

[ع۱] میں کہتا ہوں ہم بہرصورت مومن بالقرآن ہیں۔ اگر کوئی کافر و مشرک ہمیں مومن بالقرآن نہ مانے۔ تو اسکے ہم ذمہ دار نہیں ہیں بعض علماء اہلسنت نے مدیر النجم کو مستحقِ کفر لکھا ہے۔ تو کیا موصوف اپنے کفر کے قائل ہو گئے ہرگز نہیں ہم تسلیم کرتے ہیں بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ناقلین اوّلین نے قرآن میں تحریف نہیں کی ہے۔ آپ نے صحابہ کے اوصاف جو دل سے تراش کر آپ نے لکھے ہیں۔ وہ بھی ہم مان لیتے مگر آپکی مذہبی روایاتِ صحیحہ اس سے روکتی ہیں۔ [ع۲] ہم تحریفِ قرآن کی روایات کی توضیح کریں گے کسی کو خیرباد کہینگے کسی کا ضعف دکھائینگے کسی کے متعلق یہ ثابت کریں گے۔ کہ لوگوں نے مطلب غلط سمجھا ہے۔ مگر آپ اپنی روایاتِ تحریف کو نہ موضوع کہہ سکتے ہیں۔ اور نہ ضعیف اور نہ غلط فہمی پر محمول فرما سکتے ہیں۔ [ع۳] قائلینِ تحریف کو اگر ہم کافر کہیں گے۔ تو آپ اپنا پیٹ پیٹیں گے۔ عمر بھر روئیں گے۔ بلکہ آپ بھی اس لغو اور مہمل اور وحشیانہ گفتار سے توبہ کر لیجئے۔ اس لئے کہ آپ صرف قائلینِ تحریف کو کافر و اکفر نہیں کہتے۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ اس تکفیر کی انتہا محرفین کی طرف ہوتی ہے۔ جو آپ کے صحابہ کرام ہیں۔ وہ کافر و اکفر قرار پاتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ کے مذہب سے نہ وہ تحریف کرتے اور نہ بعض شیعہ اسکے قائل ہوتے۔ درحقیقت انصاف و دیانت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اگر قائلینِ تحریف کو کافر کہا جائے۔ تو محرفینِ قرآن کو بدرجہ اولیٰ کافر کہنا چاہئے حضرت والا میں اس مسئلہ میں کچھ نہ لکھوں گا۔ آپ تعصب و جہالت و خباثت کو خیرباد کہہ کے غور کریں۔ اگر سمجھ میں آجائے۔ تو بیہودہ گوئی اور کفر ریزی چھوڑ دیجئے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العٰلمین وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ و آلہ المعصومین

ولعنۃ اللہ علی الکاذبین

الراقم المجیب

**محمد اعجاز حسن بدایونی**

مدرس مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

۲۸ شوال روز سہ شنبہ ۱۳۴۷ھ

مکتبہ ... العلوم کراچی

# قطعۂ تاریخ طبع رسالہ تنبیہ الناصبین

مُصنّفہ

## عالم باعمل جامع معقول و منقول جناب مولانا شیخ اعجاز حسن صاحب قبلہ

اے تجھے ہے قوتِ تحریر کہ بے مثل و نظیر
کلکِ قدرت ہوا ہر لفظ میں جسکا دمساز

ایسے مضبوط دیئے دعوئ دشمن کے جواب
اہلِ عرفان میں ہر اک جملہ ہوا سرافراز

کیوں نہ ہو مسکے افاداتِ طبیعت کا ہے نور
شیخ اعجاز حسن عالم و واعظ ممتاز

وہ مناظر کہ عدو جس سے ہمیشہ مغلوب
دمِ تقریر ملا غیب سے جس کو اعزاز

تھر تنبیہ نواصب یہ رسالہ لکھا
اُٹھ گیا سامنے آنکھوں کے جو تھا پردہ راز

حق کا اثبات ہوا مٹ گیا دورِ باطل
دفعتہً آنے لگی فتح مبیں کی آواز

بحثِ تحریف میں باقی نہ رہی گنجائیش
حق پسندوں کو یہ تحریف ہوئی مایۂ ناز

اہلِ باطن کی نگاہوں کا دم سیر ہے قول
خاتمہ جیسا ہے ویسا ہی مبرہن آغاز

کلکِ محشر نے رقم کر دیا یوں طبع کا سال
فاضل اعجاز حسنؑ کا ہے یہ صائبِ اعجاز

۱۳۴۷ھ ہجری

مكتبة العلوم
كراچي

تنبيه الناصبين جلد اول
417
maablib.org

...اردو... محمد اعجاز حسن صدیقی بدایونی... مطبوعہ لاہور ۱۳۲۸ء... ص ۲۸۰